عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ حَيْثُ مَا دَارَ

التوضيحات التحقيقية في شرح الخطبة الشقشقية

المحقق العلام سيد علي اكبر بن سلطان العلما سيد محمّد طاب ثراه

مركز افكار اسلامی

یہ کتاب خاص واسطے اہل تشیع کے طبع ہوئی ہے اہلسنت نہ دیکھیں ۔

وجعلنا لهم لسان صدق عليا
علي مع الحق والحق مع علي حيث ما دار

من مصنفات خاتم المجتهدين الاكمل السيد الوحيد الفريد المحقق العلام المدقق الفهام ذو الفضل الباهر والعلم الزاهر والورع الباهر
السيد علي الكبير دامت شموس افاداته ظلا على العلام العالم العلام العلم العلام الحبر الفهر همام

التوضيح الصحيح لمسائل التحقيق السقفية

في

شرح الشافية الخطبة السقشقية

الحبر الهمام قدوة المحققين اسوة المدققين مجدد الاسلام محيي آثار اهل البيت عليهم السلام التحي بجده
سيد الانام سلطان العلما رضوان انجلب السيد محمد طاب ثراه

طبع في مطبع الخاقاني على الوقع في ولايت

کتاب سے عام استفادہ کی اجازت ہے

نام کتاب: التوضیحات التحقیقیة في شرح الخطبة الشقشقیة

مولف: المحقق العلام سید علی اکبر بن سلطان العلما سید محمد طاب ثراہ

اشاعت اول: جمادی الثانی ۱۴۴۸ھ (نومبر 2026ء)

ناشر: مرکز افکار اسلامی

کتاب حاصل کرنے کے لیے رابطہ کریں

+92-302-5230406

www.afkareislami.com

afkareislami@yahoo.com

فہرست

	عنوان	صفحہ نمبر
❁	مقدمہ	5
❁	مؤلف کتاب علامہ سید علی اکبر نقوی ؒ کا تعارف	10
❁	دیباچہ	13
❁	اَلْخُطْبَةُ الْعَلْوِيَّةُ الشِّقْشِقِيَّةُ	19
❁	خطبہ شقشقیہ	33
❁	فقرہ (۱) اَمَا وَ اللّٰهِ! لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ، وَ اِنَّهٗ لَيَعْلَمُ اَنَّ مَحَلِّیْ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰی	33
❁	فقرہ (۲) يَنْحَدِرُ عَنِّی السَّيْلُ وَلَا يَرْقٰی اِلَیَّ الطَّيْرُ	61
❁	فقرہ (۳) فَسَدَلْتُ دُوْنَهَا ثَوْبًا، وَطَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا	66
❁	فقرہ (۴) وَطَفِقْتُ اَرْتَئِیْ بَيْنَ اَنْ اَصُوْلَ بِيَدٍ جَذَّاءَ، اَوْ اَصْبِرَ عَلٰی طَخْيَةٍ عَمْيَاءَ	68
❁	فقرہ (۵) يَشِيْبُ فِيْهَا الصَّغِيْرُ، وَيَهْرَمُ فِيْهَا الْكَبِيْرُ، وَيَكْدَحُ فِيْهَا مُؤْمِنٌ حَتّٰی يَلْقٰی رَبَّهٗ	73
❁	فقرہ (۶) فَرَاَيْتُ اَنَّ الصَّبْرَ عَلٰی هَاتَا اَحْجٰی، فَصَبَرْتُ وَفِی الْعَيْنِ قَذًی، وَفِی الْحَلْقِ شَجًا، اَرٰی تُرَاثِیْ نَهْبًا	75
❁	فقرہ (۷) حَتّٰی مَضَی الْاَوَّلُ لِسَبِيْلِهٖ فَاَدْلٰی بِهَا اِلَی ابْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَهٗ، ثُمَّ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْاَعْشٰی، شَتَّانَ مَا يَوْمِیْ عَلٰی كُوْرِهَا وَيَوْمُ حَيَّانَ اَخِیْ جَابِرٍ	118
❁	فقرہ (۸) فَيَا عَجَبًا بَيْنَا هُوَ يَسْتَقِيْلُهَا فِیْ حَيَاتِهٖ، اِذْ عَقَدَهَا لِاٰخَرَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعَيْهَا!	120
❁	فقرہ (۹) فَصَيَّرَهَا فِیْ حَوْزَةٍ خَشْنَاءَ، يَغْلُظُ كَلْمُهَا وَ يَخْشُنُ مَسُّهَا وَ يَكْثُرُ الْعِثَارُ فِيْهَا وَ الْاِعْتِذَارُ مِنْهَا، فَرَاكِبُهَا كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ، اِنْ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَاِنْ اَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ	123
❁	فقرہ (۱۰) فَمُنِیَ النَّاسُ ـ لَعَمْرُ اللّٰهِ! ـ بِخَبْطٍ وَّ شِمَاسٍ وَّ تَلَوُّنٍ وَّ اعْتِرَاضٍ	152
❁	فقرہ (۱۱) فَصَبَرْتُ عَلٰی طُوْلِ الْمُدَّةِ، وَشِدَّةِ الْمِحْنَةِ	166
❁	فقرہ (۱۲) حَتّٰی اِذَا مَضٰی لِسَبِيْلِهٖ جَعَلَهَا فِیْ جَمَاعَةٍ زَعَمَ اَنِّیْ اَحَدُهُمْ مِنْهُمْ. فَيَا لِلّٰهِ وَ لِلشُّوْرٰی!. مَتٰی اعْتَرَضَ الرَّيْبُ فِیَّ مَعَ الْاَوَّلِ مِنْهُمْ، حَتّٰی صِرْتُ اُقْرَنُ اِلٰی هٰذِهِ النَّظَائِرِ	167

❁	فقرہ(۱۳) لٰكِنْ اَسْفَفْتُ اِذْ اَسَفُّوْا، وَ طِرْتُ اِذْ طَارُوْا، فَصَغٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ لِضِغْنِهٖ وَ مَالَ الْاٰخَرُ لِصِهْرِهٖ، مَعَ هَنٍ وَّهَنٍ	178
❁	فقرہ(۱۴) اِلٰى اَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ، نَافِجًا حِضْنَيْهِ بَيْنَ نَثِيْلِهٖ وَ مُعْتَلَفِهٖ وَ قَامَ مَعَهٗ بَنُوْ اُمَيَّةَ يَخْضِمُوْنَ مَالَ اللّٰهِ خَضْمَةَ الْاِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِيْعِ	183
❁	فقرہ(۱۵) اِلٰى اَنِ انْتَكَثَ فَتْلُهٗ وَ اَجْهَزَ عَلَيْهِ عَمَلُهٗ وَ كَبَتْ بِهٖ بِطْنَتُهٗ	190
❁	فقرہ(۱۶) فَمَا رَاعَنِيْ اِلَّا وَ النَّاسُ يُهْرَعُوْنَ اِلَيَّ كَعُرْفِ الضَّبُعِ، قَدِ انْثَالُوْا عَلَيَّ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، حَتّٰى وُطِئَ الْحَسَنَانِ، وَ شُقَّ عِطْفَايَ، مُجْتَمِعِيْنَ حَوْلِيْ كَرَبِيْضَةِ الْغَنَمِ۔	197
❁	فقرہ(۱۷) حَتّٰى اِذَا نَهَضْتُ بِالْاَمْرِ نَكَثَتْ طَآئِفَةٌ وَّ فَسَقَتْ اُخْرٰى وَ مَرَقَتْ اُخْرُوْنَ، كَاَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوْا كَلَامَ اللّٰهِ تَعَالٰى: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾	204
❁	فقرہ(۱۸) بَلٰى! وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعُوْهَا وَ وَعَوْهَا، وَ لٰكِنَّهُمْ اِحْلَوْلَتِ الدُّنْيَا فِيْ اَعْيُنِهِمْ، وَ رَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا	239
❁	فقرہ(۱۹) اَمَا وَ الَّذِيْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَاَ النَّسَمَةَ! لَوْ لَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ وَ قِيَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ وَ مَا اَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ اَنْ لَّا يُقَارُّوْا عَلٰى كِظَّةِ ظَالِمٍ وَّ لَا سَغَبِ مَظْلُوْمٍ، لَاَلْقَيْتُ حَبْلَهَا عَلٰى غَارِبِهَا وَ اَذَقْتُ اٰخِرَهَا بِكَاْسِ اَوَّلِهَا، وَ لَاَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ اَزْهَدَ عِنْدِيْ مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ. بِيَدِ مَجْذُوْمٍ	242
❁	فقرہ(۲۰) هَيْهَاتَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ	249

مقدمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنِ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَاءِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡنِ وَ عَلٰی اٰلِہِ الطَّاہِرِیۡنِ

نہج البلاغہ حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام کی معرفت کا اہم ذریعہ ہے۔ نہج البلاغہ میں امامؑ نے اپنے فضائل بیان فرمائے تو اپنی مظلومیت کے مرثیے بھی سنائے۔ اس کتاب کا تیسرا اور معرکۃ الآرا خطبہ شقشقیہ کے نام سے مشہور ہے۔ خطبہ شقشقیہ میں امامؑ نے چند جملوں میں اپنے فضائل کو بیان فرمایا اور تفصیل سے اپنی مظلومیت کا تذکرہ کیا۔ پورے نہج البلاغہ میں امامؑ نے اپنے کونسے فضائل و مصائب ذکر فرمائے اسے ہم نے اپنی کتاب ''نہج البلاغہ اور معرفت امام علی علیہ السلام'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔

اس وقت آپ کے لیے برصغیر کے ایک عظیم علمی خاندان ''خاندان اجتہاد'' کے چشم و چراغ علامہ سید علی اکبر نقوی طاب ثراہ کے ایک علمی شاہکار کو پیش کیا جا رہا ہے۔ آپ برصغیر میں تشیع کی ترویج و تبلیغ کے مجدد حضرت علامہ سید دلدار علی غفران مآبؒ کے پوتے اور سلطان العلما سید محمد غفران مآب کے فرزند تھے۔ آپ نے امیر المومنین علیہ السلام کے خطبہ شقشقیہ کی مفصل شرح بنام ''التوضیحات الحقیقیہ فی شرح خطبۃ الشقشقیہ'' تحریر فرمائی۔

خطبہ شقشقیہ امامؑ کی زندگی کی ایک مختصر اور جامع تاریخ ہے۔ امامؑ نے اپنے فضائل کے جو چند جملات ارشاد فرمائے وہ امامؑ کے مقام عظمت کا بہترین نمونہ ہیں۔ کلی فضائل کے بیان کے لیے فرمایا:

یَنۡحَدِرُ عَنِّی السَّیۡلُ، وَ لَا یَرۡقٰی اِلَیَّ الطَّیۡرُ۔

میں وہ کوہِ بلند ہوں جس پر سے عظمتوں کے سیلاب کا پانی گزر کر نیچے گرتا ہے اور میری فضیلتوں کے ادراک تک کوئی پرندۂ فکر پر نہیں مار سکتا۔

اس خطبہ میں چونکہ خلافت کا تذکرہ ہوا ہے تو خلافت کے لحاظ سے خصوصیت سے ایک جملہ میں اپنا مقام یوں پیش کیا:

اَنَّ مَحَلِّیۡ مِنۡہَا مَحَلُّ الۡقُطۡبِ مِنَ الرَّحٰی۔

خلافت میں میرا مقام وہی ہے جو چکی کے اندر اس کی کیلی کا ہوتا ہے۔

اِس خطبہ میں امامؑ نے اپنے حق کے چھن جانے کو تفصیل سے بیان کیا ہے اس لیے ایک طبقہ نے اس کے کلام امامؑ ہونے سے انکار کیا اور سید رضیؒ کا گھڑا ہوا خطبہ قرار دیا ہے اور بہت سوں نے اسی وجہ سے نہج البلاغہ کو ہی کلام امامؑ ماننے سے انکار کیا ہے۔ان اعتراضات کا جواب آپ تفصیل سے اِس کتاب میں پڑھیں گے۔علما امامیہ اور علما اہل سنت میں سے ایک بڑی تعداد نے جو سید رضیؒ کی ولادت سے بھی پہلے وفات پا چکے تھے اپنی کتابوں میں اس خطبہ کو درج کیا ہے اور بعض نے اس کی شرح بھی لکھی ہے۔

سید عبدالزہراء الحسینی الخطیب نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''مصادر نہج البلاغہ واسانیدہ'' میں اور آقای محمد دشتی نے کتاب ''معجم المفہرس لالفاظ نہج البلاغۃ'' میں نہج البلاغہ کے خطبات وخطوط وکلمات قصار کے مصادر واسناد کو پیش کیا۔انہوں نے اِس خطبہ کے مصادر کے طور پر جن قدیم کتابوں کے نام لکھیں ہیں ان میں سے کچھ مشہور نام درج ذیل ہیں۔

المحاسن: ابوجعفر البرقی، متوفی ۲۷۴ھ۔کتاب الانصاف فی الامامۃ :ابوجعفر ابن قبہ الرازی متوفی ۳۱۹ھ۔

کتاب الغارات: ابواسحاق ابراھیم الثقفی الکوفی متوفی ۲۸۳ھ۔الارشاد: الشیخ المفید متوفی ۴۱۳ھ۔العقد الفرید: ابن عبد ربہ متوفی ۳۲۸ھ۔قوت القلوب: ابوطالب المکی متوفی ۳۸۶ھ۔نثر الدروز یرابوسعید الآبی متوفی ۴۲۱ھ۔

الجمل: شیخ مفید۔ المغنی قاضی عبد الجبار متوفی ۴۱۵ھ۔تحف العقول: الشیخ الحرانی متوفی ۳۸۱۔الامالی: شیخ الطوسی۔ الشافی: الشریف المرتضی برادر سید رضی۔ الرسائل: الشریف المرتضی، رسائل کی جلد دوم میں سید مرتضیؒ نے اس خطبہ کی شرح لکھی ہے۔نہج البلاغہ کے اہلسنت شارح ابن ابی الحدید معتزلی نے اس خطبہ کو امامؑ کا خطبہ قرار دیتے ہوئے اس پر بہت سے دلائل پیش کیے ہیں۔

اردو زبان میں بھی متعدد علما نے نہج البلاغہ کی اہمیت واسناد پر مستقل کتابیں اور مقالے لکھے ہیں۔اسی کے ضمن میں خطبہ شقشقیہ کے مصادر واسانید کا تذکرہ کیا۔

(۱) ان کتابوں میں سے اہل سنت کے کے ایک مشہور دانشور فاضل اہلسنت خان امتیاز علی خان عرشی رامپوری کی کتاب ''اسناد نہج البلاغۃ'' کو خاص شہرت حاصل ہے۔اس کتاب کا عربی اور فارسی میں ترجمہ بھی کیا گیا ہے۔

(۲) برصغیر کی مایہ ناز شخصیت علامہ سید علی نقی نقنؒ نے بھی ''نہج البلاغہ کا اسناد'' نام سے ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے خطبہ شقشقیہ کے کلام امامؑ ہونے پر مفصل گفتگو کی ہے۔علامہ علی نقی نقویؒ نے علامہ مفتی جعفر حسینؒ کے نہج البلاغہ کے اردو ترجمہ کے مقدمہ میں اس کتاب کے کافی حصہ کو درج کیا ہے۔نہج البلاغہ پر ہونے والے اعتراضات کے جوابات کے لیے نقن صاحب کا ۴۰ صفحات کا یہ مقدمہ بہت مفید ہے۔

(۳) اردو زبان کے شیعہ مصنفین ومؤلفین میں سے ایک قابل قدر نام آغا محمد سلطان مرزا کا ہے۔اُنہوں نے اپنی مشہور کتاب ''البلاغ المبین'' کی دوسری جلد میں امامت کے موضوع کے ثبوت کے طور پر خطبہ شقشقیہ کو تفصیل سے بیان کیا

ہے۔مرزا صاحب نے نقن صاحب کی کتاب ''نہج البلاغہ کا اسناد'' کے کافی حصہ کو درج کیا ہے۔

(۴) نہج البلاغہ پر ایک یادگار کام انجام دینے والے عظیم محقق الفاضل الشہیر السید سبط الحسن الہنسوی ؒ ہیں۔آپ نے لندن میں موجود عراق کے ایک سنی پروفیسر عبداللہ خلوصی کے نہج البلاغہ پر کیے جانے والے آٹھ اعتراضات کا بے مثال تحقیقی جواب پیش کیا ہے۔آپ کی کتاب ''منہاج نہج البلاغہ'' واقعا تحقیقی کتاب ہے۔راجہ صاحب محمود باد نے اس کتاب کو بہت سراہا تھا اور اس کے انگریزی میں ترجمہ کرانے کا بھی کہا تھا۔

(۵) نہج البلاغہ کے اردو مترجمین میں سے اکثر نے خطبہ شقشقیہ پر مفصل بحث کی ہے۔ان میں سے قابل ذکر سید علی اظہر ؒ مترجم نہج البلاغہ اور مفتی جعفر حسین کی تحریریں ہیں۔

خطبہ شقشقیہ کا موضوع خلافت ہے اس لیے امامت وخلافت کے موضوع پر لکھنے والے دانشوروں نے اس کے حوالے ضرور دیے ہیں۔لکھنؤ کی علمی شخصیات میں سے جناب سید علی اکبر کی خطبہ شقشقیہ کی شرح آپ کے ہاتھ میں ہے۔اس کے علاوہ ان کے برادر گرامی جناب سید علی محمد تاج العلما ؒ نے بھی اس خطبہ کی شرح لکھی ہے (مطلع انوار،سید مرتضی حسین صدر الافاضل صفحہ ۳۶۸)۔برصغیر کے عظیم مجتہد علامہ مفتی محمد عباس شوشتری ؒ نے بھی اس خطبہ کی شرح لکھی ہے جس کا تذکرہ علامہ طہرانی نے ''الذریعہ'' میں کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ کتاب لکھنؤ سے شایع ہوئی ہے (شارحین نہج البلاغہ برصغیر،مولانا ڈاکٹر شہوار حسین نقوی صفحہ ۸۷)۔سید علی اکبر کی شرح کے علاوہ شروح اس وقت تک ہمیں دستیاب نہ ہوسکیں۔کاش یہ علمی سرمائے منظر عام پر لائے جاسکیں۔

خطبہ شقشقیہ کے کلام امامؑ ہونے کو رد کرتے ہوئے ایک دلیل یہ پیش کی جاتی ہے کہ امامؑ خلافت کے بارے میں ایسی گفتگو اور ایسے شکوے کیسے کرسکتے ہیں جبکہ امامؑ کا خلفا سے بہت اچھا تعلق تھا۔اس لیے واضح ہو کہ خطبہ شقشقیہ کے علاوہ نہج البلاغہ کے متعدد مقامات پر اور دیگر منابع میں امامؑ کی مظلومیت اور شکووں کی ایک طویل فہرست ہے۔امامؑ نے بار بار اپنی مظلومیت کو بیان کیا۔صحیح بخاری میں بھی چند مقامات پر امامؑ کی اس مظلومیت کا ذکر ہے۔سورہ حج کی آیت ۱۹ کی تفسیر میں حدیث نمبر ۴۷۴۴ میں لکھتے ہیں۔علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

اَنَا اوَّلُ مَنْ یَجْثُوْ بَیْنَ یَدَیِ الرَّحْمٰنِ لِلْخُصُوْمَةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ

میں پہلا شخص ہوں گا جو قیامت کے دن رحمٰن کے سامنے مقدمہ بازی (فیصلے) کے لیے گھٹنوں کے بل بیٹھوں گا۔

علامہ طبرسی نے کتاب الاحتجاج جلد اوّل میں ایسے متعدد تفصیلی فرامین کو نقل کیا ہے۔ایک جگہ لکھتے ہیں۔

عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ، عَنْ آبَائِهِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ قَالَ: خَطَبَ اَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِ بِالْكُوفَةِ، فَلَمَّا كَانَ فِيْ اٰخِرِ كَلَامِهِ، قَالَ:

اَلَا وَ اِنِّیْ لَاَوْ لَی النَّاسِ بِالنَّاسِ، وَمَا زِلْتُ مَظْلُوْمًا مُنْذُ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

امیر المومنین علیہ السلام نے کوفہ میں خطبہ دیا اور خطبہ کے آخر میں ارشاد فرمایا: تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں تمام لوگوں سے افضل و برتر ہوں مگر جب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتقال ہوا میں ہمیشہ سے مظلوم ہوں۔

ایسے درجنوں مقامات ہیں جہاں امامؑ نے اپنی مظلومیت کو بیان فرمایا اور رعایا کے شکوے کیے۔ ہم نے اپنی کتاب ''نہج البلاغہ اور معرفت امام علی علیہ السلام'' میں فقط نہج البلاغہ سے ایسے ۲۱ مقامات ذکر کیے جہاں امامؑ نے اپنی مظلومیت کو بیان فرمایا اور ۱۸ ایسے مقامات پیش کیے جہاں امامؑ نے رعایا کے شکوے کیے۔ مثلاً ایک مقام پر آپؑ اپنی مظلومیت کو یوں بیان فرماتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ! مَا زِلْتُ مَدْفُوْعًا عَنْ حَقِّیْ، مُسْتَاْثَرًا عَلَیَّ، مُنْذُ قَبَضَ اللّٰهُ تَعَالٰی نَبِیَّهٗ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حَتّٰی یَوْمِ النَّاسِ هٰذَا۔

خدا کی قسم! جب سے اللہ نے اپنے رسولؐ کو دنیا سے اٹھایا، برابر دوسروں کو مجھ پر مقدم کیا گیا اور مجھے میرے حق سے محروم رکھا گیا۔ ①

ایک مقام پر خطبہ شقشقیہ سے ملتے جلتے الفاظ میں اپنی مظلومیت اور حق چھننے اور تلوار نہ اٹھانے کو یوں بیان فرمایا:

فَنَظَرْتُ فَاِذَا لَیْسَ لِیْ مُعِیْنٌ اِلَّآ اَهْلُ بَیْتِیْ، فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَوْتِ، وَ اَغْضَیْتُ عَلَی الْقَذٰی، وَ شَرِبْتُ عَلَی الشَّجَا، وَ صَبَرْتُ عَلٰی اَخْذِ الْكَظَمِ، وَ عَلٰی اَمَرَّ مِنْ طَعْمِ الْعَلْقَمِ۔

میں نے نگاہ اٹھا کر دیکھا تو مجھے اپنے اہل بیتؑ کے علاوہ کوئی اپنا معین و مددگار نظر نہ آیا۔ میں نے انہیں موت کے منہ میں دینے سے بخل کیا۔ آنکھوں میں خس و خاشاک تھا مگر میں نے چشم پوشی کی، حلق میں پھندے تھے مگر میں نے غم و غصہ کے گھونٹ پی لئے اور گلو گرفتگی کے باوجود حنظل سے زیادہ تلخ حالات پر صبر کیا۔ ②

امیر المومنین علیہ السلام کو حاکم شام نے ابو امامہ الباہلی نامی شخص کے ذریعہ ایک خط لکھا جس میں سابقہ خلفا کے فضائل اور خلیفہ سوم کی مظلومیت کا ذکر کیا اور امامؑ پر اعتراضات کیے اور آپؑ کے لیے حاسد جیسے نازیبا الفاظ استعمال کیے۔ اس خط کے جواب میں امامؑ نے جو خط تحریر فرمایا، سید رضیؒ نے اسے امیر المومنین علیہ السلام کے بہترین مکتوبات میں سے شمار کیا ہے۔ آپؑ اس خط میں لکھتے ہیں:

---

① نہج البلاغہ، خطبہ ۶

② نہج البلاغہ، خطبہ ۲۶

وَ قُلْتَ: اِنِّیْ کُنْتُ اُقَادُ کَمَا یُقَادُ الْجَمَلُ الْمَخْشُوْشُ حَتّٰی اُبَایِعَ، وَ لَعَمْرُ اللّٰہِ! لَقَدْ اَرَدْتَّ اَنْ تَذُمَّ فَمَدَحْتَ، وَ اَنْ تَفْضَحَ فَافْتَضَحْتَ! وَ مَا عَلَی الْمُسْلِمِ مِنْ غَضَاضَۃٍ فِیْ اَنْ یَّکُوْنَ مَظْلُوْمًا مَّا لَمْ یَکُنْ شَاکًّا فِیْ دِیْنِہٖ، وَ لَا مُرْتَابًا بِیَقِیْنِہٖ! وَ ھٰذِہٖ حُجَّتِیْ اِلٰی غَیْرِکَ قَصْدُھَا، وَ لٰکِنِّیْ اَطْلَقْتُ لَکَ مِنْھَا بِقَدْرِ مَا سَنَحَ مِنْ ذِکْرِھَا۔

اورتم نے لکھا ہے کہ مجھے بیعت کے لیے یوں کھینچ کرلایا جاتا تھا جس طرح نکیل پڑے اونٹ کو کھینچا جاتا ہے، تو خالق کی ہستی کی قسم! تم اترے تو برائی کرنے پر تھے کہ تعریف کرنے لگے، چاہا تو یہ تھا کہ مجھے رسوا کرو کہ خود ہی رسوا ہو گئے۔ بھلا مسلمان آدمی کے لیے اس میں کون سی عیب کی بات ہے کہ وہ مظلوم ہو، جبکہ وہ نہ اپنے دین میں شک کرتا ہو، نہ اس کا یقین ڈانواں ڈول ہو۔ اور میری اس دلیل کا تعلق اگرچہ دوسروں سے ہے مگر جتنا بیان یہاں مناسب تھا تم سے کر دیا۔ [1]

امام علیہ السلام کی مظلومیت کا یہ باب بہت طویل ہے۔ نہج البلاغہ کے اِس دور کے ایک شارح علامہ محمد تقی جعفری قدس سرہ شرح نہج البلاغہ میں ایک مقام پر لکھتے ہیں: نہج البلاغہ امامؑ کے گریہ و نالہ سے بھرا پڑا ہے۔ امامؑ کی مظلومیت کے امامؑ کی اپنی زبانی بیان کیے گئے ایک مرثیہ کے دو اشعار پر یہ حصہ ختم کرتے ہیں۔

نَفْسِیْ عَلٰی زَفَرَاتِھَا مَحْبُوْسَۃٌ　　یَا لَیْتَھَا خَرَجَتْ مَعَ الزَّفَرَاتِ

لَا خَیْرَ بَعْدَکَ فِی الْحَیَاۃِ وَاِنَّمَا　　اَبْکِیْ مَخَافَۃً اَنْ تَطُوْلَ حَیَاتِیْ

میری جان میری آہوں اور سسکیوں کے ساتھ سینے میں قید ہو کر رہ گئی ہے، کاش یہ جان انہی آہوں کے ساتھ باہر نکل جاتی۔

آپ (صدیقہ طاہرہ) کے بعد اب اس زندگی میں کوئی خیر باقی نہیں رہی، میں تو بس اس بات کے خوف سے رو رہا ہوں کہ کہیں میری زندگی طویل نہ ہو جائے (اور مجھے آپ کے بغیر مزید جینا نہ پڑے)۔ [2]

غیروں سے ملنے والے دکھوں کو جن درد بھرے لفظوں میں آپؑ نے بیان فرمایا اسے ہم نے مظلومیت کا عنوان دیا اور اپنوں سے اور ساتھ کھڑے ہونے والوں سے جن مصیبتوں کو دیکھنا پڑا انہیں ہم نے شکووں کا نام دیا۔ نہج البلاغہ میں جن ۱۸ مقامات میں رعایا سے گلے شکوے کیے ان میں سے فقط ایک کو نقل کرتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا:

---

[1] نہج البلاغہ، مکتوب ۲۸

[2] کمال الدین میبدی، شرح دیوان امیر المومنین علیہ السلام، ص ۱۲۳

فَاِذَآ اَمَرْتُکُمْ بِالسَّیْرِ اِلَیْھِمْ فِیْ اَیَّامِ الْحَرِّ قُلْتُمْ :ھٰذِہٖ حَمَارَّۃُ الْقَیْظِ اَمْھِلْنَا یُسَبَّخْ عَنَّا الْحَرُّ، وَ اِذَآ اَمَرْتُکُمْ بِالسَّیْرِ اِلَیْھِمْ فِی الشِّتَآءِ قُلْتُمْ :ھٰذِہٖ صَبَارَّۃُ الْقُرِّ اَمْھِلْنَا یَنْسَلِخْ عَنَّا الْبَرْدُ، کُلُّ ھٰذَا فِرَارًا مِّنَ الْحَرِّ وَ الْقُرِّ، فَاِذَا کُنْتُمْ مِنَ الْحَرِّ وَ الْقُرِّ تَفِرُّوْنَ فَاَنْتُمْ وَاللّٰہِ! مِنَ السَّیْفِ اَفَرُّ۔

اگر گرمیوں میں تمہیں ان کی طرف بڑھنے کے لیے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ یہ انتہائی شدت کی گرمی کا زمانہ ہے، اتنی مہلت دیجئے کہ گرمی کا زور ٹوٹ جائے۔ اور اگر سردیوں میں چلنے کے لیے کہتا ہوں تو تم یہ کہتے ہو کہ کڑاکے کا جاڑا پڑ رہا ہے، اتنا ٹھہر جائیے کہ سردی کا موسم گزر جائے۔ یہ سب سردی اور گرمی سے بچنے کے لیے باتیں ہیں۔ جب تم سردی اور گرمی سے اس طرح بھاگتے ہو تو پھر خدا کی قسم! تم تلواروں کو دیکھ کر اس سے کہیں زیادہ بھاگو گے۔ [1]

مؤلف کتاب علامہ سید علی اکبر نقویؒ کا تعارف

برصغیر میں شیعیت کب سے ہے اور کیسے پھیلی یہ ایک طویل اور الگ موضوع ہے اور اس پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ موجودہ دور میں تشیع کی ترویج کا ایک اہم سبب اتر پردیش کے علاقے اَودھ (لکھنؤ) اور بنگال میں آزاد شیعہ نوابوں کی حکومتیں بنیں۔ اُس دور میں لکھنؤ برصغیر میں شیعہ تہذیب، علم، عزاداری اور فقہی سرگرمیوں کا سب سے بڑا مرکز بن گیا۔ لکھنؤ کی اس مرکزیت میں ایک اہم کردار آیت اللہ سید دلدار علی غفران مآب کا ہے۔ آپ نصیر آباد میں ۱۷۵۳ء، ۱۱۶۶ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۹۴ھ میں لکھنؤ میں آئے۔ آپ پہلے نامور عالم ہیں جو برصغیر سے تحصیل علم کے لیے عراق گئے۔ وہاں اپنا علمی مقام منوایا اور ایک شب قدر کی مبارک ساعت میں زیر قبۂ حضرت امیر المومنین علیہ السلام دعا فرماتے ہیں کہ اللہ ان کی اولاد در اولاد کو علم دین سے وابستہ رکھے اور علما اور مجتہدین پیدا ہوتے رہیں۔ اُن کی دعا قبول ہوئی اور کم و بیش دو سو برس سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ [2]

آپ کو اللہ سبحانہ نے پانچ نرینہ اولادیں عطا فرمائیں جو سب علما دین بنے۔ آپ کے فرزندان میں سے سلطان العلما سید محمد رضوان مآب متوفی ۱۲۸۴ھ اور سید العلما سید حسین متوفی ۱۲۷۳ھ کو خاص مقام حاصل ہوا۔ سید محمد سلطان العلما ۱۷ صفر ۱۱۹۹ھ میں پیدا ہوئے۔ انیس سال کی عمر میں والد سے مفصل اجازہ عطا ہوا۔ آپ کی دینی و قومی خدمات اور علمی کارناموں کی ایک طویل فہرست ہے۔ پچاسی سال کی عمر میں دنیا سے رخصت ہوئے۔ آپ کی نو نرینہ اولادیں تھیں۔ ان میں سے ایک

---

[1] نہج البلاغہ، خطبہ ۲۷

[2] مطلع الانوار، سید مرتضیٰ حسین فاضل، ص ۲۲۵

علامہ سید علی اکبرؒ تھے۔

سید علی اکبر نقویؒ ۱۸۳۲ء مطابق ۱۲۴۹ھ کو پیدا ہوئے۔ آپ کو سلطان العلما جیسے عظیم باپ کی شاگردی کے ساتھ ساتھ برصغیر کے آسمان علم کے چمکتے ستارے علامہ مفتی محمد عباس شوشتری متوفی ۱۳۰۶ھ جیسے استاد سے بھی حصول علم کا موقع ملا۔ علامہ مفتی محمد عباس کو نہج البلاغہ سے خاص عشق تھا۔ ان کی کتابوں میں بار بار نہج البلاغہ کے حوالے ملیں گے۔ آپ نے خود بھی نہج البلاغہ کے خطبہ شقشقیہ کی فارسی میں شرح تحریر فرمائی جو ۱۲۸۷ھ میں لکھنؤ سے شائع ہوئی اور شاگردوں کو بھی نہج البلاغہ کی طرف راغب کیا۔ شاید مفتی صاحب کی ترغیب سے ہی جناب سید علی اکبر نے بھی یہ شرح لکھی۔ یہ شرح ۱۳۰۷ھ کو مکمل ہوئی۔ سید علی اکبر نے ''اسرار حکمت'' نام سے نہج البلاغہ کے خطبہ نملیہ اور خطبہ طاووسیہ کا بھی ترجمہ کیا۔ جیسا کہ پہلے رقم ہو چکا ہے سید علی اکبرؒ کے دوسرے بھائی تاج العلما سید علی محمد متولد ۱۸۴۵ء متوفی ۱۸۹۴ء نے بھی خطبہ شقشقیہ کی شرح لکھی۔ مفتی صاحب نے اپنے ایک اور شاگرد احمد حسین امروہوی متوفی ۱۳۲۸ھ کو شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید کی تلخیص کی طرف راغب کیا جو کام انہوں نے مکمل کیا۔ محسوس ہوتا ہے کہ مفتی صاحب کو نہج البلاغہ سے ایک خاص لگاؤ تھا جس کی بنا پر انہوں نے خود بھی اور ان کے شاگردوں نے بھی نہج البلاغہ پر کام کیا۔ سید علی اکبر نے ۱۳۲۷ھ ۱۹۰۹ء کو اس جہاں سے کوچ فرمایا۔ یہ شرح ماہِ ربیع الثانی ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۴ء کو لکھنؤ سے شائع ہوئی۔

ایک تصور قائم ہے کہ برصغیر میں نہج البلاغہ پر کام مصر میں مفتی محمد عبدہ کے نہج البلاغہ پر حاشیہ لکھنے کے کے بعد شروع ہوا ہے مگر مفتی محمد عباس صاحب کی شرح اور دیگر کاموں کو دیکھنے کے بعد یہ تصور غلط ثابت ہوتا ہے کیونکہ مفتی محمد عبدہ کا حاشیہ پہلی بار ۱۳۰۴ھ مطابق ۱۸۸۵ء میں شائع ہوا اور مفتی محمد عباس کی رحلت ۱۳۰۶ھ میں ہوئی۔ درمیان میں اتنا وقفہ نہیں کہ شیخ محمد عبدہ سے متاثر ہو کر اتنے مختصر وقت میں اتنا کام کیا جائے۔

مرکز افکار اسلامی کا ایڈیشن

مرکز افکار اسلامی پچیس سال سے کوشاں ہے کہ نہج البلاغہ کے پیغام کو عام کرے۔ اس مقصد کے لیے کہیں نہج البلاغہ دروس کا اہتمام کیا جاتا ہے تو کہیں نہج البلاغہ کانفرنسوں کا انعقاد، کبھی مطالعاتی انعامی مقابلوں کو ذریعہ بنایا جاتا ہے تو کبھی حفظ نہج البلاغہ کے مقابلے کرائے جاتے ہیں۔ کبھی مقالہ نویسی کے مقابلے کرائے جاتے ہیں تو کہیں نہج البلاغہ کے تراجم کی اشاعت۔ ان سالوں میں نہج البلاسے متعلق چالیس سے زیادہ کتابوں کی اشاعت ہو چکی ہے۔

افکار اسلامی کے اہم اہداف میں سے ایک یہ ہے کہ نہج البلاغہ پر ہونے والے بزرگ علما کے کاموں کو قوم تک پہنچائے۔ اس مقصد کے لیے علامہ مفتی جعفر حسینؒ کے ترجمہ و حواشی کو نئے انداز سے شائع کرایا گیا، فقط اردو ترجمہ کی الگ اشاعت کرائی گئی، بغیر حواشی کے عربی و اردو کو الگ شائع کیا گیا اور انگریزی ترجمہ کی اشاعت ہوئی۔ جدید دور کے تبلیغی وسائل کو استعما کیا جا

رہا ہے اور اردو و انگریزی میں ویب سائٹ اور یوٹیوب چینل بنائے گئے۔ افکار اسلامی کی شائع شدہ کتب افکار کی ویب سائٹ پر ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

افکار اسلامی نہج البلاغہ سے متعلق قدیمی کتابوں کو از سر نو اشاعت کی سعی کر رہا ہے۔ ان کتابوں میں سے ایک کتاب ''التوضیحات التحقیقیہ فی شرح الخطبۃ الشقشقیہ'' اب آپ کے ہاتھ میں ہے۔ یہ کتاب آج سے ۱۴۰ سال پہلے لکھی گئی اور ایک ہی دفعہ شائع ہوسکی اور وہ اشاعت بھی اب ڈھونڈتے نہیں ملتی۔ طویل مدت اس کتاب کو تلاش کرنے میں لگی، وہ بھی اصل کتاب نہ مل سکی بلکہ اس کا عکسی نسخہ ملا۔ قدیم اشاعت، پرانی اردو، عربی و فارسی کا بہت استعمال اور عکس بھی بعض مقامات پر مدھم اور کہیں کہیں الفاظ بلکل مدھم اور غیر واضح بلکہ کچھ مقامات ہر عکس میں کٹے ہوئے ملے۔ اس سب کے باوجود کتاب کو قابل مطالعہ بنانے کے لیے کتنے جتن کیے گئے اسے کوئی کتاب شناس ہی جان سکتا ہے۔

الف۔ کتاب کی اصل الفاظ و جملات کو باقی رکھا گیا کوئی تبدیلی نہیں کی گئی۔

ب۔ جو چند لفظ غیر واضح تھے ان کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی۔

ج۔ عربی اور اردو کے عام رائج رسم الخط کو استعمال کیا گیا۔

د۔ خطبہ کے جملات کو فقروں کے عنوان سے تقسیم کیا گیا تھا اس لیے ہر فقرہ کو ایک عنوان کے طور پر لایا گیا۔

ہ۔ بعض کتابوں یا افراد کے نام واضح نہیں تھے ان کو واضح طور پر لکھنے کی کوشش کی گئی۔

یوں ایک مدت کی محنت کے بعد اپنا ایک قدیم سرمایہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم ان تمام احباب کے شکر گزار ہیں جنہوں نے کتاب کی تلاش سے لے کر اشاعت تک تعاون فرمایا۔ پروردگار سب کی اس کوشش کو قبول فرمائے۔ اگر آپ نہج البلاغہ سے متعلق کسی قدیمی کتاب سے آگاہ ہوں تو افکار اسلامی کو مطلع فرمائیں تاکہ اسے بھی منظر عام پر لانے کا اہتمام کیا جاسکے۔

وما توفیقنا الا باللہ۔

مقبول حسین علوی

مرکز افکار اسلامی پاکستان

۱۹ اکتوبر ۲۰۲۶ء، ماہ ربیع الثانی ۱۴۴۸ھ

دیباچہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلتَّوۡضِیۡحَاتُ التَّحۡقِیۡقِیَّۃُ فِیۡ شَرۡحِ الۡخُطۡبَۃِ الشِّقۡشِقِیَّۃِ

اِنَّ اَبۡھَرَ دُرَرِ تَلَالَاتِ الۡاٰفَاقِ بِلَوَامِعِ اَنۡوَارِہٖ، وَاَزۡفَرَ زُھَرِ تَعَطُّرَتِ الۡاَنۡفُسِ بِفَوَاتِحِ اٰثَارِہٖ، حَمۡدَ اللّٰہِ الَّذِیۡ تَوَحَّدَ بِالۡاُلُوۡھِیَّۃِ فِیۡ عَالَمِ الۡقُدۡسِ وَاللَّاھُوۡتِ، وَتَفَرَّدَ بِالۡکِبۡرِیَاءِ فِی الۡمُلۡکِ وَالۡمَلَکُوۡتِ۔

ظَھَرَتۡ اَنۡوَارُ حِکۡمَتِہٖ عَلٰی نَوَاصِیۡ صَفَائِحِ الۡاٰیَاتِ، وَلَمَعَتۡ لَمَعَاتُ قُدۡرَتِہٖ فِیۡ غَوَاشِیۡ حَنَادِسِ الظَّلَامِ، وَطَّدَ الۡاَطۡوَادَ سَطۡحَ الۡمِیَاءِ، وَرَفَعَ السَّمَاءَ بِلَا عَمَدٍ، وَاَکَّدَ الۡجِبَالَ بِلَا نَکَدٍ.

اَنۡشَاَ مِنَ الۡاَرۡضِ الۡجُوۡزَ جَنَاداً، وَحَبَّ الۡحَصِیۡدَ وَالنَّخۡلَ بَاسِقَاتٍ لَھَا طَلۡعٌ نَضِیۡدٌ. رَشَقَ عَارِضَ الۡاَرۡضِ بَقَاءَالشَّفَقِ فَتَصَمَّتِ الشَّقَائِقُ وَالۡاَنۡوَارُ وَرَبّٰی رَبَائِبَ بَنَاتِ النَّبَاتِ بِوَدۡقِ تَرَائِبِیَ السَّحَابِ الۡمِدۡرَارِ۔

زَخۡرَفَ اَوۡکَارَ الۡاَجۡسَامِ بِنَبَارِسِ النُّفُوۡسِ الۡمُضِیۡئَۃِ لِدِیَارِ الظَّلَامِ. یَعۡلَمُ خَائِنَۃَ الۡاَعۡیُنِ وَمَا تُکِنُّ الصُّدُوۡرُ. یَعۡدِلُ فِیۡ بَرِیَّتِہٖ وَلَا یَجُوۡرُ. لَا یَغۡرُبُ عَنۡہُ دَبِیۡبُ النَّمۡلِ عَلَی الصَّفَا، وَلَا یَخۡفٰی مِنۡہُ مَا ظَھَرَ وَمَا اخۡتَفٰی، مِنۡ فَوۡقِ الثَّرِیَّا اِلَی تَحۡتِ الثَّرٰی۔

فَسُبۡحَانَ مَنۡ سَبَّحَ لَہُ السَّمَاءُ بِنُجُوۡمِھَا، وَالۡاَرۡضُ بِنُجُوۡمِھَا وَتُحُوۡمِھَا، وَالۡاَفۡلَاکُ بِکَوَاکِبِھَا، وَالۡغَبۡرَاءُ بِکَوَاکِبِھَا، وَالۡاُفُقُ وَمَا حَوۡلَہٗ بِحَدِّہٖ. وَاِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ. فَاَحۡمَدُہٗ حَمۡداً عَدَدَ الۡاَرۡوَاحِ وَالۡاَمۡلَاکِ وَحَطۡلِ الرُّکَامِ وَالرُّکَاکِ مَا تَقَعۡقَعَتۡ فِی الۡخَضۡرَاءِ قَابَۃٌ، وَدَبَّتۡ عَلَی الۡغَبۡرَاءِ دَابَّۃٌ.

وَنُصَلِّیۡ عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدٍ سَیِّدِ الۡبَشَرِ الَّذِیۡ حَنَّ اِلَیۡہِ الۡجِذۡعُ الۡیَابِسُ وَقَدۡ دَثَرَ وَاَشَارَ بِاَصۡبُعِہٖ فَانۡشَقَّ الۡقَمَرُ. رَکِبَ الۡبُرَاقَ فَشَاھَدَ مَا بَیۡنَ الۡاٰفَاقِ وَالسَّبۡعِ الطِّبَاقِ.

وَعَلٰی وَصِیِّہِ الَّذِیۡ نَبَعَ مِنۡ ضِیۡضِیۡءِ نَوَارِہٖ، و نَبَغَ مِنۡ دَوۡحَۃِ ظُھُوۡرِہِ الَّذِیۡ فَدَاہُ

بِنَفْسِهٖ وَقَاهُ ۔ فَقَالَ فِيْهِ :مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ۔ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِعَلِيٍّ وَلِمَنْ وَالَاهُ، وَسُعِّرَتِ النَّارُ لِمَنْ اَبْغَضَهٗ وَعَادَاهُ.

فَهُوَ الْاِمَامُ الْمَفْرُوْضُ طَاعَتُهٗ عَلٰى كَافَّةِ الْبَشَرِ، وَالْوَلِيُّ الْمَحْظُوْرُ مَعْصِيَتُهٗ فِيْ كُلِّ مَا نَهٰى وَاَمَرَ، اَلْمُؤَيَّدُ بِالنَّصْرِ وَالظَّفَرِ، قَسِيْمُ الْجَنَّةِ وَسَقَرِ، حَامِلُ اللِّوَاءِ وَسَاقِي الْكَوْثَرِ، شَافِعُ الْمُذْنِبِيْنَ فِيْ يَوْمِ الْمَحْشَرِ، الزَّكِيُّ الْمَعْصُوْمُ الْمُطَهَّرُ، وَالشُّجَاعُ الْغَضَنْفَرُ الْمُظَفَّرُ، قَالِعُ بَابِ خَيْبَرَ، سَيِّدُ الْعَرَبِ، مَظْهَرُ الْعَجَبِ، الْاَشْرَفِ بِالْحَسَبِ وَالنَّسَبِ، هَاشِمِيُّ الْاُمِّ وَالْاَبِ.

مُلْتَقٰى شَرَفِ الْاُبُوَّةِ وَالنُّبُوَّةِ، وَارِثُ عِلْمِ الرِّسَالَةِ وَالنُّبُوَّةِ، سَيِّدُ الْاَوْصِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ، وَصِيُّ اَشْرَفِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْاَصْفِيَاءِ، زَوْجُ الْبَتُوْلِ الْعَذْرَاءِ الْمَعْصُوْمَةِ الزَّهْرَاءِ، اَبُو الْاَئِمَّةِ الْاَتْقِيَاءِ النُّجَبَاءِ الْاُمَنَاءِ۔

وَعَلٰى اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ الَّذِيْنَ هُمُ الْاَنْوَارُ الْهَاشِمِيَّةُ وَالشُّمُوْسُ الْعَلَوِيَّةُ وَالْاَقْمَارُ الْفَاطِمِيَّةُ وَالْكَوَاكِبُ الْمُحَمَّدِيَّةُ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ طَيِّبَةٌ زَكِيَّةٌ وَتَحِيَّاتٌ كَامِلَةٌ بَهِيَّةٌ ، عَدَدَ رَشَحَاتِ الْاَمْطَارِ وَاَوْرَاقِ الْاَشْجَارِ، مِلَاءَ الْاٰفَاقِ وَالْاَقْطَارِ، مَا اَفَاضَتِ الشَّمْسُ عَلَى الدُّهُوْرِ اَنْوَارَهَا وَمَا طَافَ الْحَجِيْجُ بِالْكَعْبَةِ وَلَمَسُوا اسْتَارَهَا۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ الْخُطْبَةَ الْعَلَوِيَّةَ الْمَوْسُوْمَةَ بِالشِّقْشِقِيَّةِ كَاَنَّهَا صَحِيْفَةٌ مُّكَرَّمَةٌ مَّرْفُوْعَةٌ مُّطَهَّرَةٌ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ اَوْ كِتَابٌ مَكْنُوْنٌ لَا يَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ. فَاِنَّهَا مَعَ وَجَازَتِهَا وُشِّحَتْ بِحَقَائِقِ الْبَيَانِ وَرُشِّحَتْ بِدَقَائِقِ التِّبْيَانِ وَاحْتَوَتْ عَلٰى فَرَائِدَ غَرِيْبَةٍ تَلَالَاَتْ بِهَا دَيَاجِي الضَّمَائِرِ وَانْطَوَتْ عَلٰى جَوَاهِرِ عَجِيْبَةٍ مَلَاَتْ بِهَا كُنُوْزَ السَّرَائِرِ عَبَائِرُهَا ، رَوَائِحِ حَدَائِقُ الْجِنَانِ وَفَوَائِحُ رَوْضَاتِ الرِّضْوَانِ۔

بِاَهِجَةٌ اَنْوَارُهَا بَاسِمَةٌ اَزْهَارُهَا، تُفْرِّحُ نَوَاظِرَ الْمَهْمُوْمِ نَوَاضِرُهَا، وَتُهَيِّجُ مَنَاظِرَ النُّجُوْمِ مَنَاظِرُهَا، يُبَشِّرُ النَّاظِرِيْنَ نَسِيْمُهَا، وَيَسُرُّ الْعَابِرِيْنَ شَمِيْمُهَا، تُطْرِبُ الْقَلْبَ وَتُلْهِيْهِ وَتُقِرُّ كُلَّ طَبْعٍ بِمَا تَشْتَهِيْهِ، فِيْهَا جَنَّاتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهَارُ، وَتَفَتَّقَتْ فِيْهَا اَطَائِبُ الرَّيَاحِيْنِ وَالْاَنْوَارِ، وَنَفَائِسُ الْاَوْرَادِ وَالْاَزْهَارِ كَاَنَّهَا جَنَّةٌ عَالِيَةٌ ، قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ ، رُوْحُهَا اَذْفَرُ مِنَ الْمِسْكِ وَالْعَنْبَرِ وَرِيْحَانُهَا اَطْيَبُ مِنَ الْوَرْدِ وَالْعَبْرِ۔

عَرَائِسُ نِكَاتِهَا كَحُوْرِ عِيْنٍ فِيْ غُرَفِ الْجِنَانِ، كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ، قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ، لَمْ يَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَانٌّ، مُتَّكِئِيْنَ عَلٰى رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَعَبْقَرِيٍّ حِسَانٍ۔

فِيْهَا دُرَرُ الْاَسْرَارِ، وَغُرَرُ الْحِكَمِ وَجَوَاهِرُ الْاٰثَارِ، وَزَوَاهِرُ الْكَلِامِ، كَيْفَ لَا وَقَدْ جَرَتْ مِنْ مَنْبَعِ الْحِكْمَةِ الْقُدْسِيَّةِ اللَّاهُوتِيَّةِ، وَصَدَرَتْ مِنْ مَصْدَرِ الْاَسْرَارِ الْمَلَكُوْتِيَّةِ۔

فَرَاَيْتُهَا اَجْدَرَ بِشَرْحِ نِكَاتِهَا الْفَائِقَةِ، وَبَسْطِ مُحَصَّلَاتِهَا الرَّائِقَةِ، وَلَمْ يَزَلِ الشَّغَفُ يُرَاوِدُنِيْ عَلٰى اِسْعَافِ الْمَاْمُوْلِ وَيَحْمِلُنِيْ عَلٰى مَطَايَا الْحَاجِّ الْمَسْؤُوْلِ. وَلَمْ يَتَّفِقْ لِيْ هٰذَا لِضِيْقِ الْمَجَالِ، وَتَكَثُّرِ الْاَشْغَالِ، وَتَوَزُّعِ الْبَالِ، وَتَوَفُّرِ الْبِلِبَالِ فَاَزْجٰى بِحَمْلِ الْمَكَارِهِ زَمَاناً زَمَاناً وَاَكَابِدَ شَدَائِدَهَا اَحْيَاناً فَاَحْيَاناً۔

حَتّٰى اَنَالَنِي الْعَبُوْسُ وَالدَّوْرُ الْمَنْحُوْسُ قَدْ تَوَجَّهَ اِلَيَّ بِوَجْهٍ قِطْرِيْرٍ، وَتَدَاوَلَنِيْ فِيْ سَفَرٍ خَطِيْرٍ وَتَعَبٍ كَثِيْرٍ وَخَطْبٍ عَسِيْرٍ، فَنَزَحْتُ الْمَوْطِنَ وَتَرَكْتُ الْمَسْكَنَ وَصَبَرْتُ عَلٰى نَوَائِبِ الْفِرَاقِ، وَسِرْتُ الْمَفَاوِزَ الْاَكْنَافِ وَالْاٰفَاقِ فَعَنَانِيْ رُكُوْبُ غَارِبِ الِاغْتِرَابِ وَاَنَائِي عَنِ الْاَحْبَابِ وَالْاَتْرَابِ. فَصِرْتُ اَجُوْلُ مِثْلَ الْحَائِمِ فِيْ كُلِّ بَيْدَاءَ وَاَجُوْبُ مِثْلَ الْهَائِمِ فِيْ شَجْرَاءَ وَمَرْدَاءَ فَيَئِسْتُ مِنَ الضَّرَامِ مَا اَرَدْتُهٗ وَنَيْلِ مَا هَمَمْتُهٗ وَقَصَدْتُهٗ۔

وَلَمْ اَزَلْ اَقُوْلُ لَا وَتَارَةً بَلٰى، وَاُقَدِّمُ رِجْلاً وَاُؤَخِّرُ اُخْرٰى، وَطَفِقْتُ اَرْقٰى كَمَا قَالَ مَوْلَايَ، بَيْنَ اَنْ اَصُوْلَ بِيَدٍ جَذَّاءَ، اَوْ اَصْبِرَ عَلٰى طَخْيَةٍ عَمْيَاءَ فَبَيْنَمَا كَذٰلِكَ اِذْ هَتَفَ بِيْ هَاتِفٌ مِنْ قَلْبٍ اَوَّاهٍ: ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَحْمَةِ اللّٰهِ﴾ فَاسْتَيْقَظْتُ مِنْ رَقْدَةِ الْغُفُوْلِ، وَاسْتَنْقَذْتُ مِنْ غَمْرَةِ الذُّهُوْلِ، فَبَسَطْتُ قَصِيْرَ الْبَاعِ، وَرَكَضْتُ جِيَادَ الْيَرَاعِ ،وَلُذْتُ بِالْمَلِكِ الْمُطَاعِ ،وَ دَعَوْتُ الَّذِيْ يُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ ،وَاسْتَعَنْتُ ذَا الْقُوَّةِ الْمَتِيْنِ، قَائِلًا اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ، عَلٰى نَيْلِ الْاٰمَالِ وَالْاَمَانِيِّ وَالْفَوْزِ بِخَيْرِ الْمَالِ وَحُسْنِ الْمَبَانِيْ۔

حَتّٰى فَاضَتْ يَنَابِيْعُ الْاَنْوَارِ مِنْ مَنَاهِلِ عَوَاطِفِهٖ وَهَطَلَتْ غَمَائِمُ الْاَلْطَافِ مِنْ لَوَاقِحِ لَطَائِفِهٖ فَاَخْضَرَّتْ سَنَابِلُ الْقَرَائِحِ الْهَامِدَةِ الْبَالِيَةِ، بِالْهَوَامِرِ الدَّوَافِقِ الْوَارِدَةِ

الْمُتَوَالِيَةِ، فَزَهَرَتِ الْاَزْهَارُ وَاَنَارَتِ الْاَنْوَارُ وَتَسَجَّعَتِ الْبَلَابِلُ وَتَرَنَّمَتِ الْعَنَادِلُ كَاَنَّمَا سَقَتْهَا اَيْدِیْ قَاسِمِ جَنَّةِ نَعِيْمٍ بِجَدَاوِلِ سَلْسَبِيْلٍ وَسَلَاسِلِ تَسْنِيْمٍ۔

بِاَبِیْ وَاُمِّیْ مَنْ هُوَ قَاصِمُ اَعْنَاقِ الْكَفَرَةِ اللَّئَامِ، وَكَاسِرُ الْاَوْثَانِ وَالْاَصْنَامِ، مَاحِیْ اٰثَارِ الْبِدَعِ وَالظَّلَامِ، الْفَارِسُ الْفَاتِكُ الْبَطَلُ الضِّرْغَامُ، فَتَوَسَّلْتُ بِهٖ مُتَضَرِّعًا مُسْتَكِيْنًا، فَاَيَّدَنِیْ بِتَاْئِيْدَاتِهٖ كَفِيْلًا وَمُعِيْنًا.اَنَّهٗ كَفِيْلٌ وَ مُعِيْنٌ، وَنُوْدِيَنَا اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُبِيْنًا۔

فَشَرَّحْتُهَا شَرْحًا مَتِيْنًا حَيْثُ يَكْشِفُ اللِّثَامَ عَنْ مَعَانِيْهَا، وَيَرْفَعُ الْبَرَاقِعَ عَنْ غَوَانِيْهَا، فَجَاءَ بِحَمْدِ اللّٰهِ بَيْضَاءَ لِلنَّاظِرِيْنَ، وَاٰيَةً لِلْمُتَوَسِّمِيْنَ، وَتَبْصِرَةً لِلْمُسْتَبْصِرِيْنَ، وَتَذْكِرَةً لِلْمُتَذَكِّرِيْنَ، فَلَمَّا كَانَ تَنْشَرِحُ الصُّدُوْرُ بِتَحْقِيْقَاتِهَا الْاَنِيْقَةِ، وَيَتَّضِحُ الْحَقُّ بِاِفَادَاتِهَا الرَّشِيْقَةِ سَمَّيْتُهَا بِالتَّشْرِيْحَاتِ التَّحْقِيْقِيَّةِ وَالتَّوْضِيْحَاتِ التَّدْقِيْقِيَّةِ فِیْ شَرْحِ الْخُطْبَةِ الْعَلَوِيَّةِ الشِّقْشِقِيَّةِ۔

وَمَا تَوْفِيْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ الْمَلِكِ الْمَنَّانِ وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ فِیْ كُلِّ حَالٍ وَزَمَانٍ وَاَنَا الْعَبْدُ الذَّلِيْلُ الْاَحْقَرُ، السَّيِّدُ عَلِیْ اَكْبَرُ بْنُ الْعَلَّامَةِ الْمَرْحُوْمِ سُلْطَانِ الْعُلَمَاءِ رِضْوَانُ مَاٰبِ، جناب السَّيِّدِ مُحَمَّد طَابَ ثَرَاهُ وَجَعَلَ الْجَنَّةَ مَثْوَاهُ وَكَانَ ذٰلِكَ ثَانِیْ عَشَرَ مِنْ رَجَبِ الْمُرَجَّبِ سَنَةَ ۱۳۰۷ھ

توضیح اوّل

دُرَّةٌ فِيهَا غُرَّةٌ وَلِلْعُيُونِ فِيهَا قُرَّةٌ

واضح ہو کہ یہ شقہ رشیقہ، وثیقہ انیقہ فرمان جہان مطاع، ارشاد واجب الاتباع، توقیع وقیع بارگاہ علویہ، یرلیغ بلیغ پیشگاہ مرتضویہ، موسوم بخطبہ شقشقیہ ہے۔ جس کا شہرۂ جلالت آفاق عالم میں مشہور، آوازہ عظمت اویزہ مسامع عالم قدس ونور، تذکرۂ فصاحت السنہ فصحائے عدنان و بلغائے قحطان پر مذکور، عنوان فیض بنیان نواصی صفحات زمان پر مسطور، لوامع آثار فائض الانوار سے تمام عالم معمور ہے۔ عبائر قدسی، سرائر نزہت، روضہ رضوان نگہت، ریاحین فرادیس جنان، سواد حروف میمنت مالوف، کحل الجواہر عیون حور العین، ضیاء البصائر غلمان خلد بریں، لمعہ بیاض اس کا غرہ ناصیہ آفتابِ ہدایت وارشاد، قرۂ باصرۂ ماہتابِ صدق و سداد، مضامینِ فیضِ آگین تسبیح اوراد مسبحان عالم ملکوت، و ظائف مہللان عالم قدس و لاہوت، مطاوی ارشادات تمغائے علم وصدق وصلاح، فحاوی ارشادات طغرائے پرچم نجات ونجاح ہے۔

اور یہ خطبہ جاری ہوا ہے زبانِ گوہر فشان ولسانِ حق ترجمان سے، اس حجتِ کردگار، وصی رسول مختار، صاحبِ ذوالفقار ابوالائمۃ الاطہار کے، کہ جس کا وجود فائض الانوار، مانند آفتاب ضیابار، بمضمون حدیث ''اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ'' تمامی کائنات پر جلوہ فگن ہے۔ اور تجلیات ذات فائض البرکات اس کا بمضمون حدیث ''کُنْتُ اَنَا وَعَلِیٌّ نُوْرًا بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ'' عرصہ وجود موجودات پر روشن ہے۔ مضمون حدیث ''عَلِیٌّ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ'' سے ائتلافِ جانی اور امتزاجِ نفسانی پیدا ہے اور حدیث شریف ''لَحْمُکَ لَحْمِیْ وَ دَمُکَ دَمِیْ وَ حَرْبُکَ حَرْبِیْ'' سے شرف اتحادِ جسمانی اور اختلاطِ ضمیرِ روحانی ہویدا ہے۔

اور یہ وہ صاحبِ ذوالفقار ہے کہ جس نے حملہ صاعقہ کردار، حربہ شمشیر شعلہ بار، سے وجودِ کفار، گمراہان اشرار کو واصل دار البوار اور مستاصل فی النار کر دیا کہ جبرئیل امین نے ندا دی ''لَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَارِ'' اس کی شجاعت اور فتوت کا اقرار کیا۔ اور یہ وہ صاحب طہارت ہے کہ جس کو جناب رب العزت نے بکمال لطف ومرحمت بمنطوق ﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ﴾ الخ خلعت فاخرہ عصمت وطہارت، وحُلّہ نادرہ عفت ونظافت سے سرفراز فرما کر تمامی ارجاس وآثام وجملہ انجاس وازلام سے پاکیزہ وممتاز کیا۔

جناب رسالتمآبؐ نے بمضمون ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ'' اس کو مولائے دو جہان وجناب رب الارباب نے بمصداق ''﴿اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ﴾'' اس کو مولائے دین و ایمان ارشاد فرمایا۔ بحسب منطوق ﴿اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ﴾ اطاعت وفرمان برداری اُس کی لازم فرمائی ہے اور مصداق ﴿قُلْ لَا اَسْاَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی﴾ سے محبت ووفاداری اس کی سب پر فرض ومتحتم کر دی ہے۔ کریمہ ﴿قُلْ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا بَیْنِیْ وَ بَیْنَکُمْ وَمَنْ عِنْدَہٗ عِلْمُ الْکِتَابِ﴾ اس کے وفورِ علم وعرفان اور صدق لسان وجنان پر شاہد صادق ہے۔ اور حدیث شریف ''اَنَا دَارُ الْحِکْمَۃِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا'' اُس کے کمالِ علوم وحِکَم پر دلیل ناطق اور حدیث ''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ

وَعَلِیٌّ بَابُهَا ''، اس کی جامعیتِ جوامع الکلم پر برہان واثق ہے۔

اُس خلیل کعبۂ خلت وولا، صفہ نشین حریم صدق وصفا نے آئینہ اسرارِ علم وعرفان کو صیقل ''لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ'' فرما کر زنگ و غبار ﴿رَبِّ اَرِنِیْ کَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی﴾ سے مجلّاء ومصفّا کر دیا۔ اور چہرہ شاہد صدق وایقان سے نقاب خفا وحجاب اخفائے ﴿وَلٰکِنْ لِیَطْمَئِنَّ قَلْبِیْ﴾ ہٹا کر بمضمون ''لَمَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا'' جلوہ وجمال اذعان وفروغ حسن اطمینان دکھا دیا۔ اس کلیم قلہ طور رفعت و اعتلا، مناجی سراوقات قرب واصطفا نے معنی اسرار ﴿رَبِّ اَرِنِیْ اَنْظُرْ اِلَیْكَ﴾ اور حقیقیت آثار ﴿لَنْ تَرَانِیْ﴾ کو لمعان برہان ''لَمْ تَرَهُ الْعُیُوْنُ بِمُشَاهَدَةِ الْعِیَانِ '' سے مبرہن کر دیا اور سینہ ہائے معرفت گنجینہ اہل عرفان اور دیدہ ہائے نظار گیان اہل ایقان کو تجلیاتِ شہود ''وَلٰکِنْ تَرَاهُ الْقُلُوْبُ بِحَقَائِقِ الْاِیْمَانِ'' سے مانند وادی ایمن کے روشن کر دیا ہے۔

وہ ایسا شہر یار علم وکمال، تاجدار جاہ وجلال ہے کہ جس کے دبدبہ صدائے دور باش ''سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ'' سے گوشہائے ارباب بطالت کوش اصم ہیں اور ایسا شہسوار عرصہ علم ودانش، یکہ تاز عرصہ فہم وبینش ہے کہ طنطنۂ نقارہ ''لَوْ ثُنِیَتْ لِیَ الْوِسَادَةُ '' سے زبانہائے اصحاب حق فراموش الکن وابکم ہیں۔ تمامی گفتار وکردار، جناب حیدر کرار، بمضمون حدیث رسول مختار ''عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ یَدُوْرُ حَیْثُ مَا دَارَ'' مقرون بحق وصواب، مقبول بارگاہ حضرتِ کردگار، مضمون حدیث ''لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَةَ غَدًا کَرَّارًا غَیْرَ فَرَّارٍ'' سے صولت صفدریہ نمودار، سطوت حیدریہ، شجاعت غضنفریہ آشکار ہے۔ فحوائے حدیث '' ضَرْبَةُ عَلِیٍّ یَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَیْنِ'' تمغائے پرچم افضلیت، طغرائے علم شجاعت ہے۔ ومنطوقہ ﴿اِنَّمَا وَلِیُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ﴾ دلیلِ جود وسخاوت و برہانِ امامت و ولایت ہے۔ مفاد ﴿وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤی اَنْفُسِهِمْ﴾ الخ برہان صحیفہ علوِ ہمت وعنوانِ وثیقہ فتوت ومروت ہے۔ آیہ شریف ﴿یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ﴾ سے راست کرداری وراستِ گفتاری اس کی ہویدا ہے۔ وکریمہ عظیمہ ﴿الَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ﴾ سے تصدیقِ صدق و پرہیز گاری اس کی پیدا ہے۔ اَعْنِیْ سَیِّدَ الْوَصِیِّیْنَ، اِمَامَ الْمُتَّقِیْنَ؟ قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ، یَعْسُوْبَ الْمُؤْمِنِیْنَ، نَفْسَ الرَّسُوْلِ، زَوْجَ الْبَتُوْلِ، اَبَا الْحَسَنَیْنِ، مَظْهَرَ الْعَجَائِبِ وَالْغَرَائِبِ، اَسَدَ اللّٰهِ الْغَالِبَ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ عَلَیْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ۔ مَا هَدَرَ الْحَمَامُ وَسَطَا الْحُسَامُ۔

تَزْیِیْنُ الْمَقَامِ وَتَبْیِیْنُ الْمَرَامِ
بِکَلَامِ الْاِمَامِ عَلِیٍّ عَلَیْهِ السَّلَامُ

ضمائر خورشید نظائر اصحاب صدق وصفا اور خواطر قدسی سرائر ارباب صفوت واصطفا پر روشن ومبرہن ہو کہ قبل از بیان تشریحات، کلماتِ حق سمات وتبیان توضیحات، مطالب صدق آیات کے بجنسہ خطبہ شریفہ مع ترجمہ الفاظ منیفہ نگارش کیا جاتا ہے اور بعد اس کے جدا جدا ہر فقرہ مبارکہ کی ذیل میں تشریح مطاوی الفاظ ولغات اور توضیح مخاوی مضامین وعبارات کی جائے گی۔ ﴿وَیُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِکَلِمٰتِهٖ وَلَوْ کَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ﴾

اَلْخُطْبَةُ الْعَلَوِيَّةُ الشِّقْشِقِيَّةُ

اَمَا وَ اللّٰهِ! لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ، وَ اِنَّهٗ لَیَعْلَمُ اَنَّ مَحَلِّیْ مِنْهَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰی، یَنْحَدِرُ عَنِّی السَّیْلُ، وَ لَا یَرْقٰی اِلَیَّ الطَّیْرُ، فَسَدَلْتُ دُوْنَهَا ثَوْبًا، وَ طَوَیْتُ عَنْهَا کَشْحًا، وَ طَفِقْتُ اَرْتَاِئیْ بَیْنَ اَنْ اَصُوْلَ بِیَدٍ جَذَّاءَ، اَوْ اَصْبِرَ عَلٰی طَخْیَةٍ عَمْیَآءَ، وَ یَشِیْبُ فِیْهَا الصَّغِیْرُ وَیَهْرَمُ فِیْهَا الْکَبِیْرُ وَ یَکْدَحُ فِیْهَا مُؤْمِنٌ حَتّٰی یَلْقٰی رَبَّهٗ. فَرَاَیْتُ اَنَّ الصَّبْرَ عَلٰی هَاتَآ اَحْجٰی، فَصَبَرْتُ وَ فِی الْعَیْنِ قَذًی، وَ فِی الْحَلْقِ شَجًا، اَرٰی تُرَاثِیْ نَهْبًا.

حَتّٰی مَضَی الْاَوَّلُ لِسَبِیْلِهٖ، فَاَدْلٰی بِهَا اِلَی ابْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَهٗ

آگاہ ہو قسم بخدا کہ ہر آئینہ بتحقیق کہ پہن لیا پیراہن خلافت کو ابن ابی قحافہ نے حالانکہ بتحقیق کہ وہ ہر آینہ جانتا تھا کہ بتحقیق مقام میرا خلافت سے مثل مقام قطب آسیا کی ہے۔ آسیا سے سلاب علم وحکمت کو میرے فیص سے ریزش و سیلان ہے اور کوئی پرندہ ہمارے کنگرہ رفعت تک پرواز نہیں کرسکتا۔ پس ہم نے پردہ اپنے وخلافت کے درمیان ڈال دیا اور ہنگامہ خلافت سے میں نے پہلوتہی اور چشم پوشی اختیار کی اور شروع کیا میں نے غور کرنا درمیان اس بات کے کہ حملہ کروں اپنے دست بریدہ و کوتاہ سے واسطے طلب حق کے یا صبر کروں اوپر اس ظلمت تیرہ وتار کے جس میں حق پوشیدہ ہے۔ یہ ایسی مصیبت تھی کہ اس کے صدمہ سے خورد سال پیر ہوجاوے اور بوڑھا ضعیف ہوجاوے وہر مومن رنج و غم میں گرفتار رہے تا اینکہ لقائے خدا سے فائز ہو۔ پس بعد تامل کے میں نے دیکھا کہ صبر کرنا اس مصیبت پر اولیٰ ہے۔ پس میں نے صبر کیا حالانکہ آنکھ میں غبار اندوہ خار مصیبت کی خلش تھی اور گلے میں غم وغصہ فشردہ تھا۔ میں دیکھتا تھا کہ میراث خلافت کی اور باغ فدک کی لٹ رہی ہے۔

یہاں تک کہ خلیفہ اول گذر گیا اور اپنی راہ پکڑی۔ پس خلیفہ اول نے اس خلافت کو حوالہ خلیفہ ثانی کے بعد اپنے کردیا۔

ثُمَّ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْاَعْشٰی۔

شَتَّانَ مَا يَوْمِیْ عَلٰی كُوْرِهَا وَ يَوْمُ حَيَّانَ اَخِیْ جَابِرِ

پس حضرت امیرؑ نے مثالاً اشعر اعشیٰ پڑھا۔

کس قدر فرق ہے اس روز سے کہ جس روز پشت ناقہ پر برنج و محنت سفر کرتا ہوں اور اس روز سے کہ مصاحبت حیان میں بنعمت وراحت رہتا تھا۔

فَيَا عَجَبًا! بَيْنَا هُوَ يَسْتَقِيْلُهَا فِیْ حَيَاتِهٖ اِذْ عَقَدَهَا لِاٰخَرَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعَيْهَا! فَصَيَّرَهَا فِیْ حَوْزَةٍ خَشْنَآءَ، وَ يَخْشُنُ مَسُّهَا، يَغْلُظُ كَلْمُهَا وَ يَكْثُرُ الْعِثَارُ فِيْهَا وَ الْاِعْتِذَارُ مِنْهَا، فَصَاحِبُهَا كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ، اِنْ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَ اِنْ اَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ، فَمُنِیَ النَّاسُ ـ لَعَمْرُ اللّٰهِ! ـ بِخَبْطٍ وَّ شِمَاسٍ وَّ تَلَوُّنٍ وَّ اعْتِرَاضٍ. فَصَبَرْتُ عَلٰی طُوْلِ الْمُدَّةِ، وَ شِدَّةِ الْمِحْنَةِ.

کس تعجب ہے ابن قحافہ سے کہ اپنی زندگی میں تو خلافت سے دست بردار ہوتا تھا اور کہتا تھا ''اَقِيْلُوْنِیْ فَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ وَعَلِیٌّ فِيْكُمْ'' لیکن بعد اپنے مرنے کے اس رسن کے دامن خلیفۃ ثانی میں گرہ لگا دی۔ ہر آئینہ دونوں خلیفۃ نے شیر پستان خلافت کو خوب بانٹ لیا ۔پس ابوبکر نے خلافت کو ایک وادی سنگ لاخ میں چھوڑ دیا کہ جس کا چھونا دشوار ہے اور سخت کلامی اس کی بمنزلہ زخمہائے کاری کی تھی، خود ٹھوکریں بکثرت کھاتا تھا اور پھر عذر و معذرت بھی کرتا تھا۔ پس خلیفۃ ثانی مانند اک سوار ناقہ سرکش کے تھا کہ اگر زور سے مہار کھینچی جاوے تو اس کی بینی مجروح وشق ہوجاوے اور اگر مہار ڈھیلی کر دی جاوے تو قعر ہلاکت میں گرا دیوے۔ پس لوگ مبتلائے آفت ہوگئے۔ قسم بہ بقائے خدا کہ راہ ہای شب تاریک میں سرگشتہ وحیران اور سرکشی وخودسری اور بدگوئی اور عیب گوئی واعتراض بے جا میں غلطاں و پیچاں تھے۔ پس صبر کیا میں نے اس مدت طول زمان اور شدت محنت فراوان پر۔

تا اینکہ دوم نے بھی اپنی راہ لی اور یہاں سے گزر گیا۔ اس نے یہ کام کیا کہ خلافت کو ایک جماعت میں قرار دیا اور مجھ کو بھی ایک شخص ان میں مثل انہی میں کے گمان کیا۔

فَيَا لَلّٰهِ وَ لِلشُّوْرٰى! مَتَى اعْتَرَضَ الرَّيْبُ فِيَّ مَعَ الْاَوَّلِ مِنْهُمْ، حَتّٰى صِرْتُ اُقْرَنُ اِلٰى هٰذِهِ النَّظَآئِرِ لٰكِنِّيْٓ اَسْفَفْتُ اِذْ اَسَفُّوْا، وَ طِرْتُ اِذْ طَارُوْا، فَصَغٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ لِضِغْنِهٖ وَ مَالَ الْاٰخَرُ لِصِهْرِهٖ، مَعَ هَنٍ وَّهَنٍ.

اِلٰٓى اَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ، نَافِجًا حِضْنَيْهِ بَيْنَ نَثِيْلِهٖ وَ مُعْتَلَفِهٖ وَ قَامَ مَعَهٗ بَنُوْٓ اُمَيَّةَ يَخْضِمُوْنَ مَالَ اللّٰهِ خَضْمَ الْاِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِيْعِ، اِلٰٓى اَنِ انْتَكَثَ فَتْلُهٗ، وَ اَجْهَزَ عَلَيْهِ عَمَلُهٗ وَ كَبَتْ بِهٖ بِطْنَتُهٗ.

فَمَا رَاعَنِيْٓ اِلَّا وَ النَّاسُ يُهْرَعُوْنَ اَنِّيْ كَعُرْفِ الضَّبُعِ ،قَدِ انْثَالُوْا عَلَيَّ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ، حَتّٰى لَقَدْ وُطِئَ الْحَسَنَانِ، وَ شُقَّ

پس خداوندا فریاد ہے اس شوریٰ سے۔ کہاں میں کہاں یہ شوریٰ؟ بھلا میرے حق کی نسبت کیا شک وشبہ پہلے ہوا تھا جو ابوبکر کو خلیفہ بنایا تھا تا اینکہ اب مجھ کو ہمسر ایسے لوگوں کا قرار دے کر سب کو میرا ہمسر بنا دیا۔ لیکن جب وہ نیچے اترے تو ان کے ساتھ میں بھی مجبوراً اترا اور جب وہ پرواز کر کے بلند ہوئے تو میں بھی ان کے ساتھ بلند ہوا۔ پس مجھ سے ایک شخص یعنی سعد بن ابی وقاص منحرف ہو گیا بسبب کینہ دیرینہ کے اور دوسرا اس طرف مائل ہوا بسبب قرابت نسبت کے یعنی عبد الرحمٰن بن عوف مائل عثمان ہوا رشتے طبیعت وغیرہ جو نا گفتہ بہ ہے۔

تا اینکہ تیسرا شخص خلافت پر قائم ہوا اس کا یہ حال تھا کہ اس نے اپنا معدہ اور اسعا کو حلق تک مال دنیا سے بھر لیا اور تن پروری و مال مردم خوری اختیار کی اور اس کے ساتھ قوم بنی امیہ اٹھ کھڑی ہوئی اور مال خدا اس طرح کھایا جس طرح شتر و بہائم سبزہ زار فصل ربیع کو کھا کر باقی نہیں چھوڑتی ہیں تا اینکہ رسن عمر ثالث کی بل کھا کر ٹوٹ گئی اور اعمال ناشائستہ نے اس کے کام تمام کیا اور تن پروری وسیر خوری نے اس کو منہ کی بل گرا دیا۔

پس تعجب خیز یہ امر ہوا کہ ناگاہ لوگوں نے میری بیعت پر از خود ہجوم کیا مانند ہجوم و اژدھام کفتار کے۔ تحقیق کہ اس قدر لوگوں نے ہجوم اور ہر طرف سے اژدھام کیا کہ تا اینکہ کچل گئے دونوں انگوٹھے میرے اور دونوں جانب ردا چاک ہو گئی اور مجھ کو مجمع کر کے گھیر لیا مانند مجمع

عِطْفَایَ، مُجْتَمِعِیْنَ حَوْلِیْ كَرَبِیْضَةِ الْغَنَمِ، حَتّٰی اِذَا نَهَضْتُ بِالْاَمْرِ نَكَثَتْ طَآئِفَةٌ وَّفَسَقَتْ اُخْرٰی وَمَرَقَتْ اُخْرُوْنَ، كَاَنَّهُمْ لَمْ یَسْمَعُوْا قَوْلَ اللّٰهِ تَعَالٰی حَیْثُ یَقُوْلُ :﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ۝﴾، بَلٰی! وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعُوْهَا وَ وَعَوْهَا، وَ لٰكِنَّهُمْ اُحْلُوْلَتِ الدُّنْیَا فِیْٓ اَعْیُنِهِمْ، وَ رَاقَهُمْ زِبْرِجُهَا.

گلہ گوسفند کے اور جبکہ بااصرار ان کے میں آمادہ انتظام خلافت و اجرائے احکام شریعت اور سرانجام امرِ امامت کے ہوا تو ایک گروہ نے بیعت شکست کی یعنی طلحہ وزبیر و اصحاب جنگ جمل نے اور ایک گروہ نے فسق وفجور اختیار کیا یعنی معاویہ واصحاب معاویہ واہل صفین نے اور ایک گروہ نے دین سے خروج کیا وحرقوص بن زہیر و دیگر اصحاب نہروان کے۔ گویا ان سب نے قول حق تعالیٰ سنا نہیں کہ خدا فرماتا ہے کہ اس دارِ آخرت کو ہم نے مہیا کیا ہے واسطے ان لوگوں کے کہ نہ اہل حق پر زیادتی و برتری و زبردستی کرنے کا ارادہ کرتے اور نہ بیچ زمین کے فتنہ وفساد کرنے کا ارادہ کرتے ہیں اور نیکی اور خوبی عاقبت کی مخصوص ہے واسطے پرہیزگاران ونیکوکاران کے۔ ہاں قسم بخدا کہ ہر آئینہ بتحقیق کہ سنا ہے ان لوگوں نے اس قول خدا کو اور یاد ہے ان کو لیکن ان کی نظروں میں دنیائے دنی اچھی معلوم ہوئی ہے اور زیب وزینت دنیائے فانی نے ان کے جان ودل کو فریفتہ وشیفتہ اپنا کرلیا ہے۔

اَمَا وَ الَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَاَ النَّسَمَةَ! لَوْ لَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ وَ قِیَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ وَ مَآ اَخَذَ اللّٰهُ عَلَی الْعُلَمَآءِ اَنْ لَّا یُقَارُّوْا عَلٰی كِظَّةِ ظَالِمٍ وَّ لَا سَغَبِ مَظْلُوْمٍ، لَاَلْقَیْتُ

آگاہ ہو قسم اس خداوند پاک کی جس نے دانہ کو شگافتہ اور انسان کو پیدا کیا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ لوگوں نے حاضر ہو کر بیعت کی اور حجت خدا قائم ہوگئی کہ اعوان وانصار موجود ہیں اور خدا نے عہد ومیثاق یہ علمائے شریعت سے لے لیا ہے کہ کچھ سکوت وصموت نہ کریں اوپر سرکشی و جفا کاری ظالماں اور فریاد وگرسنگی مظلومان کے کہ یہ سب امور مانع سکوت ہوگئے ورنہ میں اس مہار

حَبْلَهَا عَلٰى غَارِبِهَا وَاَذَقْتُ اٰخِرَهَا بِكَاْسِ اَوَّلِهَا. وَ لَاَلْفَيْتُمْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهِ اَهْوَنَ عِنْدِیْ مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍبِيَدِ مَجْزُوْمٍ۔

ناقہ خلافت کو اس کی پشت پر ڈال دیتا کہ شتر بے مہار جہاں چاہے چلا جائے اور جو کاسہ اول مرتبہ لوگوں نے اٹھا کر پی لیا تھا وہی مزا پھر چکھا دیتا۔ مگر دیکھو کہ میرے نزدیک یہ تمہاری دنیائے فانی بد اور عیش وعشرت نفسانی بدتر ہے اس آبِ دماغِ گوسفند سے جو ہاتھ میں کسی جذامی کے ہو۔

قَالُوْا :وَ قَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِّنْ اَهْلِ السَّوَادِ عِنْدَ بُلُوْغِهٖ اِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ خُطْبَتِهٖ، فَنَاوَلَهٗ كِتَابًا، فَاَقْبَلَ يَنْظُرُ فِيْهِ، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ قِرَآئَتِهٖ قَالَ لَهٗ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا :يَآ اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ! لَوِ اطَّرَدْتَّ مَقَالَتَكَ مِنْ حَيْثُ اَفْضَيْتَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

روایت کہتے ہیں کہ ایک شخص اہل عراق سے کھڑا ہوگیا جب کہ حضرت اس مقام تک خطبہ فرما چکے تھے اور اس نے ایک نامہ حضرت کے سامنے پیش کیا پس حضرت اس کو ملاحظہ فرمانے لگے تا اینکہ حضرت فارغ ہوئے تو ابن عباس نے عرض کیا کہ اچھی بات تھی کہ جہاں سے کلام ناتمام چھوڑا تھا وہیں سے ارشاد فرما کر اتمام فرمائیں، پس حضرت نے فرمایا کہ

هَيْهَاتَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ

''هَيْهَاتَ'' اے ابن عباس یہ بات بہت بعید ہوگئی، اس واسطے کہ اس وقت وہ کلام میرا مثل صدائے شتر مستانہ کے تھا جو بوقت جوش مستی کے جاری ہوا تھا اور پھر تھم گیا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :فَوَاللّٰهِ مَآاَسِفْتُ عَلٰى كَلَامٍ قَطُّ كَاَسَفِیْ عَلٰى ذٰلِكَ الْكَلَامِ اَ لَّا يَكُوْنَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَلَغَ مِنْهُ حَيْثُ اَرَادَ۔

ابن عباس کہتے ہیں قسم بخدا کہ ایسا تاسف مجھ کو کسی کلام سے نہیں ہوا جیسا کہ مجھ کو افسوس اوپر اس کلام ناتمام کے ہوا۔ حضرت کو جس قدر منظور ومطلوب تھا وہاں تک پہنچایا۔

توضیح دوم

هِدَايَةٌ وَ اِرْشَادٌ فِيْهِ صِدْقٌ وَ سِدَادٌ۔

واضح ہو کہ یہ توقیع رفیع یرلیغ بلیغ منیع ،خاص ارشاد، ہدایت بنیاد، سرور عالی مقام، کلام امام انام حضرت امیر المومنین علیہ السلام ہے اور بیان کافی اور تبیان شافی بہ برہان وافی یہ ہے کہ بموجب قضیہ منطقیہ شکل بدیہی الانتاج کے نتیجہ تصدیق ہویدا ہوتا ہے یعنی ''هٰذِهِ الْخُطْبَةُ مِنْ كَلَامِ عَلِيٍّ وَكُلُّ كَلَامِهٖ حَقٌّ''۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ فَهٰذِهِ الْخُطْبَةُ حَقٌّ۔

توضیح اس کی یہ ہے کہ یہاں دو قضیہ کا اثبات لازم ہوتا ہے۔ ایک صغریٰ یعنی یہ خطبہ کلام امام علیہ السلام ہے اور دوسرا کبریٰ یعنی کلام امام علیہ السلام حق ہے۔ تو یہ دونوں قضیہ بتفصیل تمام بعون اللہ المنعام ومیامن فیوض حضرت امام ہمام علیہ صلوات اللہ الملک العلام۔ گوش گذار ارباب کرام کیے جاتی ہیں۔

قضیہ ①

پس واضح ہو کہ صغرا یعنی یہ خطبہ قاصعہ بارقہ لامعہ صاعقہ ساطعہ خاص کلام امام علیہ السلام ہے، بوجوہ متعددہ ثابت ہے۔

اول: یہ کہ اکثر علمائے اہلسنت نے تمامی کتاب نہج البلاغہ کی تصدیق کی ہے۔

دوم: یہ کہ اکثر علمائے اہل سنت نے خاص اس خطبہ کی توثیق کی ہے۔

سوم: یہ کہ یہ طرز مرصع ومرصوص حضرت شاہ ولایت کے مخصوص ہے جس کا نظیر وعدیل اور مثیل وبدیل نہیں ہے۔

چہارم: یہ کہ ایسا کلام براعت اساس، بلاغت اختصاص جانب غیر منسوب کرنا محض وسواس بعید از قیاس ہے۔ اَعَاذَنَا اللهُ ﴿مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۝ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۝ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ﴾

پنجم: یہ کہ شان فاضل المعی علامہ معمعی مقدس زکی، وحید نوذعی جناب سید رضی علیہ الرحمہ سے افترا اور بہتان کرنا حضرت امام الانس والجان پر نہایت بعید وغیر سدید ہے۔

ششم: یہ کہ ہر گاہ کتب واسفار، شیعیان حضرت آئمہ اطہار، علیہم صلوات اللہ الغفار میں ہزاران ہزار، مطاعن و مثالب خلفائے نامدار بتصریحات تصریحات واضحہ مندرج دفاتر بیشمار ہیں تو استعارات وکنایات وتشبیہات وتلویحات کی ضرورت نہیں تھی اور ہر گاہ یہ وجوہ بالا جمال سامعہ نوازار باب حق طراز ہو چکی تو اب توضیح ہر وجہ وجیہ کی بوجہ بلیغ گزارش کی جاتی ہے۔

---

① قضیہ صغری

وجہ اول:[1]

یعنی علمائے اہلسنت نے بتصریح تمام کتاب نہج البلاغہ کی توثیق وتصدیق تام کی ہے حسب ذیل ہیں:

۱۔علامہ قوشجی نے شرح تجرید میں لکھا ہے:

هُوَ اَفْصَحُهُمْ لِسَانًا كَمَا يَشْهَدُ بِهٖ كِتَابُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ۔

یعنی وہ امام صادق، بحق ناطق، فصیح ترین خلائق تھے جیسا کہ کتاب نہج البلاغہ شاہد واثق گواہ صادق ہے۔

وَقَالَ الْبُلَغَاءُ كَلَامُهٗ دُوْنَ كَلَامِ الْخَالِقِ وَ فَوْقَ كَلَامِ الْمَخْلُوقِ ۔ یعنی بلغائے زمان، وفصحائے شیرین زبان، وخطبائے عدنان وقحطان، عارفان علوم معانی وبیان نے اعتراف کیا ہے کہ کلام اس حضرت کا کلام خالق انام سے کمتر اور کلام مخلوقات تمام سے عالی تر ہے۔

۲۔علامہ سعدالدین تفتازانی نے شرح مقاصد میں لکھا ہے کہ

وَاَيْضًا هُوَ اَفْصَحُهُمْ لِسَانًا عَلٰى مَا يَشْهَدُ بِهٖ كِتَابُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ۔

۳۔اور ملا یعقوب عالم اہلسنت نے شرح تہذیب میں لکھا ہے:

مَنْ اَرَادَ مُشَاهَدَةَ بَلَاغَتِهٖ وَمُسَامَعَةَ فَصَاحَتِهٖ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى كِتَابِ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ وَلَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُنْسَبَ هٰذَا الْكَلَامُ اِلٰى رَجُلٍ شِيْعِيٍّ۔

یعنی جس شخص کو منظور ہو کہ مشاہدہ فصاحت اور مسامعہ بلاغت شاہ ولایت کرے تو کتاب نہج البلاغہ کو ملاحظہ کرے اور ایسے کلام فصیح ومقال بلیغ کو کسی شخص شیعی مذہب کی طرف منسوب کرنا بالکل ناروا وناسزا ہے۔

۴۔شیخ احمد کازرونی امام اہلسنت نے کتاب مفتاح الفتوح میں لکھا ہے:

وَمَنْ تَاَمَّلَ فِيْ كَلَامِهٖ وَكُتُبِهٖ وَخُطَبِهٖ وَرَسَائِلِهٖ، عَلِمَ اَنَّ عِلْمَهٗ لَا يُوَازِيْ عِلْمَ اَحَدٍ وَفَضَائِلَهٗ لَا تُشَاكِلُ فَضَائِلَ اَحَدٍ بَعْدَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمِنْ جُمْلَتِهَا كِتَابُ نَهْجِ الْبَلَاغَةِ۔ وَايْمُ اللّٰهِ لَقَدْ وَقَفَتْ دُوْنَهٗ فَصَاحَةُ الْفُصَحَاءِ وَبَلَاغَةُ الْبُلَغَاءِ وَحِكْمَةُ الْحُكَمَاءِ۔

یعنی جس شخص نے دیدہ حق بین اور چشم رائے رزین سے انوار کلمات مبین، اسرار خطبہ ہائے حق آگین و

---

[1] وجہ اوّل، توثیق نہج البلاغہ، (۱) اعتراف علامہ قوشجی (۲) اعتراف علامہ تفتازانی (۳) اعتراف ملا یعقوب علم اہلسنت (اعتراف امام کازرونی (۴) اعتراف ابن ابی الحدید۔ہ

توقیعات بلاغت آئین کا مطالعہ، کیا ہے اس کو علم کافی، یقین وافی حاصل ہو گیا ہے کہ بعد جناب سالتماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم جناب ولایت مآب کے کوئی ہمسری اور ان کے فضائل کی کوئی برابری نہیں کرسکتا۔ چنانچہ منجملہ اس کے کتاب نہج البلاغہ ہے قسم بخدا کہ فصاحت فصحائے عرب وعجم، و بلاغت بلغائے بنی آدم، وحکمتِ حکمائے تمام عالم، اس کے سامنے کم بلکہ گویا اصم وابکم ہے۔

۵۔ ابن ابی الحدید معتزلی عالم اہلسنت نے لکھا ہے کہ جس کا محصل یہ ہے کہ بعضے ارباب ہوا و ہوس نفسانی و اصحاب جہل و نادانی کہتے ہیں کہ بعض خطب و رسائل مندرجہ کتاب نہج البلاغت مضاف ومشمول، مصنوع ومنحول، موضوع ومجعول ہیں یا عالم زکی سید رضی کی تالیف یا اور کسی عالم شیعی کی تصنیف ہیں، لیکن یہ فہمِ فاسد، وہم کاسد اُن لوگوں کا ہے کہ جن کی چشم ہائے بصیرت کو پردہ ہائے تعصب وعناد نے کور، وسواد ظلمت حقد ولداد نے بے نور کر دیا ہے، طریقہ قویم وصراط مستقیم سے سرگشتہ و روگردان، بادیہ ضلالت، وادی غوایت میں سرگردان و پریشان ہیں۔ اسلوبِ کلام فصاحت نظام سے واقف، دقائق علم بلاغت کے عارف نہیں ہیں۔

پس ہم باختصار واقتصار دلیل استوار سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ وہم دور از صواب، لائق احتراز واجتناب ہے۔ چناچہ بیان اس کا یہ ہے کہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا یہ کہ تمام نہج البلاغہ مصنوع ہے یا بعض اصلی و بعض موضوع ہے۔

شق اول: بالضرورت باطل، حیز اعتبار سے عاطل ہے کیونکہ اکثر خطب و کلام کو اکثر محدثین بلکہ جمیع محدثین اہلسنت نے بتواتر حضرت امیر المومنینؑ کی طرف منسوب کیا ہے جس کی صحت واسناد میں کوئی شک فساد نہیں ہے۔

شق دوم: یعنی یہ کہ بعض اصلی بعض مصنوعی ہیں یہ بھی باطل ہے، کیونکہ جس کو حظ علم ومعرفت، اور مذاق فصاحت و بلاغت، اور علوم ادب میں مہارت حاصل ہے وہ بخوبی واقف ہے کہ کلام رکیک وسخیف کون ہے اور کلام فصیح ولطیف کون ہے۔ دونوں میں تفریق تام تمیز تمام کرسکتا ہے۔ چنانچہ اگر دیوان ابی تمام یا ابی نواس بالتمام ملاحظہ فرماوے اور چند اشعار کسی شاعر کے اس میں شامل پاوے تو اس کے ذہنِ قاد، ذکاء نقاد پر فوراً منکشف ہو جاوے گا کہ یہ اور ہے وہ اور ہے اِس کا اور طور اُس کا اور طور ہے۔ پس جس شخص نے خطب و رسائل مندرجہ کتاب نہج البلاغہ کو تمام و کمال مطالعہ کیا ہے اور اس کی فصاحت و بلاغت سے استفادہ اور اس کے مطالب رائقہ ومضامین فائقہ و استفاضہ حاصل کیا ہے اُس نے تمام کلام کو باسلوب احد اور طرز واحد مانند جسم لسبیط واحد یا نفسِ نفیس واحد یا آبِ زلال واحد یا سرچشمہ سلسبیل واحد پایا ہے۔ ایک کو دوسرے سے اختلاف یا کل اس کا بعض سے کچھ خلاف نہیں ہے۔ اول کو آخر سے یا آخر کو اوسط کے انداز سے کچھ امتیاز نہیں بلکہ مانند قرآن مجید فرقان کہ "﴿ اَوَّلُهٗ كَاَوْسَطِهٖ وَاَوْسَطُهٗ كَاٰخِرِهٖ وَاٰخِرُهٗ كَاَوَّلِهٖ ﴾" ہر سورہ مشابہ آیت و ہر آیت مماثل سورت اور اول سے آخر تک ایک مناسبت ہے۔

پس اگر بعض خطب و رسائل کتاب نہج البلاغت اصلی اور بعض مصنوعی وجعلی ہوتے تو ضرور فرق مابہ الامتیاز پیدا اور طرز

اسلوب ہر واحد جداگانہ ہویدا ہوتا، پس جو گمان فاسد اور خیال کاسد اس امر کا کرے کہ تمامی خطب نہج البلاغہ یا بعض خطب ور سائل جناب ولایت مآب کے نہیں ہیں وہ بالکل پایہ اعتبار سے ساقط، درجہ اعتماد سے ہابط ہے۔

علاوہ اس کے اگر ایسے احتمالات سخیفہ، توہمات رکیکہ تخیلات ضعیفہ کو گنجائش دی جاوے گی تو ابواب منقولات مسدود اور علم احادیث وروایات مفقود ہوجائے گا۔ کیونکہ اسی طرح سے حدیثِ نبوی اور کلامِ مصطفوی اور آیات قرانی اور کلام یزدانی میں اشتبا کیا جاسکتا ہے کہ کل یا بعض مصنوع ومجہول اور موضوع ومنحول ہے پس چارکار دشوار اور تدارک حصول علم احادیث دورازکار ہوجاوے گا، انتہی ملخص کلام ابن ابی الحدید۔

وجہ دویم:[1]

ہرگاہ یہ ثابت ہوا کہ علمائے اعلام اہل سنت نے تسلیم کیا ہے کہ کتاب نہج البلاغہ میں کلام معجز نظام حضرت امام علیہ السلام ہے تو یہ امر باقی رہا کہ اس خطبہ خاص میں اقوالِ علمائے اہلسنت بالاختصاص کیا ہیں۔ پس واضح ہو کہ اکثر علمائے اہلِ خلاف نے اس خطبہ علویہ کا صاف صاف اقرار واعتراف کیا ہے۔

(الف) مجدالدین فیروزآبادی نے کتاب ''قاموس'' میں لغتِ شقشقیہ میں اعتراف کیا ہے کہ خطبۂ علویہ میں حضرت علیؑ نے جوابِ ابن عباس میں فرمایا ہے: ''هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ''

(ب) ابوالفضل احمد بن محمد بن ابراہیم نیشاپوری نے کتاب ''مجمع الامثال'' میں اعتراف کیا ہے کہ یہ خطبہ لاجواب کلامِ جناب ولایت مآب ہے۔

(ج) ابن اثیر جزری صاحب جامع الاصول نے کتاب "نہایہ" میں پندرہ مقام پر اعتراف کیا ہے۔ (۱) لغۃ خَضَّمَ میں (۲) لغۃ ش شِقْشِقَةٌ میں (۳) لغۃ عَفَطَ میں (۴) لغۃ نَثَلَ میں (۵) لغۃ نَفَجَ میں (۶) لغۃ جَذَّا میں (۷) لغۃ زِبرَجٌ میں (۸) لغۃ رَبَضٌ میں (۹) لغۃ فَلَقٌ میں (۱۰) لغۃ نَسَمَ میں (۱۱) لغۃ حَلَوَ میں (۱۲) لغۃ شَنَقَ میں (۱۳) لغۃ سَقَفَ میں (۱۴) لغۃ حَذَّاءَ میں (۱۵) لغۃ عَطَفَ میں۔ اور ہر مقام پر بیان کیا ہے کہ اس لفظ سے یہ مراد ہے۔

(د) اور محمد طاہر گجراتی نے مجمع البحار میں بعض لغات سابقہ کے بیان میں اعتراف کیا ہے۔

(ھ) ابن خشاب نے اپنی شاگرد مصدق کے درس دینے میں اعتراف کیا ہے۔

(و) حسن ابن عبداللہ ابن مسعود عسکری عالم اہلسنت صاحب کتاب "مواعظ وزواجر" نے اس کی شرح کی ہے۔

(ز) شیخ الموحدین ابن میثم علیہ الرحمہ نے شرح نہج البلاغہ میں لکھا ہے کہ میں نے اس خطبہ کو ایسے نسخہ میں دیکھا ہے

---

[1] (۱) اعتراف فیروز آبادی (۲) اعتراف نیشاپوری (۳) اعتراف ابن اثیر (۴) اعتراف محمد طاہر گجراتی (۵) اعتراف ابن خشاب (۶) اعتراف حسن ابن عبداللہ عسکری (۷) اعتراف خط ابن فرات (۸) اعتراف ابن ابی الحدید (۹) اعتراف ابن جوزی (۱۰) اعتراف علاالدولہ (۱۱) تاویل قاضی القضاۃ۔

جس پر خط ابن الفرات وزیر مقتدر باللہ تھا جو کچھ اوپر ساٹھ برس قبل سید رضی کے تھا اور میرے گمان میں غالب یہ ہے کہ وہ نسخہ ابن الفرات کے وجود سے ایک مدت پیشتر لکھا گیا تھا۔

(ح) ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں اعتراف کیا ہے۔

(ط) سبط ابن جوزی نے یہ خطبہ کتاب ''تذکرہ'' میں ابوالقاسم انباری سے اور اس نے باسناد خود عکرمہ سے نقل کیا ہے۔

(ی) علاء الدولہ سمنانی نے کتاب "عروہ الوثقیٰ" میں اعتراف کیا ہے

(یا) قاضی القضاہ نے جو تاویلات فقرا خطبہ موصوفہ کیے ہیں اس کا جواب شافی کتاب ''شافی'' میں موجود ہے۔[1]

پس باعتراف علمائے نامدار اہلسنت و جماعت کالشّمس فی النہار روشن و آشکار ہو گیا کہ یہ خطبہ جناب حیدر کرار، کلام صاحب ذوالفقار ہے۔ عَلَيْهِ صَلَوَاتُ اللهِ الْغَفَّارِ عَلٰى مَرِّ الدُّهُوْرِ وَكَرِّ الْاَعْصَارِ۔

وجہ سوم:

واضح ہو کہ خطبہ شریفہ میں جس قدر فحاوی کلمات فصاحت اگین، مضامین بلاغت آئین، مطاوی رشاقت، الفاظ زاہرہ اناقت، فقرات نادرہ جودت، معانی دقیقہ عذوبت، مبانی انیقہ، حسن اسالیب کلمات، تراکیب فقرات مجتمع ہیں۔ تعریف اس کی مافوق عما یطاق ویستطاع، وتوصیف اس کی متجاوز از تحریر خامہ و یراع، وتستطیر نامہ ورقاع ہے۔ کیونکہ اعترافِ علمائے عظام بحسب مقولہ ''كَلَامُ الْاِمَامِ اِمَامُ الْكَلَامِ'' اور اقرار فضلائے فخام بمقال ''فَوْقَ كَلَامِ الْاَنَامِ دُوْنَ كَلَامِ الْمَلِكِ الْعَلَّامِ'' شہادت کافی ودلیل وافی ہے۔

چنانچہ فاضل سدید ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے کہ ابوالخیر مصدق نے سنہ ۶۰۳ ہجری میں عبداللہ بن احمد المعروف بابن خشاب نے اپنے استاد کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ آیا یہ خطبہ بے اصل ومجعول یا مضوع ومنحول یا مشکوک ومجہول ہے؟ تو در جواب اس کے ابن خشاب نے فرمایا کہ نہیں قسم بخدائے برحق کہ مجھ کو جس طرح سے یقین واثق ہے کہ تو مصدق ہے اسی طرح سے اطمینان صادق ہے کہ یہ کلام ''علی'' متحقق ومصدق ہے۔ مصدق نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ کلام فاضلِ زکی علامہ رضی کا ہے۔ ابن خشاب نے کہا کہ کہاں کلام رضی اور کہاں کلام علیؑ ولی۔ کس کو طاقت ہے کہ یہ طرز رشیق، اسلوبِ انیق، یہ مضمونِ دقیق، یہ کلامِ فصیح، یہ عبارتِ بلیغ لکھ سکے۔ ہم نے طرز وطریقہ کلام سید رضی دیکھا ہے، ان کے کلام کو اس کلام سے کیا مناسبت ہے۔ قسم بخدا کہ میں نے اس خطبہ کو ان کتابوں میں پڑھا ہے جو دوسو برس قبل تولدِ سید رضی کے تصنیف ہوئی تھیں۔ اور میں نے اس خطبہ کو ان علمائے سابقین کے ہاتھ کا لکھا ہوا دیکھا ہے کہ جو پیشتر تھے سید رضی کے والد سے۔

---

[1] وَ تَاَوَّلَ مَا رُوِیَ عَنْهُ مِنْ قَوْلِهٖ :لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ اَبِیْ قَحَافَةَ عَلٰی اَنَّ الْمُرَادَ بِذٰلِکَ اِنَّهٗ اَهْلٌ لَهَا وَ اَصْلَحُ مِنْهُ الخ ۔وَ اَمَّا قَوْلُهٗ :اِنَّ الْقُطْبَ لَا یَسْتَقِلُّ بِنَفْسِهٖ وَلَا بُدَّ مِنْ تَمَامِهٖ مِنَ الرَّحٰی .فَنَبَّهَ بِذٰلِکَ عَلٰی اِنَّهٗ اَحَقُّ . وَ اَمَّا الرِّضَافَةُ اِلٰی کَنْبَةِ اَبِیْهِ۔ ورق ۲۱۳، کتاب الشافی۔

بعد اس کے ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ میں نے خود اس خطبہ کا بہت سا حصہ مصنفات ابوالقاسم بلخی امام بغداد یین میں دیکھا ہے جو زمانہ مقتدر باللہ میں تھے اور سید رضی سے بھی مقدم تھے اور کتاب الانصاف ابوجعفر بن قبہ عالم امامیہ میں دیکھا ہے کہ جو کہ قبل تولد سیدہ رضی کے فوت ہو چکے تھے، خلاصہ کلام ابن ابی الحدید معتزلی تمام ہوا۔

علاوہ برایں جاننا چاہیے کہ اس خطبہ کو جناب صدوق علیہ الرحمہ نے دوسندوں سے نقل فرمایا ہے کتاب ''معانی الاخبار'' میں، اور کتاب مذکور بہت پیشتر ولادت سید رضی سے تصنیف ہوئی ہے، اس لیے کہ ولادت سید رضی علیہ الرحمہ والرضوان ۳۵۹ ھجری میں ہوئی اور ''معانی الاخبار'' کا ایک نسخہ سنہ ۳۲۱ کا لکھا ہوا ''صاحب طرائف'' کی نظر سے گزرا ہے اور جناب سید علی بن طاؤس علیہ الرحمہ نے اس خطبہ کو کتاب ''طرائف'' میں نقل کیا ہے جو بہت مقدم تھے جناب سید رضی سے اور جناب شیخ مفید علیہ الرحمہ نے کتاب ''ارشاد'' میں نقل کیا ہے کتاب الغارات ثقفی سے جو استاد جناب سید رضی علیہ الرحمہ تھے۔ پس یہ بوجوہ متذکرہ بالا ثابت ہے کہ تصنیف جناب سید رضی نہیں ہے۔

وجہ چہارم:

خدمت بارفعت ارباب علم و دانش، اصحاب فہم و بینش میں گذارش ہے کہ جس خطبہ فصاحت دستور، منشور لامع النور، شقہ بلاغت منشور کی نسبت علمائے باوقار، فصحائے کامگار، بلغائے روزگار، ادبائے کاملین، گملائے فاضلین، فضلائے ماہرین، عقلائے متبحرین اس امر کے معترف ہیں کہ یہ خطبہ بے مثال، فصاحت اشتمال، بلاغت منوال، مرضع تمثال، مرقع جمال، جواہر مقال، زواہر اقوال سے مالا مال ہے اور اس خطبہ بے نظیر کی تشریح و تفسیر جماہیر علمائے کثیر و جم غفیر، فصحائی باتوقیر نے تحریر و تسطیر کی ہے۔ پس امر تعجب خیز مقام حیرت انگیز نہ ہے کہ اگر یہ خطبہ شریف سید رضی کی تالیف یا کسی اور عالم شیعہ کی تصنیف ہوتا تو ایسے لآلی منضود، خطبہ نادر الوجود کو اپنی طرف کس واسطے منسوب نہ فرماتے اور ایسے کلام بے نظیر کو بکذب و تذویر، جناب امیر، بادشاہ خیبر گیر منسوب فرماتے، حالانکہ اگر کوئی شخص ایک نظم فصیح یا ایک نثر بدیع یا ایک عبارت بلیغ تصنیف و تالیف کرتا ہے تو ہزار ہزار افتخار و مباہات بے شمار سے اپنی جانب منسوب اور اپنی تصنیفات نامیہ تالیفات سامیہ میں محسوب کرتا ہے۔

وجہ پنجم:

علاوہ اس کے سید رضی علیہ الرحمہ ساتھ تورع و تقدس نفسیہ و ملکات و کمالات السنیہ صفات قدسیہ اور فضائل ملکیہ کے ساتھ موصوف تھے اور جلالت قدر و عظمت مدارج کے ساتھ علمائے فریقین مین مشہور و معروف تھے۔ اوصاف حمیدہ ان کے شرح ابن ابی الحدید میں مذکور، خصائل پسندیدہ ان کے تاریخ ابن خلکان میں مسطور ہیں۔ پس کوئی صاحب ایمان و دیانت یا صاحب فہم و فراست ایسا خیال کر سکتا ہے کہ ایسا عالم جلیل، فاضل نبیل، مقدس عدیم البدیل اس طرح کا اتہام عظیم وصریح،

کذب فضیح ، بہتان قبیح ایسے جناب فلک قباب، ولایت مآب، جانشین رسالت مآب، شافع یوم الحساب کی طرف منسوب کرے، جس پر جان و دل سے نثار، جس کے محمخانہ محبت میں سرشار، جس کی نظر مکرمت کی خواستگار، جس کی شفاعت کے امیدوار رہا کرتے ہیں؟ حَاشَا وَكَلَّا اَعَاذَنَا اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ وَسَائِرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ۔

وجہ ششم:[1]

ہرگاہ علمائے اہل تشیع اعتراضات صریحہ، مطاعن فضیحہ، تشنیعات ملیحہ بالتصریح تحریر کرتے ہیں تو کیا ضرورت تھی کہ بہ تلمیح وتدلیس ایک خطبہ مشتمل استعارات و کنایات وتشبیحات وضع کرتے جس کی تفسیر وتشریح وتصریح کی پھر ضرورت ہوتی۔ پس یہ محض خیال خام اور تخیلات نافرجام اور وسواس واوہام، رعاع عوام از قبیل اضعاث احلام ہے۔

قضیہ کبریٰ: یعنی کلام علیؑ حق ہے۔

(الف) پس واضح ہو کہ آیہ وافی ہدآیہ: ﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا﴾ بتصریح روایات موطائے امام مالک اور صحیح داؤد اور تفسیر کشاف وصحیح مسلم وصحیح بخاری وجمع بین الصحیحین وجمع بین الصحاح الستہ ومستدرک حاکم ومعجم طبرانی ومسند ابن حنبل وتفسیر واحدی و کتاب مصابیح وررضۃ الاحباب ومناقب اخطب خوارزمی ومناقب ابن مردویہ ودیگر کتب علمائے اہلسنت کی شانِ علی وحضرت فاطمہ وحضرت حسنین علیہم السلام اصحابِ کسا میں و اصل اور واسطے ثبوت طہارت کے نازل ہوئی ہے۔ پس ہرگاہ خداوند داور نے اس سرور کو ہر رجس ظاہری و باطنی سے مطہر فرمایا اور لفظ رجس جمیع قبائح وآثام کو شامل تمامی معاصی وازلام کو مشتمل ہے تو ہر قول امام معصوم انوار صدق وحق سے معمور، رجس کذب وزور سے دور ومہجور، ہر خطا ولغزش وفتور سے طاہر وطہور ہے۔

(ب) باعتراف علمائے اہلسنت حدیث صحیح ہے کہ ''عَلِيٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِيٍّ يَدُوْرُ مَعَهٗ حَيْثُ مَا دَارَ'' اور بعض میں ہے ''لَنْ يَفْتَرِقَا حَتّٰى يَرِدَا عَلَيَّ الْحَوْضَ'' اور بعض میں ہے ''اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَ عَلِيٍّ حَيْثُ دَارَ'' اور ہرگاہ حق ساتھ علی کے ہے اور علی حق کے ساتھ ہے تو قول علیؑ حق ہے۔

(ج) خود حضرت امیر نے فرمایا ہے ''وَاللّٰهِ مَا كَذِبْتُ قَطّ وَلَا كُذِّبْتُ''

یعنی قسم بخدا کہ میں نے کبھی کذب نہیں کہا نہ کسی نے میری تکذیب کی ہے۔ پس قول امام علیہ السلام حق ہے۔

---

[1] وجہ ششم۔ قضیہ کبریٰ:۔ ۱۔ مناقب اخطب خوارزمی، فرائد السمطین ابراہیم بن محمد حموینی ابونعیم اصفہانی منقبۃ المطہرین میں روایت کی ہے۔ ۲۔ ابن مغازلی شافعی نے کتاب المناقب میں، حافظ ابونعیم نے حلیہ الاولیاء میں روایت کی ہے۔ ۳۔ موفق ابن احمد خوارزمی نے مناقب میں اور ابراہیم موینی نے فرائد السمطین میں بطریق متعددہ، وواحدی نے باسناد خود، وثعلبی نے باسناد خود، وحافظ ابونعیم نے بطریق متعددہ، ونظیری نے کتاب خصائص میں اور ابن مغازلی شافعی مناقب میں اور ابن ابی الحدید معتزلی وغیرہ نے روایت کی ہے۔

(د) اور تفسیر کشاف میں زمخشری نے باتفاق دیگر مفسرین لکھا ہے کہ آیہ: ﴿قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتَابِ﴾ میں علی ابن ابی طالب مراد ہیں اور ہر گاہ وہ حضرت بفرمان جناب احدیت عالم علمِ قرآن بھی ہیں اور مقبول الشھادۃ بھی ہیں تو قولِ حضرت امام حق ہے۔

(ھ) آیہ: ﴿كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ میں صادقین سے علی بن ابی طالب مراد ہیں تو قولِ حضرت مقرونِ صدق و صواب ہے۔

(و) آیہ: ﴿وَالَّذِيْ جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖ﴾ صدق بہ اشارہ ہے طرف حضرت علیؑ کے اور ہر گاہ تصدیق قول حضرت امام علیہ السلام ممدوح ملک العلام ہے تو وہ حضرت صادق الکلام ہیں۔

(ز) آیہ ﴿مَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِنْهُ﴾ شاہد سے مراد علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ اور ہر گاہ وہ حضرت مقبول الشہادہ ہیں تو قول ان کا حق ہے۔ پس واضح ہو گیا کہ یہ خطبہ شقشقیہ کلام امام علیہ السلام ہے اور کلام امام حق ہے تو یہ خطبہ حق ہے۔

خطبہ شقشقیہ

فقرہ(۱)

اَمَا وَ اللّٰہِ! لَقَدْ تَقَمَّصَھَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ، وَ اِنَّہٗ لَیَعْلَمُ اَنَّ مَحَلِّیْ مِنْھَا مَحَلُّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰی،

توضیح ۳، فیہ تصریح صریح

حاصل کلام بلاغت نظام حضرت امام ہمام علیہ الصلوات والسلام الی یوم القیام یہ ہے کہ آگاہ وخبردار، متنبہ وہوشیار ہو، قسم بالوہیت حضرت خداوند حقیقی واقعہ تحقیقی و ماجرائے تصدیقی یہ ہے کہ ابن ابی قحافہ نے خلعت فاخرہ خلافت اور حلہ نادرہ ولایت جو تالی مرتبہ نبوّت، ردیف مرتبہ رسالت تھا مانند پیراہن جسمانی وقبائے بدنی کے بے خوف وخطر اٹھا کر پہن لیا اور اس لباسِ قدسی اساس کو جو اہلِ عصمت سے اختصاص رکھتا تھا بے وہم ووسواس ایک جامہ معمولی سمجھ کر زیب بدن کر لیا حالانکہ اس کو علم کافی، یقین وافی حاصل تھا کہ اس منصب اشرف واجل سے ہمارا مقام ومحل ایسا مقرون ومتصل اور قابلیت واستحقاق ہمارا ایسا مستحکم ومستقل ہے جس طرح سے آسیائے گردان کو میخ آہنی پر قرار اور اس کی گردش کو قطب آسیا پر مدار وانحصار ہے، اسی طرح سے خلافت حقہ جناب رسولِ مختار کو ہماری ذات بابرکات پر انحصار اور بہمہ جہت اس کو ہم پر قرار ومدار ہے اور جس طرح سے قطب آسیا حاق وسط میں واقع ہے اسی طرح سے ہمارا حق حاق وسط خلافت میں واقع ہے، نہ کسی طرف آسیا کو اپنے قطب سے استنکاف ونکول ہوسکتا ہے، نہ کسی طرف خلافتِ حقہ کو ہم سے میل وعدول ہوسکتا ہے اور جبکہ اس کو علم کافی تھا اور دیدہ ودانستہ اس نے امر حق سے نکول وعدل وانصاف سے عدول کیا تو یہ نہیں عذر ہوسکتا کہ وہ ساہی یا جاہل اور راقد یا غافل تھا۔ فلہٰذا حضرت نے اس جملہ کو انّ تاکیدی اور واو حالیہ سے مشدد اور لام تاکیدی سے موکّد اور حکم شرعی سے مقیّد فرمایا تاکہ شرعاً معذور نہ سمجھا جاوے اور عامد اپنے جرم کی مکافات پاوے۔

توضیح ۴، فیہ تشریح ملیح

از بسکہ اہل روزگار نے اجماع و اتفاق تعیین خلافت ثلثہ میں لغزشہائے بے شمار کی تھی اور کسی طرح سے اس لغزش مستانہ سے ہوشیار اور خواب غفلت سے بیدار نہ ہوئے تھے۔ اس واسطے حضرت نے اپنے کلامِ بلاغت نظام کو تنبیہاتِ شدیدہ وتاکیداتِ اکیدہ سے مملو ومشحون فرمایا۔

اولاً: اَمَا، سے جو واسطے تنبیہ کے موضوع ہے۔

ثانیاً: واو قسمیہ سے جو واللہ میں یمینِ شدید وحلف کے لیے مشروع ہے۔

ثالثاً: اللہ فرمایا کہ یہ خاص اسم جناب باری مستجمع جمیع صفات کمال وجلال کردگاری ہے۔

رابعاً: لامِ تاکیدی سے پھر تاکید فرمائی۔

خامساً: پھر قد سے تاکید شدید فرمائی۔

سادساً: واو حالیہ سے حال علم اس کا آشکار فرمایا اور انّ تاکیدی ولام تاکیدی ہے اس کے واقعیت کی تاکید فرمائی تا کہ کسی شخص کو یہ اشتباہ والتباس نہ ہو کہ بطور مبالغہ غیر واقعیہ یا خلاف نفس الامریہ کے فرمایا ہے۔ لہٰذا حضرت نے بحلفِ شرعی وتاکیدات واقعی ارشاد فرمایا کہ آگاہ ہو قسم ہے اللہ کی کہ ابن ابی قحافہ نے بتصنّع وتکلّف پیراہنِ خلافت پہن لیا حالانکہ وہ بتحقیق ہر آئینہ جانتا تھا کہ محل ہمارا خلافت سے مثلِ محل قطب کے ہے آسیا سے اور ہر گاہ حاصل معنی کلام ہمام علیہ الصلوٰۃ و السلام بیان ہو چکا تو اب تشریح بعض الفاظ مناسب مقام قرع صماخ ذوی الافہام کی جاتی ہے۔ وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیْقُ وَھُوَ بِالْاِعَانَۃِ حَقِیْقٌ۔

توضیح ۵، فیہ تشریح وتصریح

(۱) اس خطبہ بلیغہ میں ضمیر تقمصھا جانبِ خلافت کے ہے کیونکہ اشارہ وکنایہ بمفاد الکنایۃ ابلغ من التصریح بلیغ تر ہے، قَالَ اللہ تَعَالٰی: ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ اَیْ الْاَرْضُ۔ قَوْلُہٗ تَعَالٰی ﴿حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ﴾ اَیِ الشَّمْسُ۔ اور کتاب ''معانی الاخبار'' میں ابن عباس سے منقول ہے کہ بارگاہ حضرت امام علیہ السلام میں تذکرہ خلافت ہوا تو حضرت نے فرمایا ''اَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ تَقَمَّصَھَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ'' اور مؤید اس کی وہ روایات ہیں جو شیخ الطائفہ نے کتاب امالی میں اور علل الشرائع میں رئیس المحدثین نے، وقطب راوندی وشیخ مفید وشیخ طبرسی علیہم الرحمہ نے باسانید معتبرہ روایت کی ہے کہ بارگاہ جناب شیر الٰہ میں تذکرہ خلافت ہوا تو حضرت نے خطبہ مذکور ارشاد فرمایا۔

(۲) تقمّص بابِ تفعل سے بمعنی پیراہن پوشیدن اور خاصیت اس کی تصنع وتکلّف ہے، اور غرض اس کی کسی شے کو

زوالمادہ وذوالاصل بنانا، جس طرح سے، رَدَّیْتُہُ الثَّوْبَ فَتَرَدّٰی وَسَدَّتُہُ الْحُجَرَ فَتَوَسَّدَ۔

(۳) تشبیہ خلافت کی ساتھ قمیص کے اس مقام پر اولی والیق تھی کیونکہ قمیص بہ نسبت ردا وغیرہ کے جسم سے الصق اور اعضا و جوارح سے زیادہ تر ملحق ہے اور چونکہ خلعت سلطنت کو ہمہ تن اپنے بدن سے ملصق کرلیا تھا تو حضرت نے فرمایا لَقَدْ تَقَمَّصَهَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَةَ۔

(۴) حضرت امام علیہ السلام نے اس واسطے بابِ تفعل سے تقمص ارشاد فرمایا کہ بتکلف وتصنع جامہ خلافت پہن لیا تھا جس کا استحقاق حاصل نہ تھا۔

قَالَ ابْنُ الْاَثِیْرِ فِیْ حَدِیْثِ عُمَرَ یَوْمَ السَّقِیْفَةِ زَوَّرْتُ فِیْ نَفْسِیْ مَقَالَةً اَیْ هَیَّاْتُ وَاَصْلَحْتُ تَزْوِیْرُ الشَّیْءِ، اِصْلَاحُ الشَّیْءِ، وَکَلَامٌ مُزَوَّرٌ اَیْ مُحَسَّنٌ ،وَفِی الْقَامُوْسِ اَلزُّوْرُ، اَلْکِذْبُ وَزَوَّرَ اَیْ زَیَّنَ الْکِذْبَ وَ الشَّیْءَ حَسَّنَهٗ۔ وَفِی الصِّرَاحِ زور، دروغ گفتن، تزویر، دروغ آراستن۔ یعنی عمر نے روز سقیفہ فرمایا کہ میں نے اپنے دل میں ایک بات بنائی اور صاحب قاموس لکھتا ہے کہ زور کے معنی کذب کے ہیں اور صراح میں زور کے معنی دروغ کے ہیں اور تزویر کے معنی دروغ آراستہ کرنا۔ پس حاصل کلام یہ ہے کہ جناب خلافت مآب ثانی نے واسطے بیعتِ خلیفۃ اول کے ایک بات بناوٹ کی بنائی اور جھوٹ بات بطور راستی کے دکھائی، چنانچہ ابن درید نے تصریح کی ہے کہ

لَایَخْفٰی عَلٰی مَنْ تَتَبَّعَ لُغَاتَ الْعَرَبِ وَتَفَحَّصَ زُبَرَ الْاَدَبِ اَنَّ الزُّوْرَ وَمُتَفَرِّعَاتِهٖ لَمْ یُسْتَعْمَلْ فِیْ سِوَی الْمَصْنُوْعِ وَالْمَجْعُوْلِ۔

پس تصنع وتکلف اس سے زیادہ کیا تھا کہ جس چیز کا استحقاق نہ تھا اس چیز کو اختیار کیا اور غیر مستحق کو مستحق قرار دیا۔ چنانچہ خلیفۃ اول نے اس کا اقرار فرمایا جیسا کہ ابن اثیر عالم اہلسنت نے لکھا ہے کہ ایک اعرابی نے پوچھا کہ آپ خلیفۃ رسول ہیں؟ فرمایا نہیں۔ کہا پھر کون ہو؟ فرمایا: بَلْ اَنَا الْخَالِفَةُ۔ ابن اثیر فرماتے ہیں کہ خالفہ وہ ہے جس کے پاس استغنانہ ہو، نہ کوئی خیر و برکت ہو۔ فیروز آبادی نے لکھا ہے: اَلْخَالِفَةُ الْاَحْمَقُ، علاوہ اس کے یہ قول صادق جناب صدیق عتیق کا قابل تصدیق وتوثیق مشہور ہے کہ ''اَقِیْلُوْنِیْ اَقِیْلُوْنِیْ فَلَسْتُ بِخَیْرِکُمْ وَعَلِیٌّ فِیْکُمْ'' پس اب تصنع وتکلف میں محل کلام و مقام ابرام کیا رہا اور اگر یہ بھی غیر کافی سمجھا جاوے تو فرمان صدق تواماں جناب فاروقِ زمان کیوں نہ وافی سمجھا جاوے کہ ''اِنَّ بَیْعَةَ اَبِیْ بَکْرٍ کَانَتْ فَلْتَةً وَقَی اللّٰهُ شَرَّهَا فَمَنْ عَادَ اِلٰی مِثْلِهَا فَاقْتُلُوْهُ''

پس فرقہ بکریہ حویضِ خلافت بکریہ کے قائل اور حدیث ''اِقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ بَعْدِیْ'' سے مستدل ہیں، استدلال ان کا باطل ہے اور اسی وجہ سے یہ حدیث موضوع وقت شوریٰ سقیفہ بنی ساعدہ میں پیش نہ فرمائی گئی اور مقولہ ''کَانَتْ فَلْتَةً، وَ مَقَالُهٗ مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ'' کی نوبت آئی۔ پس بوضوح تمام ثابت ہوگیا کہ نفس الامر میں استحقاق خلافت علی الاطلاق حاصل نہ تھا صرف بتصنع وتلمیع نفسانی خلعت جہان بانی وحلہ حکومت کامرانی بدستیاری خلیفۃ ثانی بطور ناکہانی پہنا دیا

تھا اور آسیائے حکومت کو دست بدست گردش دیگر امر حق کو محو کر دیا گیا تھا۔

فلہٰذا حضرت نے فرمایا:

''اِنَّ مَحَلِّیْ مِنْهَا مَحَلَّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحٰی''

توضیح ۶، فیہ تلمیح ملیح

واضح ہو کہ اس خطبہ میں بنا بر بعض روایات کے ''لَقَدْ تَقَمَّصَهَا فُلَانٌ'' اور بنا بر بعض کے ''اِبْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ'' و بعض میں ''اخوتیم'' ہے اور بنا بر ہر روایت کے مصداق اس کے ابوبکر صدیق ہیں کیونکہ بعد جناب رسالتمآب کے کوئی شخص متصدی امرِ خلافت و بادی مبادی امامت بجز اس کے کوئی نہیں ہوا۔ پس بدین لفظ ارشاد فرمانا حضرت کا اشارہ توہین و اشعار تہجین ہے ورنہ القاب متعارفہ مثل صدیق و خلیفۃ رسول اللہ وغیرہ فرمانا اولیٰ تھا۔ چنانچہ اطلاق ''اخوتیم'' سے اس امر کا اشعار ہے کہ خاندان تیمی کی کوئی وقعت نہ تھی اور سلسلہ ابوبکر کا قبیلہ بنی تیم بن مرہ سے مشہور ہے۔

شارح مواقف نے لکھا ہے کہ جب ابوبکر کو خلافت ہوئی تو ابوسفیان نے کہا:

''اَرَضِیْتُمْ یَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ اَنْ یَلِیَ عَلَیْکُمْ تَیْمِیٌّ''

یعنی کیا تم راضی ہو گئے اے بنی ہاشم کہ تم پر ایک شخص بنی تیمی حکومت کرے؟

فاضل بن روزبہان نے ابطال الباطل میں نسبت بنی تیم کے لکھا ہے کہ ''فَاِنَّهُمْ لَمْ یَکُوْنُوْا ذٰلِکَ الْیَوْمَ مِنَ الْاَعْیَانِ فِیْ قُرَیْشٍ''۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے کہ بسر اوقات ابوقحافہ کی شکار فاختہ و قمری سے ہوا کرتی تھی، ایک دن حصہ اپنے شریک کا بھی تصرف کیا اس وجہ سے ابوقحافہ لقب ہوا اور جب بینائی چشم کی کم ہو گئی تو عبداللہ بن جذعان رئیسِ مکہ نے باجرت چار دانگ یومیہ علاوہ پس ماندہ دسترخوان کے مقرر کیا کہ مہمانوں کو بالائے بام سے مذاکرے اور دعوت طعام کی صدا دیا کرے۔

اور دمیری شافعی نے کتاب حیوٰۃ الحیوان میں لغت جزور میں لکھا ہے کہ پیشہ ابوبکر صدیق کا بزازی تھا اور زین العرب نے حاشیہ مشکوٰۃ میں لکھا ہے کہ پیشہ ابوبکر کا ایام جاہلیت میں معلمی تھا اور وقت اسلام کے خیاطی اور بسر اوقات ابوقحافہ کی بسبب افلاس کے شکار قماری و دباسی سے ہوا کرتی تھی۔ اور بقول بعضے سرکار عبداللہ بن جدعان میں ابوقحافہ کو منادی دعوت مہمانان اور ابوبکر کو طباخی طعام پر مقرر کیا تھا اور رسالہ معرکہ شکن میں حاشیہ شرح تجرید سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر صدیق دلالی اسباب تجارت فرماتے تھے۔ پس بظاہر حال تو کوئی وقعت و وقار یا احترام و اقتدار اس بزرگوار کو قبل از شرف اسلام لائقِ اعتبار حاصل نہ تھا۔ ''فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ''

توضیح ۷، فیہ تصدیق وتوثیق فی معنی العتق والصدیق

واضح ہو کہ لقب شریف خلیفۃ اول کا عتیق وصدیق السنہ جماہیر پر مذکور ومشہور وکتب ودساتیر اہلسنت میں مزبور ومسطور ہے۔ وجہ عتیق ہونے کی محقق دہلوی یعنی شیخ عبدالحق محدث نے کتاب رجال مشکوٰۃ شریف میں بعنوان لطیف تحریر فرمائی ہے۔

رَوَی الطَّبَرَانِیُّ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّ اَبَا قُحَافَۃَ کَانَ لَہٗ ثَلَاثَۃُ اَوْلَادٍ ، عَتِیْقٌ وَمُعْتَقٌ، وَمُعْتِقٌ وَقِیْلَ اَنَّ اُمَّہٗ کَانَتْ لَا یَعِیْشُ لَھَا وَلَدٌ فَلَمَّا وَلَدَتْہُ اسْتَقْبَلَتْ بِہٖ اِلَی الْبَیْتِ ثُمَّ قَالَتِ اللّٰھُمَّ اِنَّ ھٰذَا عَتِیْقٌ مِنَ الْمَوْتِ فَھَبْہُ لِیْ ۔

یعنی عائشہ سے روایت ہے کہ ابوقحافہ کے تین فرزند تھے، عقیق معتق ومعتق، اور یہ بھی قول ہے کہ مادر خلیفۃ اول کے اولاد زندہ نہ رہتی تھی، ناچار خانہ کعبہ میں لے جا کر دعا کی کہ موت سے آزاد فرمایا جاوے، انتہیٰ۔

یہ امر ظاہر ہے کہ زمانہ جاہلیت میں تین سو ساٹھ بت خانہ کعبہ میں رکھے تھے اور چالیس برس تک عتیق موصوف عبادت اصنام فرماتے تھے پس لفظ عتیق سے عتیق الاصنام مراد ہونا زیبا ہوگا کیونکہ قبل از اسلام عتیق لقب تھا تو عقیق النار کہنا کیونکر روا ہوگا۔ اب رہا لقب صدیق [1] تو یہ لقب خاص بالوجہ الاختصاص حضرت امام علیہ السلام کے مخصوص حدیث شریف سے منصوص ہے۔ چناچہ شیخ عبدالحق دہلوی نے ترجمہ مشکوٰۃ میں روایت کی ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے شان شاہ ولایت مآب میں فرمایا ہے: ''اِنَّہُ الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ''۔ اور حافظ ابونعیم عالم اہلسنت نے عباد بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں ہوں صدیق اکبر، نہ کہے گا کوئی بعد میرے اس لقت کو مگر کذاب۔ سات برس پیشتر سب

---

[1] رَوَاہُ ابْنُ مَنْدَہْ وَابْنُ عَسَاکِرَ عَنِ ابْنِ اَبِیْ طَلْحَۃَ عَنْ عَلِیٍّ قَالَ :اَنَا عَبْدُ اللّٰہِ وَاَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَاَنَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ لَا یَقُوْلُ ذٰلِکَ بَعْدِیْ اِلَّا کَاذِبٌ مُفْتَرٍ. صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ قَبْلَ النَّاسِ بِسَبْعِ سِنِیْنَ۔ تاریخ ابن جریر طبری جلد ۱ حصہ ۳ صفحہ ۴۲، کامل ابن اثیر ج ۲ ص ۲۴، وخصائص امام النسائی صفحہ ۵، معجم کبیر طبرانی، ومسند بزاز نے در باب حضرت علی علیہ السلام روایت کی ہے کہ حضرت رسول خدا نے فرمایا :اِنَّ ھٰذَا اَوَّلُ مَنْ اٰمَنَ بِیْ. وَاَوَّلُ مَنْ یُصَافِحُنِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ. وَھٰذَا الصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ. وَھٰذَا فَارُوْقُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ. یَفْرُقُ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ. وَھٰذَا یَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمَالُ یَعْسُوْبُ الظَّالِمِیْنَ اور روضۃ الحالب میں در باب عمر ابن الخطاب محمد بن سعد کاسب واقدی نے زہری سے روایت کی ہے کہ ''گفت بما رسیدہ'' کہ اہل کتاب اوّل آنرا فاروق خواندند، مسلمانان تابعیت ایشان کردند واز پیغمبر خدا در این باب بما چیزی نرسیدہ۔ اور یہی مضمون تاریخ طبری ص ۲۹۷ میں مرقوم ہے۔

مِنْہُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ :سُبَّاقُ الْاُمَمِ ثَلَاثَۃٌ لَمْ یَکْفُرُوْا بِاللّٰہِ طَرْفَۃَ عَیْنٍ :عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ. وَصَاحِبُ یٰسٓ. وَمُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ۔ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ :اَلصِّدِّیْقُوْنَ ثَلَاثَۃٌ :حَبِیْبُ بْنُ مُرِّیٍ النَّجَّارُ مُؤْمِنُ اٰلِ یٰسٓ الَّذِیْ قَالَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوا الْمُرْسَلِیْنَ. وَحِزْقِیْلُ مُؤْمِنُ اٰلِ فِرْعَوْنَ الَّذِیْ قَالَ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰہُ. وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ الثَّالِثُ وَھُوَ اَفْضَلُھُمْ۔ صواعق محرقہ صفحہ ۷۷ ومسند ابی لیلیٰ

لوگوں سے میں نے نماز پڑھی۔ پس آخر فقرہ سے ظاہر ہو گیا کہ بسبب سبقت اسلام کے اطلاق صدیق حضرت پر منحصر تھا اور بعدی سے مراد غیری ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿ فَمَنْ یَمْلِكُ مِنْ بَعْدِ اللّٰهِ ﴾ اَیْ سِوَی اللّٰہِ اور فخر رازی و ثعلبی و احمد بن حنبل و ابن شیرویہ و ابن مغازلی و سیوطی نے روایت کی ہے۔ اَلصِّدِّیْقُوْنَ ثَلَاثَةٌ حَبِیْبُ النَّجَّارُ وَمُؤْمِنُ اٰلِ یٰسٓ (حِزْقِیْلُ) وَعَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَهُوَ اَفْضَلُهُمْ۔ پس اطلاق لفظ صدیق کا علی الاطلاق نسبت حضرت امیر علیہ السلام کے بالتحقیق والتصدیق صادق ہے اور کسی جدید و عتیق اور عدو و صدیق پر غیر لائق۔

توضیح ۸، فیہ اشارۃ وانارۃ

واضح ہو کہ حضرت امام علیہ السلام نے تشبیہ خلافت کے آسیائے گردان سے فرمائے اس واسطے کہ اس خلافت کو مثل آسیا کے دست بدست گردش دی گئی تھی اور اس مضمون کی ایک حدیث بنائی گئی یعنی ''تَدُوْرُ رَحَی الْاِسْلَامِ خَمْسًا وَثَلَاثِیْنَ اَوْ سَبْعًا وَثَلَاثِیْنَ'' حالانکہ اگر حدیث صحیح ہوتی تو حضرت امام علیہ السلام ''اِنَّ مَحَلِّیْ مِنْهَا كَمَحَلِّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَا'' ارشاد فرماتے اور جناب خلیفہ ثانی ''زَوَّرْتُ فِیْ نَفْسِیْ مَقَالَةً'' نہ فرماتے اور جناب معاویہ رئیس فرقہ باغیہ طاغیہ اس کو گیند و چوگان بنا کر از روئے تلقف و ترقف نہ فرماتے۔

قَالَ جَامِعُ جَامِعِ الْاُصُوْلِ فِی النِّهَایَةِ :بَلَغَ عُمَرَ اَنَّ مُعَاوِیَةَ قَالَ :لَوْ بَلَغَ هٰذَا الْاَمْرُ اِلَیْنَا بَنِیْ عَبْدِ مَنَافٍ یَعْنِی الْخِلَافَةُ تَرَقَّفْنَاهُ تَرَقُّفَ الْكُرَّةِ۔ التَّرَقُّفُ كَالتَّلَقُّفِ: تَرَقُّفُ الْكُرَّةِ وَتَلَقُّفُهَا بِالْیَدِ عَلٰی سَبِیْلِ الِاخْتِطَافِ وَالِاسْتِیْلَابِ مِنَ الْهَوَاءِ۔

یعنی ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے کہ عمر بن خطاب کو خبر پہنچی کہ معاویہ کہتا ہے کہ گر امر خلافت کا ہم بنی عبد مناف تک پہنچا تو ہم اس کو اچک لیں گے جس طرح سے گیند کو ہوا سے اُچک لیتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ اس زمانہ میں ارباب جہل و نادانی اور ارباب ہوا و ہوس نفسانی نے خلافت نبویہ کو ایک ریاست دنیائے فانی اور حکومت جہان بانی بلالحاظ استحقاق ایمانی و جامعیت مرضات ربانی سمجھ کر گیند کی طرح سے قرار دیا تھا اور دستیاری تدبیر و چوگان تزویر سے اس کی تدویر کرتے تھے تا اینکہ ہر کس و ناکس اُس کی تلقف و ترقف میں چشم براہ و گوش بر آواز اور اس کے اختطاف و استیلاب میں وارفتہ حرص و آز تھا۔ چنانچہ ابوسفیان پدر معاویہ نے عثمان و دیگر بنی امیہ کو بھی اس امر کی ترغیب و تحریص فرمائی تھی۔ قَالَ فِی النِّهَایَةِ وَمِنْهُ الْحَدِیْثُ :اَنَّ اَبَا سُفْیَانَ قَالَ لِبَنِیْ اُمَیَّةَ یَعْنِیْ عُثْمَانَ وَتَبَعَتَهُ :تَرَقَّفُوْهَا تَرَقُّفَ الْكُرَّةِ یَعْنِی الْخِلَافَةَ''، یعنی ابوسفیان نے عثمان و تابعان عثمان سے کہا کہ خلافت کو مثل گیند کے اُچک لو اور اس کلام سے ظاہر ہے کہ لوگوں نے اس کو گیند و ہڑکا بنایا تھا۔ پس ترغیب و تحریک اور تطمیع و تحریص میں ہر کس کے ہر نا کس کو واسطے تلقف و ترقف خلافت کے گنجائش تھے ہر چند کہ رہنمائے خاص و عام حضرت امام علیہ السلام نے ارشاد فرمایا

کہ ''یَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ، لَا تُخْرِجُوْا سُلْطَانَ مُحَمَّدٍ مِنْ بَیْتِہٖ اِلٰی بُیُوْتِکُمْ''،لیکن ارشاد وصی رسول بسمع اصفا مسموع ومقبول نہ فرمایا اور آسیائے خلافت کو بنی تیم وبنی عدی وبنی امیہ میں دائر اور مانند بلعہ صبیان گے گو وچوگان بنا کر سائر ناس میں سائر کر دیا لہٰذا حضرت امام علیہ السلام نے متنبہ فرمایا کہ ''اِنَّ مَحَلِّیْ مِنْھَا کَمَحَلِ الْقُطْبِ مِنَ الرِحَا۔''

توضیح ۹، تحقیق انیق وتصدیق دقیق وتلفیق رشقق ①

واضح ہو کہ اس خطبہ میں حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ خلافتِ رسولِ مختار کو ہماری ذات پر انحصار ہے جس طرح سے آسیا کو قطب آہنی پر قرار ومدار ہے۔ توضیح اس کی یہ ہے کہ وجوہ متکثرہ سے ثابت ومبرہن اور مثل آفات نصف النہار کے روشن ہے کہ وہ حضرت خلافت نبویہ کو اپنا حق ارشاد فرماتے تھے اور قول اُن کا حق ہے۔ چنانچہ کتاب فردوس دیلمی میں عائشہ سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا:

اَلْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ، لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ اور دوسری روایت: ''اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ عَلِیًّا وَاَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ مَا دَارَ'' اور کتاب جمع بین الصحاح الستہ میں ہے۔ ''رَحِمَ اللّٰہُ عَلِیًّا، اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُمَا دَارَ'' اور اخطب خوارزمی نے روایت کی ہے ''عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ حَیْثُمَا دَارَ'' اور پھر اس نے روایت کی ہے۔ ''لَحْمُکَ لَحْمِیْ، وَدَمُکَ دَمِیْ، وَالْحَقُّ عَلٰی لِسَانِکَ وَفِیْ قَلْبِکَ وَبَیْنَ عَیْنَیْکَ، وَالْاِیْمَانُ مُخَالِطٌ لَحْمَکَ وَدَمَکَ کَمَا خَالَطَ لَحْمِیْ وَدَمِیْ''

پس ہر گاہ حق کو ساتھ علی کے انحصار ہے تو ضرور خلافت نبوی کو علی پر مدار ہے۔ فلہٰذا حضرت نے خلافت کو آسیا سے اور اپنی ذات خاص باقدس کو قطب آسیا سے تشبیہ دے کر ارشاد فرمایا کہ ''اِنَّ مَحَلِّیْ مِنْھَا کَمَحَلِّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَا'' اور اگر اشتباہ ووسواس یا ابہام والتباس جا گزین خواطر عامہ الناس ہو کہ خلافت نبوی حق منصوص واستحقاق منصوص حضرت کا نہیں تھا تو تصریح بالغ وتوضیح سائغ اس کی خود زبان معجز بیان امام انس وجان سے سماعت فرمائیں کہ وہ حضرت ارشاد فرماتے ہیں: ''فَوَاللّٰہِ مَازِلْتُ مَدْفُوْعًا عَنْ حَقِّیْ، مُسْتَاْثَرًا عَلَیَّ، مُنْذُ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ حَتّٰی یَوْمَ النَّاسِ ھٰذَا'' یعنی قسم بخدائے موجودات کہ وقتِ وفاتِ سرکارِ کائنات سے اب تک اپنے حق سے مدفوع ومحروم اور ستم کشیدہ ومظلوم، اپنے حال پر محزون ومغموم رہا اور اس سے بھی زیادہ توضیح روشن وآشکار اُس کلام حیدر کرار صاحب ذوالفقار سے ہویدا ہے جو ابن قتیبہ ② عالم اہلسنت نے ایراد کیا ہے کہ

---

① توضیح ۹ خلافت کو حضرت پر مدار ہے۔

② رَوَی ابْنُ قُتَیْبَۃَ وَابْنُ اَبِی الْحَدِیْدِ: اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْتَعْدِیْکَ عَلٰی قُرَیْشٍ، فَاِنَّھُمْ قَدْ قَطَعُوْا رَحِمِیْ، وَ اَکْفَاُوْا اِنَآئِیْ، وَ اَجْمَعُوْا عَلٰی مُنَازَعَتِیْ حَقًّا کُنْتُ اَوْلٰی بِہٖ مِنْ غَیْرِیْ، وَ قَالُوْا: اَلَا اِنَّ فِی الْحَقِّ اَنْ تَاْخُذَہٗ، وَ فِی الْحَقِّ اَنْ تُمْنَعَہٗ، فَاصْبِرْ مَغْمُوْمًا، اَوْ مُتْ مُتَاَسِّفًا۔

وَرُوِیَ اَنَّہٗ قَالَ: وَاعَجَبَاہُ! اَتَکُوْنُ الْخِلَافَۃُ بِالصَّحَابَۃِ وَلَا تَکُوْنُ بِالْقَرَابَۃِ وَالصَّحَابَۃِ۔

اَنَا اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْكُمْ لَا اُبَايِعُكُمْ وَاَنْتُمْ اَوْلٰى بِالْبَيْعَةِ لِيْ، (اِلٰى اَنْ قَالَ:) وَتَاْخُذُوْنَهٗ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ غَصْبًا''

یعنی ہم واسطے خلافت کے ذی حق و مستحق ہیں، تم واسطے بیعت کرنے کے اور ہم بیعت لینے کے لائق ہیں۔ لیکن تم سب نے اس حق کا بغصب و جور ہم سے انتزاع و اندفاع اور بجبر و ظلم اس کا انقلاع و انخلاع کیا ہے۔

اور اگر اب بھی اوہام وظنون پیرامون خواطر ارباب فتون وشیون ہوں تو دوسرا کلام حضرت امام سماعت فرمائیے:

''قَالَ لِيْ قَائِلٌ اِنَّكَ يَا ابْنَ اَبِيْ طَالِبٍ عَلٰى هٰذَا الْاَمْرِ لَحَرِيْصٌ'' یعنی کہنے والے نے مجھے جو بروایتی عمر بن خطاب و بروایتی عبدالرحمن بن عوف تھا کہ اے علی ابن ابی طالبؑ تم امر خلافت پر نہایت حریص وطامع ہو۔

فَقُلْتُ :بَلْ اَنْتُمْ وَاللّٰهِ اَحْرَصُ وَاَبْعَدُ، وَاَنَا اَخَصُّ وَاَقْرَبُ، وَاِنَّمَا طَلَبْتُ حَقًّا لِيْ، وَاَنْتُمْ تَحُوْلُوْنَ بَيْنِيْ وَبَيْنَ حَقِّيْ، وَتَضْرِبُوْنَ وَجْهِيْ دُوْنَهٗ۔

یعنی حضرت نے فرمایا کہ تم مجھ سے زیادہ تر حریص وراغب حق غیر کے طامع وطالب ہو، ہم اس حق سے قریب ومخصوص تر ہیں اور تم اس سے بعید تر ہو۔ بدین سبب ہم اپنے حق کے طالب اور اپنے استحقاق کے راغب ہیں اور طلب حق ہم پر واجب ہے، لیکن تم ناحق امر حق میں حائل وحاجب اور ہمارے حق کے غاصب ہو کر دست ردوانکار اور طمانچہ اکراہ واجبار ہمارے منہ پر مارا پس تم حریص ہو یا ہم ہیں؟

اب اگر صاحبانِ دقیقہ رس کو سماعتِ توضیح مزید کی ہوا و ہوس ہو تو وہ روایت ملاحظہ ہو جو مفسر جلیل صاحب مبارک التنزیل عالم اہلسنت نے ذیلِ آیہ نجویٰ میں حضرت امیر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

قُلْتُ :وَمَا الْحَقُّ ؟ قَالَ لِيْ :اَلْاِسْلَامُ وَالْقُرْاٰنُ وَالْوِلَايَةُ اِذَا انْتَهَتْ اِلَيْكَ''

یعنی میں نے پوچھا جناب رسالتمآب سے کہ حق کیا ہے؟ تو حضرت نے فرمایا: اسلام و قرآن اور خلافت جبکہ تم تک منتہی ہو۔

پس اس حدیث سے بکمال وضوح روشن ہو گیا کہ خلافت حقہ وہی ہے جو حضرت امیر کو پہنچی اور خلاف اس کے باطل ہے[1] اور یہ ہی سبب ہے کہ ہر گاہ وہ جناب مسند خلافت ظاہری پر رونق افروز ہوئے اور صحابہ و تابعین بیعت حقہ سے شرف

---

[1] وَفِيْ شَرْحِ ابْنِ اَبِي الْحَدِيْدِ اَنَّهٗ قَالَ :اِنَّ الْاَئِمَّةَ مِنْ قُرَيْشٍ غُرِسُوْا فِيْ هٰذَا الْبَطْنِ مِنْ هَاشِمٍ۔

رَوَى ابْنُ قُتَيْبَةَ فِيْ كِتَابِ الْاِمَامَةِ وَالسِّيَاسَةِ، قَالَ عَلِيٌّ :يَا مَعَاشِرَ الْمُهَاجِرِيْنَ، اللّٰهَ اللّٰهَ لَا تُخْرِجُوْا سُلْطَانَ مُحَمَّدٍ فِي الْعَرَبِ عَنْ دَارِهٖ وَقَعْرِ بَيْتِهٖ، اِلٰى دُوْرِكُمْ وَقُعُوْرِ بُيُوْتِكُمْ، وَلَا وَتَدْفَعُوْا اَهْلَهٗ عَنْ مَقَامِهٖ فِي النَّاسِ وَحَقِّهٖ، فَوَاللّٰهِ يَا مَعَاشِرَ الْمُهَاجِرِيْنَ اِنَّ اَهْلَ الْبَيْتِ اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔

اندوز ہوئے تو حضرت نے خطبہ طولانی میں ارشاد فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی اِحْسَانِہٖ، قَدْ رَجَعَ الْحَقُّ اِلٰی مَکَانِہٖ۔یعنی حمد وشکر فراوان شایان حضرت ایزد منان ہے کہ جس کے فضل واحسان سے حق نے اپنے مرکز پر قرار اور خلافت حقہ نے رجوع کر کے اپنے محل پر استقرار کیا۔

پس اب تو ثابت ہو گیا کہ خلافت رسول حق تھی اور وہ حق جناب ولایت مآب کے مخصوص اور نصوص قطعیہ سے منصوص تھا اور اسی وجہ سے حضرت نے فرمایا کہ ''اِنَّ مَحَلِّیْ مِنْھَا کَمَحَلِّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَا۔''

توضیح ۱۰، فیہ تلمیح وتملیح

ہر گاہ فحاوی'' اِنَّ مَحَلِّیْ مِنْھَا کَمَحَلِّ الْقُطْبِ مِنَ الرَّحَا'' اور مطاوی حدیث ''عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ'' آویزہ گوش ارباب عقل وہوش اور گوشوارہ اصحاب حق نیوش نصفت کوش ہو چکی تو اب ایک اور دلیل لطیف وبرہان منیف سامعہ نواز ارباب حق طراز باعث ابتہاج واہتزاز صاحبان امتیاز کی جاتی ہے جو علامہ جلال الدین سیوطی نے تاریخ خلفا میں اور علی متقی نے کنز العمال میں اور محب طبری نے ریاض النضرہ میں مسطور وفضائل سمعانی میں وتاریخ خطیب وغیرہ میں مذکور ہے:

قَالَ :جَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِیٍّ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَھُوَ عَلٰی مِنْبَرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ، فَقَالَ :اُنْزِلْ عَنْ مَجْلِسِ اَبِیْ، فَقَالَ :صَدَقْتَ، اِنَّہٗ مَجْلِسُ اَبِیْکَ، وَاَجْلَسَہٗ فِیْ حِجْرِہٖ وَبَکٰی، فَقَالَ عَلِیٌّ :وَاللّٰہِ مَا ھٰذَا عَنْ اَمْرِیْ۔

یعنی حضرت امام حسن مجتبیٰؑ تشریف لائے اور ابوبکر کو منبر نبوی پر دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ اُتر جا میرے باپ کی جگہ سے، ابوبکر نے فرمایا کہ سچ کہا تم نے یہ جگہ تمہارے باپ کی ہے اور گود میں بٹھا کر بہت گریان ہوئے۔اور ریاض النضرۃ میں ہے'' فَقَالَ لَہٗ اَبُوْ بَکْرٍ :مِنْبَرُ اَبِیْکَ لَا مِنْبَرُ اَبِیْ۔

یعنی ابوبکر نے کہا کہ یہ منبر تمھارے والد کا ہے نہ میرے باپ کا۔اور ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ اسی طرح حضرت امام حسینؑ نے خلیفۃ ثانی سے فرمایا کہ

اُنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِ اَبِیْ وَاذْھَبْ اِلٰی مِنْبَرِ اَبِیْکَ

یعنی اتر میرے باپ کے منبر سے اور جا اپنے باپ کے منبر پر۔

تو خلیفۃ ثانی نے باصدق لسانی فرمایا ''لَمْ یَکُنْ لِاَبِیْ مِنْبَرٌ'' یعنی میرے باپ کے واسطے کہاں منبر تھا۔

اور ابن حجر نے صواعق محرقہ میں روایت کی ہے کہ

''فَقَالَ لَہٗ :مِنْبَرُ اَبِیْکَ وَاللّٰہِ لَا مِنْبَرُ اَبِیْ، وَھَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلٰی رُؤُوْسِنَا اِلَّا اَبُوْکَ''

یعنی عمر بن خطاب نے کہا کہ قسم خدا کی تمہارے باپ کا منبر ہے نہ میرے باپ کا اور جو بال ہمارے سر پر جمے ہیں وہ تمہارے باپ کی بدولت ہیں۔

ابن حجر نے لکھا ہے کہ مراد اس سے جاہ ورفعت اور علو مرتبت ہے۔

پس روایات مذکورہ سے بکمال ظہور وعلن روشن ومبرہن ہو گیا کہ حضرت امامین ہمامین سبطین رسول الثقلین کو بھی بالقاو الہام الٰہی واحادیث وتعلیمات رسالت پناہی بخوبی معرفت وآگاہی حاصل تھی کہ مسند نبوی منبر مصطفوی مخصوص جناب مرتضوی ہے اور حق کو ساتھ علیؑ کے انحصار اور خلافت کو مثل آسیا کی قطب ولایت پر مدار ہے اسی واسطے جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ واللہ میں نے نہیں سکھایا یعنی جو امر حق تھا وہ خود بیان کیا اب اگر کوئی التباس وابہام خواطر ارباب وساوس واوہام میں مانند اضغاث احلام خطور کرے کہ بسبب صغرسن کے گفتار وکردار فرزندانِ رسول مختار لائق اعتنا واعتبار نہیں ہے تو جواب باصواب اس کا بچند وجوہ لائق سماعت ارباب الباب ہے۔

اولاً: صغرسن مانع فیوض علوم ربانی حاجب اسرار معارف یزدانی نہیں ہے، چنانچہ حضرت یحییٰؑ صغرسن میں شرف نبوت سے سرفراز ہوئے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿ وَاٰتَیْنَاہُ الْحُکْمَ صَبِیًّا﴾ اور حضرت عیسیٰ صغرسن میں شرف رسالت سے ممتاز ہوئے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ اٰتَانِیَ الْکِتَابَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا﴾ اور تصدیق اس کی ان روایات معتبرہ سے ہوتی ہے جن میں تصریح وافی وتشریح کافی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ حضرات آئمہؑ نے صغرسن میں مسائل مشکلہ سوالات غامضہ کا جواب باصواب دیا ہے اور کرامات ومعجزات کو حالات صباوطفولیت میں ظاہر کیا ہے، چنانچہ امام محمد تقی علیہ السلام دو سال کے تھے اور قیافہ شناسوں کو جوابات دے کر بند کر دیا اور زمانہ طفولیت میں مامون رشید کو سر راہ بتا دیا کہ شہنا زشکار ماہی کرتے ہیں اور بادشاہ لوگ مٹھی میں چھپا کر خاندان نبوت کا امتحان کرتے ہیں۔ اور قاضی یحییٰ ابن اکثم کو سوالات غامضہ کا جواب دے کر بند کر دیا۔ علیٰ ھذا القیاس حضرات آئمہ علیہم السلام نے بہت سے معجزات وکرامات کو صغرسن میں ظاہر کیا ہے۔

ثانیاً: آیہ تطہیر سے صاف ہویدا اور آشکار ہے کہ حسنین علیہ السلام وقت نزول آیہ کریمہ صغیر السن تھے اور ہر گاہ خمسہ آل عبا میں داخل اور مصداقِ آیہ تطہیر میں شامل تھے تو اُسی سن میں مثلِ رسولِ مختار وحیدر کرار وام الائمۃ الاطہار، جمیع آثام و معاصی، ازلام ومناہی، قبائح ومساوی سے مبرا، وشائبہ خطا ووساس، قیاس والتباس اور انغماس انجاس وارجاس سے معرّا تھے کیونکہ قیدِ بلوغ وعدم نبوغ اس آیہ میں نہیں ہے، نہ کوئی شرط وقت من الاوقات باحالت من الحالات مذکور ہے۔ پس تخصیص بلامخصص بے جا اور شرط وتقیید ناز یبا خلاف نصوص قطعیہ ناروا ہے۔ علاوہ اس کے اگر وہ زمانہ عدم بلوغ عام مثل سائرانام تصور کیا جاوے جس میں تکلیفات ساقط ہیں تو صرف اس قدر متصور ہوسکتا ہے کہ تکلیف واجبات نہ تھی لیکن قبائح و اثام، انجاس وازلام باطنی سے پاک وپاکیزہ تھے ورنہ آیہ تطہیر کا سبطینؑ کے لیے نازل ہونا اور حالت صباوطفولیت میں حسنینؑ کا ردائے تطہیر میں داخل ہونا محض بیکار ولے حاصل ہو جاتا ہے۔ پس نتیجہ یہ ہے کہ حسنین علیہم السلام نے جو ارشاد فرمایا کہ

''اَنْزِلْ عَنْ مِنْبَرِ اَبِیْ'' نہایت ارشاد صادق حق اور حق کے موافق اور واقع کے مطابق تھا جس کا علم قطعی ان کو بالہام ملک العلام اور کلام حضرت خیر الانامؐ اور اقوال حضرت امام اور ارشاد جناب معصومہ علیہا وعلیہم السلام حاصل تھا۔

ثالثاً: اگر شہادت فرزندان جناب رسالت، دلبند ان اہلبیتؑ نبوت، باوصف عصمت وطہارت مقبول السماعۃ نہ فرمائی جاوے تو شہادت شاہدین عادلین یعنی خلیفۃ اول وخلیفۃ ثانی کی شہادت تو لائق قبول ارباب سماعت ہے کیونکہ دونوں صاحبوں نے بکمال تصدیق ونہایت توثیق اقرار کیا ہے کہ صداقت، ''اِنَّہٗ مَجْلِسُ اَبِیْکَ'' اور خلیفۃ ثانی نے بحلف شرعی اظہار کیا کہ ''مِنْبَرُ اَبِیْکَ وَاللّٰہِ لَا مِنْبَرُ اَبِیْ'' پس اگر امر واقعی نہ تھا اور قول حسنین علیہ السلام معاذ اللہ بسبب نافہمی کے لغو وزور تھا تو جناب صدیق کا ایسے قول کی تصدیق اور جناب فاروق کا بحلف شرعی توثیق کرنا بے جا تھا۔ پس بوجوہ مذکورہ ثابت ہو گیا کہ حضرت امام علیہ السلام اور سبطینِ حضرت خیر الانام کو علم قطعی تھا کہ خلافت جناب حیدر کرار پر مدار ہے جس طرح سے آسیا کو قطب آسیا پر قرار ہے اور یہ شرف عظمیٰ جانب اغیار کو ناسزوار ہے۔

توضیح ۱۱، فیہ ایضاح وافضاح

جناب رسالت مآب نے مرض الموت میں حکم قضا شیم واسطے روانگی لشکر ظفر پیکر کی بغرض جہاد کفار اور سزائے اشرار کے صادر فرمایا اور اسامہ بن زید کو امیر وسردار مقرر فرما کر علم نصرت پرچم عطا فرمایا۔ مہاجرین وانصار وصحابہ کبار کو اسامہ موصوف کا مطیع وفرمان بردار، غاشیہ بردار وطاعت گذار فرمایا۔ حضرات اہلسنت کو زیادہ تر کلام یہ ہے کہ خلفائے ثلاثہ بالتصریح مامور بجہاد اہل عناد نہ تھے حالانکہ تصریح اس کی شیخ عبدالحق دہلوی نے مدارج النبوت میں بدین عبارت کی ہے ''حکم عالی پناہ صادر شد کہ اعیان مہاجر و انصار مثل ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان ذو النورین وسعد بن ابی وقاص و ابو عبیدہ بن جراح و غیرہم الاعلی مرتضیٰ کہ ہمراہ نکردد ان لشکر ہمراہ، اسامہ باشند''۔

اور ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری میں لکھا ہے ''وَکَانَ مَمَنِ انْتَدَبَ مَعَ اُسَامَۃَ کِبَارُ الْمُھَاجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ مِنْھُمْ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ وَاَبُوْ عُبَیْدَۃَ وَسَعْدٌ وَسَعِیْدٌ'' اور اسی کتاب میں کتاب سیرت ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔ ''فَلَمْ یَبْقَ اَحَدٌ مِنَ الْمُھَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ اِلَّا انْتَدَبَ فِیْ تِلْکَ الْغَزْوَۃِ، مِنْھُمْ اَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَر'' اور قسطلانی نے شرح بخاری اور ذہبی نے تذہیب التہذیب میں تصریح کی ہے کہ ابوبکر وعمر شامل لشکر تھے اور واقدی وابن جوزی وغیرہم علماء محدثین اہلسنت نے اُن کا مامور بجہاد ہونا تحریر کیا ہے۔ پس اب کوئی محل اشتباہ وابہام اور مقام وساوس اوہام باقی نہیں رہا کہ خلفائے ثلاثہ اطاعت اسامہ بن زید پر مامور نہ تھے۔

اور دوسرا عذر حضرات اہلسنت یہ ہے کہ حکم محکم جناب سرور عالم میں فقرہ ''لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْہُ'' کتب معتبرہ

اہل سنت میں نہیں ہے، تو کتاب ملل ونحل شہرستان میں تحریر ہے ''اَلْخِلَافُ الثَّانِیْ فِیْ مَرَضِہٖ اَنَّہٗ قَالَ :جَهِّزُوْا جَیْشَ اُسَامَةَ، لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْہُ اور شرح مواقف میں لکھا ہے کہ فَقَالَ قَوْمٌ ''وَجَبَ الْاِتِّبَاعُ لِقَوْلِہٖ :جَهِّزُوا جَیْشَ اُسَامَةَ، لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْہُ'' اور ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی فقرہ '' لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْہ''، تسلیم کیا ہے۔ پس یہ بھی ثابت ہو گیا کہ '' مُتَخَلِّفِیْنَ عَنِ الْجَیْشِ'' ملعون تھے اور یہ امر کتبِ فریقین میں مذکور اور زبان خاص و عام پر مشہور ہے کہ اصحاب ثلاثہ نے لشکر ظفر پیکر سے تقاعد وتماہل اور تخلّف وتعلّل وتامّل کیا تا اینکہ جنابِ رسالت مآب نے دارِ فانی سے جانبِ عالمِ قدس جاودانی کے رحلت فرمائی اور خلیفۂ اول نے تقمص بقمیص خلافت وتلبّس بلباس حکومت و ایالت اختیار فرمایا جس کا استحقاق بوجوہ ذیل ثابت نہیں۔

اولاً: یہ کہ جن اصحاب کو صحابتِ اسامہ اور معیّتِ لشکر پر مامور فرمایا تھا اور انھوں نے اشرف نبوی سے استنکاف اور حکمِ مصطفوی سے انحراف کیا، وہ ماخوذ روز جزا اور مستحق سزا ہیں۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿ اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ ﴾ اور صاحب مواقف نے اعتراف کیا ہے کہ حکم نبوی سے انکار کرنا خصوصاً امور دینیہ میں کفر ہے۔ پس ''مُتَخَلِّفِیْنَ عَنِ الْجَیْشِ'' قابلِ خلافتِ رسول مختار نہیں ہو سکتے۔

ثانیاً: حضرت نے ارشاد فرمایا: لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ تَخَلَّفَ عَنْ جَیْشِ اُسَامَةَ یعنی جو اس حکم سے عدول اور اطاعت سے نگول کرے وہ ملعون درگاہ باری، مردودِ درگاہ قہاری ہے۔ پس درصورت صدق حدیث استحقاق خلافت صادق نہیں آتا۔

ثالثاً: ردِ کلام حضرت خیر الانام، موجبِ اہلال وایلام وایذائے خاطر قدسی ماثر سرور انام ہے اور حق تعالیٰ فرماتا ہے۔

﴿ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَهُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ ﴾

پس جناب رسالتمآب کی مخالفت قادح خلافت ہے نہ قابل خلافت۔

رابعاً: حضرت نے اسامہ کو امیر وحاکم اور صحابہ کو مامور ومحکوم اسامہ فرمایا تھا، پس بدون تعمیل وتکمیل کے کوئی امر شرعی کرنا جائز نہیں خصوصاً خلافت نبوی کہ امارت عام وحکومت تام ہے۔ چنانچہ جب ابوبکر نے اسامہ کو واسطے بیعت کے طلب کیا تو اسامہ نے رد کیا اور کہا کہ زیر رأیت فوج حاضر ہو کر شریکِ جہاد ہو۔

خامساً: جناب رسالت مآب نے تمامی اصحاب پر حاکم اور امیر مقرر فرمایا اور تادم وفات معزول ومعذور نہ فرمایا تو حاکمیت اسامہ ومحکومیت صحابہ بدستور باقی رہی۔ پس بالعکس اس کے حکومت عامہ خلافت کی ابوبکر کو اور محکومیت عامہ اسامہ کو خلاف حکم جناب رسالتماب کیونکر پلٹ گئی؟

ملا علاء الدین گلستانہ نے بعض کتبِ معتبرہ سے نقل کیا ہے۔

اِخْتَصَمَ اُسَامَةُ وَابْنُ عُثْمَانَ فِیْ حَائِطٍ، فَافْتَخَرَ ابْنُ عُثْمَانَ، فَقَالَ اُسَامَةُ :اَنَا اَمِیْرٌ عَلٰی اَبِیْكَ وَصَاحِبَیْہِ، اَفَاِیَّایَ تُفَاخِرُ ؟وَلَمَّا بَعَثَ اَبُوْ بَكْرٍ اِلٰی اُسَامَةَ یُخْبِرُہٗ بِخِلَافَتِہٖ، قَالَ

:اَنَا وَمَنْ مَعِیْ مَا وَلَّیْنَاکَ اَمْرَنَا، وَلَمْ یَعْزِلْنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَنْکُمَا، وَاَنْتَ وَصَاحِبُکَ بِغَیْرِ اِذْنِیْ رَجَعْتُمَا، وَمَا خَفِیَ عَلَی النَّبِیِّ مَوْضِعٌ وَقَدْ وَلَّانِیْ عَلَیْکُمَا وَلَمْ یُوَلِّکُمَا، فَھَمَّ الْاَوَّلُ اَنْ یَخْلَعَ نَفْسَہٗ فَنَھَاہُ الثَّانِیْ، فَرَجَعَ اُسَامَۃُ وَوَاقَفَ بِبَابِ الْمَسْجِدِ وَصَاحَ :یَا مَعْشَرَ الْمُسْلِمِیْنَ، عَجَبًا لِرَجُلٍ اسْتَعْمَلَنِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ فَعَزَلَنِیْ وَتَاَمَّرَ عَلَیَّ! انتہی۔

خلاصہ یہ کہ ایک دن اسامہ اور پسر عثمان سے بابت ایک دیوار کے منازعت وتکرار ہوئی، پسر عثمان نے فرزندی عثمان کا افتخار اور مباہات وتعلّی کا اظہار کیا، اسامہ بن زید نے کہا کہ ہم تیرے باپ اور اُس کے مصاحب یعنی ابوبکر وعمر کے امیر وحاکم ہیں، پس ہم پر تیرا تفخر وتفاخر بے کار بلکہ موجب ننگ و عار ہے۔ اور یہ بھی منقول ہے کہ جب ابوبکر نے اسامہ بن زید سے اپنی خلافت نشینی کی خبر کہلا بھیجی تو اسامہ نے کہا کہ ہم نے اور ہمارے ساتھیوں نے تم کو تولیت یا اپنی حکومت وامارت تفویض نہیں کی ہے اور نہ ہم کو رسولِ خدا نے اس منصب سے معزول فرمایا ہے۔ پس تم اور تمھارا مصاحب یعنی عمر بن خطاب بلا اجازت ہمارے کیوں چلے گئے؟ حالانکہ رسول خدا پر ہمارا اور تمہارا مقام ومرتبہ پوشیدہ نہ تھا اور حضرت نے خوب سمجھ کر ہم کو تمھارا حاکم ومتولی وامیر بنایا اور تم کو ہم پر حاکم نہیں کیا۔ یہ سن کر خلیفۃ اول نے چاہا کہ خلافت سے انخلاع اور اس سلسلہ سے انقطاع اختیار کریں مگر ثانی نے جن کی ظل قربت سے شیطان بھی فرار کرتا تھا، اس ارادہ سے ممانعت فرمائی۔ پس لاچار ہو کر اسامہ واپس آئے اور درِ مسجد پر آ کر بآواز بلند ندا کی کہ اے معاشر مسلمین تعجب ہے اس شخص سے کہ جناب رسول خدا نے ہم کو امارت لشکر عنایت کی اور اس شخص نے ہم کو معزول کیا اور آپ خود حاکم وامیر بن گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

توضیح ۱۲

''کَشْفُ الْقِنَاعِ عَنْ وَجْہِ الْاِجْمَاعِ'' ہرگاہ سامعہ نوازارباب حق طراز ہوا کہ باوصف حکم روانگی لشکر اسامہ کے صحابہ نے تعمیل ارشاد فیض بنیاد سے انحراف اور معیت اسامہ بن زید سے استنکاف کیا۔ اور کلام امام علیہ السلام سے واضح ہوا کہ ابن ابی قحافہ نے جامہ مقدسہ خلافت سے تقمص اور بلا استحقاق کافی خلعت نیابت مصطفویؐ سے تلبّس کرلیا حالانکہ وہ جانتا تھا کہ یہ قبائے تقدس پیرا قامت، رعنائے سرور آل عبا کے واسطے زیبا اوجسم اطہر صاحب ردائے تطہیر کے واسطے سزا ہے۔ تو اب یہ بھی خدمت ارباب دانش میں بالاجمال گذارش ہے کہ تقمص وتلبّس کیونکر ہوا جس کا نام نامی اجماع اور بیعت صحابہ بالاتفاق والاجتماع مشہور کیا گیا ہے۔ چنانچہ خلاصہ مضمون سیر وتواریخ معتبرہ اہلسنت یہ ہے کہ صحابہ کبار نے بدون تجہیز وتکفین حضرت

رسول مختیار کے جانب سقیفہ بنی ساعدہ نہضت اور تحصیل خلافت نبویہ میں مسابقت ومبادرت فرمائی اور خاندان ہاشمیہ دودمان علویہ وفاطمیہ اور بعضی صحابہ کبار باوقاماننداسلمان وابوذر ومقداد وعمار کے کسی کونوبت مشارکت نہ آئی[1]۔مہاجرین وانصار میں تنازع وتکرار سے غوغا ہوااور دارو گیر شورش ''مِنَّا اَمِیْرٌ وَ مِنْھُمْ اَمِیْرٌ'' پیدا ہوا۔

جناب عمر بن خطاب نے بمفاد ''زُوِّرَتْ فِیْ نَفْسِیْ مَقَالَۃً'' دل میں بات بنانے کی تدبیر اور حصول بیعت کی تزویر سوچی اور فرمایا ایک نیام میں دوتلوار اور ایک ملک میں دوشہر یار نہیں رہ سکتے ہیں۔جناب ابوبکر نے فرمایا حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ والہ نے فرمایا ہے۔''اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ'' یہ سن کر انصار نے سکوت کیا اور جناب عمر بن خطاب نے اپنا ہاتھ ابوبکر کے ہاتھ پر مارا بعد اس کے ابوعبیدہ جراح وبشر وقبیلہ اوس نے بیعت کی اور دیگر صحابہ نے ان کی موافقت ومرافقت کی۔[2] سعد بن عبادہ منجملہ اصحاب کبار کے نہایت بیمار اور ضعف وناتوانی سے ازبس نحیف وزار تھے۔وہ ہجوم واژدہام عام سے کچل گئے۔سعد بن عبادہ انصاری نے کہا کہ تو نے مجھ کو قتل کیا اے عمر۔بجواب اس کے عمر ابن خطاب نے کہا ''قَتَلَکَ اللّٰہُ''۔سعد نے کہا کہ اگر اس وقت مجھ کو طاقت ہوتی تو شمشیر آبدار کے جوہر دکھادیتا اور لاف وگذاف ارباب خلاف کو آشکار کردیتا۔[3] چنانچہ قیس بن سعد ان کو اٹھا کر مجمع سے لے گئے۔ابن ابی الحدید عالم اہلسنت نے لکھا ہے کہ بیعت ابوبکر کو مستحکم کیا عمر بن خطاب نے کہ شمشیر زبیر کو شکستہ کیا اور بینی حباب بن منذر کو خستہ کیا اور مقداد کے سینہ پر گھونسا مارا اور سعد بن عبادہ کو کچل ڈالا اور بنی ہاشم کو احراق بیت الشرف جناب سید ہسے دھمکایا۔انتہیٰ۔

پس ایسے اجماع امت پر مباہات حجیت وافتخار جمعیت یا اطلاق رضا ورغبت کمال تعجب ہے۔

اینکہ بیعت نشد قیامت شد۔

چنانچہ ابن عبدربہ نے کتاب ''عقد'' میں اور احمد بن عبدالعزیز جوہری نے کتاب ''سقیفہ'' میں ودیگر کتب معتبرہ مثل محاسن وانفاس وغیرہ میں لکھا ہے کہ عمر بن خطاب بجمعیت کثیر آتش سوزان وہیزم فروزان لے کر بیت الشرف جناب سیدہ معصومہ صلوۃ اللہ علیہا پر آیا، بصدائے بلند ''اَنْتُمَا'' خطاب کیا کہ جو جو اس گھر میں ہو نکل کر بیعت کرے ورنہ اس گھر کو جلادوں گا۔جنابِ معصومہ نے فرمایا تو میرے گھر کو جلادیوے گا؟ عمر نے کہا کہ ہاں واللہ جلادوں گا۔اس وقت اس بیت الشرف میں

---

[1] ملا روم: چون صحابہ حب دنیا داشتند مصطفی را بیکفن بگذاشتند

[2] طبری وکامل ص ۱۱۷ وص ۱۳۵، فَقَالَتْ بَعْضُ الْاَنْصَارِ، لَا نُبَایِعُ اِلَّا عَلِیًّا، مِنْهُ فِی التَّارِیْخِ الطَّبْرِیِّ، فَقَالَ عُمَرُ: اِبْسُطْ یَدَکَ لِاُبَایِعُکَ، فَقَالَ اَبُوْ بَکْرٍ: بَلْ اَنْتَ یَا عُمَرُ، فَاَنْتَ اَقْوٰی بِهَا مِنِّیْ، وَکَانَ عُمَرُ اَشَدَّ الرَّجُلَیْنِ، قَالَ: وَکَانَ کُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا یَفْتَحُ یَدَهٗ لِیَضْرِبَ عَلَیْهَا، فَفَتَحَ عُمَرُ یَدَ اَبِیْ بَکْرٍ، وَ قَالَ: اِنَّ لَکَ قُوَّتِیْ وَ قُوَّتِکَ۔

[3] فِیْ تَارِیْخِ الطَّبْرِیْ فَقَالَ عُمَرَ قَتَلَهُ اللّٰهُ، اِنَّهٗ مُنَافِقٌ، حالانکہ سعد بن عبادہ رئیس ونقیب انصار تھے اور ان کی شان میں جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا تھا: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَرَحْمَتَکَ عَلٰی اٰلِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ کَمَا رَوَاهُ ابْنُ حَجَرٍ فِی الْاِصَابَۃِ لِمَعْرِفَۃِ الصَّحَابَۃِ

حضرت عباس نامدار و حضرت حیدر کرار و حضرت حسنین علیہم السلام و زبیر بن عوام و سلمان و مقداد تشریف رکھتے تھے۔

واقدی نے روایت کی ہے کہ ہمراہ عمر بن خطاب کے اسید بن حضرمی اور بروایت جوہری عبداللہ بن عوف و سلمہ بن سلامہ اور بقول ابن خزابہ کے زین اسلم بھی واسطے آتش افروزی کے خانہ عصمت و طہارت پر گیا تھا۔ اور شہرستانی نے ملل ونحل میں نظام معتزلی سے نقل کیا ہے کہ عمر بن خطاب نے ارادہ آتش زنی کیا اور جناب سیدہ صلوات اللہ علیہا کو ایسا صدمہ پہنچا کہ حمل فرزند ساقط ہو گیا جس کا نام محسن تھا۔

حِكَايَةٌ فِيْهَا لَطَافَةٌ وَغَرَابَةٌ

فاضل سدید ابن ابی الحدید نے تحریر کیا ہے کہ میں نے ایک دن اپنے استاد ابوجعفر نقیب کے سامنے یہ روایت پڑھی کہ زینب بنت رسول اللہ مکہ معظّمہ سے جانب مدینہ منورہ تشریف لے چلیں، اثنائے راہ میں ہبار بن اسود نے ان کو نیزہ دکھا کر دھمکایا اور بتخویف و ترہیب ان کو قتل سے ڈرایا، چنانچہ ان معظّمہ کو ایسا خوف لاحق ہوا کہ حمل ساقط ہو گیا۔ جب یہ خبر ملالت اثر سمع شریف جناب ختمی مآب میں پہنچی تو حضرت نے خون ابن اسود ہدر فرمایا ابوجعفر نے کہا کہ ہرگاہ جناب رسالتمآب نے خون ابن اسود ہدر فرمایا تو ظاہر ہے کہ اگر جناب رسول مختار زندہ و برقرار ہوتے تو خون اس شخص کا بھی ہدر فرماتے جس کے ڈرانے اور صدمہ پہنچانے سے حمل جناب سیدہ ساقط ہوا۔ ابن ابی الحدید نے پوچھا کہ اس واقعہ کو تم سے روایت کروں اس نے جواب دیا نہ مجھ کو اس روایت کا اقرار ہے نہ انکار — فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ۔

توضیح ۱۳

كَشْفُ اللِّثَامِ عَنْ حُجِّيَّةِ اِجْمَاعِ الْاَنَامِ۔ ہرگاہ حال اجماع سقیفہ و بیعت جناب خلیفہ گوش گذار ہو چکا تو اب دلائل لطیفہ نسبت حجیت اجماع و قطعیت اجتماع کے قابل اصغا و استماع اور لائق قرع سماع ارباب سماع ہیں۔ خلاصہ یہ کہ محققین اہلسنت نے تصریح فرمائی ہے کہ عمدہ ادلہ صحت خلافت انعقادِ اجماعِ امت ہے اور مراد اجماعِ امت سے یہ ہے کہ جملہ صاحبان حل وعقد اہل اسلام و تمامی مجتہدین امت خیر الانام ایک وقت میں ایک امر پر اجماع بالتمام کریں، پھر اختلاف کیا ہے کہ ایسا اجماع حین من الاحیان ممکن ہے یا نہیں۔ درصورت امکان پھر اختلاف کیا ہے کہ علم و ادراک باعتقادِ جمیع علمائے امصار و اقطار تمامی بلاد و امصار میں ممکن ہے یا نہیں؟

فلہٰذا احمد بن حنبل امام اہلسنت نے بتصریح مختصر عضدی اعتراف کیا ہے کہ جو شخص دعوی اجماع کرے وہ کاذب ہے، بعد اس کے پھر محققین میں اختلاف ہے کہ تحققِ اجماعِ مذکور خبر و روایت سے معلوم ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اور اگر ہو سکتا ہے تو خبر واحد سے یا متواتر سے اور جو کہ خبر واحد کا اعتبار نہیں اور خبر متواتر موقوف ہے، اس امر پر کہ ایک جم غفیر جمع کثیر

کو عقائد علمائے مشارق و مغارب کا علم حاصل ہو تو پھر اختلاف کیا ہے کہ اگر روایت مختلف الالفاظ متقارب المعنی سے علم اجماع حاصل بھی ہو تو بقا و استمرار اجماع کا تا مدت العمر مشروط ہے یا نہیں؟ امام احمد بن حنبل و ابن فورک؟ کے نزدیک مشروط ہے، پس اگر کوئی مجتہد اپنی رائے سے پھر جاوے تو اجماع صادق نہ ہوگا۔ بعد اس کے پھر اختلاف کیا ہے کہ آیا حقیت اجماع مذکور کے واسطے کوئی دلیل وسند حجیت درکار ہے یا نہیں اور اگر درکار ہے تو واسطے تحقق اجماع کے قیاس مستند ہے یا نہیں؟ آمدی نے احکام میں لکھا ہے کہ اگر اکثر لوگ ایک طرف ہوں اور اقل دوسری طرف ہوں تو مذہب اکثر علما یہ ہے کہ اجماع منعقد نہ ہوگا۔

اور فخر الدین رازی نے تفسیر آیہ ﴿اَطِیْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ﴾ میں لکھا ہے کہ جو اجماع بعد اختلاف حاصل ہو جس طرح سے خلافت ابی بکر میں اختلاف شدید اور مشاجرات مزید حاصل ہوا تو بعض علما کے نزدیک لائق حجت و استدلال نہیں ہے، ہرگاہ شرائط اجماع معلوم اور طرق تحقق اجماع مفہوم ہو چکے۔ تو واضح ہو گیا کہ خلافت خلیفۃ اول میں شرائط اجماع بالکلیہ مفقود اور ابواب حجت وقطعیت بالمرہ مسدود تھے، خصوصاً جبکہ سعد بن عبادہ وقوم خزرج اور ایک فرقہ قریش نے بیعت سے انکار کیا، مَا صَرَّحَ بِهٖ فِی الْاِسْتِیْعَابِ۔ تا اینکہ سعد بن عبادہ نے مع قوم اپنی تا زمان خلیفۃ دوم بیعت سے انکار کیا کَمَا صَرَّحَ بِهٖ اِبْنُ حَجَرٍ فِی الْاَصَابَةِ۔ اور بلاذری نے لکھا ہے کہ سعد بن عبادہ صحابی کو عہد خلیفۃ دوم میں خالد بن ولید و محمد بن سلمہ انصاری نے تیر سے مارا اور مشہور ہوا کہ جن نے مارا۔ اور شہرستانی نے کتاب ملل ونحل میں لکھا ہے کہ تمام بنی ہاشم اور ابوسفیان نے بیعت نہیں کی اور بموجب روایت ابن قتیبہ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: ''اَنَا اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ مِنْكُمْ لَا اُبَایِعُكُمْ وَاَنْتُمْ اَوْلٰی بِالْبَیْعَةِ لِیْ (اِلٰی قَوْلِهٖ:) وَتَاْخُذُوْنَ مِنَّا اَهْلَ الْبَیْتِ غَصْبًا''۔ ''یعنی ہم بیعت نہ کریں گے بلکہ ہم واسطے خلافت کے احق اور بیعت لینے کے مستحق ہیں اور تم لوگ ہم اہلبیت سے خلافت غضب کرتے ہو''۔

اور بروایت صحیح بخاری و مسلم چھ مہینہ تک حضرت امام عالم و حضرت عباس و تمام بنی ہاشم نے بیعت سے انکار کیا اور جن لوگوں نے لکھا ہے کہ بعد چھ مہینہ کے حضرت نے بیعت کی تو فرمایا: ''بَارَكَ اللّٰهُ فِیْمَا سَاءَنِیْ وَسَرَّكُمْ'' یعنی مبارک ہو ایسی بیعت کہ ہم رنجور ہوئے تم مسرور ہوئے۔ بہر حال عدم وقوع بیعت اکثر صحابہ و اہلبیت سے یا وقوع بیعت بجبر و اکراہ موجب فقدان شرائط اجماع و عدم تحقق اجماع وسلب حجیت اجماع ہے، اور خود حضرت امام عالی مقام نے اس بیعت سقیفہ و حجیت سخیفہ کو بحجیت لطیفہ وفقرات نظیفہ منتقض فرمایا ہے۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے روایت کی ہے کہ

قَالَ عَلِیٌّ عَلَیْهِ السَّلَامُ: اَمَّا احْتِجَاجُكَ عَلَی الْاَنْصَارِ بِاَنَّكَ مِنْ بَیْضَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَقَوْمِهٖ، فَغَیْرُكَ اَقْرَبُ نَسَبًا مِنْكَ اِلَیْهِ، وَاَمَّا احْتِجَاجُكَ بِالْاِخْتِیَارِ وَالْجَمَاعَةِ بِكَ، فَقَدْ كَانَ فِیْ قَوْمِهٖ مِنَ الصَّحَابَةِ غَائِبِیْنَ لَمْ یَحْضُرُوا الْعَقْدَ، فَكَیْفَ ثَبَتَ۔

یعنی حضرت امام نے ابوبکر سے ارشاد فرمایا کہ تو نے انصار سے یہ حجیت پیش کی کہ ہم قریش اور قوم و قبیلہ جناب رسالتمآب سے ہیں تو ہم زیادہ تر احق ہیں۔ پس ہم تجھ سے یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ ہم تجھ سے زیادہ تر عزیز و قریب جناب رسالتمآب کے ہیں تو ہم تجھ سے زیادہ تر مستحق ہیں اور تو یہ حجت پیش کرتا ہے کہ جماع امت ہوا اور بالاتفاق ہم سے بیعت کی تو یہ حجت بھی نادرست ہے کیونکہ وقتِ بیعت اکثرِ صحابہ کبار اور اہلبیتِ رسول مختار غیر موجود تھے تو اجتماع و استدلال ساتھ اجماع امت کے مفقود ہے۔

توضیح ۱۴

تماشائے عجیب ماجرائے غریب یہ ہے کہ یا تو یہ غلغلہ اربابِ شقاق و نفاق ہمہمہ ادعائے اجماع و وفاق امت بالاتفاق اور غریو حجیت اجماع بصد غرہ و ہزار طمطراق تھا کہ زور و شور اس کا مشہور فی الافاق اور شور نشور اُس کا تا گنبد سبع طباق بلند تھا، یا یہ تذلل و افتقار و اظہار و عجز و انکسار اور اجہار اقتصار و اختصار کہ اگر اجماع امت نہ ہو تو ایک ہی شخص کی بیعت کافی ہے، اگر یہ بھی نہ ہو تو وصیت جانشینی کافی ہے، اگر یہ بھی نہ ہو تو تسلط کافی ہے، فاسق ہو تب بھی کچھ ضرر نہیں، فاجر ہو تب بھی کچھ خطر نہیں۔

قَالَ شَارِحُ الْمَقَاصِدِ :وَتَنْعَقِدُ الْاِمَامَةُ بِطُرُقٍ، اَحَدُهَا :بَيْعَةُ اَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ، (اِلٰى اَنْ قَالَ:) لَوْ تَعَلَّقَ الْحَلُّ وَالْعَقْدُ لِوَاحِدٍ مُطَاعٍ كَفَتْ بَيْعَتُهٗ، قَالَ شَارِحُ الْمَوَاقِفِ :كَعَقْدِ عُمَرَ لِاَبِيْ بَكْرٍ، وَعَقْدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لِعُثْمَانَ. الثَّانِيْ :اِسْتِخْلَافُ الْاِمَامِ وَعَهْدُهٗ، وَجَعْلُهُ الْاَمْرَ شُوْرٰى. الثَّالِثُ :اَلْقَهْرُ وَالْاِسْتِيْلَاءُ، (اِلٰى اَنْ قَالَ:) وَاِنْ كَانَ فَاسِقًا اَوْ جَاهِلًا، اِنْتَهٰى مَوْضِعُ الْحَاجَةِ.

پس خلاصہ اس اصول ثلثہ قواعد مثلثہ سے یہ ہے کہ خلافت موضوعہ مقررہ سے غرض اصلی مقصود اور چارہ مطلب دلی مسدود نہ ہونے پاوے اس واسطے کہ خلافت خلیفۃ اول میں شرائط اجماع جمیع اصحاب نایاب تھے لہٰذا خلافت اولیٰ تو بیعت عمر بن خطاب سے مستحکم اور خلافت ثالثہ صرف بیعت عبدالرحمٰن سے قائم کر دی گئی۔ خلیفۃ ثانی نے مقولہ ''اِنَّمَا كَانَتْ بَيْعَةُ اَبِيْ بَكْرٍ فَلْتَةً، وَقَى اللّٰهُ شَرَّهَا، فَمَنْ عَادَ اِلٰى مِثْلِهَا فَاقْتُلُوْهُ'' سے صحتِ خلافت کا جلوہ دکھا دیا و فقدان حجیت اجماع پر اس تنبیہ نبیہ سے ہر غافل وسفیہ کو ہوشیار کر دیا، بعد اس کے خلیفۃ اول نے واسطے خلیفۃ ثانی کے وصیت فرمائی، ناچار اہلسنت نے استخلاف کی شرط بھی مقرر فرمائی۔

ہر چند وصیت جناب رسالتمآبؐ میں غوغائے ''اِنَّ الرَّجُلَ لَیَھْجُرُ ''وغلغلہ ''حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ'' برپا ہوا لیکن وصیت خلیفۃ اول میں کچھ بھی چوں و چراں نہ ہوا، بعد اس کے خلیفۃ ثانی نے شوری و پنچائت پر محمول کیا، لیکن اس شرط نامربوط سے اس کو مربوط و مضبوط کیا کہ جو شخص عبد الرحمان کی مخالفت و انکار کرے وہ مقتول شمشیر ابدار کیا جاوے۔ فلہٰذا خلافت خلیفۃ ثالث اس حکمت عملی سے پائدار کی گئی اور بعد اُس کے خلاف معاویہ اور خلافت یزید بسبب تسلط و اقتدار اور تحکم و اجبار اور جماع بیعت صغار و کبار اور قتل نفوس بے شمار کے مستحکم و استوار کی گئی اور جو کہ یزید اور دیگر خلفائے جور سے ظلم و جور موفور وارتکاب فسق و فجور اور اکثر امور باعثِ کفر و نفور کا ظہور ہوا تو اہلسنت نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ ''وَلَا یَنْعَزِلُ الْاِمَامُ بِالْفِسْقِ وَالْفُجُوْرِ''۔ چنانچہ صحتِ خلافت میں نہ شرط اسلام ہے نہ فسق و فجور قادح مرام ہے۔ پس گویا بیضہ خلافت و سد سکندری ہے کہ یاجوج و ماجوج فسق و فجور سے بھی کوئی رخنہ و فتور نہیں اور وہ حصن حصین خیبری ہے کہ یغمائے جہالت موفور سے بھی کوئی خطرہ خطور یا فتور و قصور نہیں۔

توضیح ۱۵، فی تفضیح

واضح ہو کہ استدلال ارباب قیل و قال حدیث ''لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَی الضَّلَالِ'' سے کمال توزع و بلبال اور نمایت انتشار و تشتت بال اور انجرار بحث و جدال و تناقض اقوال پیدا ہوتا ہے کیونکہ اگر جماع کل امت مقصود ہے تو خلافت اولیٰ میں اجماع تمامی امت مفقود ہے۔ ''لِتَخَلُّفِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَۃَ وَبَنِیْ ھَاشِمٍ وَوُقُوْعِ بَیْعَۃِ بَعْضِھِمْ بِالْاِکْرَاہِ وَالْاِجْبَارِ کَمَا ھُوَ لَائِحٌ عِنْدَ اُولِی الْاَبْصَارِ'' اور اگر بیعت بعض دون البعض کافی ہے ''کَمَاصَرَّحَ بِہٖ شَارِحُ الْمَقَاصِدِ :لَوْ تَعَلَّقَ الْحَلُّ وَالْعَقْدُ بِوَاحِدٍ مُطَاعٍ کَفَتْ بَیْعَتُہٗ، وَقَالَ فِیْ شَرْحِ الْمَوَاقِفِ کَعَقْدِ عُمَرَ لِاَبِیْ بَکْرٍ وَعَقْدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لِعُثْمَانَ'' وحدیث ''لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ'' بے کار ہے اور واحد کے ساتھ شرط مطاع منضم کی جاوے تو حدیث ''اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمُ اھْتَدَیْتُمْ'' پر عمل کرنا سزاوار ہے کیونکہ اسی میں شرط مطاع و غیر مطاع نہیں ہے۔ اور اگر اقتدائے ہر صحابی واجب العمل سمجھا جاوے تو اختلاف رائے اصحاب در باب خلافت خلافت مآب اور منع زکوۃ اور جمع و احراق قران و قتل عثمان موجب تشتت خواطر اصحاب اور نہافت اقدام اولی الباب ہے۔ فلہٰذا ابن تیمیہ کا یہ قول ہے، ''ھٰذَا الْحَدِیْثُ ضَعِیْفٌ، ضَعَّفَہٗ اَئِمَّۃُ الْحَدِیْثِ. قَالَ الْبَزَّازُ: لَا یَصِحُّ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ، وَقَالَ مُلَّا عَلِیٌّ فِیْ شَرْحِ الْمِشْکَاۃِ :اِنَّ ابْنَ حَجَرٍ قَدْ ذَکَرَ اَنَّہٗ ضَعِیْفٌ وَاہٌ، بَلْ ذُکِرَ عَنِ ابْنِ حَزْمٍ اَنَّہٗ مَوْضُوْعٌ بَاطِلٌ'' علاوہ اس کے مخالف احادیث مذکورہ کی حدیث ''اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ'' ہے کیونکہ اگر صحیح سمجھی جاوے تو تَخَلُّفُ اَصْحَابٍ عَنِ الْبَیْعَۃِ اور غلغلہ ''مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ'' اور تخالف و تناقض جناب شیخین در باب حد و تعزیز خالد بن ولید وغیرہ موجب توسع بلبال و تو قر اختلال و تضیق مجال و انجرار ملال و کلال ہے۔ فلہٰذا علمائے نامدار اہل سنت نے چارنا چار اس حدیث کو

مخصوص مقلدین خلیفتین نامدار کیا۔

قَالَ الْمَوْلَوِیْ عَبْدُ الْحَیِّ فِیْ تُحْفَۃِ الْاَخْبَارِ قُلْنَا فِی الْجَوَابِ: ھُوَ خِطَابٌ لِلْمُقَلِّدِیْنَ لِاَنَّ الْمُجْتَھِدِیْنَ یُخَالِفُوْنَھُمْ، وَالْمُقَلِّدُوْنَ یُقَلِّدُوْنَ غَیْرَھُمْ، وَلَمْ یُنْکِرْہُ الشَّیْخَانِ وَلَا الْخُلَفَاءُ الْاَرْبَعَۃُ وَلَا اَحَدٌ مِنَ الصَّحَابَۃِ عَلٰی ذٰلِکَ''۔

علاوہ اس کے بقیہ حدیث مذکور خود مناقض فقرہ اول ہے۔ ''اِھْتَدُوْا بِھَدْیِ عَمَّارٍ، وَمَا حَدَّثَکُمُ ابْنُ مَسْعُوْدٍ فَصَدِّقُوْہُ، کَمَا رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ حُذَیْفَۃَ فِی الْجَامِعِ فِیْ کِتَابِ الْمَنَاقِبُ'' اور جو کہ تناقض احادیث شریف سامعہ نواز ارباب خواطر منیف وطباع لطیف ہو چکا تو چار نا چار احادیث اہتداو اقتدا کو ترک کر کے سیرت سابقین اور طرز وطریقہ متقدمین پر عمل کیا۔

قَالَ شَارِحُ الْمَقَاصِدِ قَدْ ظَھَرَ الْفِسْقُ وَانْتَشَرَ الْجَوْرُ مِنَ الْاَئِمَّۃِ وَالْاُمَرَاءِ بَعْدَ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ، وَالسَّلَفُ کَانُوْا یَنْقَادُوْنَ لَھُمْ، وَیُقِیْمُوْنَ الْجُمُعَ وَالْاَعْیَادَ بِاِذْنِھِمْ، وَلَا یَرَوْنَ الْخُرُوْجَ عَلَیْھِمْ۔

یعنی بیعت کے واسطے ظہور فسق وفجور باعث کراہت ونفور، موجب خطور وفتور نہیں ہے کیونکہ متقدمین نے باوصف فسق وفجور امرائے سالفین وائمہ سابقین کے براہِ دردِ دین اُن کی اطاعت وفرمان برداری قبول کر کے ریقہ متابعت سے نکول، حلقہ انقیاد سے عدول نار وا تصور کیا، چنانچہ ان کی طرف سے مناصب عظیمہ، مراتب جسیمہ سے ممتاز اور خلعت قضا وافتاد امامت جمعہ و جماعت سے سرفراز رہے۔ انتہی۔

پس خلاصہ مطالب اصحاب اور لب لباب مقصود ذوی الالباب یہی تھا کیونکہ ہر کس و ناکس کو مناصب جلیلہ کا اصحاب زہد وتقویٰ سے حاصل ہونا نایاب تھا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَلْبَابِ فَاِنَّہٗ غَایَتُہٗ مَا فِی الْبَابِ۔

توضیح ۱۶

بیان وتبیان: سابقا بیان متذکرہ عنوان سے بکمال توضیح ایرادہوا کہ لفظ عتیق وصدیق کا اطلاق ابی بکر پر کیوں کر ہوا تو اب یہ بھی ملحوظ نظر ارباب نظر وپیش نہاد ناظرین تواریخ وسیر رہے کہ اطلاق خلیفۃ رسول اللہ کا ابی بکر پر کسی طرح سے روا نہیں ہوسکتا کیونکہ اہلسنت نے صاف صاف اقرار واعتراف کیا ہے کہ جناب رسالتمآب نے بتصریح خلافت کسی کا استخلاف نہیں کیا اور خلیفۃ ثانی نے خود اقرار کیا ہے۔

اِنْ لَمْ اَسْتَخْلِفْ فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ لَمْ یَسْتَخْلِفْ، وَاِنْ اَسْتَخْلِفْ فَاِنَّ اَبَا

بَکْرٍ اِسْتَخْلَفَ۔

یعنی میں اپنے بعد کسی کو خلیفۃ نہ بناؤں تو بجا ہے کیونکہ رسول خدا نے کسی کو خلیفۃ نہیں بنایا اور کسی کو بناؤں تو بھی زیبا ہے کیونکہ ابوبکر نے مجھ کو خلیفۃ بنایا تھا۔

اس قول سے ثابت ہے کہ جناب رسالتمآب نے کسی کو خلیفۃ نہیں بنایا۔ پس خلیفۃ رسول کہنا اس شخص کو جس کی نسبت رسول خدا نے خلیفۃ نہیں فرمایا عین بدعت ہے اور جناب رسول خدا پر محض افترا و تہمت ہے۔ اور ابن قتیبہ عالم اہلسنت نے کتاب الامامۃ والسیاسۃ میں لکھا ہے کہ ابوبکر نے قنفذ اپنے غلام کو واسطے طلب حضرت امام علیہ السلام کے بغرض بیعت بھیجا تو حضرت نے فرمایا:

وَمَا حَاجَتُكَ؟ قَالَ :يَدْعُوْكَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللهِ، قَالَ عَلِيٌّ :لَسَرِيْعَ مَا كَذَبْتُمْ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ۔

تو کیوں آیا ہے؟ اس نے عرض کیا کہ خلیفۃ رسول اللہ نے بلایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جناب رسالتمآب کی وفات ہی کے بعد کس قدر تم نے جھوٹ بنالیا اور بکذب وزور اس کو خلیفۃ رسول ٹھہرالیا حالانکہ حضرت نے اس کو خلیفۃ نہیں فرمایا۔

پس اس کلام ہدایت نظام سے ظاہر ہو گیا کہ خلیفۃ رسول کا کہنا محض اختراع و ابداع اور خلاف ارشاد حضرت رسول مطاع تھا اور اگر محض اختیار و بیعت امت پر لحاظ کیا جاوے تو خلیفۃ امت و خلیفۃ جماعت کہنا بجا تھا اور اگر شرائط اجماع مقصود سمجھے جاویں اور بمصداق ’’اِكْتَفُوْا بِذٰلِكَ كَعَقْدِ عُمَرَ لِاَبِيْ بَكْرٍ وَعَقْدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ لِعُثْمَانَ‘‘ بیعت عمر یہ واسطے صحت خلافت بکر یہ کی کافی سمجھی جاوے تو خلیفۃ عمر کہنا زیبا تھا۔ مع ھذا خود خلیفۃ اول نے اپنی زبان صدق بیان سے خلیفۃ ہونے سے انکار کیا ہے ، فَفِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ :رُوِيَ اَنَّ اَعْرَابِيًّا جَاءَ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ فَقَالَ :اَنْتَ خَلِيْفَةُ رَسُوْلِ اللهِ؟ قَالَ :لَا، قَالَ :فَمَا اَنْتَ؟ قَالَ :اَلْخَالِفَةُ، اور ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے ’’اَلْخَالِفَةُ هُوَ الَّذِيْ لَا غَنَاءَ عِنْدَهٗ وَلَا خَيْرَ فِيْهِ، وَقِيْلَ :هُوَ كَثِيْرُ الْخِلَافِ‘‘ اور فیروز آبادی نے قاموس میں لکھا ہے اَلْخَالِفَةُ :اَلْاَحْمَقُ۔

اور جب یہ امر ذہن نشین خاطر ہو گیا کہ اہلسنت والجماعت نے اعتراف کیا ہے کہ جناب رسالتمآب نے کسی کو خلیفۃ نہیں مقرر فرمایا اور خود خلیفۃ ثانی نے اقرار و اظہار فرمایا کہ اگر میں کسی کو خلیفۃ اپنا نہ چھوڑوں تو بجا ہے کہ جناب رسول خدا نے خلیفۃ اپنا کسی کو نہ چھوڑا اور کسی کو چھوڑوں تو بجا ہے کیونکہ ابوبکر نے مجھ کو خلیفۃ بنا چھوڑا۔ اس سے واضح ہوا کہ خلیفۃ اول نے یہ بدعت کیا کم فرمائی تھی کہ اپنے تئیں خلیفۃ رسول بنا کر مشہور کیا۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ خلاف سیرت جناب رسالتمآب کے وصیت فرما کر خلیفۃ دوم کو خلیفۃ و جانشین مقرر فرمایا اور حضرت امام ہمام علیہ السلام نے عمر بن خطاب سے خطاب فرمایا تھا:

''وَاللّٰہِ مَا حِرْصُكَ عَلٰی اِمَارَتِہِ الْیَوْمَ اِلَّا لِیَوْمِكَ غَدًا۔ ''صَرَّحَ بِہِ الْبَلَاذُرِیُّ''

یعنی قسم بخدا کہ تو نے امارت وحکومت ابوبکر کی صرف اس امید وتمنا پر قائم کی ہے کہ آج تو اس کو امیر بنادے اور کل وہ تجھ کو امیر بنادے۔

چنانچہ بموجب فرمان حضرت امام زمان ایسا ہی ظہور پذیر ہوا کہ آج عمر بن خطاب نے ابوبکر کے ہاتھ پر بیعت کی اور ابوبکر نے دوسرے دن یعنی روز وفات اپنے خلافت عمر کی وصیت کی

ے من ترا قاضی بگویم تو مرا حاجی بگو۔

فلہٰذا ابوبکر نے اپنے تئیں خلیفۃ رسول اللہ لکھا اور عمر نے اپنے تئیں خلیفۃ ابی بکر لکھا۔

قَالَ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ فِی الْاِسْتِیْعَابِ :اِنَّ اَبَا بَکْرٍ کَانَ یَکْتُبُ :مِنْ خَلِیْفَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ، وَکَانَ عُمَرُ یَکْتُبُ :مِنْ خَلِیْفَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ''

بعد اس کے عمر بن خطاب نے لقب اپنا امیر المومنین تبدیل کر دیا اور سبب یہ ہوا کہ عمر بن خطاب نے عامل عراق کو لکھا کہ دو شخص اصیل عراقی ہمارے پاس بھیج دو۔ اس نے ولید بن ربیعہ عامری وعدی بن حاتم طائی کو بھیجا۔ انھوں نے عمرو عاص سے کہا کہ ہماری اطلاع امیر المومنین سے کر دو۔ عمرو عاص نے کہا کہ

''وَاللّٰہِ اَصَبْتُمَا اِسْمَہٗ نَحْنُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَھُوَ اَمِیْرُنَا''

یعنی خوب نام رکھا ہم مومن ہیں وہ ہمارا امیر ہے۔

پس عمر بن خطاب نے یہ خطاب پسند فرما کر کتب و دفاتر میں مسطور اور اقطار عالم میں مشہور کیا، حالانکہ اگر بنظر چشم دوربین وبصیرت معدلت آئین ملاحظہ کیا جاوے تو خلیفۃ رسول اللہ وامیر المومنین لقب خاص حضرت امام علیہ السلام کے مخصوص اور روز ازل سے حضرت کے واسطے منصوص ہے۔ چنانچہ حموینی نے کتاب فرائد السمطین میں ذیل حدیث نور میں روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا:

وَکَانَ اسْمُہٗ فِی الرِّسَالَۃِ وَالنُّبُوَّۃِ، وَکَانَ اسْمُہٗ فِی الْخِلَافَۃِ وَالشَّجَاعَۃِ.

اور ابن مغازلی شافعی نے کتاب مناقب میں ذیل حدیث نور میں روایت کی ہے کہ

حَتّٰی افْتَرَقْنَا فِیْ صُلْبِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، فَفِیَّ النُّبُوَّۃُ وَفِیْ عَلِیٍّ الْخِلَافَۃُ۔

اور ابن مردویہ نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا:

اِنَّ وَصِیِّیْ وَخَلِیْفَتِیْ وَوَزِیْرِیْ وَخَیْرَ مَنْ اُخَلِّفُہٗ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ۔

اور امام احمد بن حنبل نے مسند میں اور ابن معازلی نے کتاب مناقب میں اور ثعلبی نے تفسیر آیہ:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ میں لکھا ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا:

مَنْ يُؤَاخِيْنِيْ وَيُؤَازِرُنِيْ عَلٰى اَنْ يَكُوْنَ وَلِيِّيْ وَوَصِيِّيْ بَعْدِيْ وَخَلِيْفَتِيْ فِيْ اَهْلِيْ وَيَقْضِيْ دَيْنِيْ؟

یعنی کون شخص مجھ سے مواخات وموالات اور دعوت اسلام وایمان پر سبقت اور سب سے پیشتر مبادرت کرتا ہے تا کہ وہی میرا وصی وجانشین اور بعد میرے خلیفۃ اہلبیت طاہرین اور قاضی دیون ودین ہو۔

حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا: اَنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ.

ابن ابی الحدید روایت کرتا ہے کہ حضرت نے فرمایا: هٰذَا اَخِيْ وَوَصِيِّيْ وَخَلِيْفَتِيْ. فَاسْمَعُوْا لَهٗ وَاَطِيْعُوْهُ۔

پس واضح ہوا کہ خلافت جناب نبوی حضرت امامؑ کی مخصوص اور عالم نور سے علی الاتصال منصوص تھی اور اسی طرح سے امیر المومنین لقب خاص حضرت کا تھا۔

چنانچہ اخطب خوارزمی نے حضرت امیر علیہ السلام سے روایت معراج میں لکھا ہے کہ جناب رب العزت نے جناب رسالتمآب سے فرمایا:

قَدْ اخْتَرْتُ لَكَ عَلِيًّا. فَاتَّخِذْهُ لِنَفْسِكَ خَلِيْفَةً وَوَصِيًّا. نَحَلْتُهٗ عِلْمِيْ وَحِلْمِيْ. وَهُوَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ حَقًّا۔

اور ابن عباس سے روایت ہے کہ ایک دن دحیہ کلبی نے حضرت کو امیر المومنین وسید وُلد آدم کہا، حضرت رسالتمآب نے بعد بیدار ہونے خواب سے فرمایا کہ

كَانَ جِبْرِيْلُ سَمَّاكَ بِاسْمٍ سَمَّاكَ اللّٰهُ بِهٖ۔

اور یہ بھی روایت لکھی ہے کہ آفتاب نے حضرت سے کہا کہ

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَاِمَامَ الْمُتَّقِيْنَ، وَقَائِدَ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ، يَا عَلِيُّ اَنْتَ وَشِيْعَتُكَ فِي الْجَنَّةِ۔

اور شیرویہ نے کتاب فردوس الاخبار میں حذیفہ بن الیمان سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا:

لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَتٰى سُمِّيَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَا اَنْكَرُوْا فَضِيْلَتَهٗ، سُمِّيَ بِذٰلِكَ وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

توضیح ۱۷

واضح ہو کہ تہافت اقدام وتناقض افہام ومزلت اقلام اس مقام پر لائق تماشائے خاص وعام ہے کہ صحت خلافت خلفائے ثلثہ پر حدیث ''اَلْخِلَافَةُ بَعْدِيْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً'' سے استدلال کی جاتی ہے اور کبھی حدیث

تَدُوْرُ رَحَى الْاِسْلَامِ خَمْسًا وَثَلَاثِيْنَ اَوْ سِتًّا وَثَلَاثِيْنَ اَوْ سَبْعًا وَثَلَاثِيْنَ سَنَةً

پیش کی جاتی ہے حالانکہ کوئی حساب درست نہیں آتا کیوں کہ غوث الاعظم نے کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے ''لِاَنَّ الثَّلَاثِیْنَ کَمَلَتْ بِعَلِیٍّ'' اور شارح مقاصد نے لکھا ہے کہ خلیفۃ اول ۲ برس و دوم ۱۰ برس وسوم ۱۲ برس و چہارم ۶ برس خلیفۃ رہے۔ پس بدین حساب ۳۰ برس کامل ہو گئے۔ اب جو علمائے اہلسنت نے لکھا ہے کہ چھ مہینہ خلافت حضرت امام حسن علیہ السلام ملا کر ۳۰ برس ہوتے ہیں وہ درست نہیں ہوتا، حالانکہ وفات حضرت سرور کائنات علیہ وآلہ الصلوات ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ ہے۔ اور وفات جناب ولایت مآب ۲۱ رمضان سنہ ۴۰ ہے۔ تو اس حساب سے ۲۹ سال ۶ ماہ ۹ یوم ہوتے ہیں۔

پس یہ قول علمائے اہل سنت کا کہ ۳۰ برس حضرت تک ختم ہو گئے غلط ہوا جاتا ہے۔ اب رہا زمانِ مصالحت حضرت امام حسن علیہ السلام تو بنا بر روایت ابو الفدا بنا، بر قولی ۵ ماہ ۱۵ یوم و بقولی ۶ ماہ کسری و بقولی ۷ ماہ کسری وَکَانَ آخِرُ الثَّلَاثِیْنَ یَوْمَ خَلْعِ الْحَسَنِ'' غلط ہوا جاتا ہے۔ سیرتِ محمدیہ میں زمان مصالحہ جمادی الاول سنہ ۴۰ اور دیگر اہلسنت نے ربیع الاول ۴۱ و جمادی الاولی سنہ ۴۱ اور ربیع الدخری سن ۴۱ لکھا ہے۔ اس حساب سے بھی کوئی قول صحیح نہیں معلوم ہوتا ہے اور اگر حدیث'' تَدُوْرُ رَحَی الْاِسْلَام'' صحیح سمجھی جاوے تو ثلثون سنۃ غیر صحیح متصور ہوں گے کیونکہ غوث الاعظم نے غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ

'' اَلْمُرَادُ بِالرَّحٰی فِیْ هٰذَا الْحَدِیْثِ الْقُوَّةُ فِی الدِّیْنِ، وَالْخَمْسُ سِنِیْنَ الْفَاضِلَةُ عَنِ الثَّلَاثِیْنَ فَهِیَ مِنْ جُمْلَةِ خِلَافَةِ مُعَاوِیَةَ اِلٰی تَمَامِ تِسْعَةَ عَشَرَ شَهْرًا، لِاَنَّ الثَّلَاثِیْنَ کَمَلَتْ بِعَلِیٍّ''

یعنی مراد اسیائے اسلام سے شوکت وقوت دین مبین ہے۔ پس جو پانچ برس خلافت خلفائے اربعہ سے فاضل ہیں وہ منجملہ خلافت معاویہ کے منجملہ ۱۹ سال چند ماہ کے ہیں کیونکہ تیس برس وفات حضرت علی علیہ السلام تک کامل ہو گئے۔

پس بنا بر اس حدیث کے خلافت سی سالہ خلافت راشدہ نہیں بلکہ خلافت سی و پنجسالہ و خلافت سی و شش سالہ و خلافت سی و ہفت سالہ بھی داخل خلافت راشدہ ہے۔ اس حساب سے منجملہ خلافت معاویہ کے چند سال تو خلافت راشدہ میں شمار ہوئے اور باقی ایام خلافت غیر راشدہ، یک بام و دو ہوا۔ اور منجملہ خواب کے نیمی راست و نیمی دروغ لائق تماشا ہے، حالانکہ پیر دستگیر اہلسنت صحت خلافت معاویہ کے قائل ہیں۔

کَمَا قَالَ :وَاَمَّا خِلَافَةُ مُعَاوِیَةَ فَثَابِتَةٌ صَحِیْحَةٌ بَعْدَ مَوْتِ عَلِیٍّ وَخَلْعِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ نَفْسِهٖ عَنِ الْخِلَافَةِ۔

اور شاہ عبد العزیز دہلوی اُس کی بغاوت کے قائل ہیں۔

کَمَا سَیَجِیْءُ فِیْ حَالِ مُعَاوِیَةَ۔

توضیح ۱۸

واضح ہو کہ اکثر روایات اہلسنت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے اور نیز حضرت عباس وتمام بنی ہاشم نے اور بعضی اصحاب اخیار مثل سلمان وابوذر ومقداد وعمار وحذیفہ وسعد بن عبادہ نے مع اپنی قوم کے اور بریدہ اسلمی وغیرہ نے بیعت سے انکار کیا۔ چنانچہ سعد بن عبادہ نے نہ خلیفۂ اول کی بیعت کی نہ دوم کی بیعت کی اور بعد اس کے اکثر صحابہ سے بیعت باکراہ واجبار لی گئی اور احراق بیت الشرف جناب سیدہ سے بنی ہاشم کی تخویف کی گئی اور بموجب روایت ابن قتیبہ حضرت نے فرمایا:

'' وَاللّٰهِ يَا عُمَرُ لَا اَقْبَلُ قَوْلَكَ وَلَا اُبَايِعُهٗ، فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ :فَاِنْ لَمْ تُبَايِعْنِيْ فَلَا اُكْرِهُكَ۔

اور دوسری روایت میں ہے کہ ابوبکر نے کہا:

لَا اُكْرِهُهٗ مَا كَانَتْ فَاطِمَةُ اِلٰى جَنْبِهٖ۔

وَرَوَى الْبَلَاذُرِيُّ بِاِسْنَادِهٖ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ :مَا بَايَعَ عَلِيٌّ اِلَّا بَعْدَ سِتَّةِ اَشْهُرٍ، وَمَا اَجْرَى عَلَيْهِ اِلَّا بَعْدَ مَوْتِ فَاطِمَةَ۔

اور بروایت صحیح بخاری ومسلم بعد وفات جناب سیدہ علیہا السلام کے بیعت کے اور بنابر افادہ تفتازانی شرح مقاصد میں فرمایا: ''بَارَكَ اللّٰهُ فِيْمَا سَاَنِيْ وَ سَرَّكُمْ'' بہرحال اب محل استدلال اور موجب انجرار قال ومقال یہ ہے کہ انکار حضرت حیدر کرار و دیگر صحابہ اخیار اور اہلبیت اطہارؑ بانقضائے چندین لیل ونہار وتمادی روزگار حق تھا یا باطل۔ وَ هُوَ الْمُرَادُ درصورت اول خلافت ابی بکر باطل ہے وَ هُوَ الْمُرَادُ اور اگر خلافت ابوبکر حق تھی تو انکار حضرات باطل ہے لِاِمْتِنَاعِ اِجْتِمَاعِ النَّقِيْضَيْنِ۔ درصورت دوم یعنی انکار کرنا بیعت سے باطل تھا تو یہ ممنوع ہے چند وجوہ سے۔

اولاً: اس وجہ سے کہ حدیث ''مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيتَةً جَاهِلِيَّةً'' متفق علیہ بین الفریقین اور مسلّم الثبوت بین الجانبین ہے، یہ کیونکر ممکن تھا کہ حضرت امام علیہ السلام معہ تمامی بنی ہاشم وبعضی صحابہ کرام امام زمان کی بیعت سے انکار فرمادیں، حالانکہ عبداللہ بن عمر نے ایک شب کا سونا بغیر بیعت کے کفر وحرام تصور فرمایا۔

قَالَ ابْنُ اَبِي الْحَدِيْدِ :اِنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ طَرَقَ عَلَى الْحَجَّاجِ بَابَهٗ لِيُبَايِعَ لِعَبْدِ الْمَلِكِ، كَيْلَا يَبِيْتَ تِلْكَ اللَّيْلَةَ بِلَا اِمَامٍ، لِاَنَّهٗ رَوٰى عَنِ النَّبِيِّ اَنَّهٗ، قَالَ :مَنْ مَاتَ وَلَا اِمَامَ لَهٗ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔

پس یہ امر بعید از قیاس ہے کہ اہلبیت اطہار وبنی ہاشم ودیگر صحابہ اخیار وابرار عرصہ دراز تک بے خلیفہ وامام رہے اور کچھ خوف جاہلیت اندیشہ کفر وضلالت نہ فرمایا: اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔

ثانیاً: اگر سہو و ذہول یا جہل و غفول تصور کیا جاوے تو عرصہ دراز تک اس انکار پر اصرار اور تقاعد و تعلل بے شمار من جانب حضرت حیدر کرار افضل اہلبیت اطہار و دیگر صحابہ اخیار بعید از قیاس اور تاویل سخیف الاساس ہے۔

ثالثاً: اگر انکار طلحہ و زبیر اور سعد بن عبادہ و مقداد و سلمان و ابوذر و عمار سے قطع نظر کی جاوے تو صرف انکار حیدر کرار واسطے بطلان خلافت اول کی دلیل کافی وحجت وافی ہے۔ اس واسطے کہ انکار ان کا حق تھا تو خلافت باطل ہے اور اگر باطل تھا تو قول جناب نبویؐ ''اَلْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ مَعَ الْحَق'' بے حاصل ہے۔

رابعاً: اگر خطا فی الاجتہار کہا جاوے تو اجتہاد مقابل نص کے جائز نہیں، کیونکہ ''مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ'' نص صریح ہے۔

خامساً: جبکہ مجتہد مخطی فی الاجتہاد معذور بلکہ ماجور ہے تو تخصیص ''اَلْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ'' بے کار ہے بلکہ حضرت ایزد قدیر کا آیہ تطہیر کا نازل فرمانا اور ہر رجس کا حضرت امامؑ سے زائل فرمانا بے حاصل ہے۔

سادساً: اگر خلافت خلیفۃ اول حق ہوتی تو حضرت امام علیہ السلام بحسب روایات اہلسنت چھ مہینہ تک انکار نہ فرماتے، کیونکہ اجماع اہل جماعت سے مفارقت اور امام وقت سے مخالفت کرنا بنا بر قواعد اہل سنت جائز نہیں تھا:

فَفِیْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ عَنِ النَّبِیِّ :مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَۃَ اَوْ یُرِیْدُ اَنْ یُفَرِّقَ فَاقْتُلُوْہُ۔

پس کیونکر جائز ہوسکتا ہے کہ باوصف مراسلات و مشاجرات و تشددات کے حضرت امام رفیع الدرجات نے اس عرصہ دراز تک بیعت سے انکار فرمایا اور پھر بقول اہلسنت بیعت فرمائی تو با کراہ و اجبار فرمائی:

رَوَی الْبَلَاذُرِیُّ عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ :مَا رَحِمْتُ اَحَدًا کَرَحْمَتِیْ عَلِیًّا حِیْنَ اُتِیَ بِہٖ مُلَبَّبًا، فَقِیْلَ لَہٗ :بَایِعْ، قَالَ :فَاِنْ لَمْ اَفْعَلْ؟ قَالُوْا :اِذًا نَقْتُلُکَ، قَالَ :اِذًا تَقْتُلُوْنَ عَبْدَ اللّٰہِ وَاَخَا رَسُوْلِ اللّٰہِ. وَقَالَ بِرِوَایَۃٍ اُخْرٰی :فَرَفَعَ رَاْسَہٗ اِلَی السَّمَاءِ وَقَالَ :اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ، ثُمَّ مَدَّ یَدَہٗ۔

اور تخویف و تہدید باحراق بیت الشرف اہلبیت رسول مجید کتب فریقین میں مسطور و بین الخاص والعام مشہور ہے۔ پس خلافت خلیفۃ اول کیونکر صحیح سمجھی جاوے؟

سابعاً: اگر وجوہ متذکرہ سابق سے اطمینان اور بطلان خلافت کا ایقان نہ حاصل ہو تو قول صادق امام بحق ناطق سے اطمینان خاطر، سکون وافر و تسلائے متکاثر حاصل کرنا چاہیے کہ نسبت اجماع مخالفین کے کیا ارشاد فرماتے تھے۔

فَفِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ عَنْ سُلَیْمِ لْقَیْسِ الْعَامِرِیِّ اَنَّہٗ قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ :یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ، اَخْبِرْنِیْ عَنْ اَھْلِ الْجَمَاعَۃِ، وَاَھْلِ الْفُرْقَۃِ، وَاَھْلِ السُّنَّۃِ، وَاَھْلِ الْبِدْعَۃِ. فَقَالَ :وَیْحَکَ! اَمَّا اِذَا سَاَلْتَنِیْ فَافْھَمْ عَنِّیْ، وَلَا عَلَیْکَ اَنْ لَا تَسْاَلَ عَنْھَا اَحَدًا بَعْدِیْ؛ فَاَمَّا اَھْلُ الْجَمَاعَۃِ

فَاَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ قَلُّوْا، وَذٰلِكَ الْحَقُّ عَنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَاَمْرِ رَسُوْلِهٖ. وَاَمَّا اَهْلُ الْفُرْقَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِیْ وَلِمَنِ اتَّبَعَنِیْ وَاِنْ كَثُرُوْا. وَاَمَّا اَهْلُ السُّنَّةِ فَالْمُتَمَسِّكُوْنَ بِمَا سَنَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَاِنْ قَلُّوْا. وَاَمَّا اَهْلُ الْبِدْعَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ وَكِتَابِهٖ وَرَسُوْلِهٖ، الْعَامِلُوْنَ بِاٰرَائِهِمْ وَاَهْوَائِهِمْ وَاِنْ كَثُرُوْا۔

یعنی ایک شخص نے سوال کیا کہ اہل جماعت واہل فرقت واہل سنت واہل بدعت سے کیا مراد ہے؟ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر گاہ سوال کیا ہے تو خوب سمجھ لے کہ پھر دوسرے سے پوچھنے کی حاجت نہ ہو۔ پس آگاہ ہو کہ اہل جماعت ہم اور تابعین ہمارے ہیں اگرچہ قلیل التعداد ہوں، کیونکہ بموجب فرمودہ خدا ورسول کے یہی امر حق ہے اور لیکن اہل فرقت پس وہ مخالفین ہمارے اور ہمارے تابعین کے ہیں جنہوں نے امر حق سے عدول کیا اگرچہ جمع کثیر وجم غفیر ہوں اور لیکن اہل سنت پس وہ لوگ ہیں جو سنت خدا اور رسولؐ پر عمل کریں اگرچہ قلیل ہوں اور اہل بدعت وہ ہیں جو اپنی آرائے ناقصہ، ہوا ہائے نفسیہ پر عمل کریں اگرچہ بکثرت ہوں۔

اور جناب رسالتمآب نے عمار سے فرمایا ہے:

وَاِنْ سَلَكَ النَّاسُ كُلُّهُمْ وَادِيًا فَاسْلُكْ فِی الَّذِیْ يَسْلُكُ فِيْهِ عَلِیٌّ، وَخَلِّ النَّاسَ طُرًّا. يَا عَمَّارُ، اِنَّ عَلِيًّا لَا يَزَالُ عَلٰى هُدًى. يَا عَمَّارُ، طَاعَةُ عَلِیٍّ طَاعَتِیْ، وَطَاعَتِیْ مِنْ طَاعَةِ اللّٰهِ۔ رَوَاهُ السُّبْحَانِیُّ وَالْخَوَارِزْمِیُّ عَنْ اَبِیْ اَيُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ۔

اور کتاب کفایۃ الطالب میں محمد بن یوسف شافعی نے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا:

سَيَكُوْنُ بَعْدِیْ فِتْنَةٌ، فَاِذَا كَانَ ذٰلِكَ فَاقْتَدُوْا بِعَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ وَالْزَمُوْهُ، فَاِنَّهٗ اَوَّلُ مَنْ يَرَانِیْ وَاَوَّلُ مَنْ يُصَافِحُنِیْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ، وَهُوَ الصِّدِّيْقُ الْاَكْبَرُ، وَهُوَ فَارُوْقُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ، يَفْرُقُ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ، وَهُوَ يَعْسُوْبُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ۔

توضیح ۱۹

واضح ہو کہ اہل سنت نے صحت خلافت کی شورش جمعیت و یورش پر منحصر کی تھی اور جبکہ اجماع امت بحسب شرائط صحت پایا نہ گیا تو اجماع کو بدلیل مختصر اختصار و بیعت واحد واثنین پر اقتصار کیا۔

كَمَا صَرَّحَ بِهٖ فِیْ شَرْحِ الْمَقَاصِدِ وَالْمَوَاقِفِ: بَلِ الْوَاحِدُ وَالِاثْنَيْنِ مِنْ اَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ كَافٍ

فِیْ ثُبُوْتِ الْاِمَامَةِ، ثُمَّ قَالَ :کَعَقْدِ عُمَرَ لِاَبِیْ بَکْرٍ، وَعَقْدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ لِعُثْمَانَ۔

پس دارومدار صحت خلافت اور انعقاد بیعت کا عمر بن خطاب پر ہوا۔ اب لائق لحاظ اولی الابصار قابل اعتبار اولی الاعتبار یہ ہے کہ عمر بن خطاب یہ ندائے بلند ارشاد فرماتے ہیں:

کَانَتْ بَیْعَةُ اَبِیْ بَکْرٍ فَلْتَةً وَقَی اللّٰهُ شَرَّهَا، فَمَنْ عَادَ اِلٰی مِثْلِهَا فَاقْتُلُوْهُ۔

یعنی بیعت ابی بکر بطور جہل و نادانی ایک امر دفع الوقتی و ناکہانی تھی خدا نے اُس کے شر سے بچایا اور اس کے ضرر سے محفوظ رکھا۔ (پس اگر کوئی اس طرح کی بیعت کرے اور ایسی خلافت پر سبقت یا مبادرت کرے تو قتل اس کا لازم اور استیصال اُس کا متحتم ہے)

اور اس گفتارِ صدق آثار سے دلیل کلی صحتِ اجماع کی بھی مغشوش اور حجیت جزئی بھی مخدوش ہوگئی، کیونکہ بیعت عمری پر اجماع کلی کا انحصار تھا اور صحت خلافت کا بیعت عمری پر مدار تھا اور ہر گاہ حضرت عمر نے اُس کے ناکہانی ہونے کا اقرار کیا اور اس کے اجتناب و احتراز کا اظہار کیا تو نہ اجماع کلی کا اُس پر اطلاق رہا، نہ صحت بیعت جزئی کا مصداق رہا۔ چنانچہ اسی مقام پر چند وجوہ لائق لحاظ ہیں۔

اولاً: یہ کہ صحیح بخاری میں حدیث طولانی زبانی خلیفۃ ثانی نقل کی ہے اور اس میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ

اِنَّ الْاَنْصَارَ خَالَفُوْنَا وَاجْتَمَعُوْا بِاَسْرِهِمْ فِیْ سَقِیْفَةِ بَنِیْ سَاعِدَةَ، وَخَالَفَ عَنَّا عَلِیٌّ وَالزُّبَیْرُ وَمَنْ مَعَهُمَا۔

پس جبکہ حضرت امام علیہ السلام نے مخالفت فرمائی تو بیعت کیونکر صحیح قرار پائی؟

اِبْنُ مَغَازِلِیٍّ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ :مَنْ نَاصَبَ عَلِیًّا الْخِلَافَةَ فَهُوَ کَافِرٌ، وَقَدْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔

پس منازعت و مخالفت حضرت شاہ ولایت کے موجب کفر ہے اور حدیث ثقلین اور حدیث سفینہ اور حدیث علی مع الحق سے بھی مخالفت ان حضرت کی باعث ضلالت ابدی و ہلاکت سرمدی ثابت ہے۔

ثانیاً: ''فَلْتَةٌ'' بمعنی ناگاہ و نادانی موجب خجالت و پشیمانی ہے، اگرچہ اشہب نے پشیمانی سے انکار کیا ہے اور فَلْتَةٌ بالفتح کو فُلْتہ بالضم پڑھا ہے، لیکن متبادر اس سے وہی ندامت و خجالت ہے۔

عَنْ اَشْهَبَ اَنَّهٗ کَانَ یَقُوْلُهَا بِضَمِّ الْفَاءِ وَهُوَ اخْتِلَافُ الشَّیْءِ مِنَ الشَّیْءِ، وَلَا یَجُوْزُ الْفَتْحُ لِاَنَّ مَعْنَاهُ مَا یُنْدَمُ عَلَیْهِ، وَلَمْ یَکُنْ بَیْعَةُ اَبِیْ بَکْرٍ مِمَّا یُنْدَمُ عَلَیْهِ۔

ہر چند اشہب نے واسطے حفظ ناموس خلافت کے معنی ندامت سے انکار کیا لیکن خود خلیفۃ ثانی نے ندامت کا اظہار فرمایا:

حَیْثُ قَالَ وَقَی اللّٰهُ شَرَّهَا فَمَنْ عَادَ اِلٰی مِثْلِهَا فَاقْتُلُوْهُ۔

پھر اس سے زیادہ کیا ندامت ہوگی کہ آئندہ کے واسطے قتل تجویز فرمایا اور گذشتہ پر حفاظت شر کا اظہار فرمایا، جس کا حاصل یہ ہے کہ خدا نے اس کے شر سے بچالیا، حالانکہ یہ نہ سمجھے کہ شر و فساد دنیوی سے بچالیا اور شر عقبیٰ سے نہ بچ سکے۔ علاوہ یہ ہے کہ طبری عالم اہلسنت نے ظاہر کر دیا کہ یہ فَلْتَۃٌ مثل فلتۃ جاہلیت کے تھا:

حَیْثُ قَالَ وَکَانَتْ فَلْتَۃً کَفَلْتَۃِ الْجَاھِلِیَّۃِ قَامَ اَبُوْ بَکْرٍ دُوْنَھَا۔

اور زرکشی نے تنقیح شرح صحیح میں لکھا ہے :

فَلْتَۃً اَیْ فَجَاۃً، وَقَی اللّٰہُ شَرَّھَا اَیْ مِثْلُ ھٰذِہِ الْبَیْعَۃِ جَدِیْرَۃٌ بِاَنْ تَکُوْنَ مُھَیِّجَۃً لِلشَّرِّ وَالْفِتْنَۃِ، فَعَصَمَ اللّٰہُ مِنْ ذٰلِکَ۔

ثالثاً : صحیح بخاری میں اُسی حدیث طولانی کے ذیل میں زبانی خلیفۃ ثانی روایت کی ہے کہ ابوبکر نے کہا:

قَدْ رَضِیْتُ لَکُمْ اَحَدَ ھٰذَیْنِ الرَّجُلَیْنِ فَبَایِعُوْا اَیَّھُمَا شِئْتُمْ، فَاَخَذَ بِیَدِیْ وَبِیَدِ اَبِیْ عُبَیْدَۃَ بْنِ الْجَرَّاحِ۔

پس اگر ابوبکر کو اپنی خلافت کا ایقان اور اپنی حقیقت کا اذعان ہوتا تو خلافت عمر یا ابوعبیدہ پر کیوں رضامندی ظاہر فرمائی؟ بلکہ یہ فرمانا بجا ہوتا کہ سوائے ہمارے کوئی مستحق خلافت نہیں ہے۔

رابعاً: مقولہ ''فَلْتَۃٌ'' سے ظاہر ہو گیا کہ بدون مشورہ مسلمین و اجماع جمیع اہل حل وعقد کے بیعت جائز نہیں ہے، چنانچہ خلیفۃ ثانی فرماتے ہیں:

فَمَنْ بَایَعَ رَجُلًا عَلٰی غَیْرِ مَشْوَرَۃٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ فَلَا یُبَایَعُ ھُوَ وَلَا الَّذِیْ بَایَعَہٗ، تَغِرَّۃً اَنْ یُقْتَلَا، کَمَا فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ۔

پس جبکہ بقول جناب خلیفۃ ثانی بدون مشورہ مسلمین بیعت ناکہانی غیر جائز و موجب گردن زدنی ہے تو پھر جو بیعت اس طرح کی ہو گئی وہ کیونکر مرفوع القلم ہو گئے؟

خامساً: خلیفۃ ثانی نے صرف اپنی بیعت کرنا واسطے تحقق اجماع کے کافی نہ سمجھا بلکہ اس کو فلتہ و ناکہانی اور موجب ندامت و پشیمانی اور منبع شرور و فتنہ اینجہانی سمجھ کر مشورہ مسلمین پر محول فرمایا پھر اہلسنت نے بیعت واحد واثنین پر کیوں قناعت فرما کر داخل اصول خلافت فرمایا۔

کَمَا قَالَ شَارِحُ الْمَقَاصِدِ: بَلِ الْوَاحِدُ وَالْاِثْنَیْنِ کَافٍ، کَبَیْعَۃِ عُمَرَ لِاَبِیْ بَکْرٍ، وَعَبْدِ الرَّحْمٰنِ لِعُثْمَانَ۔

فقرہ(۲)

يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ وَلَا يَرْقٰى إِلَيَّ الطَّيْرُ۔

حاصل کلام بلاغت نظام حضرت امام ہمام علیہ الصلوۃ والسلام یہ ہے کہ سیلاب نیوص علم ہم سے منحدر وسایل اور آب سحاب حکم، ہم سے مترشح ونازل ہے اور طائر بلند پرواز کو ہم تک صعود وعروج مشکل ہے۔ یعنی ہم ایسے آسمان علم واسرار آفتاب جہانتاب فیوض وانوار ہیں کہ ہم سے تجلیات علم وعرفان اور انوار دین وایمان کا تمام عالم عالمیان پر فیضان ہوتا ہے اور ہم سحاب فیض ونوال اور ابر گوہر بار مکرمت وافضال ہیں کہ رشحات علم وکمال کا ہم سے باران ہوتا ہے اور ہم قلہ کوہسار رفعت و جلال اور ذِروہ طور مجد وکمال ہیں کہ سیلاب علوم وحکم اور ابشار جوامع کلم کا تمامی بنی آدم پر سیلان ہوتا ہے، کوئی طائر وہم وخیال بادعائے فضل وکمال ہمارے دَروہ رفیعہ منزلت علیا تک پرواز نہیں کرسکتا اور توسن رشک حساد وسمند حسد اہل عناد ہمارے قلہ کوہ مرتبہ ارجمند ذِروہ ہمت بلند تک وتاز نہیں کرسکتا۔

توضیح ۲۰

واضح ہو کہ اس کلام فصاحت نظام میں حضرت امام علیہ السلام نے اپنی ذات رفیع الدرجات کو نسبت دی ہے ساتھ کوہ بلند کے اور علوم وحکم وفیوض ونعم کو ساتھ سیلاب کے اور تمام عالم کو زمین سے کیونکہ ''يَنْحَدِرُ عَنِّي السَّيْلُ'' سے مراد علوم وَ'' نِعَمْ ''دینی ودنیوی ہے اور ''اِنْحِدَارٌ'' کا اطلاق اُس چیز پر کیا جاتا ہے کہ بالا سے پائین کو ہبوط کرے اور سیل کا اطلاق آب باران اور آب شار پر کیا جاتا ہے جو کوہسار سے زمین پر گرے اور معنی حقیقی بیان مراد نہیں ہوسکتے بجز اس کے کہ تشبیہ آب کے ساتھ علوم ونعیمات دینی ودنیوی کی دی جاوے۔ پس تشبیہ علوم دینی ودنیوی کی اس واسطے دی کہ جس طرح بقاو ثبات کائنات اور نشو ونمائے ارضیات بمقتضائے ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ﴾ پانی سے ہے اور تمامی زمین و زمانیان وافتقار واحتیاج پانی کی ہے اسی طرح سے سب زمین واہل زمین اور زمان وزمانیان کو افتقار واحتیاج طرف علوم وحکم کی ہے اور جس طرح سے پانی کا مقام رفیع ومحل منیع ہے یعنی ابر بہار وقلہ کوہسار سے نزول کرتا ہے كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى: ﴿وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا﴾۔ اسی طرح سے علوم وحکم کا سیلان وفضل وکرم کا جریان ہماری ذات ارجمند اور ہماری ہمت بلند سے ہوتا ہے اور جو کہ سیلان سیلاب اور نزول آب اعلا سے جانب اسفل ہوتا ہے اور اہل زمین بمنزلہ زمین اور علوم ونعم بمنزلہ آب ہیں لہذا مقابل اس ہبوط ونزول کے اپنی ذات عالیہ کو رفیع اور مرتبہ عالیہ کو منیع قرار دے کر ارشاد

فرماتے ہیں کہ ''وَلَا یَرْقٰی اِلَیَّ الطَّیْرُ'' یعنی جس طرح سے تم لوگ بمرتبہ حضیض اور محتاج آب مطیر ہو مقابل اس کے ہمارا مرتبہ ایسا رفیع ہے کہ کوئی طائر بلند پرواز کو وہاں تک اعتلا وارتقا نصیب نہیں ہوسکتا اور یہ کمال بلاغت وفصاحت ہے جو اس فقرہ مختصر میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جس سے واضح ہو جاوے کہ مرتبہ اجانب واغیار ایسا پست و پائین تر ہے جس سے زیادہ کوئی پائین تر نہیں اور ہمارا وقار واقتدار ایسا بلند تر ہے کہ جس سے زیادہ کوئی بلند تر نہیں جو کہ مرتبہ ادون واعلیٰ اور سافل و عالی اور رابط وسامی میں تضاد ہے۔ پس یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ جس کا مرتبہ ادون ہو امیر و حاکم کیا جاوے اور جس کا مرتبہ اعلیٰ وارفع ہو وہ مامور ومحکوم کیا جاوے حالانکہ ترجیح مرجوح وتفضیل مفضول عقلاً ونقلاً محظور مذموم اور مقبوح وملوم ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴾ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی ﴿ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ولا الظُّلُمَاتُ وَالنُّوْرُ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ﴾ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی ﴿ اَفَمَنْ يَهْدِيْ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَا يَهِدِّيْ اِلَّا اَنْ يُّهْدٰى فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴾

پس خلاصہ یہ ہے کہ حضرت نے ہرگاہ ارشاد فرمایا کہ ابن ابی قحافہ نے جامۂ خلافت کو بتصنع وتذویر پہن لیا حالانکہ وہ یقینا جانتا تھا کہ ہمارا استحقاق خلافت سے مثل قطب کے ہے آسیا سے، تو آپ نے اپنا مرتبہ اور غیروں کا مرتبہ بھی ظاہر فرما کر بیان کر دیا کہ ہم آسمان وقار اور کوہ علم واقتدار ہیں، جس سے علوم وحکم کا فیضان اور سیلاب فضل وکرم کا سیلان ہوتا ہے۔ ہم سے کوئی شخص برابری یا رتبہ رفیع میں ہمسری نہیں کرسکتا اور تم سب مثل زمین کے محتاج آب حاجت مند سیلاب ہو کہ تمہارا طائر وہم وخیال بھی ہم تک پرواز یا توسن تصور وتفکر بھی ہم تک تک وتاز نہیں کرسکتا۔ چنانچہ بعض خطب میں ارشاد فرماتے ہیں:

اَیْنَ الَّذِیْنَ زَعَمُوْا اَنَّهُمُ الرَّاسِخُوْنَ فِی الْعِلْمِ دُوْنَنَا، کَذِبًا وَبَغْیًا ، اَنْ رَفَعَنَا اللّٰهُ وَوَضَعَهُمْ ، وَاَعْطَانَا وَحَرَمَهُمْ۔

یعنی جو لوگ بوہم فاسد وزعم کاسد گمان کرتے ہیں کہ سوا ہمارے وہ لوگ عارف ومعارف ربانی واقف معالم ایمانی ہیں یہ سب کذب فضیح وبغاوت صریح ان کی ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے ہم کو علوم وحکم میں مرتبہ رفیع منصب منیع عطا کیا ہے اور ان کے مرتبہ حضیض ودرجہ سافل کو اس رفعت سے بے بہرہ و بے نصیب کیا ہے۔

بِنَا یُسْتَعْطَی الْهُدٰی، وَیُسْتَجْلَی الْعَمٰی۔

یعنی ہمیں سے ظلمت ضلالت اور سواد غوایت میں مشعل ہدایت کی خواستگاری اور ہمیں سے لیالی دیجور جہالت میں شمع دلالت کی طلبگاری کی جاتی ہے۔

اَلَا اِنَّ الْاَئِمَّةَ غُرِسُوْا فِیْ هٰذَا الْبَطْنِ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ، لَا تَصْلُحُ الْاِمَامَةُ عَلٰی سِوَاهُمْ،

وَلَا تَصْلُحُ الْوُلَاةُ لِغَيْرِهِمْ ۔

یعنی وجود فائض الجود آئمہ انام اوصیائے خیر الانام، خاندان ہاشمی نسل علوی و فاطمی کے مخصوص اور علم نبوت و امامت اور منصب ولایت و خلافت واسطے انھیں کے مرصوص و منصوص ہے واسطے اغیار کے ناجائز و ناسزاوار ہے۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے:

قُلْتُ :هٰذَا الْمَوْضِعُ مُشْكِلٌ، وَلِيْ فِيْهِ نَظَرٌ، وَاِنْ صَحَّ اَنَّ عَلِيًّا قَالَهٗ، قُلْتُ كَمَا قَالَ؛ لِاَنَّهٗ ثَبَتَ عِنْدِيْ اَنَّ النَّبِيَّ قَالَ :اِنَّهٗ مَعَ الْحَقِّ، وَاِنَّ الْحَقَّ يَدُوْرُ مَعَهٗ حَيْثُ دَارَ ۔

یعنی یہ مقام سخت دشوار گذار ہے کیونکہ اگر قول مذکور حضرت امام نے فرمایا ہے تو ایسا ہی ہے یعنی کوئی امام و ولی اور متولی شریعت کا بجز ان کی نسل کے نہیں ہوسکتا کیونکہ حضرت نے فرمایا ہے کہ حق علیؑ کے ساتھ دائر ہے جس طرف ہوں، پس فرمان اُن کا لائق تسلیم ہے۔

پھر حضرت نے ایک خطبہ میں فرمایا:

لَا يُقَاسُ بِاٰلِ مُحَمَّدٍ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَحَدٌ، وَلَا يَسْوِيْ بِهِمْ مَنْ جَرَتْ نِعْمَتُهُمْ عَلَيْهِ اَبَدًا، هُمْ اَسَاسُ الدِّيْنِ وَعِمَادُ الْيَقِيْنِ۔

یعنی کسی شخص امتی کو آل نبویؐ سے موازنت اور مساہمت اور معادلت نہیں ہوسکتی کیونکہ آل اطہار محسن و منعم تمام بنی آدم اور ہادی اور رہنمائے تمام عالم ہیں، بسبب تصدق جناب رسالتمآب اور آل اطیاب کے مہلکہ فقر و ذلت اور ورطہ غربت و مسکنت سے نکلے، غنائم و اموال اور زکوۃ و صدقات پا کر مالا مال ہوگئی، اقوام و ادیان دیگر پر حکومت اور فوقیت پائی، تہذیب و اخلاق و صفات اور علوم و کمالات اور ترقی درجات کو حاصل کیا۔ پس جن کی بدولت نعمتہائے دینی و دنیوی حاصل کیے انھیں سے ہمسری اور جن کے تصدق سے نیکی دنیوی و اخروی پائی اُنھیں پر دعوی برتری و افسری

؎ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

چنانچہ متفق علیہ بین الفریقین ہے۔

قَالَ النَّبِيُّ :اَنَا وَعَلِيٌّ مِنْ نُوْرٍ وَاحِدٍ۔

اور سابقاً بیان ہو چکا کہ خلیفہ ثانی نے حضرت امام حسین علیہ السلام سے عرض کیا کہ

هَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلٰى رُؤُوْسِنَا اِلَّا اَبُوْكَ۔

ابن حجر نے لکھا ہے:

اَلْمُرَادُ مِنْهُ الْجَاهُ وَالرِّفْعَةُ۔

اور یہ امر ظاہر و آشکار ہے کہ اگر ذوالفقار حیدر کرار نہ ہوتی تو دین نبوی کا قیام اور ظہور و شیوع اسلام نہ ہوتا۔ فلہٰذا جنگ خندق میں جناب رسالتمآب نے شاہ ولایت کو مقابل عمر بن عبدود بھیج کر ارشاد فرمایا کہ

بَرَزَ الْاِيْمَانُ كُلُّهٗ اِلَى الْكُفْرِ كُلِّهٖ

اور جب حضرت امام علیہ السلام نے عمر بن عبدود کو مع دیگر کفار داخل دار البوار کیا تو جناب رسول مختار نے فرمایا: ضَرْبَةُ عَلِيٍّ يَوْمَ الْخَنْدَقِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ۔

پس جس کی ایک ضرب بروز خندق عبادت جن و انس سے افضل ہو تو دعویٰ عمر و بکر کی کیا حقیقت ہے۔ فَقَدْ رَوَى ابْنُ مَرْدَوَيْهِ قَالَ: عَلِيٌّ خَيْرُ الْبَشَرِ، مَنْ اَبَى فَقَدْ كَفَرَ۔

پس بعد جناب رسالتمآب کے جن لوگوں نے افضلیت حضرت امام علیہ السلام سے انکار کیا اور کرتے ہیں ان کے نسبت کیا گذارش ہو۔ عَلٰى هٰذَا الْقِيَاسِ، فضائل اہلبیت اطہار بے حد و بے شمار ہیں جن کا احصا و استقصا نہایت دشوار ہے اور مجملاً اسی قدر ملحوظ رکھنا چاہیے کہ جس قدر معارف ربانی و عقائد ایمانی و شرائع دینی و سعادات دنیوی و اخروی حاصل ہوئے ہیں سب بطفیل جناب مصطفوی و جناب مرتضوی اور آئمہ معصومین کے حاصل ہوئے ہیں۔ پس ان کے برابر اجانب و اغیار کا کیونکر شمار ہوسکتا ہے۔ اولیائے نعمت، محسنان امت، خداوندان نعمت کا مرتبہ ساتھ زیرانان خوان نعمت و اویش خوران مائدہ نعمت اور صدقہ خوران امت کے کیونکر ہوسکتا ہے۔ مگر جن لوگوں نے کفران نعمت کیا اور طمع مال و دولت سے ادعائے مساوات و افضلیت کیا وہ ہمیشہ خسران ابدی اور خذلان سرمدی میں رہیں گے۔ ﴿اُولٰٓئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾

اور جبکہ امام علیہ السلام ارشاد فرما چکے کہ یہ امر بعید از قیاس، دور از وہم و وسواس ہے کہ جن لوگوں کو ہماری بدولت مال و دولت اور علم و حکمت اور دین و شریعت سے کامیابی ہوئی وہ لوگ ہم سے برابری یا ادعائے خودسری یا دعوی برتری کریں حالانکہ ہم اہلبیت اطہار ارکان دین و ایمان، عماد علم و عرفان، اساس صدق و ایقان ہیں تو پھر فرماتے ہیں کہ

هُمْ مَوْضِعُ سِرِّهٖ، وَلَجَاُ اَمْرِهٖ، وَعَيْبَةُ عِلْمِهٖ، وَمَوْئِلُ حِكَمِهٖ، وَكُهُوْفُ كُتُبِهٖ، وَجِبَالُ دِيْنِهٖ، بِهِمْ اَقَامَ انْحِنَاءَ ظَهْرِهٖ۔

یعنی اہلبیت رسالت، خانوادہ عصمت و طہارت، گنجینہ اسرار الٰہی، خزینہ آثار شریعت پناہی، ملجاء احکام شرعی، مجمع علوم و حکم سماوی، منبع اسرار نبوت، مخزن انوار ولایت، حامل اسرار کتب ربانی، عارف رموز قرآنی، کوہسار دین مبین، حبل المتین شرع متین، پشت پناہ دینِ حضرت خیر المرسلین ہیں۔

اور پھر فرماتے ہیں:

نَحْنُ شَجَرَةُ النُّبُوَّةِ، وَمَهْبِطُ الرِّسَالَةِ، وَمُخْتَلَفُ الْمَلَائِكَةِ، وَمَعَادِنُ الْعِلْمِ، وَيَنَابِيْعُ الْحِكَمِ، نَاصِرُنَا وَمُحِبُّنَا يَنْتَظِرُ الرَّحْمَةَ، وَمُبْغِضُنَا يَنْتَظِرُ النِّقْمَةَ وَالسَّطْوَةَ

یعنی ہم اہلبیتؑ اطہار نونہال گلستان نبوت، وگلبن بوستان رسالت، چمنستان امامت، وسردستان ولایت ووصایت ہیں۔ ہمارے آستان پر ملائکہ کرام کا نزول، کرو بیان با احترام کا ورود وحلول اور اسرار رسالت کا وصول ہوتا ہے۔ ہمارا سینہ معرفت گنجینہ خزینہ علم وعرفان اور منبع دین وایمان اور منہل حکمت ہائے فراوان ہے۔ دوست و مددگار ہمارا رحمت وغفران غفار کا امیدوار اور دشمن نابکار ہمارا مستوجب عقاب قہار مستحق عقوبات دارالبوار ہے اور یہ بھی ارشاد فرمایا ہے کہ

وَلَهُمْ خَصَائِصُ حَقِّ الْوِلَايَةِ، وَفِيْهِمُ الْوَصِيَّةُ وَالْوِرَاثَةُ۔

یعنی اہلبیت طہارت وعصمت کے واسطے چند خصائص کریمہ ہیں کہ وہ غیر کے واسطے نہیں ہیں۔

چنانچہ ایک امامت وولایت ہے جس کے تحت میں علم وحکمت، عصمت وطہارت، زہد وقناعت، سخاوت وشجاعت، و مروت وفتوت، انصاف وعدالت ہے اور دوسرا خاصہ وصیت ہے یعنی جناب رسالتمآب نے حضرت سے وصیت کی اور بعد ان کے تا امام ثانی عشر وصیت چلی آئی۔ پس اوصیائے برحق اور جانشین مطلق وہی حضرات ہیں۔ بعد اس کے فرماتے ہیں کہ انھیں میں انحصار وراثت ہے، یعنی خلافت اور اسرار علم وحکمت اور انوار امامت ونبوت اور تبرکات جناب رسالت کو بوراثت پایا ہے، بدین صورت نیابت جناب رسالت کہ جو تالی مرتبہ نبوت وردیف مرتبہ رسالت ہے ہماری ذات خاص کے واسطے مخصوص اور مثل بنیان مرصوص کے ہمارے واسطے منصوص تھا، مگر دیدہ ودانستہ ابن ابی قحافہ نے جامۂ خلافت بلا استحقاق پہن لیا اور باوصف استحقاق کامل کے ہم کو محروم کر دیا۔

اس کلام ہدایت نظام سے آشکار ہے کہ حق ولایت، حق وصایت، حق وراثت جناب رسول مختار کا مخصوص اہلبیت اطہار ہے، فلہٰذا وہی حضرات خلفا و اوصیائے رسول مختار ہیں، سوا ان کے اجانب و اغیار کسی طرح سے والیان رسالت نبوی، حاکمان شریعت محمدی، ہادیان امت مصطفویؐ نہیں ہو سکتے۔

فَتَدَبَّرْ وَتَبَصَّرْ۔

فقرہ (۳)

فَسَدَلْتُ دُوْنَهَا ثَوْبًا، وَطَوَيْتُ عَنْهَا كَشْحًا۔

توضیح ۲۱

یعنی جب ہم نے دیکھا کہ ابن ابی قحافہ نے جامہ خلافت ناحق پہن لیا اور اس کو یہ بھی معلوم تھا کہ ہم قطب دائرہ ولایت وامامت محور کرہ خلافت وریاست ہیں اور یہ بھی روشن ہے کہ ہم قلہ کوہسار فضل وافضال، سحاب مطر جود ونوال، سپہر مکرمت و جمال، ماہتاب عز وجلال، آفتاب علم وکمال ہیں، باوصف اس کے ابن ابی قحافہ نے خلافت حقہ کا ناحق استیلاب واستجلاب کیا اور دیگر اصحاب نے بھی بالالحاظ قبح تفضیل مفضول وترجیح مرجوح کے بطور ناصواب اس کو انتخاب کیا تو ہم نے اس کے تعرض واعتراض سے پہلوتہی واعراض اور مزاحمت ومحاربت سے چشم پوشی واغماض کو اختیار کیا اور حجاب ذہول ونقاب غفول و پردہ خمول اپنے اور خلافت کے درمیان میں حائل کر دیا۔

توضیح ۲۲، فیہ تشریح وتصریح

اس کلام معجز نظام میں ''سَدْلٌ'' بمعنی فروہشتن وگذاشتن یعنی ڈالنا ولٹکانا پردہ وغیرہ کا اور ''ثَوْبٌ'' بمعنی جامہ اور ''سُدْلٌ'' بضم وکسر سین بمعنی پردہ کے ہے۔ اور ''دُوْنَهَا'' میں ضمیر جانب خلافت ہے جیسا کہ ''تَقَمَّصَهَا'' میں مذکور ہوا۔ پس بموجب شرح عزالدین یہ معنی ہیں کہ

اَرْخَيْتُ وَضَرَبْتُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهَا حِجَابًا مَسْتُوْرًا، ہم نے ڈال دیا درمیان اپنے وخلافت کے پردہ مستور کو یعنی پردہ ساتر کو اور بعض حواشی میں ہے ''اَلْقَيْتُ بَيْنِيْ وَبَيْنَهَا حِجَابًا'' ۔ ''دُوْنَ'' بمعنی بالا وپیش وپس کے آیا ہے ''كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْقَامُوْسُ''۔ لیکن یہاں مقصود پیش کے معنی ہیں اپنے اور خلافت کے سامنے پردہ ڈال دیا۔ اور طُوٰی بمعنی نور دیدن اور ''كَشْحٌ'' جس نے پہلوتہی گاہ، جس کا مطلب یہ ہوا کہ تجاوز اور پہلوتہی کی ہم نے خلافت سے اور دونوں جملہ کا حاصل یہ ہے کہ ہم نے کچھ التفات واہتمام اس کے اکتساب میں نہ کیا بلکہ اعراض واغماض اختیار کیا۔ چنانچہ بعض شراح نے لکھا ہے کہ یہ اعراض بسبب مصلحت فقدان اعوان وانصار کے حضرت نے فرمایا اور بنابر اس کے جو شبہ بعض معاندین و مخالفین کو حادث ہوا تھا کہ حضرت نے صحابہ ثلاثہ سے جدال وقتال کیوں نہ کیا، جس طرح معاویہ سے کیا تو اس کا جواب ہو گیا

کہ اقتضائے مصلحت وقت یہی تھا کہ پہلوتہی و اعراض و کنارہ کشی و اغماض کو ہم نے از خود اختیار کیا۔ کیونکہ وجوب شے موقوف ہے تحقق مقدمات پر اور جب تحقق مقدمات از قبیل وجود اعوان و انصار وغیرہ مفقود تھا تو وجوب جدال وقتال بھی ساقط ہو گیا، بخلاف جنگ وجدال معاویہ کے کہ بسبب خلافت ظاہریہ کے اعوان و انصار موجود تھے اور جدال وقتال واجب تھا اور بحالت خلافت بھی جبکہ جنگ صفین میں معاویہ و اہل شام نے بکید وتزویر قرآن مجید نیزوں پر آویزاں کر کے پیش کیے تو اصحاب حضرت نے محاربہ سے انکار اور ممانعت قتال ومزاحمت جدال میں اصرار کیا، ہر چند حضرت نے فرمایا کہ میں کلام ناطق ہوں اور یہ کلام صامت ہے اور بمکر وزور پیش کرتے ہیں، مگر کسی نے نہ منظور کیا اور کہا کہ اگر آپ نہ مانیں گے، تو ہم آپ کو قتل کریں گے، ناچار حضرت نے جدال وقتال سے اعراض و اغماض کیا کیونکہ وجوب ساقط ہو گیا اور یہ کلیہ اصول شرعیہ ہے کہ وجوب شے موقوف ہے وجود مقدمات پر ''وَاِذْ لَیْسَ فَلَیْسَ'' تصریح اس کی توضیحات آئندہ میں مذکور ہو گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

فقرہ (۴)

وَطَفِقْتُ اَرْتَئِیْ بَیْنَ اَنْ اَصُوْلَ بِیَدٍ جَذَّاءَ، اَوْ اَصْبِرَ عَلٰی طَخْیَةٍ عَمْیَاءَ۔

توضیح ۲۳

جب حضرت امام عالی مقام علیہ السلام فرما چکے کہ ہم نے اپنے اور خلافت کے سامنے حجاب پہلوتہی و بے اعتنائی اور نقاب چشم پوشی و بے پروائی کو حائل کر دیا تو اب بیان وجوہ ارشاد فرماتے ہیں جس کا حاصل مطلب یہ ہے کہ پردہ وحجاب اس واسطے ڈالا کہ ہم نے غور وفکر اور تامل وتدبر سے ملاحظہ کیا کہ آیا ہم اپنے دست بریدہ و کوتاہ سے حرب وقتال اور بے معین و مددگار کے جنگ وجدال کریں یا اس ظلمت رنج ومحن اور تیرگی مفاسد وفتن میں سکوت وصموت اختیار کریں، ہر طرف سواد لیالی مصیبت ظلمت، سحاب بلا ومحنت کا وفور، تمام عالم مثل شبہائے دیجور کی ظلمت ہائے بدعت سے معمور ہے، چراغ ہدایت منطفی ومشعل ارشاد منتفی ونور صلاح مختفی ہو گیا ہے، ہر شخص خواب غفلت سے بے ہوش، ردائے ضلالت سے ہم دوش ہے۔ کوئی شخص حق کا طلب گار ومصیبت میں مددگار، ہدایت کا خواستگار، مرضی حق کا امیدوار نہیں ہے۔ کسی وقت بھی خواب غفلت سے بیدار، نشہ جہالت سے ہوشیار نہیں تو ناچار ہم نے اپنے اور خلافت کے سامنے حجاب چشم پوشی ڈال دیا اور سکوت وصموت سے اس کو ٹال دیا۔

توضیح ۲۴

ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے کہ اس کلام اعجاز نظام میں تقدیم وتاخیر واقع ہوئی ہے جیسا کہ محاورہ اہل ادب ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿سُبْحَانَ الَّذِیْ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَہٗ عِوَجًا ۜ قَیِّمًا﴾ اَیْ: اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِہِ الْکِتَابَ قَیِّمًا وَلَمْ یَجْعَلْ لَہٗ عِوَجًا۔ اسی طرح سے تقدیم وتاخیر کلام حضرت میں واقع ہے۔

فَطَفِقْتُ اَرْتَئِیْ بَیْنَ اَنْ اَصُوْلَ بِیَدٍ جَذَّاءَ، اَوْ اَصْبِرَ عَلٰی طَخْیَةٍ عَمْیَاءَ، فَرَاَیْتُ اَنَّ الصَّبْرَ عَلٰی ھَاتَا اَحْجٰی، فَسَدَلْتُ دُوْنَھَا ثَوْبًا۔

لیکن یہ قول خالی از تکلف وتصلف نہیں ہے کیونکہ مقتضائے بشریت واقتضائے طبیعت انسانی یہ تھا کہ جس وقت حق

خلافت غصب ہوا تو فوراً بے تفکر وتدبر انزاع خلافت کا اہتمام کیا جاتا، لیکن مقتضائے عقل وحکمت اور شایان علمِ امامت و ولایت یہ ہوا کہ پہلے اس پر پردہ اعراض ڈال دیا جاوے اور اس کے مطالبہ ومواخذہ سے اغماض کیا جاوے بعد اس کے غور وفکر کی جاوے کہ علم کیا جاوے، یا اس ظلمت مصیبت پر صبر کیا جاوے، اس صورت میں کوئی ضرورت تقدیم وتاخیر نہیں ہے ۔اور بعض نسخ میں فائے تعقب ہے ''فَطَفِقْتُ'' اس صورت میں معنی یہ ہیں کہ پہلے پردہ ڈال دیا اور فی الفور مواخذہ نہ کیا بعد اُس کے غور وفکر کیا۔ اور اگر فائے تعلیل ہو تو وجہ پردہ ڈال لینے کی یہ ہے کہ ہم نے غور وفکر شروع کیا۔ اسی وجہ سے فَطَفِقْتُ فرمایا یعنی فکر کرنا شروع کیا قَوْلُهٗ تَعَالٰی:

﴿طَفِقَا يَخْصِفَانِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَرَقِ الْجَنَّةِ﴾ ۔طَفِقَ :اَیْ اَخَذَ وَشَرَعَ فِیْ فِعْلٍ ۔یعنی شروع کیا کسی کام میں، اَرْتَئِیْ ، باب افتعل سے بمعنی فکر وغور کرنے کے ہے ۔یُقَالُ :فُلَانٌ اَرْتَاَیَ فِی الْاَمْرِ اِذَا فَکَّرَ فِیْ طَلَبِ الْاَصْلَحِ اور اَصُوْلُ :صَوْلَةً، بمعنی حملہ کردن ''بِیَدٍ جَذَّاءٍ'' بجیم مفتوحہ وذال معجمہ مشددہ باہمزہ ممدودہ ''جَذَّ'' مشدد سے ماخوذ ہے یعنی دست بریدہ اور جذاء مونث فعل غیب ہے مانند اَحْمَرُ وَحَمْرَاءُ، اَوْ اَعْوَرُ وَعَوْرَاءُ، وَاَعْمٰی وَعَمْیَاءُ۔ قَالَ الْجَوْهَرِیُّ :بِالْجِیْمِ وَالذَّالِ الْمُعْجَمَةِ الْمَقْطُوعَةِ الْمَکْسُوْرَةِ۔

اور ابن اثیر صاحب جامع الاصول نے نہایۃ میں لکھا ہے :فِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ :اُصُوْلُ بِیَدٍ جَذَّاءَ، اَیْ مَقْطُوْعَةٍ، کَنّٰی بِهٖ عَنْ قُصُوْرِ اَصْحَابِهٖ وَتَقَاعُدِهِمْ عَنِ الْغَزْوِ، فَاِنَّ الْجُنْدَ لِلْاَمِیْرِ کَالْیَدِ، وَیُرْوٰی بِالْحَاءِ الْمُهْمَلَةِ، وَفَسَّرَهٗ، فِیْ مَوْضِعِهٖ بِالْیَدِ الْقَصِیْرَةِ الَّتِیْ لَا تَمْتَدُّ اِلٰی مَا یُرَادُ، قَالَ: وَکَاَنَّهَا بِالْجِیْمِ اَشْبَهُ، یعنی حدیث علی میں ہے ''اَصُوْلُ بِیَدٍ جَزَّاءَ'' یعنی حملہ کروں دستِ بریدہ سے، اور یہ کنایہ ہے کہ اعوان وانصار نے نصرت ویاری سے انکار اور اعانت جہاد سے تقاعد کا اظہار کیا، کیونکہ واسطے حاکم وسلطان کے فوج ولشکر بمنزلہ دست وپا کے ہے اور جبکہ لشکر نہیں تو دست وپا بریدہ ہیں۔ اور بعضی روایت میں ہے ''حَدَّا'' بحائی مہملہ، بمعنی دست کوتاہ جو مطلوب تک نہ پہنچے، لیکن جیم سے بمعنی دست بریدہ اشبہ بصواب ہے۔

اَلطُّلْخِیَةُ بِالضَّمِّ :اَلظُّلْمَةُ اَوِ الْغَیْمُ، کَمَا ذَکَرَهُ الْجَوْهَرِیُّ، وَبِالْفَتْحِ (الطَّلْخِیَةُ) :اَلظُّلْمَةُ، کَمَا فِی الْقَامُوْسِ۔

اور ابن ابی الحدید معتزلی لکھتا ہے :اَلطَّلْخِیَةُ مِنَ الْغَیْمِ السَّحَابِ۔ عَمْیَاءُ :تَاْکِیْدٌ لِظَلَامِ الْحَالِ وَاَسْوَادِهَا۔ اور یہاں مراد حضرت کی ''طَلْخِیَةٌ عَمْیَا'' سے ظلمت، ضلالت اور تاریکی غوایت وجہالت ہے ۔حدیث میں ہے :یَنْزُو الشَّیْطَانُ بَیْنَ النَّاسِ فَیَکُوْنُوْنَ فِیْ عَمْیَاءَ۔ قَالَ فِی النِّهَایَةِ :عَمْیَاءُ :تَاْنِیْثُ الْاَعْمٰی، یُرِیْدُ بِهَا الضَّلَالَةَ وَالْجَهَالَةَ۔

توضیح ۲۵، اعلان و بیان فیہ برہان وتبیان

واضح ہو کہ جب یہ امر واضح ہو گیا کہ حضرت نے زمانہ خلافت اغیار کو طخیہ عمیا فرمایا اور بموجب تصریح ابن اثیر عمیا سے جہالت وضلالت مراد ہے، توضیح اُس کی خود کلام حضرت امام علیہ السلام سے جا بجا مستفاد ہوتی ہے، چنانچہ بعضی خطب میں فرماتے ہیں:

قَدْ خَاضُوْا بِحَارَ الْفِتَنِ، وَاَخَذُوْا بِالْبِدَعِ دُوْنَ السُّنَنِ، وَاَرَزَ الْمُؤْمِنُوْنَ، وَنَطَقَ الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ۔

یعنی بعد جناب رسالتمآب کے یہ لوگ بحار فتنہ وفساد، قلزم بغض وعناد میں غوطہ زن اور خلاف سنت سنیہ نبویہ کے بادیہ بدعت و جہالت، اور یہ غوایت وضلالت میں قدم زن ہوئے، پس اہل ایمان وصاحبان ایقان نے سکون وسکوت اور صبر وصموت اختیار کیا اور ارباب کذب وضلالت واصحاب بطالت وغوایت نے سخن سازی وزبان درازی ومفسدہ پردازی اختیار کی۔

اور بعضی خطب میں ارشاد فرمایا ہے:

حَتّٰى اِذَا قَبَضَ اللّٰهُ رَسُوْلَهٗ، رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْاَعْقَابِ، وَغَالَتْهُمُ السُّبُلُ۔

یعنی جب حضرت رسالتمآب نے اس دارِ فانی سے رحلت فرمائی تو لوگوں نے اپنی جہالت و جاہلیت اور سابق کی بدعت وضلالت کی طرف رجعت اختیار کی۔

اور حضرت کا یہ ارشاد مطابق ہے آیہ کریمہ کے

﴿ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰۤى اَعْقَابِكُمْ ﴾

یعنی نہیں ہیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ مگر ایک رسول مقبول مانند ان پیغمبران گذشتہ کے کہ جو دنیا سے گزر گئے، پس اگر یہ حضرت بھی رحلت فرماویں یا شہادت پاویں تو کیا تم پھر جاؤ گے پچھلے پاؤں دین قویم وصراط مستقیم سے۔

ہر چند حضرت کردگار حمید نے فرقان مجید میں اس امر شدنی کی تنبیہ وممانعت شدید فرمائی تھی لیکن اس پر عمل نہ کیا اور اسی وجہ سے حضرت امام علیہ السلام کے اسی حال ضلالت مآل کو اپنے کلام معجز نظام میں ظاہر فرمایا کہ ''رَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْاَعْقَابِ''۔

اور یہ ارشاد مرتضوی مطابق ہے ارشاد مصطفویؐ کے:

اَلَا اِنَّهٗ سَيَجَاءُ رِجَالٌ مِنْ اُمَّتِيْ فَيُؤْخَذُ بِهِمْ ذَاتَ الشِّمَالِ، فَاَقُوْلُ :يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ! فَيُقَالُ :اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ. فَاَقُوْلُ كَمَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ :﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۞ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ﴾ قَالَ :فَيُقَالُ لِيْ :فَاِنَّهُمْ لَمْ يَزَالُوْا

مُرْتَدِّيْنَ عَلٰى اَعْقَابِهِمْ۔ عَنْ جَمْعٍ بَيْنَ الصَّحِيْحَيْنِ۔

یعنی عنقریب کچھ لوگوں کو میری امت سے شامل اصحاب شمال داخل عذاب و نکال کریں گے، میں عرض کروں گا کہ خداوندا یہ میرے اصحاب ہیں، ملائکہ عذاب جواب دیں گے کہ آپ نہیں جانتے کہ بعد آپ کے کیا کیا دین میں بدعت و احداث کی تھی۔ اس وقت میں عرض کروں گا جس طرح سے حضرت عیسیٰؑ نے عرض کیا کہ خداوندا میں اپنی حیات میں ان کا شاہد وخبیر تھا، بعد ممات ان کا تُو عالم و بصیر تھا، اگر تو عذاب کرے گا تو تجھ کو اختیار ہے کہ وہ بندہ ہیں تو قادر ومختار ہے۔ پس ملائکہ جواب دیں گے کہ جس وقت سے آپ ان سے جدا ہوئے اسی وقت سے وہ پچھلے پاؤں دین سے برگشتہ اور بدعت وضلالت میں سرگشتہ ہو گئے۔ ①

پس جناب ولایت مآب نے اسی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ

وَرَجَعَ قَوْمٌ عَلَى الْاَعْقَابِ،

اور پھر اس کی تصریح فرماتے ہیں:

وَاتَّكَؤُوْا عَلَى الْوَلَائِجِ، وَوَصَلُوْا غَيْرَ الرَّحِمِ۔

یعنی اپنے رائی ناصواب، تجویز لازم الاجتناب پر اعتماد کیا اور خاندان رسالت، دودمان نبوت کو چھوڑ کر اغیار واجانب سے اتفاق واتحاد کیا۔

وَهَجَرُوْا السَّبَبَ الَّذِيْ اُمِرُوْا بِمَوَدَّتِهٖ۔

اور جس وسیلہ قویم وذریعہ مستقیم کی محبت ومودت کا حکم دیا گیا تھا یعنی حق تعالیٰ نے فرمایا تھا:

---

① مُسْنَدُ اَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ وَصَحِيْحُ مُسْلِمٍ، قَالَ: سَيُرَدُّ عَلَيَّ نَاسٌ مِنْ اَصْحَابِيْ، فَيُحْلَؤُوْنَ عَنِ الْحَوْضِ، فَاَقُوْلُ: يَا رَبِّ اَصْحَابِيْ! فَيُقَالُ لِيْ: اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔۔

صَحِيْحُ مُسْلِمٍ، قَالَ: يَرِدُ عَلَيَّ اُمَّتِيْ الْحَوْضَ، وَاَنَا اَذُوْدُ النَّاسَ عَنْهُ كَمَا يَذُوْدُ الرَّجُلُ اِبِلَ النَّاسِ عَنْ حَوْضِهٖ، قَالُوْا: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَتَعْرِفُنَا؟ قَالَ: نَعَمْ، لَكُمْ سِيْمَا لَيْسَتْ لِاَحَدٍ غَيْرِكُمْ، تَرِدُوْنَ عَلَيَّ غُرًّا مُحَجَّلِيْنَ مِنْ اٰثَارِ الْوُضُوْءِ، وَلَيُصَدَّنَّ عَنِّيْ طَائِفَةٌ مِنْكُمْ فَلَا يَصِلُوْنَ، فَاَقُوْلُ: يَا رَبِّ اَنَّى اَصْحَابِيْ! فَيَجِيْءُ مَلَكٌ فَيَقُوْلُ: هَلْ تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔

جَامِعُ الْاُصُوْلِ: سَتَحْرِصُوْنَ عَلَى الْاِمَارَةِ، وَسَتَكُوْنُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

فِيْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ لِشُهَدَاءِ اُحُدٍ: هٰؤُلَاءِ اَشْهَدُ عَلَيْهِمْ۔ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: اَلَسْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاِخْوَانِهِمْ؟ اَسْلَمْنَا كَمَا اَسْلَمُوْا، وَجَاهَدْنَا كَمَا جَاهَدُوْا۔ فَقَالَ: بَلٰى، وَلٰكِنْ لَا اَدْرِيْ مَا تُحْدِثُوْنَ بَعْدِيْ۔ فَبَكٰى اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ بَكٰى، ثُمَّ قَالَ: اَئِنَّا لَكَائِنُوْنَ بَعْدَكَ۔

﴿قُلْ لَا اَسْاَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾

اور جناب رسالتمآب نے فرمایا تھا :

لَوْ اَنَّ اُمَّتِيْ صَامُوْا حَتّٰى يَكُوْنُوْا كَالْحَنَايَا، وَصَلَّوْا حَتّٰى يَكُوْنُوْا كَالْاَوْتَارِ، ثُمَّ اَبْغَضُوْكَ لَاَكَبَّهُمُ اللّٰهُ فِيْ النَّارِ. رَوَاهُ السَّمْعَانِيُّ فِيْ كِتَابِ مَنَاقِبِ الصَّحَابَةِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ الْاَنْصَارِيِّ۔

لیکن ایسے وسیلہ کو چھوڑ دیا کہ جس کی محبت کا حکم دیا گیا تھا اور یہ بھی فرمایا تھا کہ

اِنِّيْ تَارِكٌ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ :كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِيْ اَهْلَ بَيْتِيْ، مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ۔

لیکن ان لوگوں نے اس کے خلاف کیا۔

پھر فرماتے ہیں:

وَنَقَلُوا الْبِنَاءَ عَنْ رَصِّ اَسَاسِهِ، فَبَنَوْهُ فِيْ غَيْرِ مَوْضِعِهِ۔

یعنی بنیان مرصوص خلافت اور ایوان منصوص ریاست کو مقام لائق سے منقلع اور محل فائق سے مندفع کر کے محل بے موقع پر قائم کر دیا۔ چنانچہ حضرت نے وقت بیعت خلافت ابی بکر بھی فرمایا تھا کہ

يَا مَعَاشِرَ الْعَرَبِ، لَاتُخْرِجُوْا سُلْطَانَ مُحَمَّدٍ مِنْ قَعْرِ بَيْتِهٖ اِلٰى بُيُوْتِكُمْ۔

بعد اس کے پھر فرماتے ہیں:

مَعَادِنُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ، وَاَبْوَابُ كُلِّ ضَارِبٍ بِغَمْرَةٍ۔

یعنی جن لوگوں نے ایسا کیا وہ معدن ماہی سیات ومخزن ہائے حطیات ہیں اور درندہ ہائے ضلالت و برعات ہیں کہ جس میں ہر سالک گمراہی وسرگشتہ دین رسالت پناہی آمدورفت رکھتا ہے۔

قَدْ بَادُوْا فِي الْحَيْرَةِ وَذَهَبُوْا فِي السُّكْرَةِ عَلٰى سُنَّةِ مِنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ۔

یعنی وہ لوگ ادو یہ حیرت و جہالت اور بادیہ غوایت وضلالت میں سرگردان و پریشان ہو گئے ہیں، نشہ جہالت سے مخمور وضلالت و بطالت سے معمور ہو گئے ہیں، سالکان سنت آل فرعون بدنہاد اور نار یجان بدعت نمرود و شدّاد ہو گئے ہیں۔

فقرہ(۵)

يَشِيْبُ فِيْهَا الصَّغِيْرُ، وَيَهْرَمُ فِيْهَا الْكَبِيْرُ، وَيَكْدَحُ فِيْهَا مُؤْمِنٌ حَتّٰى يَلْقٰى رَبَّهٗ۔

خلاصہ یہ کہ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے رائے زنی کی اس امر میں کہ دست بریدہ و کوتاہ سے حملہ کریں یا اس ظلمت رنج و مصیبت اور تاریکی غوایت و ضلالت ارباب جہالت پر صبر کریں، تو اب اس ظلمت رنج و محن کی صفت بیان فرماتے ہیں کہ وہ ایسے سواد لیالی آلام ہموم اور تاریکی آفات و غموم ہے کہ اس کی شدت آلام یا طول مدت ایام سے جو صغیر ہیں وہ پیر ہو جاویں اور جو پیر ہیں وہ شیخ فانی و زمین گیر ہو جاویں اور کوئی چارہ کار نہیں بجز اس کے کہ ہر مومن دیندار اس مصیبت و ہر اس کے ساتھ قطع مراحل اور حسرت و یاس سے طے منازل کرے، تا اینکہ شرف لقای رحمت ایزدی تک واصل اور اس دار و گیر مصیبت و کشاکش بلا و محنت سے نجات حاصل ہو۔

توضیح ۲۶

اَلشَّيْبُ :سفید شدن موی، كَقَوْلِهٖ تَعَالٰى:﴿ اشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا﴾اور، اَلْهَرَمُ :بِالتَّحْرِيْكِ، اقصای کبر. قَالَ فِيْ النِّهَايَةِ »:اِنَّ اللّٰهَ لَمْ يَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَهٗ دَوَاءً اِلَّا الْهَرَمَ« اَیْ اَقْصَى الْكِبَرِ، فَجَعَلَهٗ دَاءً تَشْبِيْهًا بِهٖ لِاَنَّ الْمَوْتَ يَتَعَقَّبُهٗ كَالْاَدْوَاءِ۔ اور عین میں لکھتا ہے :شَابَ الرَّجُلُ شَيْبًا وَشَيْبَةً، وَلَا يُنْعَتُ بِهِ الْمَرْاَةُ، بَلْ يُقَالُ :شَابَ رَاْسُهَا۔

پس حضرت کا فرمانا کہ صغیر پیر ہو جاوے اور پیر معمر گبیر ہو جاوے اس واسطے فرمایا کہ شدائد رنج و محن یا طول مدت آلام و فتن دونوں باعث پیری و ناتوانی ہو جاتے ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ﴿يَوْمَ يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا﴾

اور ظاہر احضرت کی مراد یہ تھی کہ شدت مصیبت بھی تھی اور طول مدت بھی تھی۔ چنانچہ سیدہ معصومہ صلوات اللہ علیہا نے فرمایا ہے :صُبَّتْ عَلَيَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَى الْاَيَّامِ صِرْنَ لَيَالِيَا۔

پس حضرت کا فرمانا کہ سواد ظلمت آلام، شدائد طول ایام ایسے تھی کہ جس سے صغیر بسن شیخوخت اور گبیر قریب زمان رحلت پہنچے، بہت درست تھا۔ شدائد محنت و ملال اور تراکم بلا و بلبال تو ظاہر ہے کہ حضرت رسالت نے وفات پائی اس

صدمہ جانفگار اور اندوہ دل ازار سے جان و دل خستہ آلام و آزار تھا۔ علاوہ اس کے پھر منصب خلافت سے مایوس و محروم کیا، مقدمہ فدک میں رنجور و مہموم کیا، اخذ بیعت میں اکراہ و اجبار کیا، جناب سیدہ کو ہر طرح سے ازار دیا، دیگر مکروہات و ناگوار شدائد الام و انار کا کچھ شمار نہیں۔

حضرت امام علیہ السلام فرماتے ہیں:

فَوَاللّٰهِ مَا زِلْتُ مَظْلُوْمًا مُذْ قُبِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔

اور فرماتے ہیں:

ظُلِمْتُ عَدَدَ الْمَدَرِ وَالْوَبَرِ۔

اور ظاہر ہے کہ اس شدائد مصائب و محن و مکارہ مفاسد و فتن کو اشتداد و تاعرصہ دراز استدادر ہا، چنانچہ سنہ گیارہ ہجری میں ابو بکر کو خلافت ہوئی، دو برس تین مہینہ آٹھ دن حکومت کی، سنہ تیرہ ہجری میں عمر بن الخطاب کو خلافت ہوئی، دس برس چھ مہینہ آٹھ روز خلافت رہی، سنہ چوبیس ہجری میں عثمان بن عفان کو خلافت ہوئی، گیارہ سال گیارہ مہینہ چودہ دن و بقولے بارہ سال خلافت رہی۔ سنہ ۳۵ میں حضرت شاہ ولایت رونق افروز سریر خلافت و جلوہ اندوز مسند حکومت و امامت ہوئے۔ چار برس نو مہینہ رونق افروز رہے۔ پس زمانہ حرمان خلافت اور ایام مکارہ و کریت بحساب اہل سنت قریب پچیس سال کے تھا اور یہ زمانہ ایسا طولانی ہے کہ اس میں اشخاص صغیر سال پیران شکستہ بال اور اشخاص کبیر السال پیران خستہ احوال قرین زوال و رہین ارتحال ہو جاتے ہیں۔ فلہٰذا حضرت امام نے ارشاد فرمایا کہ

تَشِيْبُ فِيْهِ الصَّغِيْرُ وَيَهْرَمُ فِيْهِ الْكَبِيْرُ۔

بعد اس کے واسطے مومن دیندار و صاحب تقویٰ شعار کی ہدایت فرماتے ہیں:

وَيَكْدَحُ فِيْهَا مُؤْمِنٌ حَتّٰى يَلْقٰى رَبَّهٗ۔

''كَدْحٌ'' بمعنی تعب و زحمت کے ہیں، وَفِي الصَّرَاحِ، رنج کشیدن۔ قَالَ بَعْضُ الشَّارِحِيْنَ فِي الْعَيْنِ الْكَدْحُ الْعَمَلُ وَالسَّعْيُ وَالْكَدُّ۔

پس مراد اس ارشاد ہدایت بنیاد سے یہ ہے کہ ایسے حال پر اختلال میں مومن دیندار واسطے طلب حق کی جد و جہد تمام و سعی و کوشش مالا کلام و مقاسات شدائد و آلام اختیار کرے تا اینکہ ایام زندگی منقضی و شعلہ چراغ حیات منطفی ہو جائے۔ پس اس مضمون ہدایت شحون سے تین امر مستفاد ہوتے ہیں۔ ایک یہ کہ حتی الوسع مطالبہ حق اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر میں جد و جہد واجب ہے۔ دوسرے وقت حصول شرائط کی جہاد و عمل بالید واجرائے احکام تعذیر و حد واجب ہے، جیسا کہ وقت خلافت ظاہری کے فرماتے رہے۔ تیسرے بدون استطاعت و فقدان شرائط کے کوئی اختیار و بجز صبر و شکیبائے کچھ چارہ کار نہیں ہے جیسا کہ عہد خلفائے ثلاثہ میں اختیار فرمایا۔

فقرہ(٦)

فَرَاَیْتُ اَنَّ الصَّبْرَ عَلٰی هَاتَا اَحْجٰی، فَصَبَرْتُ وَفِی الْعَیْنِ قَذًی، وَفِی الْحَلْقِ شَجًا، اَرٰی تُرَاثِیْ نَهْبًا۔

توضیح ۲۷، فیہ تشریح

''قَذٰی'' بمعنی خس وخاشاک ''شَجٰی'' سے مراد وہ گرفتگی کہ جو شدت گریہ و بکا یا شدت غم وغصہ میں گلو گیر ہو جائے۔ قَالَ فِی النِّهَایَةِ: ''اَلْقَذٰی'' جَمْعُ قَذَاةٍ، وَهُوَ مَا یَسْقُطُ فِی الْعَیْنِ مِنْ طِیْنٍ اَوْ تُرَابٍ اَوْ وَسَخٍ. ''وَالشَّجَا'' مَا اعْتَرَضَ فِی الْحَلْقِ وَانْتَسَبَ مِنْ عَظْمٍ وَنَحْوِهٖ. ''هَاتَا'' بِتَایِ تَأْنِیْثٍ کلمہ تنبیہ ہے جس میں جانب ظخیہ عمیا اشارہ ہے۔ وَقَالَ ابْنُ الْاَثِیْرِ: ''اَحْجٰی'' اَیْ اَحْذَرُ وَاَلْیَقُ وَاَحَقُّ ''وَتُرَاثُ'' بمعنی میراث ومتروکات کے ہے وتائے تراث واو سے بدل ہے۔ ''وَالنَّهْبُ الْغَارَةُ''۔

توضیح ۲۸، وتصریح

یعنی حضرت نے فرمایا کہ جب ہم نے تفکر وتامل کیا کہ دست بریدہ کوتاہ سے حملہ کریں یا اس ظلمت کرب ومحنت پر صبر کریں تو بالہام غیبی وتائید لاریبی اور وصیت جناب نبویؐ پر ضرور ہوا کہ ان بلایا ومحن اور مصائب جان شکن اور نوائب پرفتن پر صبر کرنا قرین مصلحت اور اقتضای عقل وحکمت اور باعث رضائے جناب احدیت اور موجب ازدیاد رحمت ہے۔ پس صبر وشکیب کو ہم نے اختیار وسکوت وصموت کا شعار ووثار کیا مگر ایسے حال میں صبر کیا کہ دیدہ دل میں خار ہائے تالّم وتکدر، خاشاک تاسف وتحسر، غبار تحیر وتاثر کی خلش تھی اور حلق ہمت میں وگلوی نہمت میں غم وغصہ گلو گیر کی کاہش تھی اس واسطے کہ آنکھوں سے مشاہدہ کرتے تھے کہ استحقاق خلافت کو ہم سے مسلوب اور باغ فدک کو ہم سے مغصوب اور وراثت نبوت سے ہم کو محروم ومحجوب کیا ہے۔

توضیح ۲۹

کَشْفُ اللِّثَامِ عَنْ وُجُوْهِ الشُّکُوْكِ وَالْاَوْهَامِ۔ واضح ہو کہ اکثر اوقات التباس وابہام اور وسواس واوہام لاحق خواطر انام اور طبائع عوام ہوتا ہے کہ ہرگاہ امام علیہ السلام کو اپنے حق کا جزم ویقین حاصل تھا اجماع صحابہ وتسلط خلفا باطل تھا تو

حضرت نے اشتعال نائرہ حرب وقتال التہاب آتش جنگ وجدال سے اہل ضلال کا استیصال کیوں نہ فرمایا، ضربت ذوالفقار سے اعادی اشرار کو واصل دارالبوار کیوں نہ فرمایا؟ تو جواب باصواب اس کا اقوال جناب ولایت مآبؑ سے جو خطبہ ہائے دیگر میں بطور خطاب وجواب ارشاد فرمایا ہے دلیل کافی وبرہان شافی ہے۔

وَمِنْ كَلَامٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَلَمَّا مَضٰى، تَنَازَعَ الْمُسْلِمُوْنَ الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ۔

یعنی جب حضرت رسالتمآبؐ نے اس جہان فانی سے طرف ملک جاودانی رحلت فرمائی تو اہل اسلام نے امر امامت میں منازعت اور منصب خلافت میں مخاصمت آغاز کی:

فَوَاللّٰهِ مَا كَانَ يُلْقٰى فِيْ رُوْعِيْ وَلَا يَخْطُرُ عَلٰى بَالِيْ اَنَّ الْعَرَبَ تُزْعِجُ هٰذَا الْاَمْرَ مِنْ بَعْدِهٖ عَنْ اَهْلِ بَيْتِهٖ، وَلَا اَنَّهُمْ مُنَحُّوْهُ عَنِّيْ۔

یعنی بخدائے رب غفور کہ کبھی میرے دل میں خطور خاطر میں مرور نہ ہوا تھا کہ عرب لوگ بعد جناب رسالمتآب کے منصب خلافت کو اہلبیت طہارت سے دور اور ہم کو اس استحقاق سے محروم ومہجور کریں گے۔

فَمَا رَاعَنِيْ اِلَّا انْثِيَالُ النَّاسِ عَلٰى فُلَانٍ يُبَايِعُوْنَهٗ۔

پس مجھے کوئی امر سبب عجب نہ ہوا بجز اس کے کہ بیعت فلاں شخص پر ابتلای انام اور ہجوم عام عوام ہو گیا۔

فَاَمْسَكْتُ بِيَدِيْ حَتّٰى رَاَيْتُ رَاجِعَةَ النَّاسِ قَدْ رَجَعَتْ عَنِ الْاِسْلَامِ، يَدْعُوْنَ اِلٰى مَحْقِ دِيْنِ مُحَمَّدٍ۔

پس ہم نے دست ہمت کو کھینچ لیا اور مداخلت جمیع امور سے اعراض کیا یہاں تک کہ ہم نے دیکھا کہ لوگوں نے دین اسلام سے انحراف وارتداد اور واسطے زوال دین محمدؐ کے انواع فتنہ وفساد کو برپا کیا۔

فَخَشِيْتُ اِنْ لَمْ اَنْصُرِ الْاِسْلَامَ وَاَهْلَهٗ اَنْ اَرٰى فِيْهِ ثَلْمًا اَوْ هَدْمًا، تَكُوْنُ الْمُصِيْبَةُ بِهٖ عَلَيَّ اَعْظَمَ مِنْ فَوْتِ وِلَايَتِكُمْ۔

پس مجھ کو اندیشہ اس امر کا ہوا کہ اگر میں اسلام کی مداخلت ومشاورت میں نصرت ویاری اور ہدایت وارشاد میں مددگاری نہ کروں گا تو ایک رخنہ عظیم اس دین قویم میں واقع ہو جائے گا جس سے بنیاد اسلام کا انہدام اور دین محمدی کا بالکل انعدام ہو جاوے گا تو اس وقت یہ مصیبت مجھ پر مزید تر اور فوت امور خلافت اور ولایت سے شدید تر جاوے گی۔

وَمِنْ كَلَامٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَنَظَرْتُ فَاِذَا لَيْسَ لِيْ رَافِدٌ وَلَا ذَابٌّ وَلَا مُسَاعِدٌ، اِلَّا اَهْلَ بَيْتِيْ، فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَنِيَّةِ۔

یعنی ہم نے یہ نگاہ یاس وحسرت نظر فرمائی تو دیکھا کہ کوئی یار و مددگار مونس وغمخوار نہیں ہے جو مصیبت میں نصرت یا کسی زحمت میں اعانت یا کسی آفت میں حفاظت یا رنج وغم میں مشارکت کرے بجز چند اہلبیتؑ کے تو اُن کو ہم نے قتال وجدال سے بچایا اور انقطاع نسل ہاشمیہ اور انقراض نسل فاطمیہ نہ چاہا۔

وَمِنْ كَلَامِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ: فَاِذَا لَيْسَ لِيْ مُعِيْنٌ اِلَّا اَهْلُ بَيْتِيْ، فَضَنِنْتُ بِهِمْ عَنِ الْمَوْتِ۔

پھر ایک خطبہ میں فرماتے ہیں کہ اس ہنگام نافرجام میں کوئی معین و مددگار ہمارا نہ تھا بجز چند اہلبیتؑ کے تو ان کے نفوس کو ہم نے قتل وموت سے محفوظ رکھا۔

وَمِنْ كَلَامِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ: شَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوْسُ قَوْمٍ وَسَخَتْ عَنْهَا نُفُوْسُ اٰخَرِيْنَ، وَالْحَكَمُ اللّٰهُ، وَالْمَعْوَدُ اِلَيْهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ۔

یعنی بعض اصحاب نے اس جناب سے پوچھا کہ آپ باوصف استحقاق خلافت اور شرف فضیلت و کرامت کے کس واسطے محروم رہے؟ تو حضرت نے جواب دیا کہ بعض نفوس حسیسہ نے ہم سے حسد وعناد و تنازع وفساد کیا، پس بعض نفوس قدسیہ زکیہ نے ازراہ ہمت جوانانہ وسخاوت مردانہ درگزر کیا، اب ہمارے ان کے درمیان میں حاکم عادل احکم الحاکمین ہے کہ ہم سب روز قیامت اس کے روبرو حاضر ہوں گے اور وہ ہمارا انصاف فرمائے گا۔

روایت منقول ہے کہ باہم چند اصحاب کے یہ تذکرہ پیش ہوا کہ کیا سبب ہے کہ جناب ولایت مآب نے طلحہ و زبیر و عائشہ سے محاربت ومقاتلت فرمائی اور ابوبکر وعمر سے مخاصمت نہیں فرمائی؟ حضرت ولایت مآب نے فرمایا کہ مجھ کو اس امر میں سات پیغمبران برحق کے ساتھ مشابہت ہے۔

اوّل: حضرت نوح علیہ السلام سے کہ جناب احدیت میں عرض کیا:

﴿رَبِّ اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾

یعنی پروردگارا مجھ کو قوم کفار واشرار نے مغلوب ظلم وآزار کیا ہے پس میری نصرت ومددگاری کر۔

اگر تم لوگ کہو کہ مغلوب وناچار اور بے یار و مددگار نہ تھے تو تم نے تکذیب کلام ربانی مخالفت آیات قرآنی اختیار کی اور اگر کہو کہ مغلوب ومجبور تھے تو پھر وصی پیغمبر بھی معذور رہے۔

دوّم: حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قوم کفار سے فرمایا:

﴿وَاَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾

یعنی تم سے اور تمہارے دین ضلالت آئین سے عزلت گزینی، گوشہ نشینی اختیار کی۔

پس اگر کہو کہ اعراض واعتزال نہیں کیا تو تکذیب کلام ذوالجلال کیا اور اگر کہو کہ اعراض واعتزال کیا تو وصی پیغمبر نے بھی اعتزال کیا۔

سوّم: حضرت لوط پیغمبر علیہ السلام نے قوم کفار سے فرمایا:

﴿لَوْ اَنَّ لِیْ بِکُمْ قُوَّۃً﴾

یعنی کاش کہ مجھ کو قوت مقابلہ طاقت مقاتلہ ہوتی تو تم سب کو مندفع اور تمہاری سرکشی کو منقلع کرتا۔

پس اگر کہو کہ اس پیغمبر کو طاقت دفع کفار قلع غلبہ اشرار حاصل تھی تو مفاد آیۃ قرآنی بے حاصل ہے اور اگر کہو کہ مجبور و ناچار تھے تو وصی پیغمبر بھی مغلوب اشرار ہے۔

چہارم: حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا:

﴿رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِمَّا تَدْعُوْنَنِیْ اِلَیْہِ﴾

یعنی خداوندا مجھ کو زندان مصیبت اور قید خانۂ رنج و محنت بہتر ہے اس سے کہ جن امور ناصواب خلافت رضائے رب الارباب پر مجھ کو دعوت کرتے ہیں۔

پس اگر کہو کہ ان کو دفع اشرار کا اختیار تھا تو تکذیب کلام پروردگار ہے اور اگر کہو کہ مجبوراً قید مصیبت کو اختیار کیا تو وصی پیغمبر نے بھی گوشہ عزلت اختیار کیا۔

پنجم: حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے فرمایا:

﴿فَفَرَرْتُ مِنْکُمْ لَمَّا خِفْتُکُمْ﴾

یعنی ہم نے غلبہ قوم کفار اور قوت دفع اشرار سے اعتزال و فرار اختیار کیا۔

پس اگر کہو کہ بے خوف انھوں نے فرار کیا تو تم نے تکذیب قرآن کو اختیار کیا اور اگر بخوف وخشیت فرار کیا تو وصی پیغمبر نے بھی اعتزال و اصطبار بخوف اشرار اختیار کیا۔

ششم: حضرت ہارون علیہ السلام نے فرمایا:

﴿یَا بْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِیْ وَکَادُوْا یَقْتُلُوْنِ﴾

یعنی اے بھائی اس قوم جفا شعار نے مجھ کو مجبور و ناچار اور ارادہ ایذا و اضرار عزم قتل و ازار کیا ہے۔

پس اگر وہ حضرت باوصف نبوت کے مغلوب اہل ضلال تھے تو وصی جناب رسالتمآب بھی مجبور اہل شرارت تھے۔

ہفتم: جناب رسول مختار نے ہجرت اور اختفائے غار بخوف کفار غلبہ اشرار اختیار کیا۔ پس اگر کہو کہ بخوف کفار اختفا کو اختیار کیا تو تم نے کفر کیا اور اگر کہو کہ خوف اشرار سے اختیار کیا تو وصی پیغمبر نے بھی گوشہ خفا، زاویہ اختفا اختیار کیا۔

علاوہ اس کے امام علیہ السلام نے اپنے حال کو حضرت موسیٰؑ سے تشبیہ دے کر فرمایا ہے:

﴿وَلَمْ یُوْجِسْ مُوْسٰی خِیْفَۃً عَلٰی نَفْسِہٖ. بَلْ اَشْفَقَ مِنْ غَلَبَۃِ الْجُھَّالِ وَاَھْلِ الضَّلَالِ﴾

یعنی حضرت موسیٰؑ کو خوف جان و مال نہ تھا بلکہ یہ خوف تھا کہ غلبہ جہال تسلط کفار بدمال وطغیان کفر وضلال نہ ہو جاوے

اسی طرح سے میں نے بھی بخوف جان و مال مطالبہ حق سے اعتزال نہیں کیا بلکہ خوف ہوا کہ اشتداد تسلط، و جہال، طغیان بدع و ضلال، دین اسلام کو اضمحلال و انحلال بنیاد اسلام کو بالکلیہ انعدام وزوال نہ ہوجاوے، لاجرم میں نے عزلت گزینی زاویہ نشینی اختیار کی۔ پس ان کلمات ہدایت سمات سے خطرات وساوس ارباب وسواس کا انقلاع اور ہواجس و التباس عامۃ الناس کا اندفاع ہوگیا۔ مع ھذا دیگر فقرات فائض البرکات اکثر علمائے اعلام وفضلائے فخام اہلسنت نے نقل کئے ہیں کہ جس سے قلع قمع شبہات واوہام دعاع امام بالتمام ہوجاتی ہیں۔[1]

رَوَی الْخَوَارِزْمِیُّ فِیْ کِتَابِ الْمَنَاقِبِ عَنْ جَابِرِ بْنِ اَبِیْ اَثْلَۃَ قَالَ :سَمِعْتُ عَلِیًّا یَقُوْلُ« :بَایَعَ النَّاسُ اَبَا بَکْرٍ وَاَنَا وَاللّٰہِ اَوْلٰی بِالْاَمْرِ مِنْھُمْ وَاَحَقُّ بِہٖ مِنْھُمْ ، فَسَمِعْتُ وَاَطَعْتُ مَخَافَۃَ اَنْ یَرْجِعَ الْقَوْمُ کُفَّارًا یَضْرِبُ بَعْضُھُمْ بِالسَّیْفِ رِقَابَ بَعْضِھِمْ ، ثُمَّ بَایَعَ اَبُوْ بَکْرٍ لِعُمَرَ وَاَنَا اَوْلٰی بِالْاَمْرِ مِنْھُمْ ، فَسَمِعْتُ وَاَطَعْتُ مَخَافَۃَ اَنْ یَرْجِعَ النَّاسُ کُفَّارًا۔

یعنی حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ لوگوں نے ابوبکر سے بیعت کی حالانکہ ہم اولی اور احق اور افضل و الیق تھے ولایت امور مسلمین کے، لیکن ہم نے سنا اور اطاعت کی اس خوف سے کہ مبادا قوم عرب کافر نہ ہوجاوے اور ایک دوسرے سے جنگ و جدال اور حرب وقتال کریں، بعد اس کے ابوبکر نے عمر کو متولی کیا حالانکہ میں ان سب سے اولی و افضل اور احق اکمل تھا لیکن میں نے سماعت و اطاعت کو قبول کیا تا کہ یہ لوگ اپنے کفر و جہالت اور ضلالت و جاہلیت قدیم پر نہ رجعت کریں۔

وَرَوَی الشَّارِحُ ابْنُ اَبِی الْحَدِیْدِ اَنَّ فَاطِمَۃَ حَرَّضَتْہُ یَوْمًا عَلَی النُّھُوْضِ وَالْوُثُوْبِ، فَسَمِعَ صَوْتَ الْمُؤَذِّنِ :اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ، فَقَالَ لَھَا :اَیَسُرُّکِ زَوَالُ ھٰذَا النِّدَاءِ مِنَ الْاَرْضِ؟ قَالَتْ :لَا ، قَالَ :فَاِنِّیْ مَا اَقْوُلُ لَکِ۔

یعنی ایک دن جناب معصومہ صلوات اللہ علیہا نے واسطے محاربہ ومقاتلہ کے حضرت شاہ ولایت سے تحریک وتحریص فرمائی کہ اس عرصہ میں آواز اذان آئی اور موذن نے کہا ''اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًرَّسُوْلُ اللّٰہِ''۔ پس حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم کو گوارا ہے کہ یہ آواز روئے زمین سے معدوم ہوجاوے؟ حضرت معصومہ نے فرمایا کہ نہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ اگر ایسا کروں تو یہی ہوگا۔

قَالَ الْبَلَاذُرِیُّ :وَرَوَی اِبْرَاھِیْمُ الثَّقَفِیُّ عَنْ مُوسَی بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حَسَنٍ قَالَ :اَبَتْ اَسْلَمُ

---

[1] حاشیہ شیخ عبدالحق دہلوی نے تکمیل الایمان میں لکھا ہے :از امام شافعی پرسیدند کہ علت نفرت خلائق و عدم اجتماع ایشان بحضرت مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ چہ باشد گفت انکہ وی در اظہار حق بروی کسی نمیدید، و از ہیچ احدی مبالاتی نداشت و مداہنت نمی کرد، زیرا کہ وی زاہد بود و زاہد را بدنیا و اہل دنیا مبالاتی نباشد، و عالم بود و عالم را مداہنت نبود، و شجاع بود و شجاع را ترس از کسی نبود و شریف بود و شریف را پروای کسے نباشد۔

اَنْ تُبَايِعَ، وَقَالُوْا :مَا كُنَّا نُبَايِعُ حَتّٰى يُبَايِعَ بُرَيْدَةُ، لِقَوْلِ النَّبِيِّ لِبُرَيْدَةَ :عَلِيٌّ وَلِيُّكُمْ مِنْ بَعْدِيْ، فَقَالَ عَلِيٌّ :يَا هٰؤُلَاءِ اِنَّ هٰؤُلَاءِ خَيَّرُوْنِيْ، اَنْ يَظْلِمُوْنِيْ حَقِّيْ اَوْ اُبَايِعَهُمْ، وَارْتَدَّ النَّاسُ حَتّٰى بَلَغَتِ الرِّدَّةُ حَدًّا، فَاخْتَرْتُ اَنْ اُظْلَمَ حَقِّيْ، وَاَنْ فَعَلُوْا مَا فَعَلُوْا۔

یعنی قوم اسلم نے بیعت ابی بکر سے انکار کیا اور کہا جب تک بریدہ نہ بیعت کریں گے ہم بھی بیعت نہ کریں گے کیونکہ بریدہ نے جناب رسالتؐ سے سنا تھا کہ عَلِيٌّ وَلِيُّكُمْ مِنْ بَعْدِيْ، پس حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ان لوگوں نے ہمارے واسطے یہ ہی پسند کیا ہے کہ ہم ظلم پر ظلم کریں وحق تلف کریں اور ہم بیعت کریں اور لوگ دین حق سے برگشتہ ہو گئے۔ پس میں نے بھی اپنی حق تلفی ومظلومی گوارا کی، ان لوگوں نے جو کچھ کیا وہ کیا۔

رَوَى الشَّارِحُ ابْنُ اَبِي الْحَدِيْدِ عَنِ الْكَلْبِيِّ قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ :اِنَّ اللّٰهَ لَمَّا قَبَضَ نَبِيَّهُ اسْتَاْثَرَتْ عَلَيْنَا قُرَيْشٌ بِالْاَمْرِ، وَدَفَعَتْنَا عَنْ حَقٍّ نَحْنُ اَحَقُّ بِهٖ مِنَ النَّاسِ كَافَّةً، فَرَاَيْتُ اَنَّ الصَّبْرَ عَلٰى ذٰلِكَ اَفْضَلُ مِنْ تَفْرِيْقِ كَلِمَةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَسَفْكِ دِمَائِهِمْ، وَالنَّاسُ حَدِيْثُوْا عَهْدٍ بِالْاِسْلَامِ، وَالدِّيْنُ يُمْخَضُ مَخْضَ الْوَطْبِ، يُفْسِدُهُ اَدْنٰى وَهْنٍ، وَيَعْكِسُهُ اَقَلُّ خُلْفٍ، فَوَلِيَ الْاَمْرَ قَوْمٌ لَمْ يَاْلُوْا فِيْ اَمْرِهِمُ اجْتِهَادًا۔

یعنی جب حضرت رسالتؐ نے رحلت فرمائی تو قریش نے اپنی خودرای وکار پردازی سے ہم پر مبادرت کی اور ہم کو ہمارے حق سے محروم کیا حالانکہ ہم تمامی نوع انسان سے احق اور بہمہ وجوہ مستحق تھے، پس ہم نے دیکھا کہ صبر وشکیب کرنا بہتر ہے اس بات سے کہ جماعت مسلمین میں تفرقہ اور درمیان میں ان کے خونریزی واقع ہووے، کیونکہ یہ لوگ تازہ تازہ مشرف بہ اسلام ہوئے تھے اور ہنوز دین اسلام مثل تازہ مسکہ کے مشکیزہ میں بھرا ہوا تھا کہ ادنیٰ فساد سے فاسد اور ادنیٰ تحریک سے باطل وکاسد ہو جاتا۔ پس ہم نے سکوت کیا اور متولیان ریاست وہ لوگ ہو گئے کہ جنہوں نے اپنی بات میں کوئی کوشش اٹھا نہ رکھی۔

وَمِنْهَا مَا رَوَاهُ بِاِسْنَادِهٖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جُنَادَةَ، قَالَ فِيْ خُطْبَتِهٖ »:لَمَّا قَبَضَ اللّٰهُ نَبِيَّهُ فَقُلْنَا :نَحْنُ اَهْلُهُ وَوَرَثَتُهُ وَاَوْلِيَاؤُهُ دُوْنَ النَّاسِ، لَا يُنَازِعُنَا سُلْطَانَهُ اَحَدٌ، وَلَا يَطْمَعُ فِيْ حَقِّنَا طَامِعٌ، اِذْ نَشَزَ قَوْمُنَا فَغَصَبُوْنَا سُلْطَانَ نَبِيِّنَا، فَصَارَتِ الْاِمْرَةُ لِغَيْرِنَا، وَصِرْنَا سُوْقَةً يَطْمَعُ فِيْنَا الضَّعِيْفُ، وَيَتَعَزَّزُ عَلَيْنَا الذَّلِيْلُ، فَبَكَتِ الْاَعْيُنُ مِنَّا لِذٰلِكَ، وَخَشِنَتِ الصُّدُوْرُ، وَجَزِعَتِ النُّفُوْسُ، وَايْمُ اللّٰهِ لَوْلَا مَخَافَةُ الْفُرْقَةِ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَاَنْ يَعُوْدَ الْكُفْرُ وَيَبُوْرَ الدِّيْنُ، لَكُنَّا عَلٰى غَيْرِ مَا كُنَّا لَهُمْ عَلَيْهِ، فَوَلِيَ

الْاَمْرَ وُلَاةٌ لَمْ يَأْلُوْا النَّاسَ خَيْرًا۔

یعنی حضرت نے فرمایا کہ بعد رحلت جناب رسالتمآب کے ہم نے کہا کہ ہم اہلبیتؑ نبوت وارثان رسالت صاحبان ولایت ہیں، اغیار و اجانب سے افضل ہیں، کوئی شخص ہمارے مقابل دعویٰ سلطنت نبویؐ اور طمع نیابت مصطفویؐ نہیں کرسکتا ہے نہ ہمارے حق کا خواہاں ہوسکتا ہے، لیکن قوم عرب نے دفعۃً اٹھ کر سلطنت نبویہ کو ہم سے غصب و انتزاع اور حق واجب کا انقلاع کیا۔ والیان ریاست و مالکان خلافت اجانب و اغیار ہو گئے اور ہم مثل رعایا بازاری کے تابعدار و فرمان بردار ہو گئے، تا اینکہ ہمارے امور میں ادنی ادنی لوگ دست انداز اور ہمارے حقوق میں آمادہ حرص و آز ہو گئے اور جو لوگ ذلیل و خوار تھے وہ بھی ہم سے سرکشی و غرور و استکبار کرنے لگے۔ پس اس حال زار پر ہماری چشم ہائے اشکبار زار زار رونے لگیں اور سینہ ہائے مصیبت خزینہ جوشش غم سے بھر آیا اور غصہ و غم سے دل الجھنے لگا۔ قسم خدا کی اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ مجمع اسلام پراگندہ و پریشان ہو جائے گا اور کفر ضلالت پھر از سر نو بازگشت کرے گا اور دین نبوی مضمحل و تحلل پذیر ہو جاوے گا تو ہم اپنا رنگ بدل دیتے یعنی جس حال خستہ و احوال شکستہ سے بسر کرتے ہیں اس حال کو بدل دیتے اور جوہر شمشیر آبدار و حربہ ذوالفقار دکھا دیتے، مگر بعد ہمارے سکوت کے ایسے لوگ والی ہوئے جنہوں نے اپنے آدمیوں کو بہتری پہنچانے میں کوتاہی نہ کی اور ہمارے حق پر قابض رہے۔

قَالَ عَلِيٌّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ كِتَابٍ لَهٗ :وَقَدْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَهِدَ اِلَيَّ عَهْدًا فَقَالَ :يَا بْنَ اَبِي طَالِبٍ، لَكَ وَلَاءُ اُمَّتِيْ، فَاِنْ وَلَّوْكَ فِيْ عَافِيَةٍ وَرَجَعُوْا عَلَيْكَ بِالرِّضَا، فَقُمْ بِاَمْرِهِمْ، وَاِنِ اخْتَلَفُوْا عَلَيْكَ فَدَعْهُمْ وَمَا هُمْ فِيْهِ، فَاِنَّ اللّٰهَ سَيَجْعَلُ لَكَ مَخْرَجًا۔

یعنی حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ جناب رسالتمآبؐ نے مجھ سے عہد فرمایا ہے کہ اے علیؑ تمہارے واسطے اس امت کی ولایت و امارت ہے اگر بخیر و خوبی تم کو والی و حاکم اپنا کریں اور برضا و رغبت تمہاری اطاعت کریں تو نظم و نسق امور خلافت، رتق و فتق نظام ولایت کرنا اور اگر تم سے مخالفت و انحراف یا اختلاف و استنکاف کریں تو ان کو ان کے حال پر چھوڑ دینا، حق تعالیٰ عنقریب تمہارے واسطے صورت نجاح اور طریقہ فلاح ظاہر فرماوے گا۔

اور اس کلام ہدایت نظام سے ظاہر ہے کہ بدون استطاعت حصول شرائط کے جنگ و جدال اور حرب و قتال واجب نہیں ہے اور جبکہ وجوب قتال نہیں ہے تو صبر و صموت و سکون و سکوت میں کوئی محل طعن و ملام یا جائے اعتراض و الزام نہیں

ہے، چنانچہ حضرت امام علیہ السلام فرماتے ہیں:[1]

فَانْظُرْ :فَاِنْ اَحْسَنُوْا وَعَجَّلُوْا لَهٗ حَقَّهٗ قَبِلَهٗ حَامِدًا، وَاِنْ اَخَّرُوْهُ اِلٰى اَجَلِهٖ اَخَذَهٗ غَيْرَ حَامِدٍ، وَلَيْسَ يُعَابُ الْمَرْءُ بِتَاْخِيْرِ حَقِّهٖ، اِنَّمَا يُعَابُ مَنْ اَخَذَ مَا لَيْسَ لَهٗ۔

یعنی اگر یہ لوگ براہ نیکوکاری وخوش کرداری کے ہمارا حق ہم کو جلد تر پہنچا دیں گے تو ہم اس کو شکر گزاری وثناخوانی کے ساتھ قبول کریں گے اور اگر حق رسائی میں تساہل وتعلل اور تسویف وتماہل کریں گے تو ہم وقت مناسب پر اپنا حق بلا امتنان وشکر گزاری کے لیے لیں گے، اس واسطے کہ کوئی عیب ومذلت نہیں ہے اگر اُس کی حق رسائی میں تعلل وتامل کریں۔ ہاں یہ امر البتہ مذموم وملوم ہے کہ دوسرے کا حق غصباً وجبراً لے لیوے۔ یعنی واسطے غاصب وظالم کے وبال دنیوی ونکال اخروی ہے اور واسطے مغصوب عنہ ومظلوم کے کوئی قباحت دینی ودنیوی نہیں ہے۔ پس جو اعتراض نافہمان ناتوان بین اور ناواقفان امور دین وشرع متین کا یہ تھا کہ حضرت حیدر کرار، امام الابرار واخیار نے بزور شمشیر ابدار مقاتلہ اشرار کے خلافت کا انتزاع اور استرداد واسترجاع کیوں نہ فرمایا، سراسر باطل و حیّز اعتبار سے عاطل ہے۔

---

[1] ابن مردویہ نے کتاب مناقب میں روایت لکھی ہے جس میں حضرتؐ نے امام علیہ السلام سے فرمایا: ضَغَائِنُ فِيْ صُدُوْرِ قَوْمٍ لَا يَبْدُوْنَهَا لَكَ حَتّٰى تَفْقِدُوْنِيْ۔ صحیح مسلم میں حذیفہ سے روایت ہے کہ حضرت رسالتمآبؐ نے فرمایا:

يَكُوْنُ بَعْدِيْ اَئِمَّةٌ لَا يَهْتَدُوْنَ بِهُدَايَ وَلَا يَسْتَنُّوْنَ بِسُنَّتِيْ، وَسَيَقُوْمُ فِيْهِمْ رِجَالٌ قُلُوْبُهُمْ قُلُوْبُ الشَّيَاطِيْنِ فِيْ جُثْمَانِ الْاِنْسِ. قَالَ. قُلْتُ :كَيْفَ اَصْنَعُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَدْرَكْتُ ذٰلِكَ؟ قَالَ :"تَسْمَعُ وَتُطِيْعُ، وَاِنْ ضُرِبَ ظَهْرُكَ وَاُخِذَ مَالُكَ".

فِي الرِّيَاضِ النَّضِرَةِ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :"يَا عَلِيُّ، كَيْفَ اَنْتَ اِذَا زَهِدَ النَّاسُ فِي الْاٰخِرَةِ وَرَغِبُوْا فِي الدُّنْيَا، وَاَكَلُوا التُّرَاثَ اَكْلًا لَمًّا، وَاَحَبُّوا الْمَالَ حُبًّا جَمًّا، وَاتَّخَذُوْا دِيْنَ اللّٰهِ دَغَلًا وَمَالَ اللّٰهِ دُوَلًا؟" فَقُلْتُ: اَتْرُكُهُمْ وَمَا اخْتَارُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلَهٗ، وَاَخْتَارُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ، وَاَصْبِرُ عَلٰى مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَبَلَائِهَا حَتّٰى اَلْحَقَ بِكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ، قَالَ:"صَدَقْتَ، اللّٰهُمَّ فَافْعَلْ ذٰلِكَ بِهٖ".اَخْرَجَهُ الْحَافِظُ الثَّقَفِيُّ فِي الْاَرْبَعِيْنَ.

وَفِيْ اِنْسَانِ الْعُيُوْنِ :فَكَانَ مَنْ اَسْلَمَ اِذَا اَرَادُوا الصَّلَاةَ يَذْهَبُ اِلٰى بَعْضِ الشِّعَابِ يَسْتَخْفِيْ بِصَلَاتِهٖ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ، وَهٰذَا يَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدِ اسْتَمَرَّ مُتَخَفِّيًا هُوَ وَاَصْحَابُهٗ فِيْ دَارِ الْاَرْقَمِ اِلٰى اَنْ اَظْهَرَ الدَّعْوَةَ

اور تاریخ خمیس میں معالم التنزیل سے روایت ہے کہ

وَلَمَّا كَثُرَتْ اَنْوَاعُ الْاَذٰى مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَتَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَعَ اَصْحَابِهٖ فِيْ دَارِ الْاَرْقَمِ.وَفِي الْمَوَاهِبِ اللَّدُنِّيَّةِ مَا زَالَ النَّبِيُّ مُسْتَخْفِيًا حَتّٰى نَزَلَ:﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ﴾ قَالُوْا :وَكَانَ ذٰلِكَ بَعْدَ ثَلَاثِ سِنِيْنَ مِنَ النُّبُوَّةِ، وَهِيَ الْمُدَّةُ الَّتِيْ اَخْفٰى اِلَيْهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ اَمْرَهٗ اِلٰى اَنْ اَمَرَهُ اللّٰهُ بِاِظْهَارِهٖ، فَنَادٰى قَوْمَهٗ بِالْاِسْلَامِ وَصَدَعَ بِهٖ۔

کیونکہ واسطے امر بالمعروف ونہی عن المنکر وانفاذ اوامر شرعی واجرائے احکام دینی کے شرائط واسباب درکار ہیں اور ہر گاہ شرائط مفقود ہوں تو وجوب جہاد وانفاذ احکام شریعت کا سقوط ہو جاتا ہے۔ چناچہ جناب رسالتمآب نے بعد بعثت کے تین برس تک اخفا وکتمان نبوت فرمایا اور جب آیہ ﴿ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ ﴾ نازل ہوئی تو آپ نے دعوت اسلام میں اعلان و اجہار فرمایا اور پھر جب شرائط جہاد نہ پائے گئے تو تین دن غار میں استتار فرمایا۔

علی ھذا القیاس تمامی انبیا واوصیا وعلما ومجتہدین واولیائے کاملین وحکما وعقلائے دین ہر وقت وہر حال میں مناسب احوال ومصالح حال بمتابعت احکام حضرت ذوالجلال عمل فرماتے رہے۔ ہم بندگان خاکی وجافی کو کیا منصب کافی اس اعتراض کا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے خلفائے ثلاثہ سے کیوں نہ مقابلہ فرمایا۔ اس واسطے کہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ ان کو غاصب وظالم جانتے تھے یا ذی حق ومستحق۔ اگر غاصب وظالم جانتے تھے تو سکوت وصموت فرمانا حضرت کا جائز تھا یا نہیں۔ اگر جائز تھا اور بموجب احکام شرع کے پابندی واجب تھی عین صواب فرمایا کیونکہ واسطے جہاد کے شرائط واسباب لازم ہیں اور اگر اسباب وشرائط تھے تو خالی دو حال سے نہیں۔ یا یہ کہ شرع کی پابندی معاذ اللہ نہ فرماتے تھے یا احکام شرع سے واقف نہ تھے۔ تو یہ دونوں امر محال ہیں، قائل اس کا خارج از اسلام ہے کیونکہ کوئی مسلمان نہیں کہہ سکتا کہ وہ عالم احکام شرع نہ تھے یا پابند شرع نہ تھے، معاذ اللہ من ذلک۔

اب رہی دوسری صورت کہ اپنا حق نہ جانتے تھے یا اپنے تظلم کی شکایت نہ فرماتے تھے تو کتب وخطب وکلمات شکایات بکثرت موجود ہیں۔ اگر بنظر انصاف بدون تعصب واعتساف ملاحظہ فرمایا جاوے تو ظاہر ہو جاوے کہ کس قدر شکایات فرماتے رہے۔ سب سے زیادہ شہادت کاملہ بینہ عادلہ تحریر معاویہ باغیہ ہے جس کو اہل سنت خلیفہ پنجم بھی جانتے اور صحابی عادل بھی جانتے ہیں۔ چنانچہ جو نامہ استانہ رفعت نشانہ بارگاہ علویہ پیشگاہ مرتضویہ میں بے باکانہ وگستاخانہ بھیجا ہے اس میں لکھتا ہے۔

فَاِنَّ الْحَسَدَ عَشَرَةُ اَجْزَاءٍ، فَتِسْعَةٌ مِنْهَا فِيْكَ وَوَاحِدٌ مِنْهَا فِيْ سَائِرِ النَّاسِ، وَذٰلِكَ اَنَّهٗ لَمْ يَلِ اَمْوَرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَحَدٌ بَعْدَ النَّبِيِّ اِلَّا وَلِكُلِّهِمْ حَسَدْتَ، وَعَلٰى كُلِّهِمْ تَعَدَّيْتَ، وَعَرَفْنَا ذٰلِكَ مِنْكَ فِيْ النَّظَرِ الشَّزْرِ، وَقَوْلِكَ الْهَجْرِ، وَتَنَفُّسِكَ الصُّعَدَاءَ، وَاَبْطَائِكَ عَنِ الْخُلَفَاءِ۔

اس گستاخی بے باکی کو ملاحظہ فرمایئے کہ نفس رسول زوج بتول، ابو الحسنین، باب مدینۃ العلم وصی جناب رسول الثقلین، خلیفۃ زمان وامام جہان کو یہ لکھتا ہے کہ دنیا میں جس قدر حسد ہے وہ دس حصہ میں منقسم ہے نو حصہ خاص تم کو اور ایک حصہ تمام عالم کو تقسیم ہوا، اس واسطے کہ جو شخص بعد پیغمبرؐ کے والی امت ہوا ہر ایک سے تم پر سر حسد وعناد اور ہر سر پر خاش وفساد ہے اور ہم نے خوب پہچان لیا کہ تم سب کو ترچھی نگاہوں سے اور تند نظروں سے دیکھتے رہے اور اقوال ناسزا ان کو لکھتے رہے اور آہِ سرد دلِ پر درد سے بھرتے رہے اور ہر ایک کی بیعت میں تاخیر وتسویف کرتے رہے۔ پس اس قول فضول صحابی

عدول سے یہ امر ضرور لائق قبول ہے کہ حضرت امام علیہ السلام ہمیشہ ناراض و ناخوش رہے اور کبھی طیب خاطر و صمیم فواد سے کسی خلیفہ کی بیعت نہیں فرمائی۔

اب باقی رہا حال قلت اعوان و انصار، فقدان یاران مددگار تو وہ بھی نامہ معاویہ افسر فرقہ غاویہ سے ظاہر و آشکار ہے، جس کو ابن ابی الحدید معتزلی نے نقل کیا ہے، بنظر انصاف ملاحظہ ہو کہ اس میں معاویہ سرگروہِ قوم باغیہ نے کس قدر الفاظ گستاخانہ کلمات بے باکانہ لکھے ہیں۔

اَنْسٰی قَوْلَکَ لِاَبِیْ سُفْیَانَ لَمَّا حَرَّکَکَ وَھَمَّکَ :لَوْ وَجَدْتُ اَرْبَعِیْنَ ذَوِیْ عَزْمٍ مِنْھُمْ بِھِمُ الْقَوْمَ۔

یعنی جس روز ابوبکر سے بیعت ہوئی اسی شب تم اپنی زوجہ کو سوار کر کے لے گئے اور دونوں طرف ہاتھ میں ہاتھ حسنین کا لیا، پس مہاجرین و انصار میں کسی کو نہ چھوڑا، ہر ایک سے استمداد و استعانت اور معاونت و استمالت چاہی اور اپنے فرزندوں کے ذریعہ سے ترغیب و تحریص کر کے نصرت چاہی کہ مصاحب رسول پر خروج کریں، لیکن سوائے چار پانچ شخصوں کے کسی نے قبول نہ کیا۔ قسم مجھ کو اپنی جان کی، اگر تم ذی حق ہوتے تو سب قبول کرتے ولیکن تم نے دعوی باطل کیا اس وجہ سے کسی نے جواب نہ دیا قبول نہ کیا۔ میں نہیں بھولا تمہارا وہ کلام جبکہ ابوسفیان نے تم کو جنگ و جدال کے تحریک کی تو تم نے یہ جواب میں کہا کہ اگر چالیس آدمی بھی پاتا تو اس قوم سے مقابلہ کرتا، انتہی موضع الحاجۃ۔

پس اس نامہ غوایت ختامہ سے علاوہ گستاخی ہائے جاہلانہ و بے ادبی ہائے بے باکانہ کی ظاہر ہو گیا کہ حضرت امام علیہ السلام نے دعویٰ خلافت کیا تھا جس کا اہلسنت انکار کرتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ ہر ایک سے نصرت چاہیے اور چالیس آدمی بھی اعوان و انصار اور معین و مددگار نہ پائے۔ تیسرے یہ کہ خلافت ثلاثہ سے ناراض و بیزار تھے۔ پس اگر خلافت حقہ تھی تو کیا حضرت کو معلوم نہ تھا کہ بغاوت خلفائے راشدین کی شرعاً جائز نہیں یا حضرت کو معلوم نہ تھا بمفاد ''مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِہٖ مَاتَ مِیْتَۃً جَاھِلِیَّۃً'' تاخیر و تعلل و تسویف و تامل جائز نہیں۔ پس وجوہ متذکرہ بالا سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت امام علیہ السلام ہرگز رخلافت ثلاثہ کو برحق نہ جانتے تھے۔ ہمیشہ شکایت تظلم فرماتے تھے اور لوگوں کو اپنے حق سے آگاہ فرماتے تھے اور نصرت چاہتے تھے۔

توضیح ۳۱، بیان جدید و تبیان سدید

ہرگاہ علمائے عظام و فضلائے فخام اہلسنت نے دیکھا کہ کلام حضرت امام علیہ السلام مشعر شکایات گوناگوں اور اظہار استحقاق خلافت سے مملو و مشحون ہیں تاناچار یہ اعتذار پیش کیا کہ صرف اوّلویت و احقیت اس سے ثابت ہوتی ہے استحقاق علی الاطلاق دوسرے سے مسلوب نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ عبدالحمید ابن ابی الحدید فاضل اہلسنت نے شرح اکثر کلمات میں یہ

تاویل علیل کی ہے کہ مراد حضرت کی یہ ہے کہ ہم کو اوّلویت و افضلیت بہ نسبت اوروں کے ہے اور یہ مراد نہیں ہے کہ خلافت ثلاثہ باطل ہے اور قاضی القضاۃ اہلسنت نے بھی معنی میں اسی طرح کی تاویلات باردہ وتعلیلات کاسدہ کو اختیار کیا ہے لہٰذا بنظر رفع اوہام وکشف ظلام خدمت ارباب دانش واصحاب بینش میں گزارش ہے کہ بعض کلمات میں حضرت نے ''اَنَا اَحَقُّ ''اور بعض میں ''اَوْلیٰ مِنْکُمْ '' فرمایا ہے حالانکہ دونوں لفظوں سے بوجوہ ذیل استحقاق حیدر کرار اور بے استحقاقی اغیار ثابت ہے۔

اولاً: اس وجہ سے کہ ترجیح مرجوح وتفضیل مفضول نزدیک تمامی ارباب عدل وانصاف تارکان جدل واعتساف کے مذموم ومقبوح وملوم ہے۔ پس ہرگاہ حضرت امیر علیہ السلام بہ نسبت اغیار کے افضل واولیٰ تھے تو بیعت ان کی عقلاً واجب و لازم اور ترک بیعت اجانب واغیار متحتم تھی کیونکہ '' وَضْعُ الشَّیْءِ عَلیٰ غَیْرِ مَحَلِّہٖ '' ظلم صریح اور بطلان فضیح ہے، پس عدم استحقاق اغیار عقلاً ثابت ہے۔

ثانیاً: احقیت واولویت سے نقلا بھی عدم استحقاق اغیار ثابت وآشکار ہے، چنانچہ بموجب روایت ابن قتیبہ حضرت نے فرمایا ہے: ''اَنَا اَحَقُّ بِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْکُمْ لَا اُبَایِعُکُمْ ''اور اس کلام سے ظاہر ہے کہ اگر صرف اولوّیت وعدم استحقاق غیر مراد نہ ہوتا تو حضرت کیوں فرماتے : ''لَا اُبَایِعُکُمْ '' کیونکہ اولوّیت مع وجود استحقاق غیر باعث انکار بیعت نہیں ہوسکتا۔

ثالثاً: اگر ایسے اولویّت سالب غیر نہ ہوتی تو حضرت امام علیہ السلام بموجب روایت مذکورہ یہ نہ فرماتے کہ

''تَاْخُذُوْنَ مِنَّا اَھْلَ الْبَیْتِ غَصْبًا'' کیونکہ اطلاق غصب کا انتزاع حق پر ہوتا ہے نہ صرف اوّلویت پر، جس سے استحقاق اغیار مسلوب ومعدوم متصور نہ ہووے حالانکہ ہرگاہ اپنے حق کو مغصوب فرمایا تو استحقاق اغیار بالکلیہ مسلوب ہوگیا اور اغیار پر اطلاق غاصب فرمایا تو حقّیت اغیار کا سالب ہوگیا۔

رابعاً: حضرت نے فرمایا ہے: ''اَنَا اَحَقُّ بِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْکُمْ ''۔ اور یہ اشارہ ہے جانب آیہ وافی ہدایہ

﴿اَفَمَنْ یَّھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْ اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی ۚ فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ﴾

پس اگر احق سے صرف اولویّت بمعنی بقائے استحقاق غیر تسلیم کیا جاوے تو چاہیے کہ غیر ہادی بلکہ مضلین بھی لائق اتباع ہوں۔ شاید اسی وجہ سے خلاف آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ اہلسنت نے بیعت فساق وفجار اور خلافت جبار وکفار جائز فرمائی ہے۔ ''قَالَ النَّسَفِیُّ فِی الْعَقَائِدِ وَلَا یَنْعَزِلُ الْاِمَامُ بِالْفِسْقِ وَالْفُجُوْرِ '' پس جبکہ اہلسنت کے نزدیک فاسق وفاجر اور ظالم وجابر بھی واجب الاطاعت مفترض الطاعت ہے تو یہاں استحقاق وعدم استحقاق کا تذکرہ فضول ہے۔

ملا سعد الدین تفتازانی نے لکھا ہے کہ بعد خلفائے راشدین کے امامان وقت سے فسق وفجور مشتہر اور ظلم وجور منتشر ہوا،

لیکن اسلاف نے ان کی بیعت واعتقاد اور طاعت وانقیاد سے انحراف نہیں کیا۔ اور خواجہ محمد پارسا نے فصل الخطاب میں لکھا ہے کہ ہمارے نزدیک سلطان جابر مانند سلطان عادل ہے اس پر خروج جائز نہیں اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے۔ پس بنظر انصاف ملاحظہ ہو کہ اہلسنت خلفائے ثلاثہ کو معصوم نہیں جانتے اور خلفائے بنی امیہ وبنی عباس کے فسق وفجور اور ظلم وجور کے بھی قائل ہیں۔ مع ھذا صحت خلافت وبیعت اور استحقاق وافضلیت کے بھی قائل ہیں۔ ''اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿وَاَمَّا الَّذِیْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰاھُمُ النَّارُ﴾ وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی ﴿وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفَاسِقِیْنَ﴾

یعنی فساق اشرار ہدایت حضرت کردگار سے محروم وبرکنار ہیں۔

وَقَالَ اللّٰہ تَعَالٰی: ﴿وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِیْ جَحِیْمٍ﴾ یعنی فاجران لئیم بدکاران ذمیم مستوجب نار جحیم مورد عقوبات الیم ہوں گے۔ پس جبکہ اہلسنت نے فساق وفجار کو اپنا امام وپیشوائے ایمان رہنمائے دوجہان قرار دیا تو پھر فرمانا حضرت کا کہ ''اَنَا اَحَقُّ بِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' کون سماعت کرتا بجز اس کے کہ آیہ وافی ہدایہ ''﴿وَجَعَلْنَاھُمْ اَئِمَّۃً یَھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا﴾ تلاوت کیجیے ﴿وَجَعَلْنَاھُمْ اَئِمَّۃً یَدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ﴾ سماعت فرما کر امتیاز حق وباطل کیجیے۔

خامساً: جناب والدی ماجدی سلطان العلماء والمتکلمین رضوان مآب اعلی اللہ مقامہ فی اعلی علیین بعنوان جدید وبیان سدید ارشاد فرماتے ہیں کہ ظاہر است کہ در آیہ ﴿اَفَمَنْ یَّھْدِیْ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْ اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ﴾ مفرد محلّی باللام اعنی الحق دال بر عموم است، کَمَا قِیْلَ فِیْ ﴿اَحَلَّ اللّٰہُ الْبَیْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا﴾ وَتَخْصِیْصُ بِلَا مُخَصِّصٍ غَیْرُ جَائِزٍ، کَیْفَ وَلَوْ اُرِیْدَ بِہِ الْخَاصُّ لَزِمَ اَنْ لَّا یَکُوْنَ مَنْ لَّا یُھْدٰی اِلَیْہِ فِیْ اَحَقِّیَّتِہٖ لِلاتِّبَاعِ اِلَّا اَنْ یُّھْدٰی۔ کَمَنْ یُّھْدٰی اِلَیْہِ، وَقَدْ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿ھَلْ یَسْتَوِی الَّذِیْنَ یَعْلَمُوْنَ وَالَّذِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ﴾، وَالَّذِیْ یَھْدِیْ لَا رَیْبَ فِیْ اَنَّہٗ اَعْلَمُ مِمَّنْ لَّا یَھِدِّیْ اِلَّا اَنْ یُّھْدٰی۔ **و شکی نیست کی جناب امیر علیہ السلام اعلم و افقہ از جمیع صحابہ بودہ اند۔** لِقَوْلِ النَّبِیِّ: ''اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ''۔ ''وَاَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا'' اِلٰی غَیْرِھِمَا مِنَ الْاَخْبَارِ الْمُتَوَاتِرَۃِ مَعْنًی، وھم جھل خالفہ بمعنی الکلالۃ والاب وحکم الجدِ والجدۃ وغیر ان من الاحکام مما لا یکاد یحصی کثرۃ مستغنی عن البیان است، وآیہ مذکورہ نص صریح است در قبح تقدیم مفضول بر فاضل و جاہل بر عالم، و فضلائے سُنیہ کہ مجوز تقدیم مفضول اند مخاطب بخطاب ﴿فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ﴾ میباشند وتحریر کلام برین نہج در افادہ مرام از سوانح وقت است، وَلَعَلَّہٗ لَمْ یَسْبِقْنِیْ اِلَیْہِ سَابِقٌ فِیْ بَیَانِ قُبْحِ تَقْدِیْمِ الْمَفْضُوْلِ عَلَی الْفَاضِلِ۔

سادساً: قول امام علیہ السلام ''اَنَا اَحَقُّ بِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت امام علیہ السلام اپنے حق کو

مقدم وحق اغیار کو متاخر سمجھتے تھے اس واسطے کہ خلفائے ثلاثہ بعد حضرت امام علیہ السلام کے زندہ نہیں رہے۔ پس اگر جناب ولایت مآب وفات جناب رسالتمآب سے تاحیات ولایت مآب برسبیل اولویت بھی سمجھا جاوے تو کوئی حق وَلَوْ فِی الْجُمْلَۃِ اغیار کا متصور نہیں ہوسکتا۔

سابعاً: حضرت امام علیہ السلام کا فرمانا ''اَنَا اَحَقُّ بِھٰذَا الْاَمْرِ مِنْکُمْ'' دلیل صریح ہے اس امر کی کہ بجز حضرت کے اوروں کا استحقاق نہ تھا، چنانچہ صاحب مدارک التنزیل فی تفسیر آیہ: ﴿نَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْہُ﴾ میں لکھا ہے اَیْ کَیْفَ یَمْلِکُ عَلَیْنَا وَالْحَالُ اَنَّہٗ لَا یَسْتَحِقُّ التَّمَلُّکَ بِوُجُوْدِ مَنْ ھُوَ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ، اور تفسیر آیہ وافی ہدایہ ﴿اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ میں بھی احقیت سے مراد سلب حقیتِ غیر مراد لی ہے۔ چنانچہ لکھا ہے ''اَیُّ الْفَرِیْقَیْنِ اَیِ الْمُوَحِّدِیْنَ وَالْمُشْرِکِیْنَ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ مِنَ الْعَذَابِ'' پس اگر طرف ثانی کا استحقاق ثابت کیا جاوے تو مشرکین بھی قابل ﴿اٰمِنَ مِنَ الْعَذَابِ﴾ متصور ہوں گے اور قاضی بیضا نے تفسیر بیضاوی میں ذیل تفسیر آیہ ﴿اَتَخْشَوْنَھُمْ فَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْہُ اِنْ کُنْتُمْ مُؤْمِنِیْنَ﴾ « لکھا ہے »فَاِنَّ قَضِیَّۃَ الْاِیْمَانِ اَنْ لَا یُخْشٰی اِلَّا مِنْہُ اور صاحب مدارک التنزیل نے لکھا ہے، اِنَّ قَضِیَّۃَ الْاِیْمَانِ الْکَامِلِ اَنْ لَا یَخْشَی الْمُؤْمِنُ اِلَّا رَبَّہٗ وَلَا یُبَالِیَ عَمَّنْ سِوَاہُ۔ پس ملاحظہ ہو کہ علمائے اہلسنت احق سے مراد آیات مذکورہ میں نفی استحقاق غیر مراد لیتے ہیں اور کلام امام علیہ السلام میں حق اوّلیت و بعدیت، حالانکہ کلام مفسرین اہلسنت سے ثابت ہوگیا کہ اطلاق احق سے نفی حق غیر ہوجاتا ہے۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَلْبَابِ۔

توضیح ۳۲

کَشْفُ اللِّثَامِ لِاِیْضَاحِ الْمَرَامِ: ہرگاہ بیان متذکرہ عنوان سے ثابت وآشکار ہوگا کہ احق بالامر سے نفی استحقاق اجانب وسلب حقیت اغیار مراد ہے تو اب لفظ اولیٰ بھی لائق مطارحہ افکار قابل ملاحظہ اصحاب ذوی الابصار ہے۔ چنانچہ حضرت امام علیہ السلام نے بعض کلمات بلاغت سمات میں ارشاد فرمایا ہے کہ

بَایَعَ النَّاسُ اَبَا بَکْرٍ وَاَنَا وَاللّٰہِ اَوْلٰی بِالْاَمْرِ مِنْہُ وَاَحَقُّ بِہٖ مِنْہُ، رَوَاہُ الْخَوَارِزْمِیُّ فِی الْمَنَاقِبِ عَنْ عَامِرِ بْنِ وَاثِلٍ۔ پس قطع نظر اس کے کہ اکثر کلمات ہدایت آیات میں تصریح عدم استحقاق اغیار وحق تلفی حق اہلبیت اطہار فرمائی ہے، لفظ اولیٰ سے بھی آپ کی حقیت اور اغیار کی عدم حقیت ثابت ہوتی ہے، اس واسطے کہ حضرت نے فرمایا ہے ''اَنَا وَاللّٰہِ اَوْلٰی بِالْاَمْرِ مِنْہُ'' اور یہ اشارہ جانب حدیث غدیر ہے جس میں جناب رسالتمآب نے فرمایا ہے:

اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ؟ قَالُوْا: بَلٰی. قَالَ: مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔

اب حضرات اہلسنت کی تعصب و نا انصافی ملاحظہ ہو، فرماتے ہیں کہ '' اَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ'' میں اولی

بالتصرف مراد ہے اور علی مولاہ سے دوست و ناصر مراد ہے۔ پس معنی یہ ہیں کہ جناب رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ آیا ہم اولیٰ بالتصرف یعنی مالک ومتولی امور نہیں ہیں؟ سب نے عرض کیا کہ آپ مالک ومتولی امور ہیں۔ حضرت نے فرمایا کہ جس کے ہم مولا ہیں اس کے علیؑ مولا ہیں۔ یہاں کہتے ہیں کہ معنی یہ ہیں کہ یعنی جس کے ہم دوست و ناصر ہیں اس کے علی دوست و ناصر ہیں نہ یہ کہ متولی وحاکم ہیں۔

چنانچہ شاہ عبدالعزیز دہلوی نے قطعاً انکار کیا ہے کہ مولیٰ بمعنی اولیٰ بالتصرف نہیں آیا ہے۔ ''حَیْثُ قَالَ'' اوّل غلط در ایں استدلال آنکہ اہل عربیہ قاطبہ انکار کردہ اند کہ مولی بمعنی اولیٰ آمدہ باشد بلکہ گفتہ اند کہ مفعل بمعنی افعل در ہیچ جا و ہیچ مادہ نیامدہ چہ جائے این مادہ علی الخصوص، الا ابوزید لغوی کہ این را تجویز نمودہ۔ پس واضح ہوا کہ اس کلام غرابت نظام سے ثابت ہوتا ہے کہ شاہ صاحب موصوف کو کلام ربانی اور تفسیر آیات قرآنی سے اجنبیت تام، نابلدیت تمام ہے اور بحمد اللہ المفضل المنعام اس مقام پر باحسن وجوہ تفاسیر مفسرین فخاریر سے ثابت کیا جاتا ہے کہ مولیٰ بمعنی مالک وسید واولیٰ بالتصرف کلام حضرت ملک العلام میں موجود ہے۔

(۱) سیپارہ ۳ رکوع ۸ :قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا ۚ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ﴾ صاحب تفسیر بیضاوی لکھتے ہیں: مَوْلٰینَا اَیْ سَیِّدُنَا۔

(۲) سیپارہ ۱۰ رکوع ۱۳ :قَالَ اللّٰہ تَعَالٰی :﴿ھُوَ مَوْلَانَا ۖ وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں »:مَوْلَانَا اَیْ :نَاصِرُنَا وَمُتَوَلِّیْ اَمْرِنَا۔

(۳) سیپارہ ۱۷ رکوع :۱۷﴿وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ ھُوَ مَوْلٰکُمْ ۖ فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ﴾ صاحب تفسیر مدارک التنزیل فرماتے ہیں: اَیْ :مَالِکُکُمْ وَنَاصِرُکُمْ۔

(۴) سیپارہ ۷ رکوع ۱۴ :﴿ثُمَّ رُدُّوْا اِلَی اللّٰہِ مَوْلَاھُمُ الْحَقِّ ۚ اَلَا لَہُ الْحُکْمُ وَھُوَ اَسْرَعُ الْحَاسِبِیْنَ﴾ مفسر جلیل اہلسنت مدارک التنزیل میں لکھتے ہیں :مَوْلَاھُمْ اَیْ :مَالِکُھُمُ الَّذِی یَلِیْ عَلَیْھِمْ اُمُوْرَھُمْ

(۵) سیپارہ ۱۱ رکوع ۸ :﴿ وَرُدُّوْا اِلَی اللّٰہِ مَوْلَاھُمُ الْحَقِّ ۖ وَضَلَّ عَنْھُمْ مَا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ﴾ قَالَ فِی الْمَدَارِکِ :اَیْ :بِّھِمُ الصَّادِقِ رُبُوْبِیَّتُہٗ اَنَّھُمْ کَانُوْا یَقُوْلُوْنَ لَیْسَ لِرُبُوْبِیَّتِہٖ حَقِیْقَۃٌ، وَالَّذِی یَتَوَلّٰی حِسَابَھُمْ وَثَوَابَھُمْ وَالْعَدْلُ الَّذِیْ لَا یَظْلِمُ اَحَدًا۔

(۶) قَوْلُہٗ تَعَالٰی:﴿ وَلِکُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَکَ الْوَالِدَانِ وَالْاَقْرَبُوْنَ﴾ باتفاق تمام مفسرین اس آیہ میں مولیٰ سے مراد احق واولیٰ بمیراث ہے، پس جو دعویٰ شاہ صاحب نے فرمایا تھا کہ مولا بمعنی دوست و ناصر ہے اور بمعنی اولی بتصرف خلاف محاورہ عرب ہے، باطل ہوگیا، کیونکہ شاہ صاحب سے زیادہ قاضی بیضای وصاحب مدارک التنزیل و دیگر مفسرین فخام اہلسنت محاورہ اہل عربیت سے واقف اور تفسیر وتعبیر آیات قرآنی کے عارف ہیں۔

پس ثابت ہوگیا کہ حضرت امام علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمانا کہ ''اَنَا اَوْلٰی بِالْاَمْرِ مِنْہُ'' وہی ہے جو حضرت رسالتمآب کا مقصد ''اَلَسْتُ اَوْلٰی بِکُمْ'' میں تھا اور وہی مقصود ''مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ'' میں تھا۔ یعنی جس معنی سے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ اولیٰ بالتصرف تھے اسی معنی سے حضرت شاہ ولایت بھی اولیٰ بالتصرف تھے اور جو معنی شارح سدید ابن ابی الحدید نے لکھے ہیں کہ اولیٰ یہ تھا کہ پہلے حضرت امام علیہ السلام کو خلافت ہوتی اور اس کے خلاف ہوا تو ترک اولیٰ ہوا نہ یہ کہ باطل ہوا، پس محض باطل خیر اعتبار سے باطل ہے اس واسطے کہ اولویت کا اطلاق اس مقام پر ہوتا ہے کہ جہاں دونوں طرف حقیتِ افضلیت ہو اور ایک جانب استحقاق مزید ولو فی الجملہ پایا جاوے، نہ اس مقام پر کہ استحقاق بالکلیہ مفقود ہو۔ چنانچہ ہرگاہ حضرت نے فرمایا کہ ''تَاْخُذُوْنَ ھٰذَا الْاَمْرَ مِنَّا غَصْبًا'' تو کوئی استحقاق ابی بکر کو فی الجملہ بھی ثابت نہیں تھا اور فرماتے ہیں :مَا زِلْتُ مَظْلُوْمًا مَدْفُوْعًا عَنْ حَقِّیْ۔ اور فرماتے ہیں :ظُلِمْتُ عَدَدَ الْمَدَرِ وَالْوَبَرِ۔ اور فرماتے ہیں :اِنَّمَا طَلَبْتُ حَقًّا لِیْ وَاَنْتُمْ تَحُوْلُوْنَ بَیْنِیْ وَبَیْنِ حَقِّیْ۔ اور یہ بھی تصریح فرماتے ہیں کہ اِنَّ الْاَئِمَّۃَ غُرِسُوْا فِیْ ھٰذَا الْبَطْنِ مِنْ ھَاشِمٍ، لَا تَصْلُحُ عَلٰی سِوَاھُمْ، وَلَا تَصْلُحُ الْوُلَاۃُ مِنْ غَیْرِھِمْ۔ وَقِسْ عَلٰی ھٰذَا۔

اکثر کلمات حجیت سمات سے ہویدا ہے کہ استحقاق ولایت و امامت بجز حضرت شاہ ولایت کے اور اولاد امجاد حضرت کے کسی کو نہ تھا۔ پس ایسے مقام پر ترک اولیٰ کا اطلاق نہیں ہوسکتا۔ چناچہ ابن ابی الحدید معتزلی نے باوصف تاویل ترک اولیٰ کی شرح ''اِنَّ الْاَئِمَّۃَ غُرِسُوْا فِیْ ھٰذَا الْبَطْنِ'' میں لکھا ہے کہ اگر یہ امر صحیح ہے کہ حضرت نے یہ قول ارشاد فرمایا ہے تو پھر سوائے سادات ہاشمی کے کسی کو استحقاق خلافت نہیں ہے، کیونکہ حدیث صحیح ہے کہ ''عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ''۔ پس قول حضرت کا حق ہے حالانکہ فاضل موصوف نے دیدہ و دانستہ تجاہل عارفانہ کیا ہے کیونکہ صحت روایت میں کسی نے کلام نہیں کیا۔ علاوہ اس کے اکثر کلمات رشادت سمات جو توضیحات سابقہ میں مذکور ہو چکے اور آئندہ بھی بعض احادیث نبویہ و کلمات مرتضویہ توضیحات آئندہ میں مسطور رہوں گے جس سے انحصار ولایت و امامت حضرت اہل بیت عصمت و طہارت میں ثابت ہوتا ہے۔ پس تاویل ترک اولیٰ سراسر باطل و درجہ التفات سے عاطل ہے۔

﴿وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَاءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ﴾

توضیح ۳۳

تحقیق انیق و تدقیقِ دقیق: حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ ''اَرٰی تُرَاثِیْ نَھْبًا'' یعنی ہم دیکھ رہے ہیں کہ میراث ہماری لٹی جاتی ہے۔ مراد میراث سے خلافت ہے یا فدک یا مفہوم عام شامل ہر استحقاق علی الاطلاق۔ لیکن اس مقام پر مفہوم عام مراد ہے جو ہر استحقاق کو عام اور شمول ہر منفعت کو تمام ہو۔ قَالَ فِیْ مَجْمَعِ الْبَحْرَیْنِ، اَلتُّرَاثُ :مَا یُخَلِّفُہُ الرَّجُلُ لِوَرَثَتِہٖ اور اطلاق وراثت جس طرح سے مال پر ہوتا ہے اسی طرح سے اطلاقِ وراثت اخلاق و عادات و مناصب وغیرہ پر بھی

ہوتا ہے۔ قَالَ فِیْ الصِّرَاحِ :عَلٰی اِرْثٍ مِنْ کَذَا اَیْ عَلٰی اَمْرٍ قَدِیْمٍ تَوَرَّثَهُ الْاٰخَرُ عَنِ الْاَوَّلِ۔ پس جس طرح سے استحقاق وراثت مالی یعنی باغ فدک کا بذریعہ جناب سیدہ کے حاصل تھا، اسی طرح سے استحقاق وراثت علمی و اخلاقی و منصبی حضرت کو ذاتی حاصل تھا اور اسی واسطے وراثت انبیاء وصالحین میں استحقاق عام مراد لیا جاتا ہے تا کہ شامل منافع دینی و دنیوی ہو اور استحقاق مجازی و حقیقی سے محروم نہ ہو جاویں۔ چنانچہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں ذیل تفسیر ﴿ یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْب ﴾ لکھا ہے کہ قول ابن عباس وضحاک وحسن یہ ہے کہ وراثت مالی مراد ہے اور قول ابی صالح یہ ہے کہ وراثت نبوت مراد ہے اور قول سدی و مجاہد و شعبی اور نیز بروایتی قول ابن عباس وحسن ضحاک یہ ہے کہ

یَرِثُنِی الْمَالَ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ النُّبُوَّةَ، بعد اس کے پھر اپنا قول بیان کیا ہے، وَالْاَوْلٰی اَنْ یُحْمَلَ ذٰلِكَ عَلٰی کُلِّ نَفْعٍ وَصَلَاحٍ فِی الدِّیْنِ، وَذٰلِكَ یَتَنَاوَلُ النُّبُوَّةَ وَالْعِلْمَ وَالسِّیْرَةَ الْحَسَنَةَ وَالْمَنْصِبَ النَّافِعَ فِی الدِّیْنِ وَالْمَالِ الصَّالِحِ، فَاِنَّ کُلَّ هٰذِهِ الْاُمُوْرِ مِمَّا یَجُوْزُ تَوَفُّرُ الدَّوَاعِیْ عَلٰی بَقَائِهَا لِیَکُوْنَ ذٰلِكَ النَّفْعُ دَائِمًا مُسْتَقِرًّا۔

پس ہر گاہ یہ معلوم ہو گیا کہ وراثت کا اطلاق عام ہے مال و دیگر منافع و مصالح عام پر تو خلافت کو بھی شامل ہے کیونکہ اہل سنت نے خلافت سے مراد ریاست عامہ لی ہے جو ہدایت و ارشاد و تجہیز جیوش و احکام جہاد و اصلاح امور معاش و معاد اور اجرائے حدود و تعزیرات و فصل حقوق و خصومات و رفع تنازعات و تقسیم زکوٰۃ و غنائم و صدقات وغیرہ کو شامل ہے۔ اور بسبب شمول اموال مسلمین و عقارات و ارضین کے وراثت مالی کا بھی اطلاق ہو سکتا ہے، گو تصرفات بحسب مقامات مختلفہ و انحائے مختلفہ جداگانہ ہوتا ہے۔ جس طرح سے متروکات میں ورثہ کو استحقاق تصرف ذاتی ہے اور اوصیا کو مال موصی بہا میں بحسب وصیت موصی ہے اور موقوفات میں متولیوں کو بحث نیت واقف کی ہے یا تقسیم غنائم و اموال مسلمین اور اخذ خراج ارضین وغیرہ میں حاکمان شرع متین و عالمان دین مبین کو استحقاق ہے۔ پس ہر گاہ اطلاق وراثت عام ہے تو ہر استحقاق کو شامل ہے اور جو کہ بالمعنی الاعم شامل وراثت مالی اور اخلاقی اور منصبی ہے تو حضرت امام علیہ السلام باستحقاقِ تام وارث و خلیفہ و جانشینِ حضرت خیر الانام ہیں اور استحقاقِ خلافت سے اجانب وہ اغیار محروم و ناکام ہیں۔ چنانچہ استحقاق و اختصاص حضرت امام الاخیار بوجوہ ذیل ثابت و اشکار ہے۔

اولاً: وراثت علمی، اس وجہ سے کہ حضرت امام علیہ السلام بحسب تصریح حضرت سید الانام وارث ہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل نے مسند میں روایت کی ہے کہ حضرت رسالت نے سلمان فارسی سے ارشاد فرمایا کہ

اِنَّ وَصِیِّیْ وَوَارِثِیْ وَمَنْ یَقْضِیْ دَیْنِیْ وَیُنْجِزُ مَوْعِدِیْ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ۔

اور ابن عباس سے روایت ہے کہ حضرت امام علیہ السلام فرماتے تھے:

وَاللّٰهِ اِنِّیْ لَاَخُوْهُ وَوَلِیُّهُ وَابْنُ عَمِّهٖ وَوَارِثُهٗ، وَمَنْ اَحَقُّ بِهٖ مِنِّیْ۔

اورزید بن ابی اوفی سے روایت ہے کہ جناب رسالت نے روز مواخات فرمایا:

لِكُلِّ نَبِيٍّ وَصِيٌّ وَوَارِثٌ، وَاِنَّ وَصِيِّي وَوَارِثِي عَلِيُّ بْنُ اَبِي طَالِبٍ۔

اور ابن ابی الحدید معتزلی نے شرح نہج البلاغہ میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ حضرت نے فرمایا:

لَوْلَا اَنِّي خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ لَكُنْتَ شَرِيْكًا فِي النُّبُوَّةِ. فَاِنَّكَ وَصِيِّي وَوَارِثِي، بَلْ اَنْتَ سَيِّدُ الْاَوْصِيَاءِ وَاِمَامُ الْاَتْقِيَاءِ۔

پس ہر گاہ یہ امر ثابت ہو گیا کہ خلافت شامل میراث اور حضرت امام علیہ السلام بنصوص واضحہ وارث نبوی ہیں تو بے شک کہ وہ حضرت مستحق میراث خلافت ہیں۔

ثانیاً: بحسب نص قرآنی وارث روئے زمین ہیں۔ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ سُوْرَةِ الْاَنْبِيَاءِ: ﴿وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ﴾ یعنی ہم نے زبور داؤد علیہ السلام میں لکھ دیا ہے کہ وارث روئے زمین بندگان صالحین ہوں گے اور ظاہر ہے کہ حضرت امیر المومنین اور آئمہ معصومین علیہم السلام صالحین بلکہ افضل صالحین بلکہ معصومین و طاہرین ہیں تو مستحق وراثت زمین وہی حضرات معصومین ہیں نہ فاسقین و فاجرین و غاصبین و ظالمین۔

چنانچہ اہل تشیع ان کو معصوم سمجھتے ہیں اور اہل سنت ان کو محفوظ عن الخطا سمجھتے ہیں اور خلفائے ثلاثہ کو نہ معصوم سمجھتے ہیں نہ محفوظ عن الخطا جانتے ہیں اور فسق و فجور بنی امیہ و بنی عباس کے قائل ہیں اور وراثت زمین منحصر ہے صالحین پر، سوائے حضرات علیہم السلام کے، جو مسلط علی الارض ہوئے غاصب اور ظالم تھے اور کلیہ موضوعہ اہل سنت کہ وَلَا يَنْعَزِلُ الْاِمَامُ بِالْفِسْقِ وَالْفُجُوْرِ اور یہ قول علمائے اہلسنت کہ وَلَوْ كَانَ فَاسِقًا اَوْ فَاجِرًا، باطل ہو گیا اور سوائے صالحین کے استحقاقِ وراثت زمین غیر صالحین کو نہ رہا، اور صالحین ہونا حضرات آئمہ طاہرین کا آیہ تطہیر و دیگر احادیث سے ثابت ہے۔ علاوہ اس کے کتاب حلیۃ الاولیاء تصنیف حافظ ابونعیم و تفسیر کواشی و سدی و ثعلبی وغیرہ کتب اہل سنت سے ثابت ہے کہ آیہ:

﴿فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾

میں صالح مومنین حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ پس اب کوئی محل اشتباہ و ارتیاب نہیں رہا کہ وارث روئے زمین بعد حضرت ختمی مآب حضرت ابوتراب اور حضرات اطیاب ہیں نہ دیگر شیخ و شاب او النمل والذباب۔

اب باقی رہا یہ شبہ کے سوائے حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے دیگر آئمہ معصومین علیہم السلام کو تسلط فی الارض نہیں ہوا تو بدین وجہ وہ وارث روئے زمین نہیں ہیں۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ اگر مراد وراثت سے تسلط زمین بالفعل مراد ہو تو خود حضرت سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وآلہ کو عرصہ دراز تک تسلط نہیں ہوا اور پھر ہوا تو بتدریج ہوا اور کسی وقت بھی تمام روئے زمین پر تسلط نہیں ہوا، تو کیا وہ بشارت حضرت رسالت و صالحین امت کے واسطے نہیں ہے یا صرف خلفا سے مراد ہے، حالانکہ اس آیت سراسر بشارت میں مخصوص عہد خلافت نہیں ہے۔ علاوہ یہ کہ ایام خلافت میں بھی تسلط مسلمین علی الارضین بتدریج ہوتا گیا تا

اینکہ عہد معاویہ و یزید و دیگر سلاطین مابعد میں خصوصا عہد محمود و تیمور شاہ غزنوی و نادر شاہ وغیرہ میں عرب و عجم و ہند و سندھ تک تسلط مسلمین ہوا۔ لیکن تاہم کسی عہد میں تمامی روئے زمین پر تسلط مسلمین نہیں ہوا بلکہ اقوام نصاریٰ کو بنسبت دیگر اقوام مسلمین کے و ہنود اہل ہند و چین وغیرہ کو بہ نسبت سب کے زیادہ تسلط زمین حاصل ہے۔ پس کیا ﴿یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ﴾ صلحائے مسلمین پر صادق نہیں؟ یا صالحین سے مراد غیر مسلمین یا کافرین و فاسقین ہیں۔ فَحَاشَا عَنْ ذٰلِكَ۔

پس اب متعین ہو گیا کہ ﴿یَرِثُهَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ﴾ صلحاء سے مراد یہ ہے کہ استحقاق وراثت زمین صالحین کو ہے نہ فاسقین و فاجرین و ظالمین و غاصبین و کافرین کو۔ پس اگر بندگان اشرار خلاف رضائے حضرت کردگار حق تلفی صلحائے ابرار و غصب حقوق اخیار کریں گے تو مورد عقوبات ایزد قہار مستوجب نار و دار البوار ہوں گے اور اگر مطیع و فرمانبردار منقاد و جانثار ہوں گے تو مستوجب نعمات دار القرار و غفران حضرت کردگار ہوں گے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ و حضرت یوشع و حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہم السلام کی اطاعت و فرمانبرداری اختیار کی تو ان حضرات کو تسلط علی العباد حاصل رہا۔ تجہیز جیوش و احکام جہاد و اجرائے حدود و تعزیرات و تقسیم صدقات و غنائم و خیرات و میراث وغیرہ فرماتے رہے۔

دیگر انبیاء علیہم السلام کی اطاعت سے انحراف، ہدایت سے اس استنکاف کیا تو تسلط ان کو حاصل نہ ہوا جان بری بھی مشکل ہو گئی۔ حضرت زکریا و حضرت یحییٰ و حضرت شعیا و حضرت متی و حضرت جرجیس و دیگر انبیاء علیہم السلام کو ہ گردی بادیہ نوردی کرتے رہے، کس طرح سے شہید ہوئے، ہدایت و ارشاد بھی بطور کامل نہ کرنے پائے۔ علیٰ ھذا حضرت رسالت نے عرصہ دراز تک اظہار دعوت و اجرائے شریعت میں تامّل فرمایا اور ہدایت و ارشاد سے بھی بعد عرصہ کے بتدریج ظہور اسلام ہوتا گیا۔ حضرت امیر علیہ السلام سے جب تک لوگوں نے بیعت نہ کی سکوت فرمایا، بعد اس کے جب اطاعت قبول کی تو اپنے ارشاد و ہدایت و اجرائے احکام شریعت پر اقدام فرمایا، دیگر حضرات کی اطاعت سے عدول کیا تو حضرت نے بھی ذہول و خمول پسند فرمایا۔ لیکن ہر وقت و ہر حال میں وہ حضرات وارث روئے زمین تھے خواہ فی الحال تسلط تمام روئے زمین ان کو حاصل ہو خواہ نہ ہو۔ اور اگر استحقاق تمامی روئے زمین نہ سمجھا جاوے تو یہ نہیں ہو سکتا کہ جس پر تسلط صالحین ہو اسی قدر زمین رب العالمین ہے باقی زمین شیاطین کافرین کی ہے یا یہ کہ جو مسلط علی الارض ہیں وہی صالحین ہیں اور غیر مسلط زمرہ صالحین سے خارج ہیں، اور یہ دونوں امر بالبداہۃ باطل ہیں۔ پس ثابت ہو گیا کہ خلافت نبوی میراث نبوی تھے اور حضرت امیر علیہ السلام وارث نبوی تھے اور وہی حضرت وارث خلافت و مالک روئے زمین تھے اور ہر گاہ میراث خلافت سے محروم کیا تو حضرت نے فرمایا: اَرَیٰ تُرَاثِیْ نَهْبًا۔

توضیح ۳۴

ہر گاہ حال میراث خلافت قرع صماخ ارباب حسرت ہو چکا تو اب حال پر اختلال فدک گذارش ارباب بصیرت کیا جاتا ہے چنانچہ مجمل قصہ غصہ پر غُصہ باغ فدک یہ ہے کہ باتفاق فریقین بعد فتح خیبر کے جب آیہ: ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی

حَقَّهٗ﴾ نازل ہوئی تو حضرت رسالت نے حضرت فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا کو طلب فرما کر باغ فدک عطا فرمایا۔

فِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ فِیْ صِلَةِ الرَّحِمِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ: ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ﴾ قَالَ النَّبِیُّ: یَا فَاطِمَةُ، لَكِ فَدَكُ۔ وَفِی الدُّرِّ الْمَنْثُوْرِ: وَاَبُوْ یَعْلٰی اَخْرَجَ الْبَزَّارُ وَاَبُوْ یَعْلٰی وَابْنُ اَبِیْ حَاتِمٍ وَابْنُ مَرْدَوَیْهِ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ: لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ﴾ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ فَاطِمَةَ فَاَعْطَاهَا فَدَكَ۔

اور مقصد اقصیٰ و معارج النبوہ وغیرہ میں حال ہبہ فدک مذکور ہے، لیکن ہر گاہ جناب رسالت نے دنیا سے رحلت کی تو خلیفۃ اول نے تصرف باغ سے ممانعت و مزاحمت کی۔ جناب سیدہ نے دعوی ہبہ مع القبض اظہار فرمایا۔ خلیفۃ اول نے شہادتِ حضرت امیر و حسنین و اسماء بنت عمیس و ام ایمن کو رد فرمایا۔ شارح مواقف نے لکھا ہے کہ شہادتِ حسنین اس وجہ سے رد فرمائی کہ شہادتِ فرزندان قابل اعتبار نہیں اور شہادتِ حضرت علی اس وجہ سے کہ شہادتِ شوہر کا کچھ وقار نہیں اور شہادتِ ام ایمن یا اسماء بنت عمیس اس وجہ سے کہ شہادت یک مرد و یک زن کچھ کافی و پائدار نہیں۔ تصریح اس دعویٰ کی ابوبکر جوہری نے کتاب ''سقیفہ'' میں و یاقوت حموی شافعی نے کتاب ''معجم البلدان'' میں و ابن حجر نے ''صواعق محرقہ'' میں و دیگر علمائے اہل سنت نے بھی فرمائی ہے۔ مگر بنا بر توضیح مرام مناسب مقام فیصلہ مامون رشید لائق ارقام ہے جو السنہ انام پر مشہور اور کتاب تاریخ آل عباس میں مذکور ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ زمانہ خلافت مامون رشید میں سادات فاطمیہ نے دعویٰ فدک کیا اور خلیفۃ موصوف نے علمائے حجاز و عراق و فقہائے مشہور فی الآفاق کو جمع کیا اور علماء نے اعتراف بالاتفاق کیا کہ وقت نزول آیہ ﴿وَاٰتَ ذَاالْقُرْبٰی حَقَّهٗ﴾ جناب سید المرسلین نے جناب سیدہ نساء العالمین کو فدک عطا فرمایا۔ بعد رحلت جناب رسالت کے خلیفۃ اول نے جناب سیدہ کو دخل فدک سے ممانعت، تصرف سے مزاحمت فرمائی۔ جناب سیدہ نے دعویٰ ہبہ کیا اور بعد سماعت شہادت حضرت علی و ام ایمن و اسماء کے ابوبکر نے کچھ لکھ کر چاہا کہ واپس کریں مگر عمر ابن خطاب نے کہا کہ فاطمہ ایک عورت ہے اور علی کو علاقہ شوہری و تعلق زوجیت ہے پس ان کی شہادت بطمع نفسانی و جلب منفعت ہے اور دو عورت کی گواہی ناکافی و بے وقعت ہے۔ ناچار خلیفۃ اول نے جناب سیدہ کو اس دادرسی سے محروم اور اس فیصلہ سے مغموم فرمایا۔

جناب سیدہ نے فرمایا کہ تم نے فرمان جناب رسول زمان نہیں سنا کہ ام ایمن و اسماء اہل جنان، کامل الایمان، صادق اللسان ہیں؟ مگر خلیفۃ اول نے اس پر اعتنا قول جناب سیدہ کو مطلقا اصغا نہ فرمایا۔ حضرت سیدہ علیہا السلام غضبناک و سینہ چاک، بادل تفتان و جگر بریان، مغموم و نالان، مہموم و گریان واپس آئیں اور تا وقت ممات خلیفۃ اول و ثانی سے بات نہ فرمائی۔

کَمَا فِیْ صَحِیْحِ الْبُخَارِیِّ فَوَجَدَتْ فَاطِمَةُ عَلٰی اَبِیْ بَكْرٍ فِیْ ذٰلِكَ، فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰی تُوُفِّیَتْ۔

تا اینکہ بعد انقضائے چھ ماہ دنیائے فانی سے انتقال اور جانب بہشت جاویدانی و عالم قدس ربانی ارتحال فرمایا اور

وصیت فرمائی کہ شیخین میرے جنازے پر نہ آنے پاویں، تجہیز وتکفین میں مشارکت وجنازہ کی مشایعت نہ کرنے پاویں۔

مامون رشید نے دوسرے دن مجمع علمائے کبار وفقہائے نامدار میں فضائل جناب حیدر کرار وفضائل جناب سیدہ واسماء بنت عمیس وام ایمن کا استفسار کیا۔ تا اینکہ سب نے بالاتفاق فضائل جلیلہ ومدارج نبیلہ حضرات کا اقرار کیا۔ مامون رشید نے کہا کہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ علی ابن ابی طالب نے بایں فضائل وملکات قدسیہ اور فواضل وکمالات انسیہ ومدارج علیا ومراتب قصویٰ وکمال زہد وورع وتقویٰ کے گواہی ناحق دی اور شہادت زور وباطل ادا کی۔ یا اسقدر حکم شریعت سے جاہل اور امرِ حق سے غافل تھے کہ شہادت شوہر حق زوجہ میں ناکافی وباطل ہے اور شہادت حسنین یا شہادت ام ایمن حیّز اعتبار سے عاطل ہے اور پھر کیونکر جائز ہے کہ جناب سیدہ نساء العالمین جگر گوشہ جناب سید المرسلین نے باوصف طہارت ومکارم اوصاف اور شرف عصمت وعفاف کے دعویٰ ذی شہادت باطلہ کو پیش فرمایا، مال مسلمین میں بلا استحقاق دست طمع دراز فرمایا۔ ’’حَاشَا وَكَلَّا عَنْ ذٰلِكَ‘‘ پس مامون رشید نے باغ فدک ساداتِ فاطمیہ کو واپس دیا اور ایک نامہ لکھ کر حکم دیا کہ ایام حج میں لوگوں کو سنایا جاوے۔

دوسرا دعوی، جناب سیدہ نے میراث کا فرمایا۔ صحیح بخاری وصحیح مسلم وکنز العمال میں باختلاف الفاظ مضامین وارد ہے کہ جناب سیدہ نے دعویٰ میراث فرمایا اور فرمایا ’’اَتَرِثُ اَبَاكَ وَلَا نَرِثُ اَبِيْ‘‘

یعنی اے ابوقحافہ تو اپنے باپ کی میراث پاوے اور ہم اپنے باپ کی میراث نہ پاویں؟ ابوبکر نے کہا کہ جناب رسول خدا نے فرمایا ہے:

اِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ۔

صدقہ یعنی ہم گروہ انبیا وارث نہیں کرتے کسی کو، جو کچھ ہم چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہے۔

پس جناب امیر المومنین علیہ السلام نے آیات قرانی مشعر میراث انبیا تلاوت فرمائی اور آیہ وافی ہدایہ یہ ہے:

﴿وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوٗدَ﴾

وآیہ:

﴿يَرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ﴾

سے استدلال فرمائی مگر کچھ سماعت نہ ہوئی۔ آخر وہ معصومہ مظلومہ محرومہ غضبناک ہوئیں اور تا وقت وفات کلام نہ کیا اور اجازت مشارکت شیخین اپنے کفن ودفن میں نہ دی۔

واضح ہو کہ اس قضیہ فدک میں چند امور حیرت انگیز وتعجب خیز ہیں۔

اولاً: یہ کہ جناب فاطمہ زہرا بموجب ارشاد رسول خداؐ صدیقہ وزکیہ اور عدیل مریم بنت عمران اور سیدہ زنان اہل جنان تھیں، پھر باوصف اس کے دعویٰ کا ذبہ ہبہ یا میراث کا فرمایا وحق مسلمین پر تصرف ناجائز کرنا چاہا یہ امر بالکل خلاف قیاس

منہدم الاساس ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ وَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَنْ اِسَاءَۃِ الظَّنِّ بِاَھْلِیَّۃِ الْمَعْصُوْمِیْنَ۔

ثانیاً: حضرت امیر علیہ السلام بموجب ارشاد رسول مختار:

عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ، یَدُوْرُ مَعَہٗ حَیْثُمَا دَارَ، حق کا ان پر مدار تھا اور بموجب آیہ مباہلہ کے نفس رسول مختار تھے اور بموجب آیہ تطہیر کے ہر کذب وتزویر سے پرہیزگار، شہادت زور واقوال باطل سے بیزار تھے، پھر کیونکر شریک دعویٰ باطلہ اور مرتکب شہادت کاذبہ ہوئے۔ فَاِنَّہٗ اَمْرٌ مُحَالٌ لَا یَقُوْلُ بِہٖ اِلَّا اَھْلُ الضَّلَالِ۔

ثالثاً: حسنین علیہما السلام سیدی شباب اہل الجنۃ تھے وہ کیونکر اس دعویٰ ناصواب میں خلاف شریعت رسالت مآب، مخالف رضائے رب الارباب، شریک شہادت ناصواب، معین دعویٰ واجب الاجتناب ہوئے۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ لَا یَقُوْلُہٗ اِلَّا مُفْتَرٍ کَذَّابٌ۔

رابعاً: ام ایمن و اسما بنت عمیس کو جناب رسول مختار نے منجملہ زنان نیکوسرشت، نسوان اہل بہشت شمار فرمایا تھا مگر افسوس کہ انہوں نے بھی بطمع عاجل ونفع اجل کے شہادت زور و باطل دی۔ ان سب حضرات نے جناب رسول کریم پر بے خوف وبیم اتہام جسیم بہتان عظیم کیا۔ سُبْحَانَکَ ھٰذَا بُھْتَانٌ عَظِیْمٌ۔

خامساً: دعویٰ ہبہ کیا اور اس پر بھی قناعت نہ کی بلکہ دعویٰ میراث بھی پیش کیا اور جناب سیدہ علیہا السلام کو فیض صحبت و قرابت جناب نبوت سے اس قدر بھی علم شریعت حاصل نہ ہوا کہ ہبہ میں قبضہ مشروط و دعویٰ ہبہ بلا قبضہ نامربوط اور انبیا میں باب وراثت مسدود وسلسلہ میراث مفقود ہے۔

سادساً: حضرت امام علیہ السلام باوصف حدیث ''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا'' وحدیث ''اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ'' اس قدر مسئلہ ضروریہ شرعیہ سے ناواقف حدیث شریف نبویہ سے غیر عارف تھے کہ یہ بھی نہ جانا کہ جناب رسالت مآب نے فرمایا کہ ''نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ، مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ''۔

سابعاً: اگر فرض کیا جاوے کہ حضرات اہل بیت نے یہ حدیث سماعت نہ فرمائی یا بعد سماعت کے معاذ اللہ حکم شرعی سے ذہول وغفول فرمایا تھا تو اب بعد سماعت اس حدیث کے بھی حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے جناب سیدہ کو نہ سمجھایا کہ اتلافِ حقِ مسلمین ناروا ہے یا دعویٰ کاذب ناسزا یا شہادت باطل بے جا ہے تا اینکہ دم مرگ غضبناک رہیں اور وصیت فرمائی کہ شیخین میرے جنازے پر نہ آوے اور ویسا ہی انفاذ وصیت کیا۔

ثامناً: اگر جناب سیدہ حدیث ابوبکر کو صحیح تصور فرماتیں تو بعد سماعت حدیث کے دعویٰ پر اصرار کیوں فرماتیں اور آیات قرانی سے استدلال کیوں فرماتیں کہ خلاف تیری حدیث کے حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَاُولُو الْاَرْحَامِ بَعْضُھُمْ اَوْلٰی بِبَعْضٍ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ﴾ اور فرماتا ہے:

﴿وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ﴾

اور فرماتا ہے: ﴿فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ﴾

تاسعاً: جناب ولایت مآب نے بھی جناب سیدہ کو آگاہ نہ فرمایا کہ متروکہ پیغمبران صدقہ ہے اور صدقہ اہل بیتؑ پر حرام ہے۔

عاشراً: خود جناب رسالت مآب نے اہل بیت اطہار اور جناب حیدر کرار کو اس مسئلہ سے آگاہ نہ فرمایا کہ بعد ان کے ایسا دعویٰ بے حاصل ادعائے باطل نہ کریں۔ حالانکہ بموجب آیت: ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ واجب تھا کہ اہل بیت علیہم السلام کو احکام میراث فرائض شرعی سے آگاہ فرماویں۔ پس اگر آگاہ نہ فرمایا تو تبلیغ رسالت و اکمال شریعت نہ فرمائی اور آگاہ فرمایا اور حضرات اہل بیت علیہم السلام نے اس پر عمل نہ فرمایا تو وہ حضرات معاذ اللہ واجب الاطاعت واجب المودت نہ تھے جو بالکل نصوص قرانی واحادیث رسول ربانی کے خلاف ہے۔

حادیاً عشر: حضرت ولایت مآب کو اپنے عہد خلافت مہد تک حق تلفی فدک کی شکایت تھی چنانچہ جو نامہ عثمان بن حنیف والیٔ بصرہ کو لکھا اس میں فرمایا ہے:

وَكَانَتْ فِيْ اَيْدِيْنَا فَدَكٌ مِنْ كُلِّ مَا اَظَلَّتْهُ السَّمَاءُ، فَشَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوْسُ قَوْمٍ، وَسَخَتْ عَنْهَا نُفُوْسُ اٰخَرِيْنَ، فَنِعْمَ الْحَكَمُ اللّٰهُ۔

یعنی تمام روئے زمین اور قلمرو مما لک مسلمین میں صرف باغ فدک ہمارے قبض وتصرف میں تھا کہ جس سے بعض لوگوں کو بسبب بخل اشتغال نائرہ وحسد وعناد ہیجان مواد حقد و دلداد ہوا اور بعض لوگوں نے ہمت آزادانہ، سخاوت مردانہ قوتِ جوانانہ اختیار کی اور اس سے دستبردار ہو گئے مگر خدا احکم الحاکمین عادل یوم الدین فریادرس مظلومین ہے۔

ثانیاً عشر: مولوی علیم اللہ صاحب نے شرح خطبہ شقشقیہ میں لکھا ہے کہ راقم اثم صحت این اصل موضوع مخالفین را بدلیل تخلف باطل کردہ منفرد شدہ ام درین باب، بعدہ دلیل مذکور اس طرح بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدیث ''نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ'' صحیح ہو تو لازم آتا ہے کہ تمام بنی آدم پر عموماً اور تمام معاشر الانبیاء پر خصوصاً تصرف مالکانہ حرام ہو۔ اس واسطے کہ حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام بمصداق: ﴿إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً﴾ مالک وخلیفۃ تمام روئے زمین کے تھے اور بعد اپنے تمام روئے زمین کو بطور صدقہ متروکہ چھوڑا، پس تمام روئے زمین صدقہ ہے اور صدقہ معاشر انبیاء پر حرام ہے تو تمام روئے زمین تمام انبیاء و اہل بیت علیہم السلام پر حرام ہے: وَهُوَ بَاطِلٌ بِالْبَدَاهَةِ، فَثَبَتَ اَنَّهٗ حَدِيْثٌ مَوْضُوْعٌ بَاطِلٌ۔

ثالثاً عشر: حدیث ''نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ'' خلاف نص قرآنی وحکم فرقانی ہے اور اخبار احاد سے نص قرآنی سے

تخصیص واحکام یزدانی کی مخالفت نہیں ہوسکتی۔اور بدین وجہ جناب معصومہ نے ابوبکر کے سامنے آیہ وراثت سے استدلال کیا۔فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ

رُوِیَ اَنَّ فَاطِمَۃَ لَمَّا طَلَبَتِ الْمِیْرَاثَ مَنَعُوْھَا مِنْہُ، وَاحْتَجُّوْا عَلَیْھَا بِقَوْلِہٖ :"نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ، مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ"، فَعِنْدَھَا احْتَجَّتْ فَاطِمَۃُ بِعُمُوْمِ قَوْلِہٖ تَعَالٰی :﴿لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ﴾ کَاَنَّھَا اَشَارَتْ اِلٰی اَنَّ عُمُوْمَ الْقُرْاٰنِ لَا یَجُوْزُ تَخْصِیْصُہٗ بِالْخَبَرِ الْوَاحِدِ۔

رابعاً عشر: قران مجید وفرقان حمید میں تصریح ہے کہ پیغمبران سابق میں میراث جاری تھی اور اس حدیث میں نفی مطلق میراث ہے قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ وَ یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ﴾ فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ بقول ابن عباس وضحاک وحسن وراثت مالی مراد ہے۔

وَقَالَ الْبَغْوِیُّ فِیْ مَعَالِمِ التَّنْزِیْلَ وَ زَمَخْشَرِیَّ فِیْ رَبِیْعِ الْاَبْرَارِ عَنْ مَقَاتِلِ اَنَّہٗ وَرِثَ سُلَیْمَانُ مِنْ اَبِیْہِ اَلْفَ فَرَسٍ۔

پس حدیث مذکور باطل وموضوع نامقبول ونامسموع ہے۔

خامساً عشر: حدیث ''لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ'' مخالف ہے آیہ ﴿اَنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ﴾ کے جس میں معاشر الانبیاء بھی شامل زمرہ صالحین میں داخل ہیں اور وراثت عام ہے واسطے ملک و مال کے تو'' لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرِثُ'' مکذوب ہے۔

سادساً عشر: جناب سیدہ علیہا السلام نے اور خود حضرت امیر علیہ السلام نے معیّن فرمایا تھا کہ یہ حدیث خلاف نص قرآنی ہے۔کنز العمال میں ذیل روایت میراث میں لکھا ہے کہ وقت دعویٰ جناب سیدہ سے ابوبکر نے کہا کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ فَقَالَ عَلِیٌّ :وَوَرِثَ سُلَیْمَانُ دَاوٗدَ، وَقَالَ زَکَرِیَّا :یَرِثُنِیْ وَیَرِثُ مِنْ اٰلِ یَعْقُوْبَ ، قَالَ اَبُوْ بَکْرٍ :ھُوَ ھٰکَذَا وَاَنْتَ وَاللّٰہُ تَعْلَمُ مِثْلَ مَا اَعْلَمُ فَقَالَ عَلِیٌّ :ھٰذَا کِتَابُ اللّٰہِ، یَنْطِقُ فَسَکَتُوْا وَانْصَرَفُوْا اِنْتَھٰی۔

سابعاً عشر: خلیفۃ اول نے خود تکذیب حدیث ''نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءُ'' فرمائی بقول شخصے حق برزبان جاری،

فِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ عَنْ اَبِی الطُّفَیْلِ قَالَ :جَاءَتْ فَاطِمَۃُ اِلٰی اَبِیْ بَکْرٍ فَقَالَتْ :یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ،اَ اَنْتَ وَرِثْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ اَمْ اَھْلُہٗ؟ قَالَ :لَا، بَلْ اَھْلُہٗ. قَالَتْ :فَمَا بَالُ الْخُمُسِ؟ فَقَالَ:اِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَقُوْلُ :اِذَا اَطْعَمَ اللّٰہُ نَبِیًّا طُعْمَۃً ثُمَّ قَبَضَہٗ کَانَتْ لِلَّذِیْ یَلِیْ بَعْدَہٗ، فَلَمَّا وَلِیْتُ رَاَیْتُ اَنْ اَرُدَّہٗ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ. قَالَتْ :فَاَنْتَ وَمَا سَمِعْتَ مِنْ رَسُوْلِ

اللّٰہِ اَعْلَمُ، ثُمَّ رَجَعَتْ۔

اس حدیث میں خلیفہ صاحب نے اعتراف کیا ہے کہ ہم وارث نہیں بلکہ اہل بیت وارث ہیں، یہاں حدیث ''لَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ'' یاد نہ آئی جس میں وراثت کی نفی مطلق ہو چکی ہے لیکن اقرار وراثت اہل بیت میں یہاں تازہ تازہ حدیث طعمہ پیش فرمائی جس پر ھنیئاً مریئاً کہنا چاہیے۔ بس حدیث عدم توریث باطل ہوگئی۔

ثامناً عشر: حدیث ''لَا نُوْرَثُ میں مَا تَرَکْنَاہُ صَدَقَۃٌ'' خبر ہے بالرفع یا تمیز ہے بالفتح، پس معنی یہ ہیں کہ جو کچھ ہم نے چھوڑا وہ صدقہ ہے یا یہ کہ جو بطور صدقہ چھوڑیں اس میں میراث نہیں ہے کیونکہ ''اَلصَّدَقَۃُ عَلَیْنَا حَرَامٌ'' مسلم الثبوت ہے فَاِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الِاسْتِدْلَالُ۔

تاسعاً عشر: طلب بینہ وشہود جناب سیدہ سے دعویٰ ہبہ میں خلاف اصول شرع تھا اس واسطے کہ جناب سیدہ حیات جناب رسالت مآب سے قابض ومتصرف تھیں کیونکہ وقوع ہبہ بعد فتح خیبر کے تھا اور جناب رسالت مآب نے ہبہ فرما کر و بتعمیل آیہ شریفہ قبضہ بھی دے دیا تھا چنانچہ بتصریح واقدی وابن ابی الحدید وابوبکر جوہری ودیگر علماء اہل سنت کے وقوع عطیہ و قبضہ ثابت ہے۔ پس قابض سے شہود طلب کرنا امر عجیب ہے۔ چنانچہ حضرت امام علیہ السلام نے متنبہ فرمایا کہ

یَا اَبَا بَکْرٍ، لَتَحْکُمُ فِیْنَا بِخِلَافِ حُکْمِ اللّٰہِ فِی الْمُسْلِمِیْنَ؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَاِنْ کَانَ فِیْ یَدِ الْمُسْلِمِیْنَ شَیْءٌ یَمْلِکُوْنَ وَاَنَا ادَّعَیْتُ فِیْہِ، مَنْ تَسْاَلُ الْبَیِّنَۃَ؟ قَالَ: اِیَّاکَ کُنْتُ اَسْاَلُ الْبَیِّنَۃَ عَلٰی مَا تَدَّعِیْہِ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ. قَالَ: فَاِذَا کَانَ فِیْ یَدِیْ شَیْءٌ فَادَّعٰی فِیْہِ الْمُسْلِمُوْنَ، فَتَسْاَلُنِیْ الْبَیِّنَۃَ عَلٰی مَا فِیْ یَدِیْ وَقَدْ مَلَکْتُہٗ فِیْ حَیَاۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَبَعْدَہٗ، وَلَا تَسْاَلُ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی مَا ادَّعَوْا عَلَیَّ شُھُوْدًا کَمَا سَاَلْتَنِیْ عَلٰی مَا ادَّعَیْتُ عَلَیْھِمْ؟ فَسَکَتَ اَبُوْ بَکْرٍ. قَالَ عُمَرُ: دَعْنَا یَا عَلِیُّ مِنْ کَلَامِکَ، فَاِنَّا لَا نَقْوٰی عَلٰی حُجَجِکَ، فَاِنْ اَتَیْتَ بِشُھُوْدٍ عُدُوْلٍ وَاِلَّا فَھُوَ لِلْمُسْلِمِیْنَ، لَا حَقَّ لَکَ وَلَا لِفَاطِمَۃَ فِیْہِ. الْحَدِیْثَ عَنْ تَفْسِیْرِ عَلِی ابْنِ اِبْرَھِیْمِ۔

یعنی اے ابوبکر تو خلاف حکم خدا کے حکم دیتا ہے اس واسطے اگر مسلمین کسی چیز پر قابض ہوں اور ہم دعویٰ کریں تو کس سے شہادت طلب کرے گا؟ ابوبکر نے کہا کہ تم سے، حضرت نے فرمایا کہ ہر گاہ ہم جناب رسول خداؐ کی حیات سے قابض ہیں تو مسلمین سے کیوں نہیں شہادت طلب کرتا ہے؟ پس ابوبکر نے سکوت کیا اور عمر نے کہا کہ ہم تمہاری دلیل وحجت سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے لیکن اگر شہود لاؤ تو خیر ورنہ تمہارا یا فاطمہ کا کچھ حق نہیں ہے۔

عشرون: حاکم شرع کو بمقتضائے علم اپنے عمل کرنا جائز ہے جیسا کہ اہل سنت کہتے ہیں کہ ابوبکر نے صرف

بمقتضائے علم اپنے حدیث ''نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ'' پر عمل فرما کر میراث سے محروم فرمایا تو جناب سیدہ کو دعویٰ ھبہ فدک میں کیوں نہ صادق تصور فرما کر قبول فرمایا؟ چنانچہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ بنی صہیب نے دعوی کیا کہ جناب رسالتمآب نے دو مکان اور ایک حجرہ صہیب کو دیا تھا۔ مروان بن حکم نے گواہ طلب کیے، صرف عبداللہ بن عمر نے گواہی دی۔ مروان نے قبول کیا۔ سبحان اللہ فرزند خلیفۂ دوم کی شہادت مقبول اور صدق بیان جناب سیدہ وشہادت جناب امیر علیہ السلام وام ایمن و اسماء بنت عمیس وحسنین علیہم السلام نامقبول سبحان اللہ۔ این کار از تو آید و مردان چنین کنند۔

الحادی والعشرون: صحیح بخاری میں روایت ہے کہ بعد جناب رسول خداؐ کے مال بحرین آیا۔ جابر بن عبداللہ انصاری نے دعوی کیا کہ جناب رسول خداؐ نے اس قدر دینے کا وعدہ فرمایا تھا، ابوبکر نے حوالہ کیا۔ کرمانی نے اپنی شرح میں طحاوی سے نقل کر کے لکھا ہے کہ اس واسطے ابوبکر نے جابر کے تصدیق دعویٰ کی کہ حدیث رسولؐ ہے کہ جو شخص مجھ پر عمداً جھوٹ کہے وہ مستحق جہنم ہوگا۔ پس بعید تھا کہ جابر صحابی جناب رسولؐ پر افترا کرتے۔ مگر سبحان اللہ کہ ابوبکر کے نزدیک جناب سیدہ و جناب امیر وحسنین علیہم السلام سے یہ افترا بعید نہ تھا۔ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِیْ الْاَلْبَابِ۔

الثانی والعشرون: اگر خلیفۂ اول کے نزدیک جناب سیدہ وحضرت امیر وحسنین علیہم السلام صادق نہ تھے تو کذب خدا اور رسولؐ لازم آتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ نے آیت تطہیر اور آیت مباہلہ نازل فرمائی اور جناب رسول خداؐ نے:

سَیِّدَةُ نِسَاءِ الْعَالَمِیْنَ وَعَدِیْلَةُ مَرْیَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ وَسَیِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَفَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِنِّیْ، مَنْ اَذٰهَا فَقَدْ اٰذَانِیْ، وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ، وَمَنْ اٰذَی اللّٰهَ فَقَدْ کَفَرَ

فرمایا:

وحضرت امیر علیہ السلام کو

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی

اور

عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ وَالْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ وَ مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ، مَنْ رَکِبَهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوٰی۔

اور دیگر فضائل عظیمہ آن حضرت کی شان میں ارشاد فرمائے۔ پس کون شخص باور کر سکتا ہے کہ ایسے حضرات بھی دعویٰ کا ذبہ ہبہ کریں اور شہادت کاذبہ دیویں اور حق مسلمین کھانے پر آمادہ ہوں اور رسول خداؐ پر تہمت کریں جو ادنیٰ مسلمین نہیں کرتے۔ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ، وَلَا یَقُوْلُ بِهٖ اِلَّا مُرْتَدٌّ مُرْتَابٌ۔

الثالث والعشرون: سبط ابن جوزی نے سیرت میں لکھا ہے:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا :جَاءَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللهِ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ وَهُوَ عَلَى الْمِنْبَرِ، فَقَالَتْ :يَا اَبَا بَكْرٍ، اَفِيْ كِتَابِ اللهِ اَنْ تَرِثَكَ اَبُوْكَ وَلَا اَرِثَ اَبِيْ؟ فَاسْتَعْبَرَ بَاكِيًا ،ثُمَّ قَالَ :بِاَبَائِيْ اَبُوْكِ وَبِاَبَائِيْ اَنْتِ، ثُمَّ نَزَلَ فَكَتَبَ لَهَا بِفَدَكٍ، وَدَخَلَ اِلَيْهِ عُمَرُ فَقَالَ :يَا هٰذَا مَا هٰذَا؟ فَقَالَ :كِتَابٌ كَتَبْتُهُ لِفَاطِمَةَ بِمِيْرَاثِهَا مِنْ اَبِيْهَا، قَالَ :فَمَاذَا يُنْفِقُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ وَقَدْ جَارَتْكَ الْعَرَبُ كَمَا تَرٰى؟ ثُمَّ اَخَذَ عُمَرُ مِنْهُ الْكِتَابَ فَشَقَّهُ.

اب یہ غور طلب ہے کہ اگر حدیث میں معاشر الانبیاء صحیح تھی تو خلیفۃ اول نے کیوں دستاویز فدک لکھ دی اور میراث کو تسلیم کرلیا اور خلیفۃ ثانی نے کیوں چاک فرمائی اور یہ عذر کیا کہ مسلمانوں کو کہاں سے دو گے۔ اے سبحان اللہ

الرابع والعشرون: حضرت امیر و حضرت عباس عم رسول خداؐ اس معاملہ میں خلیفۃ اول و دوم کو کاذب و آثم و خائن و غادر جانتے تھے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ عمر ابن خطاب نے حضرت امیرؑ اور حضرت عباس سے کہا:

فَلَمَّا تُوُفِّيَ رَسُوْلُ اللهِ، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ :اَنَا وَلِيُّ رَسُوْلِ اللهِ، فَجِئْتُمَا تَطْلُبُ مِيْرَاثَكَ مِنِ ابْنِ اَخِيْكَ، وَيَطْلُبُ هٰذَا مِيْرَاثَ امْرَاَتِهِ مِنْ اَبِيْهَا۔

یعنی جب ابوبکر خلیفۃ ہوا تو تم دونوں اس کے پاس آئے، تم نے دعویٰ میراث کیا، اپنے برادرزادہ یعنی علی سے اور علی نے دعویٰ میراث اپنی عورت کی طرف سے کیا اس کے باپ کے متروکہ کا۔ ابوبکر نے کہا کہ رسول خداؐ نے کہا ہے کہ

اِنَّا مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرَثُ ،مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ ''، فَرَاَيْتُمَاهُ كَاذِبًا غَادِرًا اٰثِمًا خَائِنًا۔

یعنی تم دونوں اس کو کاذب و غدار و گنہگار اور خائن و مکار سمجھتے رہے حالانکہ وہ صادق و تابع حق تھا۔

پس بعد اس کے میں خلیفۃ وقت ہوا تو پھر تم دونوں آئے اور وہی دعویٰ میراث کیا۔

فَرَاَيْتُمَانِيْ كَاذِبًا غَادِرًا اٰثِمًا خَائِنًا۔

یعنی تم دونوں ہم کو بھی کاذب و غدار و خائن و مکار سمجھتے ہو حالانکہ ہم صادق اور تابع حق ہیں۔

قَالَ اِبْنُ اَبِي الْحَدِيْدِ :وَهٰذَا عُمَرُ يَزْعُمُ عَلِيًّا وَالْعَبَّاسَ فِيْ قِصَّةِ الْمِيْرَاثِ زَعْمَاهُمَا كَاذِبًا بَيْنَ ظَالِمَيْنِ فَاجِرَيْنِ، وَمَا رَاَيْنَا عَلِيًّا وَالْعَبَّاسَ اعْتَذَرَا وَلَمْ يَقُلْ اَحَدٌ مِنْ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ ذٰلِكَ، وَلَا رَاَيْنَا اَصْحَابَ رَسُوْلِ اللهِ اَنْكَرُوْا اِلَيْهَا مَا حَكَمَ عُمَرُ عَنْهَا وَنَسَبَهُ اِلَيْهِمَا۔

یعنی ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ اس عمر نے اپنے زعم میں خیال کیا کہ علی و عباس قضیہ میراث میں ابوبکر و عمر کو اپنے زعم میں دروغ گفتار فاجر و ستمگار سمجھتے تھے مگر کسی کتاب میں نہیں دیکھا کہ علی و عباس نے اس قول پر عمر کی کچھ معذرت پیش کی ہو، نہ کسی اصحاب حدیث نے ان کا عذر کرنا نقل کیا، نہ ہم

نے کہیں دیکھا کہ اصحاب رسول نے انکار کیا کہ جو گمان نسبت عباس وعلی کے کیا ہے وہ غلط ہے، یا جو گمان کذب وغدر واثم وخیانت کا جانب ابوبکر وعمر کے علی وعباس نے کیا ہے وہ غلط ہے۔ انتہیٰ۔

پس ثابت ہو گیا کہ حضرات اہل بیتؑ وتمامی بنی ہاشم ابوبکر وعمر کو غاصب وظالم سمجھتے اور ہمیشہ اپنی حق تلفی کی شکایت فرماتے تھے۔

الخامس والعشرون: افضل المتکلمین جناب مولوی سید محمد قلی صاحب اعلی اللہ مقامہ نے تحریر فرمایا ہے کہ باعتراف خلیفہ ثانی کے حضرت عباس وحضرت امیر علیہ السلام خلیفہ اول وثانی کو چار صفت سے موصوف جانتے تھے۔ کاذب، غادر، آثم، خائن اور یہ صفاتِ منافق ہیں۔

كَمَا فِيْ صَحِيْحِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ عَنْ عَبْدُ اللهِ بْنِ عُمَرٍ، قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ و اَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيْهِ خَصْلَةٌ مِنَ النِّفَاقِ حَتّٰى يَدَعَهَا :اِذْئُتُمِنَ خَانَ، وَاِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَاِذَا عَاهَدَ غَدَرَ، وَاِذَا خَاصَمَ فَجَرَ۔

پس صغریٰ کبریٰ بنانے سے نتیجہ نفاق پیدا ہوتا ہے۔ كَمَا صُرِّحَ بِهٖ فِيْ رِسَالَةِ نِفَاقِ الشَّيْخَيْنِ۔

السادس والعشرون: معلوم ہوتا ہے کہ ازواج جناب رسالت مآب اور نیز عثمان بن عفان بھی حدیث ''نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ'' سے ناواقف یا اس کے کذب وزور کے معترف تھے کیونکہ بروایت صحیح بخاری فی حدیث بنی نضیر ہے کہ ازواج حضرتؐ نے عثمان کے ذریعہ سے ابوبکر کے پاس پیغام بھیجا کہ خالصتاً آنحضرت سے ثُمن ازواج دے دیں۔ پس بی بی عائشہ نے رد فرما کر کہا:

اَلَا يَتَقِيْنَ اللهَ وَلَا مُسْلِمِيْنَ اَنَّ النَّبِيَّ كَانَ يَقُوْلُ :لَا نُوْرَثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ۔

پس معلوم ہوا کہ جناب عثمان وازواج حضرت بھی اس حدیث کو نہ جانتے تھے یا بے اصل جانتے تھے اور تائید اس کی یہ ہے کہ جناب عثمان نے فدک حوالہ مروان کر دیا اور مال مسلمین نہ جانا۔

السابع والعشرون: معلوم نہیں ہوتا کہ بیت الشرف جناب رسالت میں دعویٰ ہبہ بامیراث کیونکر بلا دلیل ثابت ہو گیا کہ ام المومنین عائشہ نے دخل تصرف فرمایا اور پھر لاش خلیفہ اول ودوم کو بھی دفن فرمایا۔ چنانچہ حکایت لطیف روایت ظریف یہ ہے کہ حسین بن فضال نے ابوحنیفہ امام اہل سنت سے کہا کہ ایک بھائی میرا رافضی ہے، خلفائے ثلاثہ سے باغی ہے، وہ کہتا ہے کہ بعد حضرت کے افضل خلائق جناب حیدر صفدر ہیں اور میں کہتا ہوں خلیفہ اول بہمہ وجوہ افضل ہیں۔ ابوحنیفہ نے کہا وقت جہاد کے علیؑ دور دور جہاد کیا کرتے تھے اور ابوبکر قریب جناب رسالت مآب بیٹھے رہا کرتے تھے۔ حسین بن فضال نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی سے کہا تھا اس نے کہا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَضَّلَ اللهُ الْمُجَاهِدِيْنَ عَلَى الْقَاعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾

یعنی حق تعالیٰ نے مجاہدان غازی و بہادران معرکہ جان بازی کو قاعدین کم ہمت پر نہایت فضیلت اور اجر ہائے عظیم وحسنات جسیم ودرجات فخیم سے افضلیت دی ہے۔

پس بدین وجہ علی علیہ السلام افضل ٹھہرے۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ ابوبکر عمر ہم پہلوئے جناب رسول مختار مدفون مزار فیض الانوار ہیں۔ حسین بن فضال نے کہا کہ میں نے اپنے بھائی سے کہا تھا اس نے کہا کہ اگر وہ مکان فیض نشان شیخین کا تھا اور شیخین نے رسول کونین کو بخشا تھا تو پھر شیخین نے کیوں کر اپنی ہبہ سے مراجعت اور شے مہوبہ میں مداخلت کی اور اگر وہ مکان قدس آستان جناب رسالت کا تھا تو بلا اجازت رسول خدا کا دفن کرنا لاش کا بے جا دخل وتصرف ناسزا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتَ النَّبِيِّ حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ﴾

ابوحنیفہ نے کہا ام المومنین عائشہ نے اپنے دین مہر میں پایا تھا اور انہوں نے دونوں کو دفن فرمایا تھا۔ حسین بن فضال نے کہا کہ ہم نے اپنے بھائی سے کہا تھا اس نے کہا حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَا اَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ اللّٰتِيْٓ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ﴾

یعنی اے پیغمبر ہم نے تمہارے واسطے وہ عورتیں حلال کیں جن کا تم نے دین مہر ادا کیا ہے۔

پس اگر ام المومنین عائشہ کو خدمت میں لائے تھے تو دین مہر دے دیا تھا پھر کون سا دین مہر باقی تھا۔ ابوحنیفہ نے کہا کہ عائشہ وحفصہ نے میراث میں پایا۔ حسین بن فضال نے کہا کہ تم تو کہتے ہو کہ پیغمبر خدا نے فرمایا ہے کہ: ''نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ لَا نَرِثُ، مَا تَرَكْنَاهُ صَدَقَةٌ'' اور اسی حدیث سے شیخین نے جناب سیدہ کو میراثِ نبوی سے محروم اور اس معصومہ کو باغ فدک کے واسطے مخزون ومخموم فرمایا۔ پھر عائشہ وحفصہ نے کیوں کر میراث پائی اور یہ حدیث وقتِ دفن خلیفتین یاد نہ آئی۔ علاوہ اس کے نو بیبیاں جناب رسالت مآب کے تھیں اور ازواج کا ہشتم حصہ ہے، پس اگر ہشتم حصہ نو ازواج پر تقسیم کیا جاوے تو ہر زوجہ کے حصہ میں ایک ایک بالشت آوے۔ پس اس قدر کہاں سے جگہ پائی جو دو لاشہائے طول وطویل دفن فرمائے اور دفن حضرت امام حسن علیہ السلام کے واسطے ممانعت فرمائی۔ امام ابوحنیفہ نے غضبناک ہو کر فرمایا کہ نکال دو اس کو کہ بھائی اس کا رافضی نہیں ہے بلکہ خود رافضی دشمن باغی ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ۔

الثامن والعشرون: ابن ابی الحدید معتزلی نے روایت کیا ہے کہ ابوالعاص شوہر زینب یعنی دختر حضرت خدیجہ کبریٰ کو جنگ بدر میں اسیر کیا۔ زینب نے واسطے رہائی شوہر کی اپنا گردن بند بطور فدیہ بھیج دیا جو حضرت خدیجہ کبریٰ نے جہیز میں دیا تھا۔ جناب رسالتمآب اس گردن بند کو ملاحظہ فرما کر آبدیدہ وگریاں ہوئے اور حضرت خدیجہ کو یاد کر کے پریشان ہوئے اور اہل اسلام سے بامہربانی یہ ارشاد فرمایا کہ ابوالعاص کو رہا کر دو اور یہ قلادہ اپنی طرف سے زینب کو بخش دو۔ چنانچہ سب اہل اسلام راضی ہو گئے، ابوالعاص کو رہا کر دیا اور گردن بند زینب کو عطا کیا۔

ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ جب یہ روایت میں نے اپنے استاد ابوجعفر نقیب کے سامنے پڑھی تو انہوں نے فرمایا کہ تم نے دیکھا کہ ابوبکر عمر کو اس مقام جلیل تک عبور اس شرف نبیل تک عشور نہ ہوا۔ کیا خلاف شریعت، بعید از حلم ومروت، منافی عدالت وفتوت تھا کہ اس معصومہ کو فدک دے کر رضامند ومسرور الحال منشرح الخاطر ومنفرغ البال فرماتے اور اگر بالفرض تسلیم حق زہرا نہ بھی ہوتا تاہم اہل اسلام سے دِلا کر پیش کش اور جناب زہرا کو دل خوش فرماتے۔ کیا مرتبہ حضرت فاطمہ علیہا السلام زینب سے کمتر تھا بلکہ ہرگاہ وہ حضرت سیدۃ نساء العالمین تھیں تو ان کا مرتبہ عالی تر اور حقوق احسان وایمان سب کی گردن پر عظیم تر تھا۔ اور قاضی عبدالجبار نے لکھا ہے کہ حق جنابِ رسالت اور پاسِ قرابت وحفظِ مراتبِ جناب نبوت یہ تھا کہ دخترِ رسول خدا کو باغ فدک دے کر رضامند کیا جاتا یا اس کے عوض دوسری شے دے کر خورسند کیا جاتا۔

التاسع والعشرون: کنز العمال میں زید بن ارقم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت نے فرمایا:

اِنِّیْ لَکُمْ فَرَطٌ، وَاِنَّکُمْ وَارِدُوْنَ عَلَی الْحَوْضَ، عَرْضُہٗ مَا بَیْنَ صَبْغَا اِلٰی بَصْرٰی، فِیْہِ عَدَدُ الْکَوَاکِبِ مِنْ قِدْحَانِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ، فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِی الثَّقَلَیْنِ۔ قِیْلَ: وَمَا الثَّقَلَانِ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ قَالَ: اَلْاَکْبَرُ کِتَابُ اللّٰہِ، سَبَبٌ طَرَفُہٗ بِیَدِ اللّٰہِ وَطَرَفُہٗ بِاَیْدِیْکُمْ، فَتَمَسَّکُوْا بِہٖ لَنْ تَزِلُّوْا وَلَا تَضِلُّوْا، وَالْاَصْغَرُ عِتْرَتِیْ، وَاِنَّھُمَا لَنْ یَفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ، فَسَاَلْتُ ذٰلِکَ لَھُمَا، فَلَا تَقَدَّمُوْھُمَا فَتَھْلِکُوْا، وَلَا تُعَلِّمُوْھُمَا فَاِنَّھُمَا اَعْلَمُ مِنْکُمْ۔

اور بار روایت طبرانی

وَلَا تَقْصُرُوْا عَنْھُمَا فَتَھْلِکُوْا، فرمایا ہے۔ پس اب یہ بھی احتمال نہ رہا کہ ابوبکر کو حدیث لانرث معلوم تھی اہل بیت کو نہ معلوم تھی۔ ابوبکر کو معلوم تھا کہ ہبہ بلا قبض جائز نہیں اور ہبہ ناقص جناب رسالتمآب نے کیا اور شہادت بلا نصاب نامقبول ہے اور اہل بیت علیہم السلام کو کوئی مسئلہ معلوم نہ تھا اور ابوبکر نے معلمی وا تالیقی فرمائی کیونکہ جناب رسالتمآب نے فرمایا ہے وَلَا تُعَلِّمُوْھُمَا فَاِنَّھُمَا اَعْلَمُ مِنْکُمْ۔

الثلثون: کابلی نے صواقع میں لکھا ہے کہ حدیث ''مِثْلُ اَہْلَ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃُ نُوْحٍ'' امامت پر دلالت نہیں کرتی ہے لیکن

وَلَا شَکَّ اَنَّ الْفَلَاحَ مَنُوْطٌ بِوِلَائِھِمْ وَھَدْیِھِمْ، وَالْھَلَاکَ فِی التَّخَلُّفِ، وَمِنْ ثَمَّ کَانَ الْخُلَفَاءُ وَالصَّحَابَۃُ یَرْجِعُوْنَ اِلٰی اَفْضَلِھِمْ فِیْمَا اَشْکَلَ عَلَیْھِمْ مِنَ الْمَسَائِلِ، وَذٰلِکَ لِاَنَّ وِلَاءَھُمْ وَاجِبٌ، وَھَدْیَھُمْ ھَدْیُ النَّبِیِّ۔

پس جبکہ باعتراف ابن حجر عالم اہل سنت کے مسائل مشکلہ میں خلفاء وصحابہ خدمت اہل بیت علیہم السلام میں رجوع

کرتے تھے کیونکہ ان کی ولا ومحبت واجب ہے اور ان کی روش، روشِ رسول خداؐ ہے تو ابوبکر نے میراث نبوی میں کیوں مخالفت حضرت امیر اور جناب سیدہ وحسنین علیہم السلام کی۔

فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ وَلَمْ تَتَكَلَّمْ حَتّٰى مَاتَتْ كَمَا صَرَّحَ بِهِ الْبُخَارِيُّ۔

الحادی والثلثون: شاہ ولی اللہ محدث نے لکھا ہے کہ عصمت واسطے جناب شاہ ولایت کے تمام ہوگئی اور افعال آن جناب سب حق تھے، نہ یہ کہ افعال ان کے مطابق حق تھے بلکہ حق ایک ایسا امر تھا کہ افعال آنحضرت سے منعکس ہوتا تھا مثل ضوء شمس کے اور اسی سبب سے حضرت نبوی نے فرمایا: بارالہا گردش دے حق کو ساتھ علی کے جہاں وہ گردش کریں، نہ یہ کہ گردش دے علی کو ساتھ حق کے جہاں وہ گردش کریں اور خطابی نے شرح حدیث:

اِنَّ اللّٰهَ سَيَهْدِيْ قَلْبَكَ وَيُثَبِّتُ لِسَانَكَ

میں لکھا ہے کہ خدا تیرے دل کو ہدایت سے معمور کرے گا اور زبان کو ثابت کرے گا۔ پس سوائے حق کے کچھ حکم نہ کرو گے۔ اور شیخ نورالدین ریشی نے لکھا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ بارالہا زبان کو مستقر ودائم گویا بحق کر، انتہیٰ۔

پس ہرگاہ حضرت امیر علیہ السلام نے شہادت فدک علی سبیل النحل اور نیز استحقاق فدک علی طریق الارث شہادت دی تو ابوبکر نے خلاف حق کیوں کیا؟

الثانی والثلثون: ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ میں نے سوال کیا علی بن علی فاروقی شافعی سے جو مدرس مدرسہ بغداد تھے کہ آیا فاطمہ زہرا دعوائے فدک میں صادق تھیں یا کاذب؟ انہوں نے جواب دیا صادق تھیں۔ میں نے کہا کہ پھر ابوبکر نے فدک کیوں نہ دے دیا؟ انہوں نے تبسم کیا اور کلام بلیغ ولطیف مستحسن ظریف باوصف جلالت قدر وزانت طبع شریف کے ارشاد فرمایا کہ اگر آج ان کو بمجرد دعویٰ کے باغ فدک دے دیا جاتا تو دوسرے دن دعویٰ خلافت میں تصدیق قول کرلیا جاتا اور تخت خلافت پر ان کے شوہر کو بٹھا دینا اور ابوبکر کو ہٹا دینا پڑتا کیونکہ اگر دعویٰ فدک صادق وبے ارتیاب تھا تو دعویٰ خلافت بھی عین صدق صواب تھا۔ فلہٰذا حضرت زہرا کو فدک سے ممنوع اور حضرت علی کو خلافت سے مدفوع کیا۔ ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ یہ کلام پُرلطافت مقرون بصحت ہے اگرچہ برسبیل مزاج وظرافت ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُوْلِي الْاَبْصَارِ۔

پس واضح خواطر ارباب بصائر ہو کہ ہرگاہ حضرت امام علیہ السلام نے ملاحظہ فرمایا کہ حق خلافت سے بھی حرمان وانقطاع اور باغ فدک کا بھی انتزاع ہوگیا تو حضرت نے فرمایا کہ ہم نے ایسے حال میں صبر کیا کہ آنکھوں میں خار الم اور خاشاکِ رنج وغم کھٹکتا ہے اور حلق میں حلقہ کمند تاسف وقلادہ غصہ وتاہف سے دم الجھتا ہے کیونکہ ہماری آنکھوں کے سامنے میراث ہماری منہوب واستحقاق ہمارا مغصوب کیا جاتا ہے۔

توضیح ۵ ۳، تبیین مبین وتقریر جدید متین للمستبصر الفطین

واضح ہو کہ مقدمہ فدک میں ہنگامہ موفور بکمال شور اور غلغلہ نامحصور مانند ''﴿ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ﴾'' اس امر کا مشہور ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے ایام خلافت میں باغ فدک پر قبض وتصرف مالکانہ کیوں نہ فرمایا؟ ہر چند جواب اس کا بدلائل قاہرہ و براہین باہرہ کتب کلامیہ میں مسطور اور دفاتر سابقین ولاحقین میں مذکور ہے لیکن احقر الناس بنا بر رفع وسواس عوام الناس چند وجوہ بذریعہ التماس مندرج صفحہ قرطاس کرتا ہے۔ وَاللّٰهُ وَلِيُّ التَّوْفِيْقِ۔

پس صاحبان عقل وشعور پر کالنور علی شاہق الطور روشن ومنجلی ہو کہ دو حال سے خالی نہیں۔ یا یہ کہ عہد عدالت عہد حضرت امام علیہ السلام میں باغ فدک قبضہ حضرت امام علیہ السلام میں یا نہیں، اور تھا تو قبضہ مالکانہ تھا یا متولیانہ تھا یا حاکمانہ تھا، اور تصرف اس میں کس طرح کا تھا؟ چنانچہ بسبب اختلاف روایات کے چند شقوق مستنبط ہوتے ہیں، بہر صورت کوئی صورت الزام یا جرح وابرام نہیں پائی جاتی۔

اولاً: صحیح بخاری میں عائشہ سے روایت ہے کہ جناب سیدہ نے متروکہ نبوی وخیبر وفدک وصدقہ مدینہ میں سے طلب فرمایا ابوبکر نے انکار فرمایا۔

وَاَمَّا صَدَقَتُهٗ بِالْمَدِيْنَةِ فَدَفَعَهَا عُمَرُ اِلٰى عَلِيٍّ وَالْعَبَّاسِ، وَاَمَّا خَيْبَرُ وَفَدَكُ فَاَمْسَكَهُمَا عُمَرُ وَقَالَ :هُمَا صَدَقَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ، كَانَتَا لِحُقُوْقِهٖ۔ الَّتِيْ تَعْرُوْهُ وَنَوَائِبِهٖ، وَاَمْرُهُمَا اِلٰى مَنْ وَلِّيَ وَلِيَّ الْاَمْرَ۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکر کا اجتہاد یہ تھا کہ مسلمین کے کام میں آوے اور اجتہاد عمری یہ تھا کہ صدقات مدینہ یعنی اراضی بیتی النضیر وغیرہ حوالہ حضرت امام علیہ السلام وحضرت عباس کر دے اور خیبر وفدک مخصوص والیان امر رکھا اور دونوں صورتوں میں قبضہ متولیان ملک رہا، پس معلوم ہوا کہ قبضہ خلفا میں تھا۔ موافق اپنے اجتہاد کے ہر ایک خلیفہ وقت کو اختیار تھا، پس یہ اعتراض کہ حضرت امام نے قبضہ وتصرف کیوں نہ فرمایا باقی نہ رہا کیونکہ حضرت کے قبض وتصرف اختیار میں آیا تھا اور جبکہ والیان ملک کو بحسب اجتہاد واختیار اپنے اختیار تھا کہ جس طرح سے چاہیں اختیار کریں تو کوئی امر مانع نہیں ہے کہ مصارف بنی فاطمہ وبنی ہاشم میں آتا تھا۔

ثانیاً: بعض علماء اہل سنت نے لکھا ہے کہ خلیفہ ثانی نے باغ فدک اپنی حیات میں حضرت امام علیہ السلام کو حوالے کر دیا تھا۔ چنانچہ وفاء الوفا فی اخبار دار المصطفیٰ میں بعد تذکرہ دعوائے فاطمہ زہرا صلوات اللہ علیہا ورد شہادت کرنا ابوبکر کا لکھ کر یہ لکھتا ہے۔

فَاَدّٰى اجْتِهَادُ عُمَرَ اِلٰى رَدِّهَا لَمَّا وَلِّيَ وَفُتِحَتِ الْفُتُوْحُ، وَكَانَ عَلِيٌّ يَقُوْلُ :اِنَّ النَّبِيَّ

جَعَلَهَا فِيْ حَيَاتِهٖ لِفَاطِمَةَ، وَكَانَ الْعَبَّاسُ بِاَبِيْ ذٰلِكَ، فَكَانَا يَخْتَصِمَانِ اِلٰى عُمَرَ، فَيَاْبٰى اَنْ يَحْكُمَ فِيْهِمَا وَيَقُوْلُ :اَنْتُمَا اَعْرَفُ بِشَاْنِكُمَا۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قبضہ حضرت امام علیہ السلام میں عہد خلیفۃ ثانی سے آ گیا اور اس وقت بھی آپ کا اصرار تھا کہ حیات جناب سرور کائنات سے جناب سیدہ کا ہے۔

ثالثاً: شاہ عبدالعزیز دہلوی نے طعن دوازدہم میں لکھا ہے: که زیرا که باجماع اہل سیر و تواریخ و علمائے حدیث ثابت و مقرر است که متروکه آنحضرت از خیبر و فدک وغیره در عہد عمر بن خطاب بدست علی و عباس بود، و علی برعباس غلبه کرده و بعد از علی مرتضی بدست حسن بن علی و بعداو بدست حسین بن علی و بعداز او بدست علی بن الحسین و حسن بن حسن بودو ہردو تناول می کردند، انتہی۔

پس اگر یہ قول صحیح سمجھا جائے تو پھر یہ اعتراض کہ حضرت امیر علیہ السلام نے کیوں نہ تصرف فرمایا باقی نہ رہا۔

علاوہ اس کے اگر حدیث ''نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِيَاءِ'' صحیح ہوتی تو خلیفۃ ثانی کیوں رد فدک فرماتے؟ اور اگر یہ سمجھا جاوے کہ تبرعاً عنایت فرمایا، تو خلیفۃ اول نے جناب سیدہ کو کیوں نہ ادا فرمایا کہ وہ ناراض ہوئیں اور خلیفۃ صاحب مورد، مَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِيْ، وَمَنْ اَغْضَبَنِيْ فَقَدْ اَغْضَبَ اللّٰهَ ہوئے۔

رابعاً: فخر الدین رازی امام اہل سنت نے لکھا ہے:

فَاَجْرٰى اَبُوْ بَكْرٍ ذٰلِكَ عَلٰى مَا كَانَ يَجْرِيْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ،يَنْفِقُ عَلٰى مَنْ كَانَ يَنْفِقُ عَلَيْهِ، وَيَجْعَلُ مَا يَبْقٰى السِّلَاحَ وَالْكُرَاعَ ،وَكَذٰلِكَ عُمَرُ جَعَلَهٗ فِيْ يَدِ عَلِيٍّ لِيَجْرِيَ بِهٖ عَلٰى هٰذَا الْمَجْرٰى ،وَرَدَّ ذٰلِكَ فِيْ اٰخِرِ عَهْدِ عُمَرَ

وَقَالَ :اِنَّ اَبْنَاءَنَا اَغْنِيَاءُ وَبِالْمُسْلِمِيْنَ اِلَيْهِ حَاجَةٌ، فَكَانَ عُثْمَانُ يُجْرِيْهٖ كَذٰلِكَ، ثُمَّ صَارَ اِلٰى عَلِيٍّ فَكَانَ يُجْرِيْهٖ هٰذَا الْمَجْرٰى۔

اس عبارت سے واضح ہوتا ہے کہ عہد ابی بکر میں جس کا انفاق رسول خداؐ فرماتے تھے اسی کا انفاق کیا جاتا تھا اور مابقی سلاح و کراع کے واسطے رہتا تھا، آخر عہدِ عمر میں واپس کیا اور کہا کہ ہم کو اب غنا حاصل ہے مسلمین کو حاجت ہے، چنانچہ عہد عثمان و عہد حضرت میں اسی طرح رہا۔

خامساً: شرح مقاصد میں لکھا ہے:

وَالْمَذْكُوْرُ فِيْ كُتُبِ التَّوَارِيْخِ اَنَّ فَدَكَ كَانَتْ عَلٰى مَا قَرَّرَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ اِلٰى زَمَنِ مُعَاوِيَةَ، ثُمَّ اَقْطَعَهَا مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ وَوَهَبَهَا مَرْوَانُ لِابْنَيْهِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَعَبْدِ الْمَلِكِ۔

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ جس حال پر ابوبکر نے چھوڑا تھا اسی حال پر قبض وتصرف خلفائے مابعد میں تا زمان معاویہ رہا، کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوا۔

سادساً: ملا علی قاری نے شرح موطا مالک میں لکھا ہے:

وَلِيَهَا اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ كَذٰلِكَ، فَلَمَّا صَارَتْ اِلٰى عُثْمَانَ اسْتَغْنٰى عَنْهَا بِمَالِهٖ فَاَقْطَعَهَا مَرْوَانَ وَغَيْرَهٗ مِنْ اَقَارِبِهٖ، فَلَمْ يَزَلْ فِيْ اَيْدِيْهِمْ حَتّٰى رَدَّهَا عُمَرُ بْنُ الْعَزِيْزِ۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ خلیفۂ سوئم اہل سنت نے فدک کو مروان و دیگر اقارب کو دے دیا اور تا زمان عمر بن عبدالعزیز قبضہ بنی امیہ وبنی مروان میں رہا، حضرت امامؑ کو کچھ تسلط نہیں ہوا۔ اور کتاب ''مفاتیح شرح مصابیح''، شمس الدین محمدؒ ''فتح الباری شرح صحیح بخاری'' و دیگر کتب معتبر اہل سنت میں بھی بتصریح نام وتوضیح تمام مرقوم ہے کہ عثمان خلیفۂ سوم نے باغ فدک مروان کو دے دیا تھا اس کے قبضہ میں رہا۔

سابعاً: شارح مقاصد نے لکھا ہے:

وَالْمَذْكُوْرُ فِيْ كُتُبِ التَّوَارِيْخِ اَنَّ فَدَكَ كَانَتْ عَلٰى مَا كَرَّرَهُ اَبُوْ بَكْرٍ اِلٰى زَمَنِ مُعَاوِيَةَ، ثُمَّ اَقْطَعَهَا مَرْوَانَ بْنَ الْحَكَمِ، وَوَهَبَهَا لِابْنِهٖ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَعَبْدِ الْمَلِكِ، ثُمَّ لَمَّا وَلِيَ الْوَلِيْدُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ وَهَبَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ نَصِيْبَهُ الْوَلِيْدَ، وَكَذَا سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ، فَصَارَتْ كُلُّهَا لِلْوَلِيْدِ، ثُمَّ رَدَّهَا عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اَيَّامَ خِلَافَتِهٖ اِلٰى مَا كَانَتْ عَلَيْهِ، ثُمَّ لَمَّا كَانَتْ سَنَةَ وَعِشْرِيْنَ وَمِائَتَيْنِ كَتَبَ الْمَأْمُوْنُ اِلٰى عَامِلِهٖ عَلَى الْمَدِيْنَةِ قُثَمِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنْ يَرُدَّ فَدَكَ اِلٰى اَوْلَادِ فَاطِمَةَ، فَدَفَعَهَا اِلٰى مُحَمَّدِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ زَيْدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ. انْتَهٰى۔

ثامناً: پس بایں اختلاف کیوں کر تختم ہوسکتا ہے کہ قبضہ حضرت امام ہوا یا نہیں اور ہوا تو قبضہ متولیانہ تھا جس میں اپنا ذاتی اختیار تھا یا بطور حاکمانہ ومتولیانہ تھا جس میں ہر خلیفہ کو اختیار مجتہدانہ تھا یا عہد خلیفۂ دوم میں بطور حقیت جناب سیدہؑ کے قبضہ مالکانہ امامؑ ہوگیا تھا جیسا کہ وفاء الوفا میں لکھا ہے یا قبضہ مروان وبنی مروان میں رہا اور جبکہ تسلط حضرت کا بنی امیہ وبنی مروان پر نہیں ہوا اور نائرہ حرب وقتال آتش جنگ وجدال کو اشتعال رہا تو آپ کا قبضہ باغ فدک پر نہ ہونا واضح ہے۔

تاسعاً: فتح الباری شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ

قَالَ الْخَطَّابِيُّ: اِنَّمَا اَقْطَعَ عُثْمَانُ فَدَكَ لِمَرْوَانَ لِاَنَّهٗ تَاَوَّلَ اَنَّ الَّذِيْ يَخْتَصُّ بِالنَّبِيِّ يَكُوْنُ لِلْخَلِيْفَةِ بَعْدَهٗ، فَاسْتَغْنٰى عُثْمَانُ عَنْهَا بِاَمْوَالِهٖ، نَوَصَلَ بِهَا بَعْضَ قَرَابَتِهٖ۔

یعنی خطابی نے کہا ہے کہ عثمان نے باغ فدک مروان کو بدین تاویل دیا کہ جو چیز مخصوص پیغمبر کی تھی

وہ چیز بعد ان کے خلیفۂ وقت کے مخصوص ہونا چاہیے۔ چونکہ خلیفۂ سوم کو بسبب مالداری کے استغنا حاصل ہوگئی تھی بدین وجہ اپنے اقارب کو دے دیا۔ انتہیٰ۔

اب ملاحظہ ہو کہ یہاں چند فائدہ مستفاد ہوئے۔ ایک یہ کہ خلیفۂ سوم کے نزدیک بھی حدیث ''نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِیَاءِ'' صحیح نہیں تھی کیونکہ خلاف حدیث مذکور اور خلاف عمل شیخین کے خلیفۂ سوم نے مخصوص اولی الامر قرار دیا اور خلیفۂ اول نے مال مسلمین قرار دے کر جناب سیدہ کو محروم کیا اور خلیفۂ دوم نے بنا بر بعض روایات کے اسی حال پر رکھا۔ جیسا کہ خلیفۂ اول کے عہد میں تھا اور بنا بر بعض روایات کے حوالہ حضرت علی و عباس علیہما السلام کے کر دیا اور خلیفۂ سوم اجتہاد فرما کر حوالہ مروان کر دیا۔ دوسرا یہ فائدہ مستفاد ہوا کہ قبضہ حضرت امام علیہ السلام نہیں ہوا۔ جیسا کہ شرح موطا میں ہے۔ تیسرے یہ فائدہ کہ ہر خلیفۂ وقت کو بحسب اجتہاد اپنے اختیار حاصل تھا۔ پس بہر صورت دو امر میں دائر رہا۔ یا یہ کہ قبضہ مروان و بنی مروان میں تا زمان عمر ابن عبد العزیز رہا اور اس صورت میں قبضہ امام علیہ السلام نہ تھا اور یا یہ کہ قبضہ حضرت میں آیا اور مال مسلمین تصور کیا، یا مال خلیفۂ وقت تصور فرمایا، یا مال بنی فاطمہ تصور فرمایا اور ان صورتوں میں آپ کو قبضہ و اقتدار اور تسلط و اختیار بوجہ کلی حاصل تھا۔

پس یہ امر کہ اس میں تصرف ذاتی یا مصارف بنی فاطمہ بطور استحقاق نہ فرماتے تھے، بالکلیہ لائق لحاظ نہیں، نہ کوئی دلیل قطعی ہے، نہ یہ ثابت ہے کہ وہ حضرت من جانب بنی فاطمہ مجاز نہ تھے حالانکہ بوجہ زوجیت اشتراک شرعی بھی تھا اور ظاہر ہے کہ یہ بنی ہاشم اور بنی فاطمہ آپ کے مطیع و فرمانبردار جان و دل سے تابعدار تھے۔ پس آپ نے جس طرح چاہا تصرف کیا ہوگا کوئی امر باعث اعتراض نہ تھا۔

عاشراً: اگر بنظر حقیقت بین و نگاہ عبرت آگین ملاحظہ کیا جاوے تو ظاہر ہو جاوے کہ حضرت آئمہ علیہم السلام کو کوئی طمع ذاتی یا آسائش ذاتی مطلوب نہیں تھی بلکہ اگر فدک قبضہ میں تھا یا غیر فدک تھا، سب غربا کو دیتے تھے اور آپ فاقہ کشی فرماتے تھے۔ چنانچہ آپ کے زہد و تقویٰ اور جود و سخا اور ہمت عالیہ اور نہمت سامیہ صفت باذلانہ خصلت فیاضانہ کے سامنے مال ذاتی و مال صدقات سب برابر تھا کیونکہ اپنا مال ذاتی مومنین و مسلمین سے دریغ نہ فرماتے تھے، نہ مال مسلمین عزیز رکھتے تھے، خود فاقہ کرتے تھے، محتاجوں کو کھلاتے تھے، تین روز پے در پے روزہ رکھتے تھے، نانِ جَو مسکین و یتیم و اسیر کو عطا فرماتے تھے۔ چنانچہ ہر روز اپنے معہ جناب سیدہ و حسنین علیہم السلام کے پانی سے افطار کیا اور مدح و ثنا میں ان کے سورہ ھل اتیٰ نازل ہوا۔ تفسیر آیہ:

﴿اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَعَلَانِیَةً﴾ میں لکھا ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کے پاس ایک مرتبہ چار درہم کے سوا کچھ نہ تھا۔ ایک درہم خفیہ ایک درہم اعلانیہ دن کو ایک درہم خفیہ ایک اعلانیہ شب کو خیرات فرمایا۔ شان نزول آیہ:

﴿ اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ ﴾ ملاحظہ ہو کہ اثنائے نماز میں بحالت رکوع اپنی انگشتری بے بہا سائل کو عطا فرمائی اور یہ امر خیر آپ سے بحالت نماز ایسا وقوع میں آیا کہ جناب باری نے مقبول فرما کر تعریف فرمائی اور مثل ذات خاص اپنے اور رسول مقبولؐ کی ان کو بھی ولی مومنان قرار دیا۔

علاوہ اس کے ملاحظہ کتب وسیر سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے نخلستان ثمردار، باغیچہ ہائے پُر بہار، زراعات و اشجار، دراہم ودنانیر بے شمار راہ خدا میں نثار فرمائے وغلامان وکنیزانِ بے شمار آزاد فرمائے اور یہی حال آپ کا ایام خلافت میں رہا۔ کبھی اپنے نان جو بھی شکم سیر ہو کر نہیں کھایا ہے اور فاقہ کشی کے ساتھ بسر فرمائے۔ چنانچہ یہ ارشاد آپ کا مشہور ہے کہ

اَوْ اَبِیْتُ مِبْطَانًا وَحَوْلِیْ بُطُوْنٌ غَرْثٰی وَاَکْبَادٌ حَرّٰی۔

یعنی ہم رات کو شکم سیر ہو کر آرام کریں اور قرب وجوار میں ہمارے شکم ہائے گرسنہ وجگر ہائے تفتان وتشنہ ہوں

اور یہ بھی مشہور انام ہے کہ حضرت امامؑ بیت المال سے تقسیم فرما کر کہتے تھے:

یَا دُنْیَا یَا دُنْیَا، غُرِّیْ غَیْرِیْ، فَاِنِّیْ طَلَّقْتُکِ ثَلَاثًا لَا رَجْعَۃَ فِیْھَا۔

اے دنیائے مکارہ، عجوزہ غدارہ، ہمارے سوا کسی اور کو جا کر فریب دے کہ ہم نے تجھ کو تین طلاق ایسے دیے ہیں کہ جس میں رجعت جائز نہیں۔

منقول ہے کہ ایک شب کو آپ حساب مسلمین لکھ رہے تھے، طلحہ وزبیر واسطے ملازمت فیض موہبت کے حاضر ہوئے۔ آپ نے چراغ خاموش کر دیا، پوچھا اس کا کیا سبب ہے؟ فرمایا فتیلہ وروغن مالِ مسلمین سے تھا، میں جس قدر اپنی صرف میں لاتا اس کا حساب خدا کو کیوں کر دیتا۔ اور حال لباس درشت وکہنہ دیرینہ وپارینہ یہ تھا کہ آپ نے سر منبر فرمایا:

رَقَّعْتُ مِدْرَعَتِیْ حَتّٰی اسْتَحْیَیْتُ عَنْ رَاقِعِھَا، کَانَ رَاقِعُھَا الْحَسَنُ۔

یعنی پیراہن میں اس قدر پیوند لگائے گئے ہیں کہ مجھ کو پیوند لگانے والے سے شرم آتی ہے حالانکہ پیوند لگانے والے امام حسنؑ تھے۔

پس جب کہ حضرت کی سخاوت وہمت اور زہد وقناعت کا یہ حال تھا تو آپ کے نزدیک فدک وغیر فدک اپنا مال اور خیرات وصدقات کا مال سب برابر تھا۔ آپ کو سوائے نان جو اور نان خشک کی زیادہ سد رمق سے کوئی چیز درکار نہ تھی۔ پس کوئی صاحب عقل سلیم رائے مستقیم یہ امر تجویز نہیں کر سکتا کہ وہ حضرت واسطے التذاذِ جانی، ذائقہ زبانی، خطوطِ نفسانی، لذات فانی، حلاوت لسانی کے واسطے باغ فدک کے طلبگار یا نفس پروری وتنہا خوری وتعیش جسمانی کے خواستگار تھے۔ مَعَاذَ اللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ۔

منقول ہے کہ ایک دن ایک مزبلہ پر حضرت کا گزر ہوا۔ حضرت نے حضار سے فرمایا کہ کل تم اسی کے واسطے لڑتے

جھگڑتے تھے، یعنی کل جس طعام کو من وسلویٰ اور نعمتِ عظمیٰ، غذائے لطیف اور حلویات لذیذ سمجھ کر باہم منازعت ومخاصمت اور ایک دوسرے پر سبقت ومبادرت کرتے تھے، وہی بعد ایک شب کے دیکھو، کیا فضلہ کثیف، متعفن وخبیث ہو گیا ہے، جس سے طبع لطیف وخاطر منیف ونفسِ نفیس کو تنفر کلی ہوتا ہے۔ پس ایسی چیز کے واسطے جس کا ایک شب میں یہ انجام ہوا، رغبت ومیلانِ نفسانی یا تنافس وتحاسد انسانی یا تناقض وتعاند بشری باہمی بے جا ہے اور ہرگاہ حضرت کا یہ حال تھا تو اگر باغ فدک قبضہ ذاتی میں تھا۔، تب بھی غرباء ومحتاجین پر لٹاتے تھے اور قبضہ متولیانہ یا حاکمانہ ومجتہدانہ تھا، تب بھی فقراو مستحقین کو دیتے تھے۔ آپ کی علو ہمت وسمو مرتبت کے سامنے فدک وغیر فدک کیا چیز تھا۔ چنانچہ تائید اس کلام کی اس نامہ سے ہوتی ہے جو حضرت امامؑ نے عثمان بن حنیف کے نام ایام خلافت میں لکھا اس میں ارشاد فرماتے ہیں :

وَلَقَدْ كَانَتْ فِي اَيْدِيْنَا فَدَكٌ مِنْ كُلِّ مَا اَظَلَّتْهُ السَّمَاءُ، فَشَحَّتْ عَلَيْهَا نُفُوْسُ قَوْمٍ، وَسَخَتْ عَنْهَا نُفُوْسُ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ، فَنِعْمَ الْحَكَمُ اللّٰهُ وَاِلَيْهِ الْمَعْوَد۔

یعنی تمام روئے زمین زیر سایہ چرخ بریں ایک یہی فدک ہمارے ہاتھ میں تھا جس کو لوگوں نے براہ بخل وخست ہم سے لے لیا اور ہم نے بھی براہ سخاوت مردانہ کے اس سے درگزر کیا اور خدا پر چھوڑ دیا کہ وہی احکم الحاکمین ہے اور اس کی طرف بازگشت عالمین ہے۔

وَمَا اَصْنَعُ بِفَدَكٍ وَغَيْرِ فَدَكٍ، وَالنَّفْسُ مَظَانُّهَا فِيْ غَدٍ جَدَثٌ۔

اور ہم فدک وغیر فدک لے کر کیا کرتے اور ہمارے کس کام کا تھا کیونکہ منزل نفس انسانی قبر تیرہ وتار اور مقام قالبِ جسمانی محلِ خاک وغبار ہے۔

تَنْقَطِعُ فِيْ ظُلْمَتِهٖ اٰثَارُهَا، وَتَغِيْبُ اَخْبَارُهَا۔

اور وہ ایسا مقام ہے کہ بسبب ظلمت نامحدود کے آثار جسمانی مفقود اور اخبار نفسانی مسدود ہو جاتے ہیں۔

وَحُفْرَةٌ لَوْ زِيْدَ فِيْ فُسْحَتِهَا، وَاَوْسَعَتْ يَدَا حَافِرِهَا، لَاَضْغَطَهَا الْحَجَرُ وَالْمَدَرُ، وَسَدَّ فُرَجَهَا التُّرَابُ الْمُتَرَاكِمُ۔

اور وہ ایسا حفرہ تنگ وتاریک ہے کہ اگر گورکن اپنی دستکاری سے اس کی وسعت زیادہ کرے یا اطراف وجوانب سے کشادہ کرے تب بھی سنگ وگلوخ اس کو تنگ کر دیں گے اور روزن ومناقد ہوا کو بھی خاک وگل سے بند کر دیں گے، انتھی موضوع الحاجۃ۔

پس اب کوئی انصاف گستر عدالت پرور کہہ سکتا ہے کہ اگر قبضہ ذاتی ہوتا تو حضرت اس میں الوان وموائد نعمات و انعام اور اصناف حلویات وطعام استعمال فرماتے اور اگر قبضہ نہ ہوتا تو آپ فاقہ فرماتے یا آپ کا باورچی خانہ خاص واسطے

خوانہائے نعمت ذاتی کے بالاختصاص علیحدہ تھا اور خزانہ مال ذاتی سے علیحدہ تھا اور خزانہ بیت المال مسلمین علیحدہ تھا اور افراد حساب ہر ایک کا علیحدہ تھا جس سے امتیاز ہو سکتا ہے کہ عہد عدالت مہد میں فدک پر قبضہ تھا تو کس طرح کا تھا، حالانکہ بحسب اقوال علمائے اہل سنت والیان امر کو اختیار تھا اور اجتہاد بھی فرما سکتے تھے۔ چنانچہ خلیفۃ اول نے حضرت سیدہؑ کو نہ دیا مسلمین کو دے دیا اور خلیفۃ سوم نے مروان کو عطا فرمایا اور لکھو کھا روپیہ بیت المال سے اقربا کو دے دیا۔ پس آپ کو لے لینا بھی اختیار کلی تھا مگر آپ کے نزدیک مال دنیا کیا چیز تھا خصوصا ایسی چیز کہ اس سے جناب سیدہ علیہا السلام کو محروم کیا اور ایسا مغموم کیا کہ تا زیست آپ نے ابوبکر سے کلام نہ کیا۔ پس جبکہ ایسی محبوبہ مغفرہ معصومہ نے آپ کی آنکھوں کے سامنے محروم و مغموم رحلت فرمائی تو اقتضائے ہمتِ مردانہ فتوتِ جوانانہ یہ نہ تھی کہ ایسی چیز کو آپ عزیز و محبوب کریں جس سے ایسا محبوب محروم و مایوس دنیا سے رحلت کر گیا، ہو نہ آپ کی ہمت و مروت ایسی تھی، نہ زہد و قناعت ایسی تھی، نہ جود و سخاوت ایسی تھی کہ اس سے تعیش و التذاذ حاصل فرماتے بلکہ صرف آپ کو یہ ظاہر فرمانا تھا کہ لوگوں نے دعوے ہبہ میں بھی ہماری تکذیب کی اور جناب سیدہ نساء العالمین کی تکذیب کی اور سیدے شباب اہل الجنہ کی تکذیب کی اور ہماری راست بازی و راست طرازی اور راست گفتاری و راست کرداری پر لحاظ نہ کیا اور دعوی میراث میں بھی تکذیب کی۔ ہمارے علم و کمال فضل و جلال پر کچھ التفات نہ کیا۔ صراحۃً آیہ:

﴿یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ﴾ و آیہ: ﴿یَرِثُنِیْ﴾ سے انحراف کیا اور آیہ تطہیر، مباہلہ و آیہ مودت و آیہ:

﴿وَاٰتِ ذَاالْقُرْبٰی﴾ سے استنکاف کیا اور حدیث سفینہ و حدیث ثقلین و حدیث ''عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ'' و حدیث ''مَنْ اَغْضَبَھَا'' و دیگر نص نبوت کے خلاف کیا ''فَاِنَّھَا تَذْکِرَۃٌ لِمَنْ ادَّکَرَ، وَعِبْرَۃٌ لِمَنْ اعْتَبَرَ، وَتَبْصِرَۃٌ لِمَنْ اسْتَبْصَرَ، وَاللّٰہُ یَعْلَمُ بِالصَّوَابِ، وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ''

توضیح ٣٦

بیان جدید و تبیان سدید لمن القی السمع وھو شہید۔ واضح ہو کہ ہر گاہ آویزہ گوش ارباب عقل ہوش و قرع سماع حق نیوش اصحاب مرکوز طباع نصفت کوش ہو چکا کہ حضرت امامؑ نے فرمایا کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہماری میراث کو منہوب اور ہمارے استحقاق کو مغصوب کیا اور باینہمہ ہم نے صبر و صموت اور اعراض و سکوت اختیار کیا۔ اور یہ بھی بیان ہو چکا کہ عدم محاربت و ترک مقاتلت بے سبب عدم شرائط اجتہاد و فقدان آثار غلبہ و نصرت تھی تو اب یہ بھی لائق نگارش قابل گزارش ہے کہ حضرت امام علیہ السلام خلفائے ثلاثہ سے حین من الاحیان خوشنود و خرسند، راضی و رضا مند ہو گئے۔ جیسا کہ اہل سنت ادعائے وفاق و اتفاق و عدم شقاق و نفاق اظہار کرتے ہیں یا ہمیشہ آزردہ و ناراض رہے۔

پس واضح ہو کے خیال وفاق اتفاق بالکلیہ ظن فاسد، وہم کاسد اور دعویٰ بے ثبوت، مانند تسبیح عنکبوت، محض نامربوط و نا

مضبوط ہے، اگرچہ کتب کلام میں بطرز شائستہ وطور بائستہ وجوہ جرح وابرام وبراہین تبکیت وافہام مندرج ہیں لیکن اس مقام پر بعنوانِ جدید وتبیان سدید بعنوان اللہ المجید وجوہات چند مفید وسودمند حوالہ قلم بدائع رقم کیے جاتے ہیں جس سے بتوضیح تمام و تصریح تام روشن اور بدلائل عقلیہ ونقلیہ مبرہن ہوجاوے کہ وقت من الاوقیات وحالۃ من الحالات صورت تسلیم ورضا ومصادقت وصفا مابین حضرت سید الاوصیا ودیگر خلفاء نہیں ہوئے اور نہ ہوسکتے تھے، کیونکہ باہم تباین کلی وتنافر طبعی وجبلی وتباعد عقلی وتغایر عادی شرعاً وعقلاً حاجب مصافات وعائق موالات نسبت خلافت کے بوجوہ ذیل تھا۔

(ا) یہ ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کو حضرت سید الانام سے بموجب حدیث "اَنَا وَعَلِیٌّ مِنْ نُورٍ وَاحِدٍ" شرف اتحاد نورانی، اور بموجب آیہ: ﴿اَنْفُسَكُمْ﴾ شرف اتحاد روحانی تھا اور بالفرض بقول اہل سنت ﴿اَبْنَاءَنَا وَاَبْنَاءَكُمْ﴾ سے شرف بنوت بھی ہوتا، تاہم اتحاد روحانی تھا اور بموجب حدیث ''لَحْمُكَ لَحْمِیْ وَدَمُكَ دَمِیْ'' شرف اتحاد جسمانی بھی حاصل تھا اور یہ شرف حقیقی فی الحقیقت دیگر خلفاء کو نہیں تھا تو حضرت امام علیہ السلام واقعی قائم مقام روحانی وجسمانی ونورانی حضرت سید الانام کے تھے۔ پس حضرت امام علیہ السلام کیوں کر رضامند ہوسکتے تھے کہ یہ شرف قائم مقامی آپ کی ذات فائض البرکات سے منتزع ومنقلع ہوکر ذات اغیار اس سے متحلّی ومتخلع ہوجاوے۔

(ب) یہ کہ بتصریح وتنصیص جناب نبوی ''وَ اَنْتَ وَصِیِّیْ، وَخَلِیْفَتِیْ، وَوَارِثِیْ بَعْدِیْ'' مرتضوی قائم مقام ووصی، خلیفہ ونائب حضرت نبی عربی تھے۔ پس کسی طرح سے جناب مرتضوی شرف وصایت وشرف خلافت وشرف وراثت کو خلاف ارشاد حضرت رسالت منسوخ یا ملتوی یا معطل یا منتقل اپنی حیات میں نہیں فرماسکتے تھے کیونکہ کسی وصی کو خلاف مرضی موصی بالاتفاق ہر مذہب وملت کے عقلاً ونقلاً جائز نہیں ہے بجز اس کے کہ مجبوراً امور موصی بہا سے محروم کیا جاوے۔

چنانچہ بدین وجہ حضرت امام ابرار نے بطور اتمام حجت مہاجرین وانصار سے بتکرار فرمایا کہ ''اَنَا اَحَقُّ بِهٰذَا الْاَمْرِ'' اور فرمایا کہ ''تَاْخُذُوْنَ مِنّا اَهْلَ الْبَیْتِ غَصْباً'' پس جو شرف وصایت وخلافت حضرت امام علیہ السلام سے خلاف ارشاد جناب رسالت باکراہ واجبار منہوب ومغصوب کیا گیا اس سے حضرت برضا ورغبت شرعاً وعقلاً کیونکر برائت فرما سکتے تھے۔

(ج) یہ ہے کہ ابتدائے طفولیت سے حضرت امام علیہ السلام ہم پیالہ وہم نوالہ حضرت خیر الانام رہے بلکہ ہم طعام ومحبوب ترین حضرت ملک العلام وحضرت سید الانام تھے۔ چنانچہ حدیث:

''اَللّٰهُمَّ ائْتِنِیْ بِاَحَبِّ خَلْقِكَ اِلَیْكَ یَاْكُلُ مَعِیْ هٰذَا الطَّیْرَ''

سے ظاہر ہے اور جو غنائم واموال بطفیل شمشیر حضرت شیر ذوالجلال جہاد کفار بدسگال سے حاصل ہوتا تھا اس کو مہاجرین وانصار پر خود جناب رسالتمآب تقسیم فرماتے تھے یا جناب ولایت مآب تقسیم فرماتے تھے۔ اموال خمس مخصوص جناب رسالت واہلبیت عصمت وطہارت تھا۔ پس طبع سلیم وخاطر مستقیم کیوں کر گوارا کرسکتی ہے کہ جو دست نگر وصدقہ خوران امت اور فضلہ

خواران و دسترخوان نعمت خاندان رسالت تھے قاسم اموال اور متکفل احوال اور صاحب ملک و مال بن جاویں اور منعمان امت، محسنان رعیت، قاسمان غنیمت دست نگر وہ محتاج رعیت ہو جاویں، پس ایسے امر فضیح اور مذموم وقبیح سے کوئی صاحب طبع حق پسند، خورسند ورضامند نہیں ہوسکتا۔

(د) یہ کہ تقسیم اموال میں حقوق عباد تھے یا حقوقِ رب العباد اور ادائے حقوق مذکور جو آپ کے ذات قدسی صفات پر شرعاً واجب تھے ان کا اپنی ذات سے انخلاع اور اپنے تعلق سے انقطاع کیوں کر گوارا فرماتے مگر جب کہ کوئی اختیار نہ تھا تو مجبور و ناچار تھے۔

(ہ) یہ کہ حضرت امام علیہ السلام پر جس قدر ہدایت وارشاد انام، افتائے احکام مسائل حلال وحرام واجب تھا اور حضرت امام علیہ السلام نے بموجب حدیث:

''اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا. وَاَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ'' جمیع صحابہ سے عالم واکمل تھے اور معارف دینی ومعالم یقینی میں اعرف وافضل تھے۔ چنانچہ کسی صحابی نے ''سَلُوْنِیْ عَمَّا دُوْنَ الْعَرْشِ'' نہیں کہا اور کوئی صحابی "لَوْ ثُنِیَتْ لِیَ الْوِسَادَۃُ" زبان پر نہیں لایا، پس وہ حضرت کیوں کر رضامند ہوسکتے تھے کہ جو لوگ معنی کلالہ وابّا سے جاہل اور حتی المخدرات فی الحجال کے قائل اور مسئلہ یتیم سے بھی غافل ہوں وہ مسند قضا اور کرسی افتا پر جلوہ افروز ہوں اور متکیان اریکہ علوم لدنی، متوسدان مرسلہ سلونی ہدایت وارشاد سے ممنوع اور افتا وتعلیم عباد سے مدفوع کیے جاویں اور پھر رضامند بھی ہو جاویں کہ تم لوگ بے سمجھے بوجھے جو چاہو احکام شرعی صادر کرو۔

﴿اَفَمَنْ یَّھْدِیْٓ اِلَی الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ یُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا یَھِدِّیْٓ اِلَّآ اَنْ یُّھْدٰی ۚ فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُوْنَ﴾

(و) حضرت امام علیہ السلام بموجب حدیث ''اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ'' صاحب قضا وافتا اور حاکم فصل خصومات تھے۔ چنانچہ اکثر قضایا وفتاویٰ میں حضرت نے متنبہ وہوشیار کیا تا اینکہ خلیفہ ثانی نے مقولہ "لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ" ستر بار کہا اور بموجب مقولہ ''کَانَ یَتَعَوَّذُ مِنْ مُعْضِلَۃٍ لَا اَبَا حَسَنٍ لَھَا'' حضرت کے اعلم واقضا ہونے کا اقرار کیا۔ پس وہ حضرت کیونکر رضامند ہوسکتے تھے کہ باوصف عدم لیاقت کے فصل خصومات واجرائے حدود وتعزیرات کریں، بجز اس کے کہ جس امر میں حضرت سے رجوع کیے جاتے تھے اس میں آپ ہدایت فرماتے تھے اور جس میں کوئی رجوع نہ کرتا تھا اس میں آپ مجبوراً سکوت فرماتے تھے، شرعاً رضامند نہ ہوسکتے تھے۔

(ز) یہ کہ حضرت امامؑ ہمیشہ افسر وسالار لشکر ظفر پیکر رہے، حاکم یمن رہے اور حاکم مدینہ بھی رہے اور متولی سورہ برائت رہے اور حیاتِ جناب سید کائنات سے امیر المومنینؑ خطاب ہوا، تمامی مہاجر وانصار ماتحت وفرمان بردار تھے تا اینکہ صحابہ کبار بڑے بڑے صحابی نامدار یعنی خلفاء باوقار زید اور اسامہ بن زید کے تابعدار فرمائے گئے مگر یہ کہ انقلاب لیل ونہار اور گردش فلک کج رفتار دیکھیے کہ بعد ارتحال جناب رسول مختارؐ کے اہلبیت اطہار امیر صغار وکبار یعنی حضرت حیدر کرار محکوم وتابعدار

بنائے گئے اور جو مامور ومحکوم باطاعت تھے وہ حاکم باوقار امیر بااقتدار بنائے گئے۔ پس صاحب طبع انصاف پسند اس جور صریح سے کیونکر خوشنود ورضامند ہوسکتا ہے۔

(ح) حضرت امام علیہ السلام شجاع و کرار تھے اور خلفائے ثلاثہ جبان و فرار۔ پس دونوں میں تباین کلی و تنافر طبعی ہے، چنانچہ خلیفہ ثانی نے اعتراف کیا ہے۔ تفسیر درمنثور میں ہے:

عَنْ عُمَرَ قَالَ :لَمَّا كَانَ يَوْمُ اُحُدٍ هُزِمْنَا فَفَرَرْتُ حَتّٰى صَعَدْتُ الْجَبَلَ، وَلَقَدْ رَاَيْتُنِيْ اَنْزُوْ كَاَنَّنِيْ اَرْوِيَّةٌ

یعنی عمر نے کہا روز جنگ احد ہم سب بھاگے یہاں تک کہ میں بھی بھاگ کر پہاڑ پہ چڑھ گیا۔ اگر تم مجھ کو بھاگتے ہوئے دیکھتے تو مانند بُز کوہی کے جست وخیز کود پھاند کرتا جاتا تھا۔

اور تفسیر کبیر میں ہے:

كَانَ مِنَ الْمُنْهَزِمِيْنَ عُمَرُ، اِلَّا اَنَّهٗ لَمْ يَكُنْ مِنْ اَوَائِلِ الْمُنْهَزِمِيْنَ۔

کیا خوب حفظ ادب ولحاظ اداب فرمایا ہے کہ بھگوڑوں میں سے عمر بھی تھے لیکن پہلے بھاگنے والوں سے نہ تھے بلکہ پیچھے بھاگنے والوں میں سے تھے۔

اور تفسیر نیشاپوری میں ہے:

وَمِنْهُمْ عُثْمَانُ، هَزَمَ هُوَ مَعَ نَفَرٍ مِنَ الْاَنْصَارِ۔

اور نسبت حضرت امیر علیہ السلام کے خود خلیفہ ثانی فرماتے ہیں:

''لَوْلَا سَيْفُهٗ مَا قَامَ عَمُوْدُ الْاِسْلَامِ'' اور ندائے "لَا فَتٰى اِلَّا عَلِيٌّ، لَا سَيْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَارِ" اور حدیث ''كَرَّارًا غَيْرَ فَرَّارٍ'' وغیرہ سے ان کی شجاعت آشکار ہے اور فرار صحابہ کبار معرکہ حنین واحد وخیبر سے نمودار ہے۔ پس عقل سلیم کیونکر باور کرسکتی ہے کہ کوئی صاحب شجاعت وشمشیر گداز کسی صاحب جبن وفرار بے تنگ وعار سے برضا ورغبت اظہار کرے کہ تم ہمارے حاکم وسردار ہو اور ہم تمہارے فرمان بردار،

ببین تفارت راہ از کجاست تا بکجا تفاوت رہ از کجاست و بکجا۔

(ط) حضرت امام علیہ السلام از ہد ناس تھے اور اسخی الناس واعرف بحقوق ناس تھے۔ بیت المال میں کوئی درہم ودینار باقی نہ رکھتے تھے اور فرماتے تھے ''يَا دُنْيَا غُرِّيْ غَيْرِيْ، فَاِنِّيْ طَلَّقْتُكِ ثَلَاثاً'' اور حیات جناب سرور کائنات میں آپ نے چار ہزار درہم کو ایک باغ فروخت کیا اور یہ سن کر سائلین نے مجمع کیا، حضرت نے سب تقسیم کر دیا اور جب دولت سرا میں تشریف لائے تو حسنین علیہما السلام فاقہ سے تھے۔ اور مشہور ہے کہ کبھی نان جو سے بھی شکم سیر نہ فرماتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے ''اَبِيْتُ مِبْطَاناً وَحَوْلِيْ بُطُوْنٌ غَرْثٰى وَاَكْبَادٌ حَرّٰى'' جب حضرت کا یہ حال تھا تو کیونکر رضامند ہوتے

کہ ایسے لوگ قابض ومتصرف اموال مسلمین مالک خزانہ رب العالمین ہوں کہ جنہوں نے مال مسلمین میں اسراف بے جا تغلب وتصرف ناروا اختیار کیا۔ چنانچہ خلیفۃ ثالث نے اپنی چاروں دختروں کو چار لاکھ دینار سرخ دیے اور برویت کلینی و شہرستانی دو لاکھ دینار سرخ مروان کو دیے اور حکم بن عاص کو تین لاکھ دینار دیے۔ باقی حالات آئندہ مذکور ہوں گے۔

قَالَ ابْنُ حَجَرٍ فِیْ صَوَاعِقِهٖ :كَانَ اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ يُعْطِيَانِ عَائِشَةَ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ عَشَرَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ،

پس کجا طریقیہ حیدری و کجا طریقہ ابوبکر و عمری کجا طریقہ مروانیہ و عثمانیہ و بنی امیہ کجا طریقہ ہاشمیہ و مرتضویہ۔

پس کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت امام علیہ السلام بایں مبائنت جبلی ومخالفت طبعی ان لوگوں کی خلافت سے رضامند تھے تا اینکہ اکثر اصحاب نبویؐ نے نسبت تصرفات بیت المال کے عثمان بن عفان پر اعتراض و الزام وزجر وتوبیخ تمام سے افہام وافحام کیا۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاری صحابی حضرت رسول باری نے مکرر آیہ :

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

تلاوت فرما کر تنبیہ فرمائی لیکن کچھ موثر نہ ہوا تا اینکہ جو کچھ ہوا وہ ہوا۔ پس ایسی دست درازی ہائے بے جا و دست اندازی ہائے ناروا اور تضییع اموال بندگان خدا سے کیونکہ حضرت رضامند ہو سکتے تھے۔

(ی) واضح ہو کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر واجب ہے: قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى

﴿وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ اُمَّةٌ يَدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾

فخر الدین رازی امام اہل سنت نے لکھا ہے کہ امر ونہی خواہ بالید ہو خواہ باللسان ہو خواہ بالقلب ہو اور یہ امر بین العلما مختلف فیہ ہے کہ واجب عینی ہے یا واجب کفائی اور جب یہ امر واضح ہوا تو یہ سمجھنا چاہیے کہ درصورت وجوب عینی حضرت امام علیہ السلام امر ونہی سے اعراض اور حسبہ افعال امت سے اغماض فرما کر دوسروں کے امر ونہی پر کیونکہ رضامند ہو سکتے تھے بجز اس کے کہ باکراہ واجبار اجرائے احکام شریعت سے ناچار ومجبور فرمائے جاویں کہ ایسی صورت میں وجوب ساقط ہو جاتا ہے۔

امام غزالی عالم اہل سنت نے احیاء العلوم میں لکھا ہے:

اَلشَّرْطُ الْخَامِسُ :كَوْنُهٗ قَادِراً، وَلَا يَخْفٰى اَنَّ الْعَاجِزَ لَيْسَ عَلَيْهِ حِسْبَةٌ۔

اور بعد اس کے صورتہائے سقوط وجوب میں لکھا ہے:

لَا يَقِفُ سُقُوْطُ الْوُجُوْبِ عَلَى الْعَجْزِ الْحِسِّيِّ، بَلْ يَلْتَحِقُ بِهٖ مَا يُخَافُ عَلَيْهِ مَكْرُوْهاً يَنَالُهٗ، ثُمَّ

قَالَ :وَكَذٰلِكَ اِذَا لَمْ يَخَفْ مَكْرُوْهاً وَ لٰكِنْ عَلِمَ اَنَّ اِنْكَارَهٗ لَا يَنْفَعُ۔

بعد اس کے تصریح کی ہے کہ خوف مکروہ چار طرح سے ہوتا ہے۔خوف لحوق،مگر وہ علوم نفسانی میں ہو یا صحت وسلامت جسمانی میں ہو یا خوف زوال مال وثروت ہو یا خوف زوال جاہ وعزت ہو اور سب صورتوں میں وجوب حسبہ ساقط ہو جاتا ہے۔

اس کلام امام غزالی میں سے صورت جواز تقیہ ثابت ہو گیا کیونکہ بجز امور مذکورہ کے کوئی مراد اہل تشیع تقیہ سے نہیں ہے۔پس شاید لفظ تقیہ سے علمائے اہل سنت پرہیز فرماتے ہیں مگر دوسرے پیرایہ میں صورتہائے تقیہ کو جائز فرماتے ہیں۔ بہر حال جبکہ حضرت امام علیہ السلام کو خوف جان و مال وعزت تھا تو بجز اس کے کہ حضرت امام علیہ السلام حسبہ بالید واللسان سے سکوت فرماویں کسی طرح سے قلباً رضامند نہیں ہو سکتے تھے اور سقوطِ وجوب بصورت خوف بالاتفاق ثابت ہے اور حال طغیان شرور و طوفان مکروہات موفور وخطرات نامحصور کتب ودفاتر میں مسطور زبان خاص وعام پر مذکور ہے۔

قَالَ ابْنُ قُتَيْبَةَ وَفِيْ رِوَايَةٍ اُخْرٰى :اَخْرِجُوْا عَلِيّاً فَمَضَوْا بِهٖ اِلٰى اَبِيْ بَكْرٍ، فَقَالُوْا لَهٗ :بَايِعْ، فَقَالَ :اِنْ اَنَا لَمْ اَفْعَلْ فَمَهْ؟ قَالُوْا :اِذًا وَاللّٰهِ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ نَضْرِبُ عُنُقَكَ، قَالَ :اِذاً تَقْتُلُوْنَ عَبْدَ اللّٰهِ وَاَخَا رَسُوْلِهٖ، فَقَالَ عُمَرُ :اَمَّا عَبْدُ اللّٰهِ فَنَعَمْ، وَاَمَّا اَخُوْ رَسُوْلِهٖ فَلَا۔

دیگر روایات تہدیداتِ قتل واحراق دار اور مخاویف اکراہ واجبار ناظرین کتب پر ظاہر وآشکار ہیں۔پس بدین صورت وجوب حسبہ ساقط ہو گیا اور درصورت وجوب کفائی حضرت کی رضامندی اس وقت ہو سکتی کہ طرف مقابل کو معالم شریعت و احکام دین وملت سے واقفیت تام معرفت تمام حاصل ہوتی،کیونکہ علم ہونا مشروط ہے۔چنانچہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ

''وَمَعْلُوْمٌ اَنَّ الدَّعْوَةَ اِلَى الْخَيْرِ مَشْرُوْطَةٌ بِالْعِلْمِ بِالْخَيْرِ وَبِالْمَعْرُوْفِ وَبِالْمُنْكَرِ، فَاِنَّ الْجَاهِلَ رُبَّمَا دَعَا اِلَى الْبَاطِلِ وَاَمَرَ بِالْمُنْكَرِ وَنَهٰى عَنِ الْمَعْرُوْفِ، وَرُبَّمَا عَرَفَ الْحُكْمَ بِمَذْهَبِهٖ وَجَهِلَهٗ بِمَذْهَبِ صَاحِبِهٖ فَنَهَاهُ عَنْ غَيْرِ مُنْكَرٍ، وَقَدْ يُغَلِّظُ فِيْ مَوْضِعِ اللِّيْنِ وَيَلِيْنُ فِيْ مَوْضِعِ الْغِلْظَةِ، وَيُنْكِرُ عَلٰى مَنْ لَا يَزِيْدُهٗ اِنْكَارُهٗ اِلَّا تَمَادِياً۔

پس کیونکر حضرت رضامند ہو سکتے تھے کہ جو لوگ مسائل دینی سے جاہل معنی کلالہ وابا ومیراث جدہ ومسئلہ تیمم ورجم زن حاملہ وولود طفل شش ماہہ سے غافل تھے وہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کریں اور آپ باوصف علم وکمال ممنوع رہیں مگر مجبوری وناچاری۔

(یا) اہل سنت نے احتجاج کیا ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے جنگ فارس ودیگر محاربات میں خلفا کو مشورہ دیا اور یہ دلیل مصادقت ومصافات علامت محبت وموالات ہے۔جواب اس کا یہ ہے کہ پیغمبر وامام زمان اور ہر عالم دین وایمان پر ہدایت وارشاد وتعلیم امور صلاح وسداد واجب ہے۔پس ہر گاہ حضرت امام علیہ السلام سے معارک عظیمہ،مہمات جسیمہ میں

استشارہ کرتے تھے یا مسائل دینیہ ومعالم یقینہ میں استفتا واہتدا چاہتے تھے یا قضایا واحکام وحدود وتعزیرات میں رجوع کرتے تھے اوراس کے اظہار واعلام وہدایت میں کوئی محظور یا خوف وفتور نہ ہوتا تھا تو حضرت پر واجب تھا کہ مطابق دین مبین وقواعد شرع متین اور مصالح دنیاوی وعقباوی کے ہدایت فرماویں اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر اور مراعات حفظ حوزہ اسلام ووقائے بیضہ شریعت خیر الانام ومصالح معاش ومعاد انام ارشاد فرماویں، کوئی عالم دین امور نیک سے بخل وضغث نہیں کرسکتا چہ جائیکہ پشت پناہ امت امام دین وملت۔

پس حضرت کا مشورہ نیک دینا احکام شرع بیان فرمانا قضایائے مشکلہ کا حل فرمانا خاص کام حضرت کا تھا جس سے قابلیت وحقیت ہمارے امام کی اور بے استحقاقی ونا قابلیت اغیار کی ثابت ہوتی ہے نہ رضامندی وموافقت۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔

فقرہ (۷)

حَتّٰی مَضَی الْاَوَّلُ لِسَبِیْلِہٖ فَاَدْلٰی بِھَا اِلَی ابْنِ الْخَطَّابِ بَعْدَہٗ، ثُمَّ تَمَثَّلَ بِقَوْلِ الْاَعْشٰی

شَتَّانَ مَا یَوْمِیْ عَلٰی کُوْرِھَا وَیَوْمُ حَیَّانَ اَخِیْ جَابِرِ۔

یعنی ہم نے وہ زمانہ اسی رنج ومصیبت اور ابتلاو کربت میں بسر کیا تا اینکہ خلیفۂ اول دنیا سے گزر کیا مگر اس نے بعد اپنے بھی منصب خلافت کو حوالہ عمر کیا۔ یہاں بقول شاعر۔ وہی مثل ہوئی کہ کس قدر فرق ہے اس حال میں کہ ایک دن تو پشت شتر پر تعب سفر اٹھاتے ہیں اور ایک دن جابر کے بھائی حیان کے پاس لذت عیش وعشرت پاتے تھے۔یعنی اکثر اصحاب کا ایک زمانہ تو وہ تھا کہ ایام جاہلیت اور ہنگام کفر وضلالت میں بمذلت ونکبت، اصناف رنج ومحنت وانواع فقر وکلفت بسر کرتے تھے اور پھر بعد حصول دولت اسلام مال غنیمت کے امیدوار اور فضل واحسان اہل بیت نبوت کے طلبگار اور فائدہ و نعمت کے خواستگار رہا کرتے تھے۔ یا دفعۃً ایسا انقلاب روزگار ہوا کہ تاج حکومت وامارت سے کامگار، مال وثروت سے صاحب اقتدار ہو گئے۔ہم محتاج وناچار زیر دست وبے اختیار ہو گئے۔

توضیح ۳۷، وتصریح فیہ تشریح صریح

اس کلام بلاغت نظام میں حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا ''حَتّٰی اِذَا مَضَی الْاَوَّلُ لِسَبِیْلِہٖ'' یعنی ابوبکر اپنی راہ گزر گیا اس سے کوئی تصریح ثابت نہیں کہ جانب بہشت گیا یا دوزخ گیا تا کہ اہل عقل وانصاف خود امتیاز کریں گے کہ اس کی راہ کیا تھی۔ وہ اپنی راہ گیا اور لام ''لِسَبِیْلِہٖ'' میں بمعنی علی ہے جیسا کہ ''فَخَرَّ صَرِیْعاً لِلْیَدَیْنِ وَالْفَمِ'' اور ''اَدْلٰی'' بمعنی مال انداختن۔ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے کہ یہ کلام آنحضرت کا ماخوذ ہے: قول حق تعالیٰ:

﴿وَلَا تَاْکُلُوْا اَمْوَالَکُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِھَا اِلَی الْحُکَّامِ﴾ ہے اور مراد یہ ہے کہ

لَا تَرْفَعُوْھَا اِلَیْھِمْ رِشْوَۃً، وَاَصْلُہٗ مِنْ :اَدْلَیْتُ الدَّلْوَ فِی الْبِئْرِ اِذَا اَرْسَلْتَھَا تا اینکہ لکھا ہے شَبَّہَ ذٰلِکَ بِاِدْلَاءِ الْاِنْسَانِ بِمَالِہٖ اِلَی الْحَاکِمِ، فَاِنَّہٗ اِخْرَاجٌ لِلْمَالِ اِلٰی غَیْرِ وَجْھِہٖ۔

یعنی جس طرح سے مال اپنا حکام کو بطور رشوت دینا اور رکھاری کنویں میں ڈالنا ناجائز وقبیح ہے کیونکہ ''وَضْعُ الشَّیْءِ

عَلٰی غَیْرِ مَحَلِّہٖ'' ظلم ہے اور اسی طرح سے اس منصب خلافت کا بھی حال ہوا۔

چنانچہ کلام امام علیہ السلام میں یہ اشعار ہے کہ وقت بیعت ابی بکر کے حضرت نے عمر سے فرمایا تھا کہ اس حرص وطمع پر تو نے ابی بکر سے بیعت کی ہے کہ آج تو اس کو امیر بنا دے اور کل تجھ کو وہ امیر بنا دے۔ پس تصدیق "تُدْلُوْا بِهَا اِلَى الْحُكَّامِ" ہو گئے اور بطور رشوت معاملہ باہمی ہو گیا اور جمرہ میں لکھا ہے: وَلَا يُدْلِيْ دَلْواً اِذَا اَدْلَاهَا فِيْ الْبِئْرِ، وَاَدْلٰى يُدْلِيْ اِدْلَاءً اِذَا انْتَزَعَهَا مِنَ الْبِئْرِ، وَفِي التَّنْزِيْلِ قَوْلُهٗ تَعَالٰى، فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ، اَیْ: انْتَزَعَهَا۔

پس واضح ہو کہ رسن دولاب کے واسطے دو حرکت ہیں ایک حرکت ہابطہ جو بسمت چاہ جانب پائین ہے اس کو ارسال کہتے ہیں اور ایک جانب اعلیٰ ہے جس کو انتزاع کہتے ہیں۔ اس صورت میں حاصل معنیٰ حرکت سافلہ یعنی پائین یہ ہے کہ ڈول رسی خلافت کا دوسرے کے واسطے ڈال دیا اور چھوڑ دیا کہ لو اب تمہارا جس قدر جی چاہے بھر بھر کے پہ لو اور بحسب حرکت صاعدہ مراد یہ ہے کہ ہم نے بھر کے اور کھینچ کے ڈول تمہارے حوالہ کر دیا کہ بھرا بھرایا ڈول پی لو یعنی اپنی ذات سے انتزاع کیا اور تم کو بخش دیا اور فلان سے مراد ثانی ہے۔ اور روایت ابن ابی الحدید میں ''اِلَى ابْنِ الْخَطَّابِ'' بالتصریح ہے، وتمثیل یعنی بطور ضرب المثل کے حضرت نے شعر اعشیٰ ارشاد فرمایا۔ اور اعشیٰ شاعر ماہر تھا جس کا نام میمون بن قیس بن جندل لکھا ہے، شتان اسمائے افعال سے ہے شامل معنیٰ تعجب بمعنیٰ هَيْهَاتَ: اَیْ مَا اَبْعَدَهٗ، وَشَتَّانَ: اَیْ مَا اَشَدَّ الِافْتِرَاقَ، وَسُرْعَانَ: اَیْ مَا اَسْرَعَهٗ، وَبُطْاٰنَ، اَیْ مَا اَبْطَاَهٗ۔ اور حیان سردار قوم بنی حنیفہ حاکم قلمہ یمامہ صاحب دولت وثروت تھا اور جابر اس کا چھوٹا بھائی تھا اور اعشیٰ رفیق وندیم حیان تھا اس پر عتاب کیا کہ تو نے ہم کو چھوٹے بھائی سے نسبت دی اس نے عذر کیا کہ بسبب روی وقافیہ کے مجبور ہو گیا لیکن اس نے یہ عذر نا منظور کیا۔ وَالْكُوْرُ: رَحْلُ الْبَعِيْرِ، وَالضَّمِيْرُ اِلَى النَّاقَةِ۔

پس معنیٰ شعر یہ ہیں کہ کیا یوں بعید لائق تعجب ہے کہ ایک دن وہ ہے کہ ہم پشت ناقہ پر رنج وتعب سفر میں بسر کرتے ہیں اور ایک دن وہ تھا کہ رفاقت حیان میں بنعمت وراحت بسر کرتے تھے۔ دونوں دن میں کس قدر فرق ہے اور بعضے شارحین نے یہ معنیٰ لکھے ہیں کہ ہمارا دن یہ ہے کہ پشت ناقہ پر زحمت سفر اٹھاتے اور حیان کا یہ دن ہے کہ نعمت وراحت میں بسر کرتا ہے۔ اسی طرح سے غرض حضرت امام علیہ السلام یہ ہے کہ کیا تعجب خیز تفرقہ انگیز یہ بات ہے کہ ہمارا یہ دن ہے کہ ہم زحمت رنج والم میں گرفتار مثل مسافر تکلیف ومحنت سے دل فگار ہیں اور اجانب واغیار کا یہ دن ہے کہ نعمت وآسائش سے ہمکنار، حکومت ودولت سے کامگار ہیں۔ اور اسی مطلب کی تائید جناب سید رضی وملا محمد بن ابی تراب گلستانہ نے فرمائی ہے اور بعض شارحین نے یہ مراد لی ہے کہ ایک دن وہ ہے کہ ہم رنج ومحنت میں ہیں اور ایک دن وہ تھا کہ ہم صحبت جناب رسالت مآب میں بفراغت وطمانیت تھے۔

﴿وَلِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا﴾

فقرہ(۸)

فَيَا عَجَباً بَيْنَا هُوَ يَسْتَقِيْلُهَا فِيْ حَيَاتِهٖ، اِذْ عَقَدَهَا لِاٰخَرَ بَعْدَ وَفَاتِهٖ، لَشَدَّ مَا تَشَطَّرَا ضَرْعَيْهَا!

پس کیا تعجب خیز وحیرت انگیز ہے کہ خود ابو بکر اپنی حین حیات میں منصبِ خلافت سے استعفیٰ دیتا تھا اور ہمارے استحقاق وافضلیت کا اعتراف کرتا تھا لیکن وقتِ واپسین اس عہدہ کو تفویض ثانی کر دیا۔ اس منصب کا خود تو اس کو استحقاق نہ تھا مگر دم آخرین دوسرے گلے باندھ گیا۔ الغرض پستان خلافت کا دودھ خوب چوس کر پی لیا اور اپنا پیٹ بھر کر دوسرے کے حوالہ، کیا یا یہ کہ دونوں نے پستان خلافت باہم تقسیم کر لیا۔

توضیح ۳۸، فیہ تشریح

''يَا عَجَبًا'' دراصل ''يَا عَجَبِيْ'' تھا، یائے متکلم الف کے ساتھ بدل گئی اور ''بَيْنَا''، بمعنی بین ظرفیت ہے بسبب اشباع فتحہ کے الف ہو گیا اور بعد اس کے اذ مفاجات کا غالباً آتا ہے جیسا کہ ابن ہشام نے مغنی میں لکھا ہے اور ''استقالہ'' بمعنی طلب اقالہ ہے یعنی فسخ بیع کرنا اور مبیع کا جانب بایع اور ثمن کا جانب مشتری واپس ہونا اور اسی طرح سے فسخ عہد ہونا۔ بس حاصل کلام یہ ہے کہ کمال تعجب ہے کہ اپنی حیات میں تو فسخ عہد کرتا تھا، خلافت سے استعفا دیتا تھا اور ندامت کا اظہار کرتا تھا اور حالت زندگانی میں اس سے منتفع ہوتا تھا لیکن پھر وقت ممات، زمان انقطاع لذات اور حلول زمان مواخذہ سیئات، پھر دوسرے کے ساتھ عقد معاہدہ خلافت، قلادہ وصایت باندھ دیا جس سے سراسر تعجب ہائے شدید تحیر ہائے مزید ہوتا ہے۔

''تَشَطَّرَا''، بمعنی بالمناصفہ تقسیم کر لینا باہم ''يُقَالُ: اُحْلُبْ حَلَبًا لَكَ شَطْرَهٗ، اَیْ نِصْفَهٗ'' و دو پستان پیش یا پس از چہار پستان شتر و گاو، و دو شیدن دو پستان و ماندن دو دیگر مشاطرہ یک نیمہ پستان دو شیدن و مال را بدو نیمہ کردن ضرع پستان شتر گاو و گوسپند و مانند آن۔ وَ ''شَدَّ'' از شَدَّتْ بمعنی سختی وقوت، بعضی نسخوں میں ''تَشَطَّرَا'' صیغہ تثنیہ اور بعض میں صیغہ واحد۔ پس حاصل معنی یہ ہیں کہ بالمناصفۃ دونوں شخصوں نے دونوں پستان خلافت کا بشدت دودھ پی لیا اور بصیغہ واحد یہ معنی ہیں کہ اس نے دو پستان کا دودھ بشدت پی کر دوسرے کو آدھا بانٹ دیا۔

توضیح ۳۹، فیہ تصریح وتلمیح ملیح

واضح ہو کہ ایراد کلام لائق جرح وابرام یہ ہے کہ بتصریح علمائے فریقین جب خلیفۃ اول کو مرض الموت لاحق اور انقطاع رشتۂ حیات کا یقین واثق ہوا تو عثمان بن عفان کو طلب کیا اور فرمایا کہ بعد بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھو کہ یہ عہد نامہ ہے بندۂ خدا کا جانب اہل اسلام، بعد اس کے حالت بیہوشی طاری ہوگئی مگر خلیفۃ سوم نے نام عمر بن خطاب تحریر فرمادیا۔ جب خلیفۃ اول کو ہوش آیا تو استفسار کیا، خلیفۃ موصوف نے فرمایا کہ عمر بن خطاب کو خلیفۃ بنایا، جواب دیا کہ نہایت خوب، بہت اچھا اور بہت مرغوب کام کیا خدا تم کو اسلام واہل اسلام کے جانب سے جزائے خیر دے۔

پس واضح ہو کہ حضرت مظہر العجائب نے استعجاب شدید اور استغراب مزید کے ساتھ صورت وصایت وکیفیت خلافت کو بیان فرمایا ہے، چنانچہ چند وجوہ لائق استعجاب واستغراب تحفہ ارباب الارباب ہیں۔

اوّلاً: باعتقاد اہل سنت جناب رسالتمآبؐ نے کسی کو خلیفۃ وجانشین نہیں فرمایا، نہ خدا اور رسول نے کوئی حکم تعینِ خلیفۃ کا بنا بر صلاح امت صادر فرمایا۔ پس بموجب آیہ وافی ہدایہ

﴿وَلَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾

تاسی جناب رسول مقبولؐ لازم تھی مگر چونکہ ایسا نہ ہوا تو معلوم ہوا کہ جناب رب الارباب ورسالت مآبؐ کو تعین خلیفۃ کی ضرورت نہ تھی۔ مگر خلیفۃ اول کو تعیین خلیفۃ کی ضرورت تھی۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔

ثانیاً: جناب رسالت مآبؐ نے قریب رحلت دوات وقرطاس واسطے تحریر وصیت کے طلب فرمایا جن کے ارشادات واحکام بوحی والہام ملک العلام ہوتے تھے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

﴿وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝﴾

لیکن خلیفۃ ثانی نے احضار قرطاس سے ممانعت اور تحریر وصیت میں مزاحمت کی اور کہا کہ

اِنَّ الرَّجُلَ لَيَهْجُرُ۔

وبروایتی

قَدْ غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ۔

یعنی یہ شخص ہذیان بکتا ہے اور بسبب غلبہ درد وشدت مرض الموت کے یہ کلام کرتا ہے۔

مگر خلیفۃ اول کو تحریر وصیت بھی جائز ہوئی اور غلبہ درد بھی نہ ہوا اور ہذیان بھی لاحق نہ ہوا اور وصیت عالم بے ہوشی بھی نافذ ہوگئی۔ اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ۔

ثالثاً: وقت وصیت جناب رسالت مآبؐ کے جناب خلافت مآب عمر بن خطاب نے فرمایا ''حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ'' مگر

وقتِ وصیت ابوبکر یہ قولِ عمر کسی صحابی کے خاطر شریف میں نہ آیا۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔

رابعاً: خود خلیفۃ اول نے اپنی حیات میں فرمایا:

اَقِیْلُوْنِیْ اَقِیْلُوْنِیْ، لَسْتُ بِخَیْرِکُمْ وَعَلِیٌّ فِیْکُمْ۔

یعنی مجھ سے درگزر کرو اور میرا استعفا قبول کرو کہ میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام سے بہتر نہیں ہوں بلکہ علی تم میں بہتر و مجھ سے افضل ہیں۔

مگر جب مرض الموت ہوا تو خود اپنے تئیں خلافت کا مستحق اور دوسرے کو خلافت کے لائق اور وصیت کر کے خلیفۃ برحق قرار دیا۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔

خامساً: عثمان نے بے ہنگام بے ہوشی خلیفۃ اول میں اپنی رائے صفا پیرائے سے خلیفۃ ثانی کا نام ارقام فرمایا اور خلیفۃ اول نے ہوش میں آ کر اس القا والہام پر تحسین و آفرین فرمائی۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔

سادساً: خود خلیفۃ ثانی نے فرمایا کہ

اِنَّ بَیْعَۃَ اَبِیْ بَکْرٍ فَلْتَۃٌ، وَقَی اللّٰہُ شَرَّھَا، فَمَنْ عَادَ اِلٰی مِثْلِھَا فَاقْتُلُوْہُ۔

یعنی بیعت ابی بکر نا کہانی بطور دفع الوقت و امتحانی تھی خدا اس کے شر و نکایت اور عقوبت و سوء عاقبت سے محفوظ رکھے، پس اگر کوئی شخص پھر اس طرح کی بیعت ناصواب کا ارتکاب یا بلا مشورت اصحاب ایسا انتخاب کرے تو بلا ارتیاب واجب القتل ولایق عقاب ہے مگر وصیت اسی صاحب بیعت نا کہانی کی خلیفۃ ثانی نے اپنے واسطے بدون مشاورت اصحاب واستصوابِ اہل بیت اطیاب واجب النفاذ تصور فرمائی۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔

سابعاً: یہ امر مذکور ہو چکا ہے کہ خلیفۃ اول کو علمِ قطعی تھا کہ وہ جناب قطب دائرہ خلافت محور گرہ امامت ہیں اور پھر اپنی حیات میں بھی اعتراف کیا کہ

لَسْتُ بِخَیْرِکُمْ وَعَلِیٌّ فِیْکُمْ۔

مگر با این ہمہ وقتِ وفات و قربِ ممات کہ جو زمانِ مقطع تمام لذات دنیا فانی اور ہنگام انقطاع زندگانی اور اَوان باز پرس اعمال روحانی و محاسبہ افعال جسمانی اور زمان توبہ و استغفار درگاہ یزدانی تھا، جس رسن سے دولاب خلافت کو اپنی طرف کھینچ کر زلال ریاست سے اپنے تئیں سیراب کیا تھا اسی رسن کو بحرکت دولابی کھینچ کر حوالہ ثانی کیا، پس کہاں وہ قول بحال حیات اور کہاں یہ فعل بوقت ممات۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔

فقرہ(۹)

فَصَيَّرَهَا فِيْ حَوْزَةٍ خَشْنَآءَ، يَخْشُنُ مَسُّهَا وَ يَغْلُظُ كَلْمُهَا وَ يَكْثُرُ الْعِثَارُ فِيْهَا وَ الْاِعْتِذَارُ مِنْهَا، فَرَاكِبُهَا كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ، اِنْ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَاِنْ اَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ۔

پس خلیفۂ اول نے اس خلافت کو ایسی وادی سنگ لاخ و دشوار گزار اور شجرستان خارزار و پر آزار میں جگہ دی جس کی ملاست دشوار و مجاورت ناگوار اور جس کے سبب سے زخم ہائے دل آزار بلکہ جان و جگر فگار ہے۔ اس وادی سنگ لاخ و پُرخار میں ہر قدم ٹھوکریں کھائی جاتی ہیں اور پھر ہر لغزش قدم پر عذر و معذرتیں فرمائی جاتی ہیں۔ پس وہ شخص گویا سوار ناقہ سرکش راکب شتر بے مہار ناخوش ہے کہ اگر اس ناقہ کی مہار کھینچی جاوے تو سر و بینی اس کی زخمی و فگار ہو جائے اور اگر اس کی مہار نرم و سست کر دی جائے تو قعر ہلاکت اور چاہ نکایت میں گرا دیوے۔

توضیح ۴۰، وتشریح

مناسب مقام تشریح بعض الفاظ ہیں۔ ''حَوْزَةٍ'' بمعنی ناحیہ، ''خَشْنَآءَ'' مؤنث اَخْشَنُ بمعنی درشت، قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ﴾ اَیْ مُتَضَاعِفٌ وَالْغَلِيْظُ، اَلْكَثِيْفُ ''وَالْكَلْمُ'' بمعنی جراحت، جمع كُلُوْمٌ، ''عِثَارٌ'' و ''عُثُوْرٌ'' مصدر بمعنی لغزش۔

پس حاصل معنی یہ ہیں کہ خلیفۂ اول نے خلافت کو ایک ناحیہ سنگ لاخ، راہ سخت گزار صعب و دشوار میں ڈال دیا حالانکہ خلیفۂ نبی میں وہی شروط و اوصاف ہونا چاہیے جو نبی میں ہونا چاہیے، کیونکہ خلافت قایم مقامی و نیابت ہے نہ جداگانہ بادشاہی و حکومت اور ظاہر ہے کہ

﴿اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ﴾

صفت خاصہ نبی و رحمۃ للعالمین لقب خاص مصطفوی ہے۔ جناب احدیت نے حضرت رسالتؐ سے خطاب فرمایا ہے:

﴿وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ﴾

مذمت قساوت نفسانی خشونت لسانی سے آگاہ فرمایا ہے۔ فلہٰذا حضرت امام علیہ السلام نے اس کو زمین سنگ لاخ و سنگ

زار سے تشبیہ دی کیونکہ زمین سنگ لاخ کو زلالِ آبِ نصیحت وہدایت سے تاثر نہیں ہوتا ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

﴿فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا﴾

اور قساوت قلبی کا سنگ لاخ سے ہم آہنگ ہونا ظاہر ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی

﴿ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً﴾

جو کہ سنگ دلی اور درشت زبانی بااعتراف جہل ونادانی مخلوط تھی۔

تو لمس ایسے سنگ لاخ کا دشوار تھا کیونکہ اگر کوئی شخص نصیحت یا ملامت کرتا تو درشتی زبان درازی سے جواب پاتا اور درشتی زبان سے وہ زخمہائے کاری ہوتے ہیں کہ جس کا التیام دشوار ہوتا ہے۔

وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ: جِرَاحَاتُ السِّنَانِ لَهَا الْتِئَامٌ، وَلَا يَلْتَئِمُ مَا جَرَحَ اللِّسَانُ۔

چنانچہ اگر افعی زہردار یا کژدم نیش دار کو بشفقت مس کیا جائے تو بھی آزار پہنچاتا ہے، اور اگر اس سے کنارہ کشی کی جاوے تو بھی آزار پہنچاتا ہے پس کلام زبان دراز بھی نیش کژدم بالفعل مار ہے جس سے ہر طرح کا آزار اور جان وجگر فگار ہے۔ اگر یہ شبہ کیا جاوے کہ ایک شخص ایسے امر پر مجبول وبالطبع مجبور ہے اور بدیں وجہ وہ بیچارہ معذور ہے تو یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ لغزشہائے کردار وخشونت گفتار سے عذر واعتذار کرتا ہے بدیں وجہ مجبور نہیں ہے، اگر مجبور ومعذور ہوتا تو اعتذار کیوں کرتا؟ حالانکہ اپنے جہل یا تجاہل یا تغافل وتساہل سے ایک وقت لغزش کھاتا ہے۔ دوسرے وقت معذرت کرتا ہے۔ چنانچہ بعض شارحین نے لکھا ہے:

كَمَا زَبَرَ فِي الْحَدِيْثِ اِنَّ عُمَرَ كَانَ كَثِيْرًا مَّا يَحْكُمُ بِالْاَمْرِ، ثُمَّ يَنْقُضُهٗ، وَيُفْتِيْ بِالْفُتْيَا، ثُمَّ يَرْجِعُ عَنْهَا، وَيَعْتَذِرُ عَمَّا اَفْتٰى بِهٖ۔ كَمَا اَفْصَحَ مَا قِيْلَ: هَفَوَاتُ لِسَانِ عُمَرَ وَخَبْطُهٗ فِيْمَا نُهِيَ عَنْهُ وَاُمِرَ، اَكْثَرُ مِنَ الْعَدَدِ وَالْمَرْوِ، وَاَوْسَعُ مِنْ هَالَةِ الْقَمَرِ، حَتّٰى قِيْلَ فِيْ سَبْعِيْنَ مَسْاَلَةً عَلٰى مَا اشْتَهَرَ: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ.

شاہ ولی اللہ نے قرۃ العین میں لکھا ہے:

كَانَ عُمَرُ يَتَعَوَّذُ بِاللّٰهِ مِن مَّسْاَلَةٍ لَيْسَ لَهَا عَلِيٌّ.

چنانچہ تفصیل وتوضیح اس کی عنقریب بیان کی جائے گی۔ پس ایسے حالات غرائب آیات خلیفہ ثانی میں مجتمع ہوئے تھے کہ حضرت امام علیہ السلام نے اس تشبیہ پر اقتصار واختصار فرمایا:

فَرَاكِبُهَا كَرَاكِبِ الصَّعْبَةِ، اِنْ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ وَاِنْ اَسْلَسَ لَهَا تَقَحَّمَ۔

''صَعْبَةٌ'' مؤنث صَعْبٌ سے مراد وہ ناقہ سرکش ہے جو اپنے راکب کو سواری نہ دے، ''اِشْنَاقٌ'' بزور کشیدن مہار

واسلاس سست ونرم گذاشتن مہار خرم خستہ کردن بینی شتر وتقحم نا کہان افتادن۔

قَالَ فِی النِّهَایَةِ :فِیْ »اَشْنَقَ« فِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ :اِنَّ اَشْنَقَ لَهَا خَرَمَ، یُقَالُ :شَنَقْتُ الْبَعِیْرَ اَشْنُقُهٗ شَنْقًا، وَاشْنَقْتُهٗ اِشْنَاقًا، اِذَا کَفَفْتَهٗ بِزِمَامِهٖ وَاَنْتَ رَاکِبُهٗ، اَیْ اِنْ بَالَغَ فِیْ اِشْنَاقِهَا خَرَمَ اَنْفَهَا. وَیُقَالُ :شَنَقَ لَهَا وَاَشْنَقَ لَهَا.

پس حاصل کلام معجز نظام یہ ہے کہ مثل اس کی ایک ناقہ سوار کی ہے جس کا ناقہ سخت طبع و بدلگام و بدمہار ہو کہ اگر ناقہ سوار اس کی مہار سخت گیری سے کھینچے تو بینی ناقہ مجروح ہو جاتی ہے اور اگر سست مہار کر دی جاوے تو قعر ہلاکت میں گرا دیتا ہے۔ پس اسی طرح سے بدخصلت و بدزبان کی مثال ہے کہ اگر اس کو طریقہ قویم وصراط مستقیم کی طرف کھینچ کر لاؤ تو بسبب سرکشی کے قبول نہیں کرتا اور جسم و جان کو فگار کرتا ہے اور اگر بحسب خواہش اس کے مطلق العنان یا سست مہار کر دو تو چاہ ضلاضت میں گرا دیتا ہے۔

توضیح ۴۱

واضح ہو کہ اس کلام فصاحت نظام میں حضرت امیر علیہ السلام کل امیر رہنمائے ہر صغیر وکبیر نے قساوت طبع شریر خشونت زبان درشت تقریر کو زمین سنگ زار و ناہموار و درخت خاردار سے اور اس کو سوار ناقہ سرکش و بدمہار سے تشبیہ دی ہے چنانچہ بتائید اس کے چند حالات حوالہ قلم ضراعت رقم کی جاتی ہیں۔

(ا) صحیح بخاری و نہایہ ابن اثیر و جامع الاصول میں لکھا ہے کہ جب حضرت رسول مقبول نے ارادہ نماز جنازہ عبداللہ سلول کا فرمایا تو خلیفہ ثانی نے گستاخانہ دامن مطہر جناب رسول کھینچ لیا اور کہا کہ یہ شخص منافق نماز کے لایق نہیں ہے۔

(ب) حضرت خاتم المرسلینؐ نے قریب دم واپسین وقت آخرین فرمایا: دوات وقرطاس میرے پاس لاؤ تا کہ ہم تم سب کے واسطے ایسی وصیت پر ہدایت تحریر کر دیں کہ ''لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ'' یعنی بعد میرے تم کبھی صراط مستقیم شاہ راہ قدیم سے گمراہ نہ ہو۔ لیکن خلیفہ ثانی نے بجہل و نادانی کہا کہ کچھ ضرور نہیں ''اِنَّ الرَّجُلَ لَیَهْجُرُ'' یعنی یہ شخص ہذیان و کلمات بیہودہ کہتا ہے۔ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰهِ۔

(ج) چند عورات قریش حضرت خیر الانام سے بآواز بلند ہمکلام ہوئیں خلیفہ ثانی نے بسخت کلامی و درشت زبانی فرمایا کہ اے دشمنان خدا تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول خداؐ سے نہیں ڈرتی ہو، انہوں نے کہا کہ تو زیادہ تر درشت کلام اور غلیظ اللسان ہے۔

(د) جناب رسالت مآبؐ نے ابوہریرہ کو حکم دیا کہ ہر کوچہ و برزن میں مرد و زن کی گوش گزاری کرے کہ جو شخص کلمہ طیبہ ''لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کہے گا داخل بہشت ہوگا۔ خلیفہ ثانی نے اس ندائے جانفزا پر اس کو مارا کہ وہ منہ کے بھل گر پڑا۔

(ھ) بیعت خلیفہ اول کے اہتمام بلیغ میں شدت غیظ و غضب سے شمشیر زبیر صحابی توڑ ڈالی حالانکہ وہ عشرہ مبشرہ اصحاب

اورزعم اہل سنت ان کا اہل بہشت میں حساب ہے۔

(و) بروز حدیبہ حضرت خیر الانامؐ سے بجرأت تمام وجسارت تام خلیفۂ دوم نے فرمایا:

اَلَسْتَ رَسُوْلَ اللّٰہِ حَقًّا؟

(ز) ابن القیم نے زاد المعاد میں لکھا ہے:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ :وَاللّٰہِ مَا شَکَکْتُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا یَوْمَئِذٍ، فَاَتَیْتُ النَّبِیَّ، فَقُلْتُ:یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَلَسْتَ نَبِیَّ اللّٰہِ حَقًّا؟ قَالَ :بَلٰی.

اورمفتاح الفتوح میں لکھا ہے:

لَقَدِ ارْتَبْتُ ارْتِیَابًا لَمْ اَرْتَبْہُ مُنْذُ اَسْلَمْتُ اِلَّا یَوْمَئِذٍ، وَلَوْ وَجَدْتُ ذٰلِکَ الْیَوْمَ مِائَۃَ رَجُلٍ. وَفِیْ رِوَایَۃٍ :سَبْعِیْنَ مُحَارِبًا، حَارَبْتُ قُرَیْشًا وَاَفْسَدْتُ الصُّلْحَ، وَلَقَدْ اَعْتَقْتُ بَعْدَ ذٰلِکَ رِقَابًا، وَصُمْتُ دَھْرًا لِمَا کَانَ دَاخَلَنِیْ یَوْمَئِذٍ مِنَ الشَّکِّ.

(ح) بروز خلافت خلیفۂ اول حضرت مقداد صحابی نیک نہاد کی سینہ معرفت گنجینہ پر ازراہ عداوت دیرینہ گھونسا مارا کہ طوعاً وکرہاً خلیفۂ اول کی بیعت اور مجبوروناچار اطاعت کریں۔

(ط) اسی دن سعد بن عبادہ کو کچل ڈالا اور فرمایا:

اُقْتُلُوْا سَعْدًا، قَتَلَ اللّٰہُ سَعْدًا.

(ی) یعنی جناب بن منذر کو واسطے اخذ بیعت کے مروڑا۔

(ک) جناب سیدۂ نساء العالمین علیہا السلام کو دھمکایا کہ ہم اس گھر کو آگ سے جلادیں گے اور باکراہ واجبار سب سے بیعت لیں گے۔

کِتَابُ الْعِقْدِ لِابْنِ عَبْدِ رَبِّہٖ. فَاَمَّا عَلِیٌّ (عَلَیْہِ السَّلَامُ) وَالْعَبَّاسُ، فَقَعَدَا فِیْ بَیْتِ فَاطِمَۃَ (عَلَیْھَا السَّلَامُ)، حَتّٰی بَعَثَ اِلَیْھَا اَبُوْ بَکْرٍ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، لِیُخْرِجَھُمَا مِنْ بَیْتِ فَاطِمَۃَ، وَقَالَ :اِنْ اَبَیَا فَقَاتِلْھُمَا. فَاَقْبَلَ بِقَبَسٍ مِّن نَّارٍ عَلٰی اَنْ یُّضْرِمَ عَلَیْھِمَا الدَّارَ، فَلَقِیَتْہُ فَاطِمَۃُ (عَلَیْھَا السَّلَامُ)، فَقَالَتْ :یَا ابْنَ الْخَطَّابِ، اَجِئْتَ لِتُحْرِقَ دَارَنَا؟ فَقَالَ :نَعَمْ.

اورشہرستانی نے ملل ونحل میں نظام سے نقل کیا ہے:

اِنَّ عُمَرَ ضَرَبَ بَطْنَ فَاطِمَۃَ حَتّٰی سَقَطَ الْمُحْسِنُ یَوْمَ الْبَیْعَۃِ مِنْ بَطْنِھَا، وَکَانَ یَصِیْحُ: اَحْرِقُوْا الدَّارَ بِمَنْ فِیْھَا، وَمَا کَانَ بِالدَّارِ غَیْرُ عَلِیٍّ وَفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ.

(یا) طلحہ بن عبداللہ صحابی و دیگر اصحاب رسالت مآبؐ نے وقت وفات خلیفۃ اول سے کہا کہ تو نے لوگوں پر عمر بن الخطاب کو خلیفۃ بنایا حالانکہ وہ فظ غلیظ لوگوں سے بدرشتی تمام سختی کلام بدخوی تمام پیش آتا ہے، آیندہ اس سے کیا امیدِ نیکوکاری توقع خوش کرداری ہوسکتی ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے رسالہ تفضیل الشیخین میں روایت کی ہے:

فَقَالَ النَّاسُ :تَسْتَخْلِفُ عَلَيْنَا فَظًّا غَلِيْظًا، وَلَوْ قَدْ وَلِّيْنَا كَانَ اَفَظَّ وَاَغْلَظَ.

اور تاریخ خمیس و ریاض النضرۃ و دیگر کتب اہل سنت میں بھی شکایت فظاظت و غاطت خلیفۃ موصوف مذکور ہے۔

(یب) خلیفۃ دوم کا درہ مہیب و تازیانہ تادیب مشہور تھا جس کے خوف سے اصحاب رسالت مآب، ترسان اظہار حق سے بَید ولرزاں رہا کرتے تھے تا اینکہ ابن عباس نے فرمایا کہ عہد عمر میں ہم نے بسبب خوف درہ عمر کے بطلان مسئلہ عول کو اظہار نہیں کیا۔

(یج) جناب سیدہ نساء العالمین نے دعوی فدک فرمایا اور حضرت امیر علیہ السلام نے شہادت دی تو خلیفۃ اول نے ایک دستاویز تحریر کردی، خلیفۃ ثانی نے چاک کرڈالی۔ چنانچہ نورالدین وابن جوزی نے لکھا ہے:

اِنَّ اَبَابَكْرٍ كَتَبَ لَهَا بِفَدَكَ، وَدَخَلَ عَلَيْهِ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ تَعَالٰى عَنْهُ، فَقَالَ :مَا هٰذَا؟فَقَالَ: كِتَابٌ كَتَبْتُهُ لِفَاطِمَةَ بِمِيْرَاثِهَا مِنْ اَبِيْهَا.فَقَالَ :فَبِمَاذَا تُنْفِقُ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، وَقَدْ حَارَبَتْكَ الْعَرَبُ كَمَا تَرٰى؟ثُمَّ اَخَذَ عُمَرُ الْكِتَابَ فَشَقَّهُ.

یعنی ابوبکر نے ایک دستاویز بابت فدک کے لکھ دی کہ حضرت عمر بن خطاب تشریف لائے، فرمایا کیا دستاویز ہے خلیفۃ اول نے فرمایا کہ دستاویز میراث پدری لکھ دی ہے۔ عمر نے فرمایا کہ بہتر، تو مسلمانوں کو کہاں سے دے گا حالانکہ قوم عرب تجھ سے جنگ اور جدال کریں گے؟ پس عمر نے لے کر وہ دستاویز چاک کرڈالی۔

چونکہ قضیہ تحریر وصیت اور قضیہ احراق بیت اہل بیتِ نبوت متضمن خشونت ہائے بے نہایت و مورث مفاسد بی غایت ہے لہٰذا دونوں قضیہ کو جدا جدا توضیحات میں گذارش ہوگا۔ دیگر حالات خشونتِ طبع و درشتی کلام خلیفۃ ثانی کتب علمائے فریقین میں مسطور، دفاتر مورخین طرفین میں بکثرت مذکور ہیں۔ پس حضرت امام علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ اس خلافت کو ایسی زمین سنگ زار نخلستان خاردار میں ڈالا جس سے گزرنا دشوار اور جس کی ملامست ناگوار، جس کا شجر بھی خاردار اور جس کا سگوفہ بھی دل آزار ہے، عجائب تشبیہات بلیغہ و استعارات بالغہ سے مالا مال ہے کہ اس کی توصیف بلاغت میں السنہ بلغائے عرب و عجم لال ہے۔

توضیح ۴۲، و تفصیح

حضرت امام علیہ السلام نے ذکر عنار و اعتذار فرمایا ہے پس توضیح حال و تصریح مقال اس کی یہ ہے کہ خلیفۃ دوم سے اکثر مسائل شرعیہ میں لغزش و عثور، خطا و قصور کا صدور ہوا کرتا تھا نا چار اس سے اعتذار فرماتے تھے۔ شارح معتزلی نے تصریح کی ہے:

اِنَّ عُمَرَ کَانَ کَثِیْرًا مَّا یَحْکُمُ بِالْاَمْرِ، ثُمَّ یَنْقُضُہٗ، وَیُفْتِیْ بِالْفُتْیَا، ثُمَّ یَرْجِعُ عَنْھَا، وَیَعْتَذِرُ مِمَّا اَفْتٰی بِہٖ۔

یعنی خلیفۃ ثانی اکثر مسائل شرعیہ میں ایک حکم صادر فرماتے تھے اور پھر اس کو منسوخ فرماتے تھے اور ایک فتویٰ دیتے تھے اور پھر اس سے رجوع فرماتے تھے اور خطائے اول سے عذر و معذرت فرماتے تھے۔ چنانچہ ستّر مرتبہ صاحب خلافت ثانیہ نے فرمایا:

لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ۔

اور صاحب کتاب ''قرۃ العینین'' والد ماجد صاحب تحفہ اثنا عشریہ نے لکھا ہے کہ

کَانَ عُمَرُ یَتَعَوَّذُ بِاللّٰہِ مِن مَّسْاَلَۃٍ لَیْسَ لَھَا عَلِیٌّ۔

یعنی ہر مسئلہ میں خدا سے پناہ مانگتے تھے کہ جس میں حضرت امام کا فتویٰ نہ لیا جاوے۔

(۱) عورت حاملہ کو حکم دیا کہ بجرم زنا سنگسار کی جاوے۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر عورت گناہگار ہے تو بچہ شکم کیوں کر خطاوار ہے؟ صاحب خلافت نے فرمایا کہ لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ کما فی شرح المواقف والفواتح۔

(۲) ایک عورت کو حکم رجم دیا اس جرم پر کہ طفل ششماہہ پیدا ہوا تھا۔ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کی ششماہہ پیدا ہونے سے تیقن زنا نہیں ہوسکتا، اس واسطے کہ حق سبحانہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَالْوَالِدٰتُ یُرْضِعْنَ اَوْلَادَھُنَّ حَوْلَیْنِ کَامِلَیْنِ﴾

پس دو برس دودھ پلانا چاہیے۔

اور دوسری جگہ فرمایا ہے:

﴿وَ حَمْلُہٗ وَ فِصٰلُہٗ ثَلٰثُوْنَ شَھْرًا﴾

یعنی ایام حمل و رضاعت تیس مہینہ ہیں۔

اگر چوبیس مہینہ ایام رضاعت کے مہیا کیے جاویں تو چھ مہینہ باقی رہ گئے۔ پس خلیفۃ ثانی نے اپنے حکم سے رجوع فرمائی، کما فی الاستیعاب۔

(۳) ایک دن خلافت مآب نے حکم دیا کہ جو دین مہر زیادہ قرار دے گا تو وہ مہر داخل بیت المال کر دیا جائے گا۔

ایک عورت نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنْ اٰتَیْتُمْ اِحْدٰھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَیْئًا﴾

یعنی کہ مہر نسواں میں کسی عورت کو ایک قنطار سیم وزر دونوں اس میں سے کچھ نہ لو۔

خلافت مآب نے فرمایا کہ

کُلُّ النَّاسِ اَفْقَهُ مِنْ عُمَرَ، حَتَّی الْمُخَدَّرَاتُ فِیْ الْحِجَالِ۔

(۴) جمع بین الصحیحین میں ابی اوفی سے روایت ہے کہ خلیفۃ ثانی نے مجھ سے استفسار کیا کہ جناب رسول خداؐ نماز عیدین میں کیا تلاوت کرتے تھے؟ میں نے کہا:

﴿قٓ، وَالْقُرْاٰنِ﴾ و ﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾

(۵) کتاب مذکور میں ابو واقد لیثی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے پوچھا کہ جناب رسالتمآبؐ نماز عید میں کیا تلاوت فرماتے تھے؟ اس نے جواب دیا کہ

﴿اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ﴾ و ﴿قٓ، وَالْقُرْاٰنُ الْمَجِیْدُ﴾

(۶) جناب خلیفۃ والا مقدار ایک شب تیرا و تار تجسس و تفحص احوال ایک شخص کے مکان میں تشریف لائے اور اس کے سامنے شیشہ شراب اور ایک عورت حسینہ و بے حجاب کو دیکھ کر غصہ و عتاب فرمایا، اس نے بکمال تہذیب و آداب عرض کیا کہ اگر اس عاصی نے ایک امر ناصواب کیا تو حضور نے چند امور فسق و فجور کا ارتکاب کیا۔ چنانچہ ایک یہ کہ آپ نے تجسس حال مخفی و تفحص احوال مختفی فرمایا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَجَسَّسُوْا﴾

دوسرے یہ کہ آپ بالائے دیوار چڑھ کر داخل فقیر خانہ ہوئے حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَیْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰکِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَاْتُوا الْبُیُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا﴾

تیسرے نہ اجازت لی، نہ سلام کیا حالانکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِکُمْ حَتّٰی تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰٓی اَهْلِهَا﴾

(۷) ابن ابی الحدید معتزلی نے روایت کی ہے کہ اتفاقاً خلیفۃ ثانی کا گزر ایک جوان انصاری کے پاس ہوا، وہ جوان نیک طینت برسم ضیافت از روئے مروت و فتوت کے ایک جام شربت حاضر لایا، خلیفۃ ثانی نے فرمایا:

﴿اَذْهَبْتُمْ طَیِّبٰتِکُمْ فِیْ حَیَاتِکُمُ الدُّنْیَا﴾

پس اس جوان فرخندہ فرجام نے بحسن کلام عرض کیا کہ یہ آیہ کریمہ واسطے کفر لئام، فجر و بد انجام کے نازل ہوئی ہے نہ واسطے اہل ایمان و اسلام کے، چنانچہ پوری آیہ یہ ہے:

﴿وَ یَوۡمَ یُعۡرَضُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا عَلَی النَّارِ اَذۡہَبۡتُمۡ طَیِّبٰتِکُمۡ فِیۡ حَیَاتِکُمُ الدُّنۡیَا﴾

پس خلیفۃ ثانی نے فرمایا:

کُلُّ النَّاسِ اَفۡقَہُ مِنۡ عُمَرَ۔

(۸) ایک شخص نے خدمت خلافت مآب میں آ کر کہا کہ میں جنب ہوا اور پانی بھی دستیاب نہ ہوا، خلیفۃ ثانی نے فرمایا کہ نماز نہ پڑھیں۔ عمار یاسر نے گوش گذار طبع جودت نیوش کیا کہ اپنے خاطر عالی سے وہ دن فراموش فرمایا کہ ہم اور آپ رہ نورد وادی مسافرت جادہ پیمائے دشت غربت تھے، پس ہم جنب ہوئے اور ہم کو واسطے غسل جنابت کے پانی دست یاب نہ ہوا، آپ نے نماز ہی نہ پڑھی اور میں نے تیمم کیا، خلیفۃ نے کہا، عمار خدا سے ڈرو، عمار نے کہا اگر آپ کی مرضی ہو تو میں اس واقعہ کو کبھی بیان نہ کروں۔

(۹) بدعت عمر تراویح ماہ صیام میں مشہور و کتب دفاتر میں مذکور ہے، عسکری عالم اہل سنت نے کتاب ''اوایل'' میں لکھا ہے:

اَوَّلُ مَنۡ سَنَّ قِیَامَ رَمَضَانَ عُمَرُ، سَنَۃَ اَرۡبَعَ عَشۡرَۃَ۔

اور بیہقی نے لکھا ہے:

اِنَّ عُمَرَ بۡنَ الۡخَطَّابِ اَوَّلُ مَنۡ جَمَعَ النَّاسَ عَلٰی قِیَامِ رَمَضَانَ، الرِّجَالَ وَالنِّسَاءَ۔

علامہ سیوطی نے رسالہ ''مصابیح فی الصلوۃ لتراویح'' میں لکھا ہے:

چند مرتبہ جواب طویل میں ہم نے لکھ دیا ہے کہ جناب رسالتمآب نے کبھی نماز تراویح نہیں پڑھی اور جناب خلیفۃ ثانی نے تراویح کو اپنے عہد خلافت میں رواج دیا اور نعم البدعت بھی فرمایا۔ علمائے اہل سنت نے تصریح فرمائی ہے کہ خلیفۃ ثانی، اول وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے سنت تراویح قرار دی۔

(۱۰) ہر گاہ حضرت سرور دو جہانی نے جانب دار قدس جاودانی رحلت فرمائی تو خلیفۃ ثانی نے فرمایا کہ حضرت نے اس جہان فانی سے انتقال نہیں فرمایا، جو شخص کہے گا کہ حضرت نے رحلت فرمائی تو شمشیر ابدا سے قتل کروں گا۔ خلیفۃ اول نے یہ آیت پڑھی:

﴿اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّہُمۡ مَّیِّتُوۡنَ﴾

خلیفۃ ثانی نے فرمایا کہ گویا ہم نے کبھی اس آیت کی تلاوت یا کبھی اس کی سماعت نہیں کی تھی۔ علی ہذا القیاس اس قسم

کے اطوار و کردار اور عذر و اعتذار جناب خلیفۂ عالی وقار با کثار مندرج کتب علمائے نامدار ہیں۔ مَنْ شَاءَ فَلْيَرْجِعْ إِلَيْهَا۔

پس فرمانا جناب امام علیہ السلام کا ٹھوکریں بھی با کثار کھاتا ہے اور پھر عذر و اعتذار بھی کیا جاتا ہے، قول صادق اور حال کے موافق ہے۔ پس ہزار ہزار جان زار کلام جناب حیدر کرار پر نثار ہے کہ تشبیہات بلیغہ سے حال لغزش وعثار اور خشونت وادی سنگ زار و دل آزاری وجگر فگاری شجر خاردار، وسرکشی ناقہ سخت مہار کو ظاہر و آشکار فرما دیا۔ اور استعارات اور کنایات سے تمثل آئینہ پر ضیا کے حسن صورت معانی اور نقش تصویر میانی اور حالات عیانی ونہانی خلافت ثانی کا جلوہ دکھا دیا۔

توضیح ۴۳، و تفضیح و تلمیح و تقبیح

منجملہ فظاظت فظ غلیظ یہ ہے کہ قصد احراق بیت الشرف اہل بیت عصمت طہارتؑ کیا اور بد یں الفاظ قظاظ وغلاظ جس سے اعتضاب واغتباظ واضح وہویدا ہے بآواز بلند ندا دی۔

كَمَا رَوَاهُ الطَّبَرِيُّ. فَقَالَ :وَاللهِ لَأُحْرِقَنَّ عَلَيْكُمْ اَوْ لَتَخْرُجُنَّ لِلْبَيْعَةِ.

وَذَكَرَ الْوَاقِدِيُّ :جَاءَ عُمَرُ إِلَى عَلِيٍّ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) فِيْ عِصَابَةٍ، فِيْهِمْ اُسَيْدُ ابْنُ الْحُضَيْنِ وَسَلَمَةُ بْنُ اَسْلَمَ، فَقَالَ :اخْرُجُوْا اَوْ لَنُحْرِقَنَّهَا عَلَيْكُمْ.

وَنَقَلَ ابْنُ حِنْزَابَةَ فِيْ غُرَرِهٖ :قَالَ زَيْدُ بْنُ اَسْلَمَ :كُنْتُ مِمَّنْ حَمَلَ الْحَطَبَ مَعَ عُمَرَ إِلَى بَابِ فَاطِمَةَ، حِيْنَ امْتَنَعَ عَلِيٌّ وَاَصْحَابُهٗ عَنِ الْبَيْعَةِ، وَفِي الْبَيْتِ :عَلِيٌّ وَفَاطِمَةُ وَالْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ، وَجَمَاعَةٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ.

یعنی بروایت طبری عمر بن خطاب نے کہا کہ جلادوں گا اس گھر کو ورنہ بیعت کے واسطے نکلو۔

اور واقدی نے روایت کی ہے کہ عمر معہ ایک جماعت کے آ گیا جس میں اسید بن حصین وسلمہ بن اسلم تھا اور کہا کہ گھر سے نکلو ورنہ گھر جلادوں گا۔

اور ابن حنزابہ نے لکھا ہے کہ زید بن اسلم کہتا ہے کہ جو لوگ ہیمہ وہیزم آتش زنی کے واسطے گئے تھے ان میں ایک میں بھی تھا اور دروازہ فاطمہ زہرا پر آئے جبکہ حضرت علیؑ مرتضیٰ و ان کے اصحاب نے بیعت انکار کیا، اس گھر میں علیؑ و فاطمہؑ وحسنؑ وحسینؑ اور کچھ اصحاب رسول الثقلینؐ تھے۔

ابن عبدربہ نے لکھا ہے کہ ابوبکر نے عمر کو بھیجا کہ علی اور عباس کو خانہ فاطمہؑ سے لاوے۔

فَإِنْ اَبَيَا فَقَاتِلْهُمَا. فَاَقْبَلَ بِقَبَسٍ مِنْ نَارٍ عَلَى اَنْ يُضْرِمَ عَلَيْهِمَا النَّارَ۔

یعنی اگر علیؑ وعباس انکار کریں تو قتل کرو، پس عمر آگ لے کر متوجہ ہوا تا کہ آگ لگاوے۔

اور طبری نے لکھا ہے کہ طلحہ وزبیر و چند مہاجر اس گھر میں تھے، آواز عمر سن کر باہر آئے، زبیر کے ٹھوکر لگی اور تلوار ہاتھ

سے گر پڑی اور ہم نے اس کو گرفتار کرلیا۔ اور ابوبکر جوہری ومصنف محاسن وانفاس الجواہر و بلاذری وابن عبدالبر وابوالقداد ابن قتیبہ وسیوطی ودیگر علمائے اہل سنت نے اس قصہ پُرغصہ کو بروایات متعددہ نقل کیا ہے۔

کتاب ''المختصر فی اخبار البشر'' میں علامہ اہل سنت ابوالقداد اسماعیل بن علی بن محمود نے لکھا ہے کہ جب عشرۂ اوسط ربیع الاول میں لوگوں نے ابوبکر سے بیعت لی تو جماعت بنی ہاشم وزبیر وعتبہ ابن ابی لہب وخالد بن سعید بن عاص ومقداد بن عمرو سلمان فارسی وابوذر وعمار بن یاسر وبراء بن غارب وابی بن کعب وابوسفیان نے بیعت سے انکار اور جانب حضرت علی مرتضیٰؑ میلان و اصرار کیا۔ چنانچہ عتبہ بن ابی لہب نے یہ اشعار پڑھے:

مَا كُنْتُ اَحْسَبُ اَنَّ الْاَمرَ مُنصَرِفٌ عَن هاشِمٍ ثُمَّ مِنْهَا عَنْ اَبِیْ حَسَنٍ

اَلَیسَ اَوَّلُ اِیْمَانًا وَ سَابِقُهٗ ۔۔۔۔۔۔۔۔

بروایت دیگر:

اَلَیْسَ اَوَّلَ مَنْ صَلّٰی لِقِبْلَتِکُمْ وَاَعْلَمَ النَّاسِ بِالْقُرْاٰنِ وَالسُّنَنِ

وَاَقْرَبَ النَّاسِ عَهْدًا بِالنَّبِیِّ وَمَنْ جِبْرِیْلُ عَوْنٌ لَهٗ فِیْ الْغُسْلِ وَالْکَفَنِ؟

مَا فِیْهِ مَا فِیْهِمْ لَا یَمْتَرُوْنَ بِهٖ وَلَیْسَ فِی الْقَوْمِ مَا فِیْهِ الْحَسَنُ.

پس ابوبکر نے عمر بن خطاب کو بھیجا کہ علی مرتضیٰ اور جو لوگ خانہ حضرت زہرا میں مجتمع ہوں حاضر لاؤ۔

فَاِنْ اَبَوْا عَلَیْکَ فَقَاتِلْهُمْ. فَاَقْبَلَ عُمَرُ بِشَیْءٍ مِن نَّارٍ عَلٰی اَنْ یُضْرِمَ دَارَ فَاطِمَةَ، فَقَالَتْ فَاطِمَةُ :یَا ابْنَ الْخَطَّابِ، اَجِئْتَ لِتُحْرِقَ دَارَنَا؟ قَالَ :نَعَمْ.

ہرگاہ بالاقتصار گوش گذار اولی الابصار ہو چکا تو وجوہ استدلال فوائد اشتمال سامعہ نوازار باب مقال کیے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت امام علیہ السلام نے معہ جماعت نفس بنی ہاشم و چند صحابہ رسول اکرم کی بیعت ابی بکر سے اعراض اور تخلف و اغماض کیا جس پر نفاق وشقاق اور تخویف وتہدید مالایطاق بار ہا واحراق دار منجانب فاروق نامدار عمل میں آئے۔ پس واضح ہوا کہ ان حضرات کے نزدیک بیعت ابی بکر علی الاطلاق باطل اور صحت سے عاطل تھی۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث اہل سنت نے ''ازالۃ الخفا'' میں بروایت حاکم روایت کی ہے کہ

قَالَ النَّبِیُّ :یَا عَلِیُّ، مَنْ فَارَقَنِیْ فَقَدْ فَارَقَ اللّٰهَ، وَمَنْ فَارَقَكَ فَقَدْ فَارَقَنِیْ.

اور بروایت دیگر:

عَلِیٌّ مَعَ الْقُرْاٰنِ، وَالْقُرْاٰنُ مَعَ عَلِیٍّ، لَن یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ.

اور بروایت دیگر:

رَحِمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ، اَللّٰهُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَهَا حَیْثُ مَا دَارَ.

پس تقاعد وتخلف حضرت امام علیہ السلام بیعت ابی بکر سے بلا ارتیاب مقرون صدق وصواب اور ہجوم عام اصحاب بلا مشارکت جناب ولایت مآب اہل بیت اطیاب بعید از صواب واجب الاجتناب تھا۔ چنانچہ اخطب خوارزمی نے ابوایوب انصاری سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت نے فرمایا:

يَا عَمَّارُ، اِنْ رَاَيْتَ عَلِيًّا قَدْ سَلَكَ وَادِيًا، وَسَلَكَ النَّاسُ وَادِيًا غَيْرَهُ، فَاسْلُكْ مَعَ عَلِيٍّ، وَدَعِ النَّاسَ، اِنَّهُ لَنْ يُدْخِلَكَ فِيْ رَدًى، وَلَنْ يُخْرِجَكَ مِنْ هُدًى۔

پس یہ حدیث شریف کیا اسی وقت خاص کے واسطے مخصوص تھی لیکن

﴿مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ﴾

(۲) اشعار بلاغت آثار عتبہ بن ابی لہب یا حسان بن ثابت سے علی الاختلاف الروایتین ثابت ہے کہ حضرت امام علیہ السلام سابق الایمان وسابق الصلاۃ تھے اور تمامی اصحاب سے افضل وجمیع فرائض وسنن میں اعلم واکمل تھے اور خلافت نبوی ایک حق خاص حضرت سے بالاختصاص متعلق تھا جس کو تمامی بنی ہاشم واصحاب خاص مثل سلمان وابوذر ومقداد وعمار وعباس بن عبدالمطلب عم رسول مختار اور دیگر اخیار وابرار بخوبی سمجھتے تھے۔

چنانچہ حدیث صحیح ہے:

مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ وَمَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ اَصْدَقَ لَهْجَةً مِنْ اَبِيْ ذَرٍّ۔

اور شان عمار میں ہے:

اِنَّ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ جِلْدَةٌ مَا بَيْنَ عَيْنِيْ وَ اَنْفِيْ۔

اور صواعق محرقہ میں روایت ہے:

اِهْتَدُوْا يَهْتَدِيْ عَمَّارٌ۔

اور کنز العمال میں روایت ہے:

اِذَا اخْتَلَفَ النَّاسُ كَانَ ابْنُ سُمَيَّةَ مَعَ الْحَقِّ۔

اور حضرت سلمان کی شان میں حدیث سَلْمَانُ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ مشہور ہے اور انکار سعد بن عبادہ جلیل القدر کتب فریقین میں مسطور ہے۔

پس بنابریں خلافت ابی بکر باطل اور اکراہ واجبار اس امر باطل پر بمصداق بنائے فاسد علی الفاسد حقیت سے عاطل تھا۔

(۳) دارومدار حقیت خلافت اولی کا اجماع اصحاب رسول مختار پر ہے اور حال ان کا حضرت حیدر کرار وجماعت ہاشمیہ وبعض صحابہ کبار اور پھر وقوع بیعت بتہدید قتل وتخویف احراق دار ثابت وآشکار ہے، پس جو اجماع بصد خوف واضطرار وانواع اکراہ واجبار واقع ہوا ہو، ناقابل اعتبار واحتجاج واستدلال اس سے بیکار ہے۔

(۴) جو کہ اہل سنت حدیث ''اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ، بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ'' صحیح سمجھتے ہیں اور موافق اس کے ہر صحابی مجتہد و عادل اور خود رائے میں مختار کامل تھا، پس اگر حضرت امیر علیہ السلام و بنی ہاشم و دیگر اصحاب کرام نے بیعت ابی بکر سے انکار کیا تو کس سبب سے تقصیر دار لایق قتل و احراق دار ہوئے؟ خصوصًا جبکہ مسئلہ خلافت اصول دین سے نہیں سمجھتے بلکہ فروع دین سے سمجھتے ہیں اور مسائل فروعیہ میں ہمیشہ مجتہدین و ائمہ اہل سنت میں اختلاف رہا کیا ہے اور ایک دوسرے کی تکفیر و تفسیق نہیں کرتے نہ قابل قتل و احراق دار سمجھتے ہیں، چنانچہ اختلافات شافعیہ و حنفیہ اور مالکیہ و حنبلیہ کتب فقہیہ سے ثابت ہے۔ پس اگر بعض صحابہ عدول نے بیعت خلیفۃ اول سے عدول کیا تو کیا گناہ کیا؟ اس واسطے کہ اگر اصول دین سے ہے جیسا کہ مذہب امامیہ ہے تو منحرفین امامت بے شک کافر ہیں اور اگر فروع دین سے ہے تو اختلاف مجتہدین باعث کفر و قتل و حرق نہیں، اور اگر کل صحابہ مجتہدین و عادل نہیں تو جب تک عدالت و اجتہاد بعض اصحاب دون البعض ثابت نہ کیا جاوے حکم ورائے بعض دون البعض واجب التعمیل والتقلید نہیں ہے، خصوصًا نظر بحدیث

مَنْ نَاصَبَ عَلِیًّا لِلْخِلَافَةِ بَعْدِیْ فَھُوَ کَافِرٌ، وَقَدْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ، وَمَنْ شَكَّ فِیْ عَلِیٍّ فَھُوَ کَافِرٌ. رَوَاهُ ابْنُ الْمَغَازِلِیِّ الشَّافِعِیِّ فِیْ کِتَابِ الْمَنَاقِبِ.

اور ہر گاہ خلافت ابی بکر منصوص نہیں تو اختلاف رائے مجتہدین نسبت تعیین خلیفۃ کے ممنوع نہیں۔

(۵) ابوبکر نے حکم دیا کہ حضرت علی مرتضی کو مع اصحاب جو بیت الشرف اہل بیت اطیابؑ میں مجتمع ہیں حاضر کرو اور اگر انکار کریں تو قتل کرو۔ اور عمر بن خطاب بکمال غیظ و عتاب بنا پر تعمیل حکم ناصواب تشریف لائے اور قتل نفوس و احراق بیت کا حکم سنا دیا۔ جناب سیدہ علیہا السلام نے فرمایا کہ کیا تو مجھ کو اور میرے فرزندوں کو جلا دے گا؟ اس نے کہا ہاں قسم خدا کی جلا دوں گا یا سب کو گھر سے نکال دو۔ پس اب لایق لحاظ یہ ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے کیا نہیں فرمایا:

یَا عَلِیُّ، حَرْبُكَ حَرْبِیْ، وَلَحْمُكَ لَحْمِیْ، وَدَمُكَ دَمِیْ۔

اور کیا قتل حضرت امیرؑ شیخین کے نزدیک جائز تھا تو پھر معاذ اللہ ایسے مجرم واجب القتل بمرتبہ چہارم مستحق خلافت کیوں کر ہو سکتے ہیں حالانکہ بموجب آیہ تطہیر کے معصوم یا محفوظ عن الخطا تھے۔ اور حدیث

یَا عَلِیُّ، حَرْبُكَ حَرْبِیْ، وَلَحْمُكَ لَحْمِیْ۔

سے کسی شخص کو ارادہ قتل بھی جائز نہ تھا بلکہ بغض و عناد بھی ان سے حرام تھا۔ چنانچہ زمخشری نے تفسیر کشاف میں حدیث طولانی میں روایت کی ہے جس کے بعض فقرات یہ ہیں۔

اَلَا مَنْ مَّاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ کَافِرًا، اَلَا مَنْ مَّاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ۔

اور پھر روایت کی ہے:

حُرِّمَتِ الْجَنَّةُ عَلٰى مَنْ ظَلَمَ اَهْلَ بَيْتِيْ وَاٰذَانِيْ فِيْ عِتْرَتِيْ۔

اور اکثر روایات سے ظاہر ہے کہ جناب سیدہ و جناب امام و جناب حسنین علیہم السلام کو ایسے الفاظ گستاخانہ، کلمات بے ادبانہ و بیباکانہ نہایت رنج و ملال اور تنغص و تألم بدرجہ کمال ہوا، پس یہاں حدیث مشہور موجب تشتت موفور ہے کہ

فَاطِمَةُ بَضْعَةٌ مِّنِّيْ، مَنْ اَغْضَبَهَا فَقَدْ اَغْضَبَنِيْ، وَمَنْ اٰذَاهَا فَقَدْ اٰذَانِيْ، وَمَنْ اٰذَانِيْ فَقَدْ اٰذَى اللّٰهَ.

اور ساتھ ہی اس کے آیہ وافی ہدایہ باعث انتشار ناموصور ہے:

﴿اَلَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾

(۶) آستانہ ہدایت نشانہ حضرت امامؑ و حضرت معصومہ علیہما السلام اشرف خانہائے عصمت و طہارت و افضل قصرہائے قدس و برکت تھا اس کے نسبت قصدِ احراق اور الفاظِ شقاق و نفاق بصد طمطراق نازیبا تھا۔ سیوطی نے تفسیر درمنثور میں تفسیر آیہ

﴿فِيْ بُيُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ﴾

میں انس بن مالک و بریدہ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ وہ کون بیوت ہیں؟ حضرت نے فرمایا:

بُيُوْتُ الْاَنْبِيَاءِ، فَقَامَ اِلَيْهِ اَبُوْ بَكْرٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، هٰذَا الْبَيْتُ مِنْهَا؟ لَبَيْتُ عَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ؟ قَالَ: نَعَمْ، مِنْ اَفَاضِلِهَا۔

سبحان اللہ ایسے بیت الشرف کو جس کی مدح و ثنا جناب احدیت نے فرمائی ہو اور افضل بیوت انبیا جناب رسالتمآب نے فرمایا ہو اس کے نسبت قصدِ احراق کرنا اور ہیزم و آتش ہمراہ تابعان حمالۃ الحطب کے لانا،

این کار زتو آید و مردان چنین کنند۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ خلیفۃ اول کے دل میں پہلے سے خلش تھی کہ پوچھا ''هٰذَا الْبَيْتُ'' تا کہ شاید اس مدح سے مستثنا ہو تو اسی وقت سے فکر ہدم و احرق کی جاوے، لیکن جب جواب پایا کہ ''نَعَمْ مِنْ اَفَاضِلِهَا'' تو اس وقت لاچار ہوئے مگر بعد جناب رسول مختارؐ کے وہ غبار و بخار بعزیمت احراق نار نکالا گیا۔ ﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾

توضیح ۴۴، در غلطی مسائل

فِيْ سُنَنِ اَبِيْ دَاوُدَ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اُتِيَ عُمَرُ بِمَجْنُوْنَةٍ، قَدْ زَنَتْ، فَاسْتَشَارَ فِيْهَا اُنَاسًا، فَاَمَرَ

بِهَا عُمَرُ اَنْ يَرْجِمَ، فَمَرَّ بِهَا عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ، فَقَالَ :مَا شَاْنُ هٰذِهٖ؟ فَقَالُوْا :مَجْنُوْنَةُ بَنِيْ فُلَانٍ زَنَتْ، فَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُرْجَمَ.فَقَالَ :اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ، اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْقَلَمَ قَدْ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ؛ عَنِ الْمَجْنُوْنِ حَتّٰى يَبْرَاَ، وَ عَنِ الْغُلَامِ حَتّٰى يَدْرُكَ وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ.

اس حدیث سے ثابت ہے کہ عمر بن خطاب کو علم جنون زانیہ نہ تھا ورنہ ضرورت استشارہ اجرائے حد کیا تھی اور اگر باوصف عدم علم جنون مشورہ کیا تو شاید حد زانیہ بھی معلوم نہ تھی اور علاوہ اس کے جب حضرت نے پوچھا ''مَاشَانُ هٰذِهٖ'' تو لوگوں نے کہا کہ ''مَجْنُوْنَةُ بَنِيْ فُلَانٍ'' پس واضح ہوا کہ اُن لوگوں کو علم تھا کہ مجنونہ ہے اور اگر باوصف علم جنون کے حضرت امام علیہ السلام سے تو مجنونہ بیان کیا اور حاکم حد سے نہ بیان کیا تو وہ لوگ خود مجنون تھے یا بسبب اخفائے جنون کے قابل سزا تھے علاوہ اس کے حضرت امام علیہ السلام نے خلیفۃ ثانی پر کیوں اعتراض فرمایا کہ

اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ الْقَلَمَ قَدْ رُفِعَ عَنْ ثَلَاثَةٍ

اس وقت عمر نے عذر نہ کیا کہ مجھ کو علم جنون نہ تھا بلکہ اعتراف کیا کہ

''لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ''

(۲) بموجب روایت کنز العمال ورجال مشکوٰۃ ترجمہ معاذ وشرح فرائض سراجی تصنیف سید شریف ایک عورت کا شوہر دو برس سے سفر میں تھا اور وہ عورت حاملہ تھی خلیفۃ ثانی نے قیاس کیا کہ اُس نے زنا کیا ہے اور بے تکلف حکم رجم دے دیا۔ معاذ صحابی نے کہا کہ

اِنْ يَّكُنْ عَلَيْهَا سَبِيْلٌ، فَلَا سَبِيْلَ لَكَ عَلٰى مَا فِيْ بَطْنِهَا۔

پس عمر نے کہا کہ اُس کو قید میں رکھو جب تک کہ وضع حمل ہو، جب وضع حمل ہوا تو مولود کے دو دانت تھے اور باپ کے مشابہ تھا، اُس کے باپ نے تسلیم کیا کہ میرا بچہ ہے۔عمر بن خطاب نے سن کر کہا کہ زنان روزگار عاجز ہیں کہ معاذ صحابی سا عالم پیدا کریں۔

لَوْلَا مُعَاذٌ لَهَلَكَ عُمَرُ۔

سبحان اللہ! کیا خوب مسائل شرعی جانتے تھے اور کیا جلد تبدل رائے ہوتا تھا۔

(۳) جناب عمر بن خطاب نے حد شرب شراب باستشارہ اصحاب جاری فرمائی، آپ کو کچھ ذاتی علم حکم شرعی نہ تھا۔صحیح مسلم میں یہ روایت ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ:

«اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ اُتِيَ اِلَيْهِ رَجُلٌ قَدْ شَرِبَ الْخَمْرَ، فَجَلَدَهٗ بِجَرِيْدَتَيْنِ نَحْوَ اَرْبَعِيْنَ»،

قَالَ:وَفَعَلَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ، فَلَمَّا كَانَ عُمَرُ اسْتَشَارَ النَّاسَ، فَقَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ :اَخَفُّ الْحُدُوْدِ ثَمَانُوْنَ، «فَاَمَرَ بِهٖ عُمَرُ».

اور ابن تیمیہ عالم اہل سنت نے منہاج الکرامہ میں بروایت ابن عباس لکھا ہے کہ قدامہ بن مطعون نے شراب پی، عمر نے پوچھا ایسا کیوں کیا اُس نے آیہ وافی ہدایۃ تلاوت کی

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا﴾

اور میں مہاجرین اولین ومجاہدین بدر واحد سے ہوں، یہ سن کر خلافت مآبؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ کچھ جواب دو، لیکن کسی نے جواب نہ دیا، ابن عباس سے کہا کہ تم جواب دو۔ انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت قبل حرمت شراب کے نازل ہوئی تھی بعد اُس کے آیہ

﴿اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ﴾

نازل ہوئی، پھر عمر نے پوچھا کہ کیا حد جاری کرنا چاہیے؟ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا:

جَلَدَهٗ ثَمَانِيْنَ، فَحَدَّهٗ ثَمَانِيْنَ۔

(۴) محب طبری نے ذخائر العقبیٰ میں مسروف سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایام عدہ میں ایک عورت سے نکاح کیا، عمر نے حکم دیا کہ مہر اس کا داخل بیت المال کیا جاوے دونوں میں ہمیشہ کو جدائی کی جاوے، حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر دونوں نادانستہ تھے تو عورت کو مہر دیا جاوے اور دونوں میں جدائی کی جاوے، بعد انقضائے عدہ کے اختیار خطبہ ہے۔ پس عمر نے اپنے فتویٰ سے رجوع کی وَقَالَ :فَرُدُّوا الْجَهَالَاتِ اِلَى السُّنَّةِ۔

(۵) ایک عورت حاملہ کو حکم سنگساری دیا۔ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کو واپس لے جاؤ اور عمر سے ارشاد کیا کہ

اِنْ يَكُنْ سُلْطَانٌ عَلَيْهَا، فَمَا سُلْطَانُكَ عَلٰى مَا فِيْ بَطْنِهَا؟ وَلَعَلَّكَ انْتَهَزْتَهَا اَوْ اَخَفْتَهَا۔

یعنی تیرا حکم عورت پر جاری ہوسکتا ہے نہ بچہ شکم پر اور شاید کہ تو نے دھمکا کر یا ڈرا کر اقرار لیا ہے۔

عمر نے کہاں ہاں، حضرت نے فرمایا کہ حدیث ہے کہ جو اعتراف بقید وحبس وتخویف ہو وہ لائق اعتبار نہیں، پس عمر نے اس کو رہا کر دیا۔

(۶) کنز العمال میں ام کلثوم بنت ابی بکر سے روایت ہے کہ عمر شب کو جاسوسی کیا کرتا تھا ایک شب کو عورت ومرد کو بحالت زنا مشاہدہ کیا، صبح کو صحابہ سے پوچھا کہ ایک امام نے ایک عورت ومرد کو مرتکب امر فاحشہ دیکھا اور حد جاری کی، تم اُس کے نسبت کیا کہتے ہو سب نے کہا تم امام ہو مختار ہو۔ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا تجھ پر حد جاری کی جاوے گی کیونکہ حق تعالیٰ نے بجز چار شہادت کی حکم اجرائے حد نہیں فرمایا ہے، پس سب صحابہ نے قبول کیا۔

فائدۃ:

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ام کلثوم بنت ابی بکر اس وجہ سے واقف حالات شبہائے خلیفۃ تھی غالباً عقد خلیفۃ میں تھی نہ اُم کلثوم بنت امیر المومنین جو غلط مشہور ہے۔

(۷) بروایت کنز العمال عمر بن خطاب کے سامنے ایک قاتل کو لائے، بعض اولیائے مقتول نے معاف کیا، عمر نے حکم قتل دیا۔ ابن مسعود نے کہا کہ اُس کی جان کا اختیار سب اولیا کو تھا نہ بعض کو، جب بعضوں نے معاف کیا تو اس قدر اس کی جان بری ہوئی، عمر نے کہا پھر کیا رائے ہے؟ ابن مسعود نے کہا کہ اُس کے مال سے بقدر دیت لے کر جس قدر حصہ داروں نے معاف نہیں کیا ہے بقدر حصہ اُن کو دے دو۔

(۸) کنز العمال میں بروایت سعید بن مسیب منقول ہے کہ عمر نے صحابہ سے کہا کہ فتویٰ دو کہ ایک امر مجھے سے آج صادر ہو گیا ہے۔ سب نے عرض کیا یا امیر المومنین فرمایے، عمر نے کہا کہ آج میں روزہ سے تھا ایک کنیز مجھ کو بہت پسند آئی اور میں اس پر بیساختہ جا پڑا، پس صحابہ کو تحیر عظیم ہوا، حضرت امام علیہ السلام خاموش بیٹھے تھے، پس عمر نے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ حضرتؑ نے فرمایا تو نے اپنی کنیز سے مباشرت کی ہے نہ اجنبیہ سے، یہ روزہ فاسد ہوا دوسرا روزہ قضا رکھ لینا۔

(۹) کتاب ''مودۃ القربیٰ'' میں روایت ہے کہ دو شخص عمر بن خطاب کے پاس آئے اور مسئلہ طلاق کنیز پوچھا، عمر اٹھ کر ایک جوان کے پاس آئے اور پوچھا طلاق کنیز کا کیا حکم ہے؟ آپ نے دو انگشت سے اشارہ فرمایا، عمر بن خطاب نے دونوں سے کہا کہ دو طلاق ہیں۔ انھوں نے کہا سبحان اللہ ہم نے تو امیر المومنین سمجھ کر تم سے پوچھا تم نے اور شخص سے پوچھا۔ عمر بن خطاب نے کہا تم جانتے بھی ہو کہ یہ کون ہیں دونوں نے کہا نہیں، اُس نے کہا علی ابن ابی طالبؑ ہیں۔ میں نے سنا ہے رسول خداؐ سے:

لَوْ اَنَّ اِیْمَانَ اَھْلِ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضِ وُضِعَ فِیْ کِفَّۃٍ، وَوُضِعَ اِیْمَانُ عَلِیٍّ فِیْ کِفَّۃٍ، لَرَجَحَ اِیْمَانُ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ۔

(۱۰) جمع الجوامع و کنز العمال میں روایت ہے کہ ایک قضیہ عمر بن خطاب کے سامنے پیش ہوا جس میں ابن خطاب کو کمال تردد و اضطراب لاحق ہوا، آخر کار اصحاب کو جمع کر کے حال انتشار و اضطرار اظہار کیا، اراکین دولت نے متعرض کیا کہ آپ خود ملجائے مہمات ماوائے ملمات پشت پناہ آفات ہیں، یہ سن کر بہت خفا ہوئے اور کہا کہ خدا سے ڈرو اور بصدق و سداد کلام کرو تا کہ اعمال درست ہوں، یعنی خوش آمد درآمد نہ کرو امر حق کہو۔ یہ سن کر اصحاب لاچار ہوئے اور دست بستہ عرض کیا کہ ہم اس مسئلہ کے حل کرنے سے قاصر ہیں۔ عمر نے کہا کہ ہم جانتے ہیں کہ جو عالم مسئلات، حلال مشکلات، کشاف معضلات، ملجا و ماوائے کائنات ہے، سب نے عرض کیا شاید علی ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں، عمر نے کہا ہاں وہی ہیں، کوئی کسی شکم مادر سے

اُن کا عدیل ونظیر پیدا نہیں ہوا، چلو اُسی جناب کے پاس۔ پس سب نے عرض کیا کہ آپ اُن کے پاس جائیے گا یا وہ آپ کے پاس حاضر ہوں گے۔ عمر نے کہا ھیھات وہ اشرف خاندان ہاشمیہ افضل دودمانِ مصطفویہ، اعلم علوم نبویہ، اعرف اسرار الٰہیہ ہیں کہ واسطے تحصیل اشرف علوم کے سب لوگ در دولت پر حاضر ہوتے ہیں اور انھیں کے درِ دولت سے احکام شریعت صادر ہوتے ہیں، پس عمر بن خطاب معہ اصحاب حاضر استانہ فلک جناب ہوئے، آپ ایک باغ میں تشریف فرما تھے اور آیہ

﴿اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی﴾

بار بار تلاوت فرماتے تھے اور زار زار روتے تھے۔ پس قاضی شریح نے باجازت عمر بن خطاب عرض کیا کہ بالفعل یہ قضیہ درپیش ہے کہ ایک شخص ایک زن منکوحہ وایک کنیز ایک شخص کے پاس چھوڑ کر سفر کو گیا، آج رات کو دونوں نے بچہ جنا، ایک پسر ہے ایک دختر، یہ کہتی ہے پسر میرا ہے وہ کہتی ہے پسر میرا ہے۔ حضرت نے فرمایا تو نے کیا حکم دیا؟ اُس نے عرض کیا کہ کچھ نہیں۔ حضرت نے پرکاہ اٹھا کر فرمایا کہ اس کا فیصلہ اس سے بھی آسان تر ہے۔ بعد اس کے آپ نے دو پیالہ طلب فرما کر دونوں عورتوں کا دودھ لیا اور وزن کیا تو ایک عورت کا دودھ دوسری عورت کے دودھ سے نصف وزن ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ دختر اس عورت کی ہے اور پسر اُس کا ہے اور قاضی شریح سے ارشاد کیا، تو نہیں جانتا ہے کہ عورت کا حصہ نصف ہے میراث میں اور نصف ہے شہادت میں اور نصف ہے عقل میں اور نصف ہے دیت میں اور نصف ہے ہر شے میں، پس عمر بن خطاب کو اس حکم عجیب وفیصلہ غریب سے کمال استعجاب ہوا اور کہا

یَا اَبَا الْحَسَنِ، لَا اَبْقَانِیَ اللّٰہُ لِشَدِیْدَۃٍ لَسْتَ لَھَا، وَلَا بَلَدًا لَسْتَ فِیْہِ۔

(۱۱) ذخائر العقبیٰ وریاض النضرہ میں روایت ہے کہ دو شخصوں نے ایک عورت کے پاس سو دینار سپرد کیے اور کہا جب تک ہم دونوں نہ آویں نہ دینا، بعد ایک سال کے ایک شخص آیا کہ دوسرا شخص مر گیا مال ہمارا مسترد کرو اور نوبت باصرار و تکرار پہنچی، ناچار اُس عورت نے سو دینار حوالہ کر دیے۔ دوسرے سال دوسرا شخص آیا اور تقاضائے مال کیا، آخر کار یہ قصہ عمر بن خطاب تک پہنچا اور قصد فیصلہ کیا، عورت نے کہا للہ واسطے فیصلہ کے حضرت امیرؑ کی خدمت میں بھیج دو۔

اور تذکرہ خواص الامہ میں ہے:

فَقَالَ عُمَرُ :مَا اَرَاکِ اِلَّا ضَامِنَۃً، فَقَالَتْ :اَنْشُدُکَ اللّٰہَ، ارْفَعْنَا اِلٰی عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ علیہ السلام۔

اور مطابق اسی کے ''ازالہ الخفا'' میں بھی روایت ہے الغرض جب خدمت بابرکت حضرت حلال مشکلات، کشاف معضلات کے پہنچا تو آپ سمجھ گئے کہ مکر وفریب کیا ہے۔ حضرت نے ارشاد فرمایا کہ تم دونوں نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ ہم دونوں کو دینا نہ ایک کو؟ اس نے کہا کہ ہاں، آپ نے فرمایا کہ پھر تو جا کر دوسرے کو بھی لا تو مال ملے ورنہ نہیں۔

(۱۲) ابو محمد احمد بن محمد بن علی عاصمی نے کتاب ''زین الفتی'' میں بروایت زید بن اسلم نقل کیا ہے کہ جب عمر بن خطاب

کوخلافت ہوئی تو حارث بن سنان صحابی اور ایک انصاری سے منازعت واقع ہوئی، انصاری نے ایک طمانچہ مارا، یہ قصہ عمر بن خطاب کے سامنے پیش ہوا، عمر بن خطاب نے کہا کہ تو قصاص ایام جاہلیت چاہتا ہے یا بطریق اسلام کے؟ حارث نے کہا بطریق جاہلیت۔ عمر بن خطاب نے کہا پناہ بخدا جہل و جاہلیت سے، حق تعالیٰ نے بعد اسلام کے برکت محمد و برکت قرآن سے طریقہ جاہلیت کو مٹا دیا ہے، طریقہ جاہلیت یہ تھا کہ ہاتھ قطع کیا جاتا تھا، اب اسلام میں قطع ید سرقہ کے واسطے ہے مگر بحسب قواعد اسلام طماچہ کے عوض طمانچہ مار سکتا ہے۔ یہ سن کر حارث غضبناک ہوا چلا گیا اور قیصر روم کے پاس جا کر دین عیسائی اختیار کیا، قیصر روم نے پادریوں کو جمع کیا اور حکم دیا کہ اس کو سجدہ کریں اور حارث کے واسطے ایک تخت زرین نگار آراستہ کرا دیا اور ہزار اشرفی مشاہرہ مقرر کیا اور تین سو مسلمان اسیر تھے ان کو یہ شان و شوکت اور عیش و عشرت حارث کو دکھا کر حکم دیا کہ اگر نصرانی ہو جاویں تو اسی طرح سے ان کی بھی توقیر و تعظیم، ترفیہ و تکریم کی جاوے۔ جب اسارائے اسلام نے یہ حال دیکھا تو انھوں نے گریبان اپنے چاک کیے اور بال نوچے اور بہت شور فغان کیا اور یہ آیت پڑھی:

﴿لَئِنْ لَّمْ يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَ يَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

اور حارث سے کہا وائے ہو تجھ پر خدا فرماتا ہے:

﴿لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

اور حال حارث پر بہت تالم و تاسف اور تحسر و تلہف کیا کہ ایمان بخدائے حمید اور قرآن مجید حاصل ہو کر پھر راہ باطل اور طریقہ لاطائل گمراہی و ضلالت پر مائل ہو گیا، یہ حال دیکھ کر حارث کو کمال خوف طاری ہوا اور اس نے کہا کہ میں نے سب قرآن فراموش کیا صرف اسی قدر یاد ہے کہ

﴿وَ مَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَ هُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ﴾

قیصر روم سن کر بہت غضبناک ہوا اور بکمال رنج و ملال ایک مجلس خاص آراستہ اور علمائے زمان اور قیسیان و رہبانان سے پیراستہ کی اور ان سے کہا کہ معلوم نہیں کہ حارث نے دین عیسائی کس واسطے اختیار کیا ہے؟ آیا طمع مال و دولت ہے یا کوئی مکر و خدیعت ہے؟ یا دین اسلام میں کوئی عیب و قباحت ہے؟ علما نصارا نے کہا کہ چند مسائل غامضہ سوالات مشکلہ لکھے جاویں، اور بادشاہ اسلام کے پاس بھیجے جاویں، اگر وہ جواب باصواب دیوے تو بے شک صاحبان علم نبوت اور حاکمان شریعت، والیان دین و ملت سے ہیں اور بقائے دین ان کا ممدود اور سلسلۂ شریعت ان کا نامحدود ہے۔ پس اسارا اسلام کو بھی رہا کرنا اور ان کے طریقہ سے اور دین و ملت سے کوئی تعرض اور مزاحمت نہ کرنا چاہیے اور اگر وہ جواب شافی بطور کافی نہ دے سکے تو اسیران اسلام کو دین عیسائی پر مجبور کرنا اور اگر انکار کریں تو مقتول و مقہور کرنا چاہیے اور کچھ خوف نہ کرنا چاہیے کیونکہ وہ صرف مکار ہیں اور باشادہان جبار ہیں، جن سے کوئی مضرت تیرے ملک و ملت کو نہیں پہنچ سکتی۔ قیصر روم نے کہا کہ کیا ان کا اختیار اور تسلط و اقتدار اس مرز بوم اور مملکت روم تک پہنچ سکتا ہے؟ علماء نصارا نے کہا کہ ہاں اگر وہی احمد ہیں جن کی

بشارت عیسیٰ بن مریم نے حوارئین کودی تھی تو ایسا ہی ہوگا اور اگر وہ نہیں ہیں تو ان کا دین وملت اور اقتدار وسلطنت چندروز میں باطل اور جلد تر زائل ہوجائے گا قیصر روم نے اس امر کو بہت پسند کیا، حکم دیا کہ نامہ لکھا جاوے اس مضمون سے کہ

یہ نامہ قیصر روم کا ہے طرف عمر بن خطاب کے، اما بعد معلوم ہو کہ حارث بن سنان نے دین عیسائی اختیار کیا اور تمہارے دین وملت سے پھر گیا، ہم نے یہ گمان کیا تھا کہ تمھارا دین وملت دین حنیف و قویم اور طریق حق اور صراط مستقیم ہے اور تمارے احمد وہی ہیں کہ جن کی بشارت حضرت عیسیٰ نے ہم کودی ہے اور حق تعالیٰ نے انجیل میں یہ خبر دی ہے کہ مذاہب کے اختلاف کو وہ بوجہ احسن صاف کریں گے، پس تقویٰ و پرہیز گاری اور ان کی اطاعت اور فرمان برداری اختیار کرو اور ان کی مخالفت سے اجتناب کرو ورنہ ہلاک ہوگے اور ان سے جدال وقتال نہ کرو ورنہ مورد عقوبت دردناک ہوگے کیونکہ ہم ان کے ناصر ومددگار اور فرشتگان الٰہی ان کے انصار ہوں گے اور کوکبہ شاہی اور دبدبۂ جہان پناہی ان کا قلوب خلائق میں مستولی ہوگا، پس خوشا حال اس شخص کا کہ جو اس کی تصدیق اور تعظیم اور اعانت وتکریم کرے اس شخص پر کہ جو اس سے انحراف اور اس کے دین سے استنکاف کرے۔ پس اگر تم دین حق پر ہو تو مسائل مشکلہ اور سوالات مختلفہ ومعضلہ کا جواب باصواب تحریر کرو، ہم کو توریت اور انجیل اور زبور سے معلوم ہوا ہے کہ وہ قرآن میں ہیں۔

وہ سوالات حسب ذیل ہیں:

(۱) یہ کیا قول ہے؟ ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾

(۲) یہ کیا قول ہے ؟ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

(۳) ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ تعجب ہے کہ مالک آخرت ہے اور مالک دنیا نہیں۔

(۴) ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ کس چیز میں خدا سے استعانت چاہتے ہو اگر خیر کی اعانت درکار ہے تو کیوں تم شرور کا ارتکاب کرتے ہو، ملک و مال کی خواہش کرتے ہو، دنیا کے واسطے قتال وجدال کرتے ہو، زہد وترک دنیا نہیں کرتے ہو اور اگر تم شرور میں اعانت خدا چاہتے ہو تو تم کامیاب ہو چکے۔

(۵) ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ شاید تم راہ راست پر نہیں ہو جو راہ راست کے خواستگار ہو یا اپنے دین میں شک رکھتے ہو یا اپنے پیغمبر کو کاذب جانتے ہو۔

(۶) ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ کس امت پر تم سے زیادہ نعمت نازل کی ہے حالانکہ خدا نے انجیل میں فرمایا ہے کہ امت احمدیؐ پر اتمام نعمت کروں گا۔

(۷) ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ سے کیا مراد ہے، کیا تم پر غضب الٰہی نازل ہوا تھا یا آیندہ نزول غضب کا خوف ہے؟

(۸) ﴿وَ لَا الضَّآلِّيْنَ﴾ کیا تم گمراہ ہو یا دین محمدی کو مشکوک جانتے ہو؟ پس یہ کلمات ہم نے نہ توریت میں دیکھے نہ انجیل میں نہ زبور میں دیکھے۔

(۹) توریت میں ہے کہ خدا کے واسطے رداوازار ہے وہ کیا ہے؟

(۱۰) مقام خدا کیا ہے؟

(۱۱) وہ کیا پانی ہے جو زمین وآسمان میں نہیں ہے؟

(۱۲) وہ کون مبعوث ہے جو نہ انسان ہے نہ جن ہے نہ فرشتہ ہے؟

(۱۳) وہ کیا شے ہے جو تنفس کرتی ہے اور بیجان ہے؟

(۱۴) وہ کون ہے کہ جس پر خدا نے وحی بھیجی، نہ وہ جن ہے نہ انسان نہ فرشتہ ہے؟

(۱۵) عصائے موسیٰ کس چیز کا تھا اور کیا نام تھا اور کس مقدار کا تھا؟

(۱۶) وہ باکرہ عورت کون ہے جو دنیا میں دو بھائیوں کے واسطے ہے اور عقبیٰ میں ایک بھائی کے واسطے؟

(۱۷) اور وہ کون سی قبر ہے جو اپنے صاحب کو لے کر سیر کرتے پھرے؟

(۱۸) کون عدد ہیں متصل واحد سے بیس تک اور بیس سے سو تک منفصل ہیں؟

بعد ختم نامہ کے یک عالم نصرانی کو حوالہ کیا تا کہ عمر بن خطاب پاس لے جاوے، چنانچہ وہ قاصد وارد مدینہ ہوا اور خانہ عمر بن خطاب پر آیا، دیکھا کہ کوئی دربان و پردہ نہیں ہے، وہ متحیر ہوا اور زنجیر ہلائی، ایک کنیز حبشیہ باہر آئی، پوچھا کہ بادشاہ تمہارا کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ بادشاہ ہمارا آسمان پر ہے سوائے اس کے کوئی خدا نہیں، اگر صاحب مکان کو پوچھو تو وہ مزدور مسلمین وحاکم مومنین ہے، وہ قضائے حوائج ارامل وایتام میں مشغول ہے۔ اس نے کہا کہ بازار میں جا کر دیکھو جو شخص طویل القامت لاغر ہے اور قبائے درشت و کہنہ ادیم کی پہنے ہے اور ہاتھ میں تازیانہ لیے ہے، اعانت ضعفا کرتا ہے اور بار برداری کرتا ہے وہی ہے۔ چنانچہ بازار میں جا کر عمر بن خطاب کو پایا اور نامہ قیصر روم حوالہ کیا۔

جب نامہ چاک کیا اور حال نصرانیت حارث معلوم ہوا تو آب دیدہ ہوا اور مکان پر آ کر قاصد روم کو ایک مکان میں فروکش کیا اور دوسرے روز جب اصحاب رسول خداؐ جمع ہوئے اور حضرت امام علیہ السلام بھی تشریف لائے تو عمر بن خطاب نے نامہ قیصر روم حضرت کو دیا تو ملاحظہ فرما کر تبسم کیا اور حضرتؑ نے فوراً جواب فی البدیہہ تحریر فرمایا کہ یہ نامہ عمر بن خطاب ہے بنام قیصر سلطنت عیسائیہ۔

امابعد واضح ہو کہ حال ضلالت حارث معلوم ہوا۔

﴿مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ﴾
وہ بطمع دنیا داخل اسلام ہوا تھا جب دنیا نہ پائی تو برگشتہ ہو گیا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ﴾

جوابِ سوال:

(۱) یہ ہے کہ نام خدا ہر درد کی دوا اور ہر مرض کی شفا ہے، رحمان وہ اسم ہے کہ سوائے خدا کے کسی کا نام نہیں اور رحیم اس وجہ سے ہے کہ جو گنہگار توبہ کرتا ہے اور ایمان وعمل صالح اختیار کرتا ہے اس پر رحم کرتا ہے۔

(۲) ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ : یہ تعریف ہے کہ جناب احدیت نے ہم کو سکھائی ہے اور وہ لائق تعریف اس وجہ سے ہے کہ اپنے بندوں پر نعمات دینی ودنیوی عطا فرمائی ہیں۔

(۳) ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ اس وجہ سے کہتے ہیں کہ روز قیامت سوائے اس کے کوئی مالک نہیں ہے، روز قیامت بندوں کا اختیار اسی کو ہے، دنیا میں جو شک کرے گا یا شرک کرے گا اس کو وہی داخل جہنم کرے گا اور جو ایمان لائے گا اور اطاعت کرے گا اس کو داخل بہشت کرے گا۔

(۴) ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ پس ہم خاص اسی کی عبادت کرتے ہیں اور دیگر فرقہ اس کی عبادت میں کچھ نہ کچھ شرک کرتے ہیں اور اسی سے استعانت کرتے ہیں تا کہ شیطان ہم کو گمراہ نہ کرے جیسا کہ تم کو گمراہ کیا ہے

(۵) ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ وہ راہ راست ہے جو بہشت تک پہنچاتی ہے اور جو دنیا میں عمل صالح کرتا ہے وہی وہاں تک واصل ہوتا ہے ہم اس سے توفیق عمل صالح کیا کرتے ہیں جو صراط مستقیم ہے اور بہشت تک پہنچا دے گی۔

(۶) ﴿صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ﴾ اس سے مراد وہ نعمتیں ہیں کہ انبیا وصدیقین پر نازل کی ہیں وہی ہم بھی طلب کرتے ہیں۔

(۷) ﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ مراد یہود ہیں کہ بسبب غضب الٰہی کی قرد وخنزیر ہو گئی تھی پس ہم سوال کرتے ہیں کہ ہم پر غضب نازل نفرماوے۔

(۸) ﴿وَ لَا الضَّآلِّيْنَ﴾ سے مراد عیسائی ہیں کہ دین عیسائی ترک کر کے الوہیت عیسیٰ ومریم کے قائل ہو گئے ہیں ہم سوال کرتے ہیں کہ اس طرح سے ہم گمراہ نہ ہوں۔

(۹) اور یہ سوال کہ ازار ورداے خدا کیا ہے تو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ، وَالْعَظَمَةُ اِزَارِيْ۔

(۱۰) مقام خدا، قدرت ہے۔

(۱۱) وہ پانی جو زمین سے نکلا، نہ آسمان سے وہ عرق اَسپان حضرت سلیمانؑ ہے جو حضرت سلیمان نے لیکر جمع کیا تھا۔

(۱۲) اور جو مبعوث جن وانس وملائکہ سے نہیں ہے وہ کچّے اہے جس کو خدا نے بھیجا تھا تا کہ قابیل کو دفن کرنا لاش ہابیل کا بتاوے۔

(۱۳) اور جو شے بیجان ہے اور تنفس کرتی ہے وہ صبح ہے:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿وَ الصُّبۡحِ اِذَا تَنَفَّسَ﴾

(۱۴) اور جس پر وحی نازل ہوئی اور وہ جن وملیکہ وانسان سے نہیں ہے وہ مکس عسل ہے:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی ﴿وَ اَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ اَنِ اتَّخِذِیۡ مِنَ الۡجِبَالِ بُیُوۡتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعۡرِشُوۡنَ﴾

(۱۵) عصائے موسیٰ شاخ درخت عوسج کا تھا، دس ہاتھ کا طولانی تھا اور نام اس کا زائدہ تھا کیونکہ جب روح اس میں داخل ہوتی تھی تو زیادہ ہوجاتا تھا جب نکل جاتی تھی پھر کم ہوجاتا تھا، حضرت جبرئیل نے بہشت سے لاکر حضرت شعیب کو دیا تھا۔

(۱۶) اور باکرہ عورت جس کی گردن میں مروارید ہیں وہ نخل خرما ہے کہ دنیا میں ہم تم دونوں کے واسطے اور عقبٰے میں صرف مسلمین کے واسطے ہے۔

(۱۷) اور جو قبر اپنے صاحب کو لے کر پھرے وہ شکم ماہی ہے جو یونس کو لے کر پھری۔

(۱۸) بیس عدد متصل یہ ہیں کہ ایک خدائے واحد اور دو آدم وحوا اور تین جبرئیل ومیکائیل واسرافیل سرداران ملائکہ اور چار توریت وانجیل وزبور وفرقان اور پانچ نماز پنجگانہ اور چھ ایام خلق عرض وسموات اور سات سبع سموات اور آٹھ حاملان عرش الٰہی:

﴿وَ یَحۡمِلُ عَرۡشَ رَبِّکَ فَوۡقَهُمۡ یَوۡمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ﴾

اور نو معجزات حضرت موسیٰ:

﴿وَ لَقَدۡ اٰتَیۡنَا مُوۡسٰی تِسۡعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ﴾

اور دس روز ایام حج کے مراد ہیں:

فَتِلۡکَ عَشَرَةٌ کَامِلَةٌ۔

اور گیارہ وہ ستارہ ہیں جو حضرت یوسف نے خواب میں دیکھے:

﴿اِنِّیۡ رَاَیۡتُ اَحَدَ عَشَرَ کَوۡکَبًا﴾

اور بارہ ماہائے دوازدہ گانہ ہے اور تیرہ میں گیارہ ستارہ اور آفتاب وماہتاب ہیں کہ جن کو حضرت یوسف نے خواب میں سجدہ کرتے دیکھا ہے اور چودہ قنادیل نور ہیں جو عرش اعظم پر معلق ہیں توریت میں مذکور ہیں نہ انجیل وزبور وفرقان میں

مسطور ہیں اور پندرہ روز ماہ صیام کے ہیں جس میں زبور داؤد پر نازل ہوئی ہے اور سولہ صف ملائکہ کے ہیں جن کا ذکر اجمالی قرآن میں ہے:

﴿اَلَّذِیْنَ یَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ﴾

اور ذکر تفصیلی توریت میں ہے اور سترہ وہ اسماء اعظم ہیں کہ پیشانی جہنم پر نہ لکھے جاتے تو اس کی زفیر وشہیق سے جو کچھ مابین آسمان وزمین تھا سب جل کر خاک ہو جاتا اور اٹھارہ سراپردہ نور جناب رب العزت ہیں اگر نہ ہوتے تو موجودات زمین وآسمان ضائع ہو جاتی اور انیس ملائکہ زبانیہ جہنم ہیں ماتحت ان کے بقدر ریگ روان وقطرات باران فرشتہائے ہولناک ہیں اور بیس ایام رمضان ہیں جن میں انجیل نازل ہوئی ہے اور تیس ایام مناجات حضرت موسیٰ ہیں جن کی تکمیل چالیس سے ہوئی ہے اور پچاس عدد شتر خون بہائے انسان ہے اور ساٹھ عدد کفارہ ہیں:

قَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿اَوْ اِطْعَامُ سِتِّیْنَ مِسْكِیْنًا﴾

اور ستّر

﴿وَ اخْتَارَ مُوْسٰی قَوْمَهٗ سَبْعِیْنَ رَجُلًا﴾

اور اسّی حد قذف ہے اور نوے زمان داؤد ہیں اور سو تازیانہ حد زانی بکر ہے۔

بعد اس کے نامہ ملفوف فرما کر حوالہ قاصد روم فرمایا۔ پس روایت مذکور سے علم جناب ولایت مآبؑ اور جہل خلافت مآب مثل آفتاب روشن ہو گیا۔

(۱۳) ثعلبی امام اہل سنت نے قصص الانبیا میں قصہ اصحاب کہف کی یہ روایت لکھی ہے کہ ایام خلافت خلیفۃ ثانی میں چند یہود آئے اور عمر سے پوچھا تم ہی جانشین پیغمبر ہو، کہا ہاں، یہود نے کہا کہ چند مسائل ہم کو دریافت کرنا ہے اگر جواب باصواب دو گے تو تمہارا دین حق ہے، پیغمبر برحق ہیں، ورنہ باطل ہے۔ عمر نے کہا سوالات پیش کرو۔ انہوں نے کہا قفل آسمان کیا ہے اور کلید آسمان کیا ہے اور جو قبر صاحب قبر کو لے کر سیر کرتی رہی وہ کیا ہے اور جس نے اپنی قوم کی تخویف کی وہ کون ہے کہ نہ جن ہے نہ انسان اور وہ پانچ کون ہیں کہ زمین پر چلتے پھرتے تھے اور شکم مادر سے نہیں پیدا ہوئے اور کبک کیا کہتا ہے اور مرغ کیا کہتا ہے اور اسپ کیا کہتا ہے اور خر کیا کہتا ہے مینڈک کیا کہتا ہے قنبرہ کیا کہتا ہے؟ یہ سن کر عمر نے سر جھکا لیا اور کہا کچھ عیب نہیں ہے جو بات ہم کو معلوم نہیں ہے وہ ہم بیان نہیں کر سکتے پس یہود خوش ہو کر کہنے لگے کہ آنحضرت نہ پیغمبر تھے نہ دین ان کا حق ہے۔ پس سلمان فارسی کھڑے ہو گئے اور کہا کہ توقف کرو، یہ کہہ کر حضور لامع النور حضرت امام علیہ السلام میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ دین اسلام کی فریاد رسی فرمائیے پس وہ حضرت ردائے جناب رسالتمآبؐ زیب دوش فرما کر تشریف لائے، پس عمر خطاب نے اٹھ کر معانقہ کیا اور کہا:

یَا اَبَا الْحَسَنِ، اَنْتَ لِكُلِّ مُعْضِلَةٍ وَشِدَّةٍ تُدْعٰی

یعنی اے ابوالحسنؑ آپؑ سے ہر مشکل ومصیبت شدید میں التجا کی جاتی ہے۔

پس علمائے یہود کو طلب فرما کر ارشاد کیا کہ سوال کرو، جناب رسالتمآب نے مجھ کو ہزار باب علوم کے تعلیم فرمائے ہیں کہ ہر باب سے ہزار بابِ علم مجھ پر کشادہ ہوئے ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ اگر جواب شافی پاؤ گے تو دینِ اسلام قبول کرو گے۔ علمائے یہود نے قبول کیا اور سوال کیا کہ قفل آسمان کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ شرک بخدا ہے، کوئی عمل خیر مشرک کا آسمان تک نہیں جانے پاتا، کہا کہ کلید آسمان کیا ہے فرمایا کلمہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

پوچھا کہ قبر سیارہ کیا ہے؟ فرمایا کہ شکم ماہی کہ یونس علیہ السلام کو لے کر ساتوں دریا کی سیر کرتی پھری۔ پوچھا کہ اپنے قوم کی تخویف کس نے کی اور وہ جن وانس سے نہ تھا؟ فرمایا مورچۂ سلیمان ہے۔

﴿قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰۤاَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَ جُنُوْدُهٗ ۙ وَ هُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ﴾

پوچھا وہ پانچ جاندار کون ہیں جو شکم مادر سے پیدا نہیں ہوئے اور زمین پر چلتے پھرتے رہے؟ فرمایا حضرت آدم وحوا اور ناقہ صالح اور گوسفند ابراہیم اور عصائے موسیٰ۔ پوچھا کہ کبک کیا کہتا ہے؟ فرمایا کہتا ہے:

﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى﴾

پوچھا مرغ کیا کہتا ہے؟ فرمایا:

اُذْكُرُوْا اللّٰهَ يَا غَافِلِيْنَ۔

پوچھا اسپ کیا کہتا ہے؟ فرمایا وقت جہاد کافرین کے کہتا ہے کہ

اَللّٰهُمَّ انْصُرْ عِبَادَكَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَى الْكَافِرِيْنَ۔

پوچھا حمار کیا کہتا ہے؟ فرمایا وہ بیگے لینے والے پر لعنت کرتا ہے اور شیاطین کو دیکھ کر صدا کرتا ہے۔ پوچھا کہ مینڈک کیا کہتا ہے؟ فرمایا:

سُبْحَانَ رَبِّيَ الْمَعْبُوْدِ، الْمُسَبَّحِ فِيْ لُجَجِ الْبِحَارِ۔

پوچھا کہ قنبرہ کیا کہتا ہے؟ فرمایا:

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ مُبْغِضِيْ مُحَمَّدٍ وَاٰلِ مُحَمَّدٍ۔

چنانچہ یہ سن کر منجملہ تین علمائے یہود کے دو شخص مسلمان ہوئے اور کلمہ شہادت ادا کیا اور ایک عالم نے یہ عرض کیا کہ میرا ایک سوال باقی ہے، آپ نے فرمایا کہ بیان کر، اس نے عرض کیا کہ وہ کون لوگ تھے جو زمان سابق میں تین سے نوے برس تک مردہ رہے بعد اس کے حق تعالیٰ نے ان کو زندہ کیا؟ حضرت نے فرمایا کہ یہ اصحاب کہف ہیں کہ جن کا قصہ خداوند

حمید نے قرآن مجید میں نازل فرمایا ہے۔ یہودی نے کہا کہ ہم نے تمہارا قرآن سنا ہے لیکن مفصل بیان کیجیے کہ ان کے کیا نام تھے اور ان کے باپ کے کیا نام تھے اور شہر کون تھا اور ملک کون تھا کتے کا کیا نام تھا اور پہاڑ کا کیا نام تھا اور کہف کا کیا نام تھا؟ قصہ ان کا من اولہ تا آخرہ بیان کیجیے۔ پس حضرت امام علیہ السلام نے ردائے رسول خداؐ دوش مبارک سے اتار کر لپیٹ لی اور آمادہ جواب ہو کر بیٹھے اور فرمایا کہ خبر دی ہے مجھ کو میرے حبیب باصفا محمد مصطفیٰؐ علیہ التحیۃ والثنا نے کہ ملک روم میں ایک شہر تھا جس کو ایام جاہلیت میں افسوس اور اب اس کو طرطوس کہتے ہیں اس شہر کا ایک شہر یار نیکوکار ونیکو کردار تھا، بعد اس کے وفات کے انتظام شاہی میں اختلال اور قوام جہان پناہی میں زوال پیدا ہو گیا، یہ حال سن کر بادشاہان عجم سے ایک بادشاہ جبار جفا کار وستمگار جس کا نام دقیانوس تھا معہ لشکر جرار اور افسران کفار کی تاخت لایا اور اس شہر پر مسلط ہو گیا اس نے ایک قصر رفیع ایوان بدیع بنایا۔

عالم یہودی نے عرض کیا کہ اگر آپ عالم دین محمدیؐ واقف اسرار احدی ہیں تو اس کی بھی کیفیت تفصیلی بیان کیجئے؟ آپ نے فرمایا کہ اس نے وہ قصر زرنگار سنگ سفید آبدار سے بنایا تھا، عرض وطول اس کا ایک فرسخ سے ایک فرسخ تھا جس میں چار ہزار ستون زرین کار جواہر نگار قائم کیے تھے، ہزار قنادیل زرین قمقمہ ہای سمین زنجیر ہائے طلائی ونقرئی میں آویزاں کیے تھے، شمع ہائے موی وکافوری اور عطر ہائے مشکین وفتیلہ ہائے عنبرین سے روشن کی جاتی تھیں، ایوان شرقی وایوان غربی میں آٹھ آٹھ کرہ نورانی بنائے تھے کہ جس طرف آفتاب عالمتاب گردش کرتا تھا ہر کرہ سے نور آفتاب جلوہ افگن ہو کر تمام محفل کو روشن کرتا تھا، اور اور اس میں ایک تخت مرصع کار جواہر نگار اسّی ہاتھ طولانی اور چالیس ہاتھ عرضانی آراستہ کیا تھا اور اسّی کرسی ہائے مذہب وطلا مرصع بجواہر بے بہا جانب راست اور اُسی قدر جانب چپ پیراستہ کی تھیں، جانب راست علمائے دین و حکمائے حکمت آئین اور جانب چپ اراکین واساطین جلوہ اندوز ہوتے تھے اور خود تاج جواہر نگار اکلیل مرصع کار اور خلعت زرتار سے مزین ہو کر اس سریر بینظیر پر رونق افروز ہوتا تھا۔

عالم یہودی نے عرض کیا کہ آپ عالم دین محمدی ہیں تو کیفیت تاج بیان فرمائیں، حضرت نے فرمایا کہ تاج ضیا بار اس کا بالکل زرنگار، مرصع بجواہر ابدار مکلل بلائے شاہوار تھا، جس میں نور کن تھی ہر رکن میں ایک گوہر شاہوار تھا، جو شب تار میں مانند کوکب تابان کی ضیا بار تھا اور پچاس نوجوان رعنا لالہ رخسار فرزندان دلاور ان جرار باگزر ہائے سیمین کار وزرین نگار پس پشت ایستادہ رہتے تھے جن کے کمر کو منطقہ ہائے احمر، کمر بند ہائے مرصع بجواہر آراستہ اور تمام پیکر خلعت ہای پرزر وسراویل حریر اخضر اور تاجہائے پرزر اور بازو بند ہائے لعل وگوہر اور خلخالہائے سیم وزر سے پیراستہ کیا تھا اور چھ نوجوان باعلم وکمال، صاحبان جمال واجلال کو انتخاب کر کے وزیر باتدبیر ومشیر باتوقیر قرار دیا تھا۔ منجملہ ان کے تین جوان خوش جمال باعلم کمال جانب راست تھے جن کے نام تملیخا، مکسلمینا محملمینا اور جانب چپ مرطوس، کطوس، ساربوس جملہ امور میں مشیر وندیم باتوقیر وتعظیم رہا کرتے تھے اور جس وقت بادشاہ گیتی افروز صحن ایوان میں جلوہ اندوز ہوتا تھا اسی وقت ایک غلام پری جگر ایک جام

سیمین پر از مشک اذفر اور دوسرا غلام خوش خط ایک جام زرین پر از دُر احمر اور ایک غلام سمن پر ایک طائر زرین پر لے کر حاضر ہوتا تھا اور مرغ خوش نظر کو ایسا تعلیم کیا تھا کہ پرواز کر کے جام مشک ناب میں غوطہ زن ہو کر جام گلاب میں غوطہ زن ہوتا تھا اور ہر مرتبہ پرواز کر کے تاج نور فشان پر بال افشان ہوتا تھا۔

اسی طرح سے تیس برس اس کی سلطنت کو گزرے، کوئی مرض و کوئی آزار، کوئی درد و یا بخار عارض نہ ہوا، اس وقت نفس امارہ نے اس کے دل میں مکر و زور اور شیطان غدار نے اس کی طبیعت میں نخوت و غرور پیدا کیا، فرعونیت کا سامان اور شیطنت کا طغیان ہویدا کیا، اس نسناس و ناسپاس نے دعوے الوہیت ادعائے ربوبیت کا آغاز کیا، جو شخص اس کے ربوبیت کا اقرار و اعتراف کرتا تھا اس کو خلعت و انعام سے سرفراز کرتا تھا اور جو شخص استنکاف کرتا تھا اس کو انواع عقوبت و اقسام ہلاکت سے دمساز کرتا تھا۔ پس تمام خلایق نے ایک عرصہ دراز تک اس کی عبادت و بندگی اور پرستندگی و افگندگی اختیار کی ایک دن روز عید تھا اور بادشاہ زرین کلاہ اپنے تخت شاہی پر باشوکت جہان پناہی رونق افروز تھا کہ ایک سپہ سالار افسر باوقار نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ ایک بادشاہ جبار نے بالشکر جرار زمین فارس سے آ کر شہر پناہ بادشاہ کجکلاہ کا محاصرہ کر لیا ہے۔ یہ سن کر بادشاہ کو ایسا تردد و انتشارِ تفکر و اضطرار طاری ہوا کہ تخت شاہی سے گر پڑا اور سر سے تاج جہان پناہی گر گیا۔

جب تینوں وزیران عاقل مشیران کامل نے اس حال پُر اختلال تشتت بال و شدت بلبال کا مشاہدہ کیا تو وزیر ذی علم تملیخا نے دل میں تفکر و تدبر کرنا شروع کیا کہ اگر یہ بادشاہ پروردگار حقیقی ہوتا تو بول و غائط کی حاجت، خواب و خور کی ضرورت، حزن و اضطرار کی کیفیت مستولی نہ ہوتی۔ یہ سب صفات حادثہ شایان ممکنات ہیں نہ لایق صانع ممکنات خالق موجودات۔ یہ سوچ کر خاموش ہو رہا چونکہ ان چھ وزرائے عالی منش عقلائے بادانش و بینش کا دستور تھا کہ ہر شب ایک دوسرے کے گھر بطور ضیافت مجتمع ہو کر دعوت کھاتے تھے۔ اس روز بحسب اتفاق مکان تملیخا میں بزم عیش و شادمانی محفل مہمانی و کامرانی واقع ہوئی، سب وزرا بدستور مشغول عیش و سرور ہوئے لیکن تملیخا شریک خورد و نوش نہ ہوا اور بخور و مہموم افسردہ و مغموم کنارہ گزین رہا، دیگر وزرا نے استفسار کیا، اس نے بیان کیا کہ میں اس فکرِ دقیق کے بحر عمیق میں غوطہ زن ہوں کہ اس آسمان رفیع، ایوان بدیع کو بدون طناب و ستون کے کس نے قایم و استوار کیا ہے اور آفتاب تابان ماہ نور افشان و کواکب درخشان سے ضیا بار کیا ہے اور کرہ زمین کو بالائے سطح آب ذخار او تار جبال و کوہسار سے کس نے محکم و پائدار کیا ہے، اور کس نے ہم کو شکم مادر سے پیدا اور بطن عدم سے ہویدا کیا ہے عمر طفولیت و شباب و کھولیت میں پرورش کی، صحت و سلامت اور عقل و فراست عنایت فرما کر نوازش کی، یقیناً کوئی پروردگار عالم رزاق بنی آدمؑ اور شخص ہے، اور یہ بادشاہ ایک مخلوق ضعیف البنیان مثل دیگر افراد انسان کے ہے۔

پس یہ تقریر سودمند دیگر وزیران ہوش مند نے بھی پسند فرمائی اس کے اقدام برکت اشتمام پر جبہہ فرسا ہو کر التماس کیا کہ فی الواقع تیرا عقیدہ لائق اذعان و ایقان اور تیرا ارشاد قابل قبول اہل ایمان ہے، بعد اس کے مشورہ ہو کر یہ صلاح قرار پائی

کہ بدون مہاجرت اوطان وترک خانمان اس بادشاہ بے ایمان سے نجات مشکل ہے، سب نے نقد وجنس ومال وزر اور لعل و گوہر کو چھوڑ دیا اور چند دانۂ خرما لے کر اسپہائے باد پیما پر سوار ہوئے، جب حدود شہر سے باہر آئے تو تملیخا نے کہا کہ اب حیطہ اختیار اور سرحد اقتدار شہر یار سے باہر ہو گئے اب گھوڑوں کو چھوڑ کر پیادہ پا راہ خدا میں مہاجرت اور گام فرسائے اور پیادہ پائے کی زحمت اختیار کرو۔ چنانچہ سب نے قبول کیا اور پیادہ پا آمادہ طے منازل اور قطع مراحل ہوئے، سات فرسخ طے ہوئے تھے کہ پائے نازنین ان کی خارہائے مصیبت سے فگار ہو گئے۔ اتفاقاً ایک سبزہ زار دلکش چراگاہ فرحت بخش میں ایک چرواہا گلہ گوسپند چراتا تھا، تملیخا نے استفسار کیا کہ تیرے پاس کوئی جام آب شیرین یا کاسہ شیر ہے؟ اس نے کہا کہ ہے لیکن تمہارے پیشانی سے آثار شاہانہ صورت سے انوار خسروانہ پائے جاتے ہیں شاید تم نے کسی خوف عظیم سے فرار اور غربت مسافرت کو اختیار کیا ہے۔ مفصل اپنا حال بیان کرو۔ تملیخا نے کہا ہم نے ایسے دین صادق اور مذہب برحق کو اختیار کیا کہ اس میں کذب وزور موجب گناہ موفور اور وبال نامحصور ہے۔ پس اگر ہم راست بے کم وکاست بیان کریں تو ہم مورد آفات مبتلائے مصیبات تو نہ ہوں گے؟ اس نے کہا کہ بیان کرو۔ پس تملیخا نے اپنا عقیدہ صالحہ طریقہ ناجحہ بیان کیا وہ راعی بھی ایمان لایا اور ترک خانمان کر کے ہمراہ وزرا ہوا اور جو سگ نگہبان گلہ گوسپند تھا وہ بھی ہمراہ ہو گیا۔ یہودی نے عرض کیا کہ رنگ کیا تھا؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ ابلق برنگ سپید وسیاہ تھا اور نام اس کا قطمیر تھا۔ انتہیٰ۔

پس اب صاحبان انصاف بلاتعصب اعتساف لحاظ فرماویں کہ مسند نشین چار بالش سلونی، صدر آرائی بزم علوم لدنی، تاجدار لوکشف الغطا، شہر یار سورۂ هَلْ اَتٰی کے سامنے کسی شخص کو دعوے برتری یا خیال ہمسری اور حوصلہ برابری نہیں ہو سکتا ہے۔ اَیْنَ الثُّرَیَّا مِنَ الثَّرٰی۔

(۱۴) بالجملہ حالات جہالات وخطیات جناب خلافت مآب مبسوط وموفور نامحدود نامحصور کتب مبسوطہ میں مذکور ومسطور ہیں۔ چنانچہ معلوم نہ تھا کہ مغالات مہر جائز ہے یا نہیں، رجم مجنونہ جائز ہے یا نہیں، رجم حاملہ جائز ہے یا نہیں، حد شراب خواری کیا ہے، حکم تصرف حلی وخزائن کعبہ کیا ہے، مہر زن صاحب عدہ کا کیا حکم ہے اور بعد عدہ کے مباشرت جائز ہے یا نہیں، مسئلہ دیت املاص کیا ہے، طلاق کنیز ومسئلہ اس مال کا جو تقسیم مسلمین سے فاضل ہوا ہو اور مسئلہ اس شخص کا جس نے صوم میں مجامعت کی اور یہ مسئلہ کہ قبر زینب دختر رسول خداؐ میں داخل ہونا جائز ہے یا نہیں اور پیغمبر ان کے نام پر کسی کا نام رکھنا جائز ہے یا نہیں، مسئلہ غسل جنابت کیا ہے، اور مسئلہ تیمم کیا ہے اور دیت زوج سے حصہ زوجہ اور مسئلہ کلالہ اور یہ کہ پلان شتر معہ شتران میں لینا اور حالت احرام میں بیضہ توڑنا اور جس سارق کی دست وپا مقطوع ہو چکے ہوں اس کی کیا سزا ہے اور بدون شہادت کے حد زنا بحسب علم اپنے دے سکتا ہے یا نہیں اور حکم ربا کیا ہے، جس عورت نے بتخویف اقرار زنا کیا ہو اس پر حد جاری ہو سکتی ہے یا نہیں، اگر خود حاکم نے ارتکاب زنا مشاہدہ کیا ہو تو حد جاری کر سکتا ہے یا نہیں، اگر بوجہ اضطرار و ضرورت کے زنا پر رضامند ہو گئی ہو تو لایق حد ہے یا نہیں، مسلم سے قصاص ذمی لینا جائز ہے یا نہیں اور مابین پدر و پسر کے

قصاص ہے یا نہیں، قبر زینب بنت جحش میں داخل ہونا جائز ہے یا نہیں، اسمائے انبیا پر نام رکھنا جائز ہے یا نہیں، جو مال تقسیم مسلمین سے فاضل رہے اس کا کیا کرنا چاہیے، رکعات رکعات نماز میں شک ہو تو کیا کرنا چاہیے، بحالت صوم مجامعت کرے تو کیا کرنا چاہیے، بحالت احرام بیضہ ہائے شتر مرغ شکستہ کرے تو کیا حکم ہے۔

جس سارق کا دست و پا قطع ہو چکا ہو اور پھر ارتکاب سرقہ کرے تو کیا سزا ہے، طلاق کنیز کا کیا حکم ہے، عورت مفارقت ازواج کب تک گوارا کرسکتی ہیں، چنانچہ آپ نے حفصہ اپنی دختر گرامی سے جس کو بحیثیت ام المومنین مادر گرامی کہنا جائز ہے پوچھا کہ کس مدت تک عورت اپنی شوہر کی جدائی پر صبر کرسکتی ہے؟ انہوں نے فرمایا منتہا چار مہینہ ہے، یہی حکم آپ نے جاری فرمایا، اگر مرد منزل نہ ہو تو غسل واجب ہے یا نہیں اور جو عورت ششماہہ بچہ جنے تو اس پر حد زنا ہے یا نہیں، ایک عورت کو خلیفۃ ثانی نے طلاق دیا اور طفل خورد سال کا انتزاع چاہا خود علم نہ تھا کہ اس کی حضانت ماں سے متعلق ہے یا باپ سے، ابوبکر نے فیصلہ کیا کہ ماں سے متعلق ہے، دیت زوج سے زوجہ کو حصہ ملے گا یا نہیں، دیت اصابع کیا ہے، میراث عمہ کیا ہے، میراث کلالہ کیا ہے، ایک اسپ خلافت مآب نے خرید کیا اور ایک شخص کو سوار کیا تو وہ مر گیا آپ نے قیمت دینے سے انکار کیا قاضی شریح نے فیصلہ کیا کہ قیمت دینی پڑے گی، پھر یہ بھی نہ جانتے تھے کہ اگر شتر بیع ہوئے بن۔۔۔ لینی چاہیے یا نہیں، ان کے نزدیک حجر اسود سے کچھ نفع وضرر مردم نہیں ہوسکتا، ایک شخص دو خلقت کا پیدا ہوا تھا اس کا کیا حکم ہے، مرد آزاد کی گئی کنیزوں سے نکاح کرسکتا ہے، مرد مملوک کی عورتوں سے نکاح کرسکتا ہے۔ ریاض ۱۲۔

عمرہ کہاں سے شروع ہوگا، قبل طواف کے استعمال خوشبو جائز ہے یا نہیں، مسئلہ ربا کیا ہے، کسی مسلمان کو اپنے تئیں مومن کہنا جائز ہے یا نہیں، وقت سوال اویس قرنی کے آپ یہ نہ بتا سکے کہ ابروئے جناب رسالت مآبؐ پیوستہ تھیں یا کشادہ، کسی شخص کے مکان میں بدون اذن داخل ہوسکتے ہیں یا نہیں، مگر بسبب شغل تجارت کے سنت رسولؐ سے نکول ہو گیا تھا، آپ کو معلوم نہ تھا کہ جناب رسول خداؐ نماز عید میں کیا سورہ پڑھتے تھے۔ علیٰ ہٰذا القیاس، آپ کے جہالات وخیالات اور احکامات وقیاسات جو کچھ کتب ودفاتر میں مسطور ہیں وہ سب غیر محدود و نامحصور ہیں کہ استیعاب واستقصا اس کا معسور وغیر میسور ہے۔

وَلَنِعْمَ مَا قِيْلَ: هَفَوَاتُ لِسَانِ عُمَرَ وَخَبْطُهٗ فِيْمَا نُهِيَ عَنْهُ وَاَمَرَ، اَكْثَرُ مِنَ الْعَدَدِ وَالْمَدَدِ، وَاَوْسَعُ مِنْ هَالَةِ الْقَمَرِ، حَتّٰى قَالَ فِيْ سَبْعِيْنَ مَسْاَلَةٍ: لَوْلَا عَلِيٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ

توضیح ۴۵، فیہ تدنیب وتادیب

ہرگاہ حال جہالات و نادانی ہائے حضرت خلیفۃ ثانی سامعہ نواز احبائے روحانی و اخلائے ایمانی ہو چکا تو غور طلب یہ ہے کہ اہل سنت جاہلان مسالک شرعیہ، ناواقفان احکام دینیہ کو مجتہد علی الاطلاق اور واجب الانقیاد انفس وآفاق تصور فرما کر

تاج خلافت وخلعت امامت سے سرافراز کرتے ہیں حالانکہ خلیفۃ ثانی نے استخلاف فرزند ارجمند سعید دلبند یعنی عبداللہ بن عمر کے ولی عہدی و جانشینی سے بسبب جہل مسئلہ طلاق زن کے انکار کیا، چنانچہ بحسب روایات تاریخ الخلفاء و کنز العمال و صواعق محرقہ ایک شخص نے پوچھا کہ آپ عبداللہ کو کیوں نہیں خلیفۃ بناتے؟ فرمایا:

قَاتَلَكَ اللّٰهُ، وَاللّٰهِ مَا اَرَدْتَ اللّٰهَ بِهٰذَا، اَسْتَخْلِفُ رَجُلًا لَا يُحْسِنُ اَنْ يُّطَلِّقَ امْرَاَتَهٗ۔

یعنی خدا کی مار تجھ پر، خدا لعنت کرے تجھ پر، تو نے قربۃ الی اللہ اس کا نام نہیں لیا، کیا ایسے شخص کو ولی عہد بناؤں کہ جو اپنی عورت کو طلاق شرعی نہ دے سکا۔

یعنی زمان سابق میں عبداللہ نے اپنی عورت کو بحالت حیض طلاق دیا تھا، جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ یہ جائز نہیں، پھر رجوع کرو۔ سبحان اللہ جہل مسئلہ طلاق مانع استحقاق خلافت ہو گیا اور جہل مسائل متکاثرہ و احکامات متظافرہ جو منجملہ صفات خاص وخواص بااختصاص خلافت مآب تھا وہ مانع استحقاق خلافت نہ ہوا تا اینکہ ایک مسئلہ جد میں سو احکام مختلفہ آپ نے صادر فرمائے، جیسا کہ ابن حجر و سیوطی و قسطلانی و مناوی و بیہقی نے روایت کیا ہے، پس ایسا کمال اجتہاد لائق ملاحظہ ارباب ہدایت وارشاد ہے۔

این کار از تو آید و مردان چنین کنند

پس ان کے خودرائے و اجتہاد فرسائے اور لغزش ہائے راست نمائی اور درشت زبانی و تندخوئی و سخت گوئی ایسی تھی کہ حضرت امام علیہ السلام نے فرمایا:

فَصَيَّرَهَا فِيْ حَوْزَةٍ خَشْنَآءَ، يَخْشُنُ مَسُّهَا وَ يَغْلُظُ كَلْمُهَا وَ يَكْثُرُ الْعِثَارُ فِيْهَا وَ الْاِعْتِذَارُ مِنْهَا۔

فقرہ (۱۰)

فَمُنِيَ النَّاسُ ـ لَعَمْرُ اللّٰهِ! ـ بِخَبْطٍ وَّ شِمَاسٍ وَّ تَلَوُّنٍ وَّ اعْتِرَاضٍ.

جب حضرت امام علیہ السلام حالات و جہالات صاحب سلطنت متولی امارت و ریاست بیان فرما چکے تو اب حالات اراکین دولت حاشیہ بوسان بساط خلافت زلہ ربایان مائدہ نعمت ارشاد فرماتے ہیں کہ قسم جناب بسرمدیت جناب رب انفاس وابدیت حضرت الہ الناس کہ اس عہد خلافت ثانی میں کافر الناس مالوف الوف وہم ووسواس مشغوف صنوف اشتباہ والتباس ہو کر سرگشتہ ادویہ ضلالت وغوایت وارفتہ بادیہ جہالت و بطالت ہوگئی، قواعد شرع متین آئین دین مبین سے غافل بدعت و اعوجاج پر مائل فجاج لجاج ازکمیں داخل ہو گئے، احکام شرعیہ اوامر ونواہی نبویہ کو بتاویلِ تسویل بی دلیل وتعلیل علیل کر کے اساس شریعت لباس طریقت کو رنگ برنگ تبدیل کر دیا، راہ حق سے اعراض اہل حق پر اعتراض کرنے لگے، ناچار ہم نے باوصف امتداد زمان واشداد مصائب بے پایان اور وفور ظلم وطغیان وہجوم جور وعدوان کے صبر وصموت اور اعراض وسکوت اختیار کیا، چنانچہ ابتدائے زمانہ خلیفہ اول سے تا انقراض عہد ثانی تقریبا چودہ سال چھ مہینہ ہوئے۔

توضیح ۴۶، فیہ تشریح

''فَمُنِيَ النَّاسُ'' در بلا افگندن ''لَعَمْرُ اللّٰهِ'' لام مفتوح واسطے تاکید کے ہے اور جب لفظ ''عَمْرُ'' پر آتا ہے کہ بضم عین بمعنی حیات ہے ضمہ اس کا مستحیل بفتحہ ہو جاتا ہے اور خبر اس کی محذوف ہوتی ہے ہمیشہ یعنی ''لَعَمْرُ اللّٰهِ قَسَمِيْ'' یعنی ہر آئینہ حیات ودوام جناب احدیت کی قسم ہے:

قَالَ فِيْ النِّهَايَةِ :هُوَ قَسَمٌ، وَبَقَاءُ اللّٰهِ وَدَوَامُهُ، مَرْفُوعٌ بِالِابْتِدَاءِ، وَتَقْدِيْرُهُ :لَعَمْرُ اللّٰهِ قَسَمِيْ، اَوْ مَا اُقْسِمُ بِهٖ، فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ بِاللَّامِ نَصَبَهُ نَصْبَ الْمَصَادِرِ، فَقُلْتَ :عَمْرَ اللّٰهِ وَعَمْرَكَ.

بِخَبْطٍ وَّ شِمَاسٍ خبط بمعنی براہ رفتن ونا کہان بسر افتادن، چنانچہ مشہور ہے:

خَبْطَةُ عَشْوَاءَ یعنی ناقہ شب کور کا بی راہ چلنا۔

قَالَ فِيْ النِّهَايَةِ فِيْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ :بِخَبْطٍ وَّ شِمَاسٍ ، وَهُوَ الْمَشْيُ فِي اللَّيْلِ بِلَا مِصْبَاحٍ، فَيَتَحَيَّرُ وَيَضِلُّ، وَرُبَّمَا تَرَدّٰى فِيْ بِئْرٍ اَوْ سَقَطَ عَلٰى سَبُعٍ، كَقَوْلِهِمْ :بِخَبْطٍ وَعَمْيَاءَ، اِذَا رَكِبَ اَمْرًا

بِجَهَالَةٍ۔

یعنی حدیث علی میں ''یَخْبِطُ وَّ شِمَاسٍ'' آیا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ شب تاریک میں بے چراغ کے راہ چلنا ،جس سے حیران رہے کہ کدھر جاوے اور راہ بھٹک جاوے یا کسی چاہ میں گر پڑے یا شیر کے منہ میں جا پڑے، چنانچہ اگر کوئی امر جاہلانہ کر گزرتا ہے تو کہتے ہیں۔ بِخَبْطٍ وَعَمْيَاءَ۔

''شِمَاسٌ'' بمعنی سرکشی فرسِ شموس، یعنی اسپ سرکش جو بی راہ چلے۔ ''تَلَوُّنٍ'' رنگ برنگ شدن، کعب بن زبیر کہتا ہے:

فَمَا تَدُوْمُ عَلٰى حَالٍ تَكُوْنُ بِهَا، كَمَا تَلَوَّنُ فِيْ اَثْوَابِهَا الْغُوْلُ۔

یعنی ایک حال پر قیام نہیں ہے بلکہ رنگ برنگ لباس بدلتا ہے مانند غول بیابانی کے۔

مراد حضرت کے تلون صحابہ سے ہے کہ بسبب فتاوی مختلفہ خلیفہ ثانی کے رنگ برنگ بدلتے ہیں یا خود خلیفہ ثانی سے مراد ہے کہ بسبب جہل و نادانی کے احکام فتوے میں رنگ برنگ بدلتا رہتا ہے۔

''اِعْتِرَاضٍ'' بمعنی عیب کرنا یا غیبت کرنا۔ مراد حضرت کی یہ ہے کہ خلیفہ ثانی افعال و اقوال جناب رسالتمآب پر ہمیشہ اعتراض کرتا تھا، چنانچہ بحسب روایت صحیح بخاری جب حضرت رسالتمآب نے قصد نماز جنازہ عبداللہ بن ابی سلول کیا تو عمر نے دامن کھینچ لیا اور ممانعت کی، حضرت نے فرمایا ''اَخِّرْ عَنِّیْ'' یعنی دست بردار ہو اے عمر۔ اور جب ارادہ وصیت فرمایا تو عمر نے کہا:

اِنَّ الرَّجُلَ لَيَهْجُرُ۔

ہر آئینہ یہ شخص ہذیان بکتا ہے۔

واز آن جملہ ابن اثیر نے کتاب نہایہ میں لغت عرس میں لکھا ہے:

وَمِنْهُ حَدِيْثُ عُمَرَ :نَهٰى عَنْ مُتْعَةِ الْحَجِّ، وَقَالَ :عَلِمْتُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ فَعَلَهٗ، لٰكِنِّيْ كَرِهْتُ اَنْ يَّظِلُّوْا بِهَا مُعْرِسِيْنَ، اَيْ مُلْتَمِيْنَ بِنِسَائِهِمْ۔

یعنی عمر نے متعۃ الحج سے ممانعت کی اور کہا کہ یہ تو میں جانتا ہوں کہ رسول خداؐ نے متعۃ الحج کیا ہے لیکن مجھ کو مکروہ و ناگوار معلوم ہوتا ہے کہ لوگ مکہ میں عورتوں سے ہم صحبت ہوں۔

لہٰذا جناب عمر بن خطاب نے متعۃ الحج و متعۃ النساء دونوں کو حرام فرمایا اور خلاف حکم جناب رب الارباب و جناب ختمی مآب کے حکم دیا کہ

مُتْعَتَانِ كَانَتَا عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَاَنَا اُحَرِّمُهُمَا۔

یہ زبردستی و چابکدستی شرع شریف میں قابل ملاحظہ ارباب طبع لطیف ہے اور تخویف جناب سیدہ معصومہ باحراق دارو

اخذ بیعت حضرت امام علیہ السلام با کراہ واجبار مشہور فی لافاق والاقطار ہے، علی ہذا القیاس۔ جنب کو خلاف حکم خدا اور رسول حکم دیا کہ اگر پانی نہ ہو تو نماز نہ پڑھے۔

فِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ :اَنَّ رَجُلًا اَتٰی عُمَرَ، فَقَالَ :اِنِّیْ اَجْنَبْتُ فَلَمْ اَجِدْ مَاءً. فَقَالَ :لَا تُصَلِّ وَکَذَا فِیْ کِتَابِ الْبُخَارِیِّ، وَابْنِ مَاجَۃَ، وَالنَّسَائِیِّ، وَاَبِیْ دَاوٗدَ، وَغَیْرِھِمْ مِنْ عُلَمَاءِ اَھْلِ السُّنَّۃِ۔

اور اسی طرح سے اذان میں حَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ جناب خلیفۃ ثانی نے موقوف کر دیا۔

اصفہانی نے تشیید القواعد میں لکھا ہے:

مِنْھَا اَنَّہٗ حَرَّمَ الْمُتْعَتَیْنِ، فَاِنَّہٗ صَعِدَ عَلَی الْمِنْبَرِ، وَقَالَ :اَیُّھَا النَّاسُ، ثَلَاثٌ کُنَّ فِیْ عَھْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ، وَاَنَا اَنْھٰی عَنْھُنَّ وَاُحَرِّمُھُنَّ وَاُعَاقِبُ عَلَیْھِنَّ :وَ نَھٰی مُتْعَۃَ النِّسَاءِ، وَمُتْعَۃَ الْحَجِّ، وَحَیَّ عَلٰی خَیْرِ الْعَمَلِ.

پھر جواب لکھتے ہیں کہ ان کے نزدیک بعد جواز کے حرمت ظاہر ہوئی ہوگی کیونکہ مجتہد کو اپنے ظن پر عمل کرنا جائز ہے۔ اے سبحان اللہ کیا جواب کافی توجیہہ شافی ہے اور منجملہ بدعات شریفہ احداثات لطیفہ کے یہ ہے کہ ''اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ'' کو داخل اذان فرمایا۔

فِیْ مِشْکَاۃِ الْمَصَابِیْحِ عَنْ مَالِکٍ بَلَغَہٗ اَنَّ الْمُؤَذِّنَ جَاءَ اِلٰی عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ یُؤْذِنُہٗ بِصَلَاۃِ الصُّبْحِ، فَوَجَدَہٗ نَائِمًا، فَقَالَ :اَلصَّلَاۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ، فَاَمَرَہٗ عُمَرُ اَنْ یَّجْعَلَھَا فِیْ نِدَاءِ الصُّبْحِ. رَوَاہُ فِی الْمُوَطَّا.

اور ابن ابی شیبہ نے لکھا ہے:

فَاَعْجَبَ بِہٖ عُمَرُ، وَقَالَ لِلْمُؤَذِّنِ :اَقِرَّھَا فِیْ اَذَانِکَ.

اور علی ہذا القیاس تراویح ہے جو عہد حیات رسالتمآب وعہد خلیفۃ اول تک نہ تھے، چنانچہ کامل ابن اثیر میں لکھا ہے کہ اول جس شخص نے حکم نماز جماعت تراویح کے ساتھ جاری کیا عمر ہے۔ اور جمع بین الصحیحین میں ہے کہ عبدالرحمن بن عبدالقاری سے روایت ہے کہ جب حکم تراویح جاری ہو چکا تو ایک دن عمر نے نماز تراویح کے جماعت دیکھ کر فرمایا ''نِعْمَ الْبِدْعَۃُ'' حالانکہ جناب رسالتمآب نے فرمایا ہے:

کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ، وَکُلُّ ضَلَالَۃٍ طَرِیْقُھَا اِلَی النَّارِ.

وجسارت حضرت خلیفۃ لاثانی یہ بھی لائق ملاحظہ ہے جناب سیدہ کو فدک سے اور اہل بیت علیہم السلام کو خمس سے محروم کیا اور خود اسی ہزار درہم بیت المال سے لے کر صرف کر لیے۔ اطمینان نہ ہو تو فتح الباری ابن حجر عسقلانی ملاحظہ ہو۔

لطیفہ شریفہ۔ سید نعمت اللہ جزائری نے زہر الربیع میں بعض افاضل سے نقل کیا ہے کہ

خَطَرَ بِیْ شَیْءٌ فِیْ سَبَبِ تَحْرِیْمِ عُمَرَ لِلْمُتْعَتَیْنِ، وَھُوَ اَنَّہٗ سَمِعَ مِنَ النَّبِیِّ »:لَا یُکْرِھُکَ یَا عَلِیُّ اِلَّا مَنْ تَوَلَّدَ مِنَ الزِّنَا«. فَحَرَّمَ مُتْعَۃَ الْحَجِّ لِیَتْرُکَ النَّاسُ طَوَافَ النِّسَاءِ، فَتَحْرُمَ عَلَیْھِمْ نِسَاؤُھُمْ، فَتَاْتِیَ مِنْھُمْ اَوْلَادُ الزِّنَا، وَحَرَّمَ مُتْعَۃَ النِّسَاءِ لِیُقْبِلَ النَّاسُ عَلَی الْفُجَّارِ، اِذْ لَا یُمْکِنُ کُلَّ اَحَدٍ مِّنَ النِّکَاحِ الدَّائِمِ، فَیَکْثُرَ اَوْلَادُ الزِّنَا، وَشَاعَ بَیْنَھُمْ بُغْضُ عَلِیٍّ، وَکَانَ غَرَضُہٗ مِنْ تَحْرِیْمِھَا اَنْ تَکْثُرَ اَوْلَادُ الزِّنَا الْمُبْغِضُوْنَ لَہٗ۔

حِکَایَۃٌ:

وَفِی الْاَکْثَرِ الصَّحِیْحِ اَنَّ ابْنَ الْخَلِیْفَۃِ الْعَبَّاسِیِّ قَالَ یَوْمًا فِیْ مَجْمَعِ النَّاسِ :اِنَّکُمْ تَرْوُوْنَ حَدِیْثًا عَنِ النَّبِیِّ اَنَّہٗ لَا یُبْغِضُ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ اِلَّا وَلَدُ الزِّنَا اَوْ وَلَدُ حَیْضٍ، وَھٰذَا اَنَا اَشَدُّ النَّاسِ بُغْضًا لَہٗ. اَوَ تَرَوْنَ اَنَّ اَحَدًا یَقْدِرُ عَلٰی نِسَاءِ الْخَلِیْفَۃِ، اَوْ اَنَّہٗ یَاْتِیْ جَوَارِیَہٗ فِی الْحَیْضِ؟ فَھٰذَا الْحَدِیْثُ مِنَ الْمَوْضُوْعَاتِ وَکَانَ اَبُوْہُ یَسْمَعُ کَلَامَہٗ مِنْ وَرَاءِ الْحِجَابِ، فَخَرَجَ اِلَی الْمَجْلِسِ، وَقَالَ :یَا قَوْمُ، ھٰذَا حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ، وَاَحْکِیْ لَکُمْ قِصَّۃَ ھٰذَا الْوَلَدِ، وَھُوَ اَنَّہٗ کَانَ عِنْدَ اَخِیْ جَارِیَۃٌ مَلِیْحَۃٌ، فَعَشِقْتُھَا وَ تَمَلَّکْتُ مِنْھَا، فَوَقَعْتُ عَلَیْھَا وَکَانَتْ حَائِضًا، فَحَمَلَتْ، فَلَمَّا عَلِمَ اَخِیْ اَنَّھَا حَامِلٌ، فَوَھَبَھَا لِیْ، فَجَاءَتْ بِھٰذَا الْوَلَدِ، فَھُوَ قَدْ تَوَلَّدَ مِنَ الزِّنَا وَالْحَیْضِ، فَتَعَجَّبَ الْحَاضِرُوْنَ، فَصَحَّ الْحَدِیْثُ، وَھُوَ صَحِیْحٌ۔

توضیح ۴۷

فِیْ قِصَّۃِ الْقِرْطَاسِ لِدَفْعِ الْوَھْمِ وَالْوَسْوَاسِ عَنْ صُدُوْرِ النَّاسِ۔

حضرت سرور کائنات نے ارشاد فرمایا:

اِیْتُوْنِیْ بِدَوَاۃٍ وَقِرْطَاسٍ، اَکْتُبُ لَکُمْ کِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ.

یعنی دوات و قرطاس ہمارے پاس لاؤ کہ ہم تمہارے واسطے وصیت نامہ تحریر و ہدایت نامہ تسطیر کریں تا کہ بعد ہمارے تم لوگ کبھی طریقہ قویم سے گمراہ اور صراط مستقیم سے تباہ نہ ہو۔

عمر نے مخالفت وممانعت کی۔ شہرستانی کتاب ملل ونحل میں لکھتا ہے کہ اول مخالفت جو بد وِفطرت میں پیدا اور ابتدائے خلقت میں ہویدا ہوئی وہ مخالفت شیطان الرجیم تھی ساتھ حکم خداوند کریم کے جس نے مقابل نص و برہان ایزد منان کے اپنی

رائے بے اساس قیاس پر وسواس برمیلان کیا اور معارضۂ حکم خداوند عالمیان میں اپنے جاہل و نادانی اور ہوا و ہوس نفسانی اور شرف خلقت ناری کا طینت انسانی پر استکبار و استحسان کیا اور بسبب اسی شبہ شیطانی کے خاطر انسانی میں وساوس نفسانی اسباب جہل و نادانی ہوا جس سے بدعت وحیرانی وخطرات ضلالت و بی ایمانی طاری ہوگئی اور اول مخالفت جو درمیان اہل اسلام بحالت مرض خیر الانام علیہ الف سلام واقع ہوئی وہ مخالفت حکم جناب اشرف الناس بوجہ منازعت دوات وقرطاس ہے۔ اگر بنظر تامل ملاحظہ ہو تو دونوں مخالفت باعث ضلالت بلکہ اُخریٰ مخالفت زیادہ تر موجب غوایت اہل جناب رسالت مآب ہے۔ پس حدیث ''اِنَّ الشَّیْطَانَ یَفِرُّ'' بہت صحیح ہے تفصیل اس کی یہ ہے، صحیح بخاری میں ابن عباس سے روایت ہے کہ جناب رسالت نے دوات قرطاس واسطے تحریر وصیت وتسطیر ہدایت کے طلب فرمایا پس عمر ابن خطاب نے کہا:

اِنَّ النَّبِیَّ قَدْ غَلَبَ عَلَیْہِ الْوَجَعُ۔

یعنی شدت مرض و درد نے اس جناب کو بیتاب کیا اور حالت اضطراب میں یہ خطاب کیا ہے۔

حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ۔

ہم کو قرآن مجید کافی فرقان حمید وافی ہے۔

پس ابن عباس کہتے تھے کہ اعظم مصائب دین مبین، اجل نوائب شرع متین اسی دن واقع ہوئی کہ لوگ مانع تحریر وصیت حائل ارادہ جناب رسالت مزاحم وثیقہ ہدایت ہوئے۔

فِیْ صَحِیْحِ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، اَنَّہٗ قَالَ :یَوْمُ الْخَمِیْسِ، وَمَا یَوْمُ الْخَمِیْسِ! ثُمَّ جَعَلَ تَسِیْلُ دُمُوْعُہٗ، حَتّٰی رَاَیْتُ عَلٰی خَدَّیْہِ کَاَنَّھَا نِظَامُ اللُّؤْلُؤِ، قَالَ :قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ ﷺ: ''اِیْتُوْنِیْ بِالْکَتِفِ وَالدَّوَاۃِ، اَوِ اللَّوْحِ وَالدَّوَاۃِ، اَکْتُبُ لَکُمْ کِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَہٗ اَبَدًا'' فَقَالُوْا :اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَھْجُرُ.

صحیح مسلم میں روایت ہے کہ ابن عباس کہتے تھے کہ روز پنجشنبہ، کیا روز پنجشنبہ تھا! جس میں مصیبت عظیم واقع ہوئی اور اس قدر زار زار روتے تھے کہ دیدہ ہائے اشکبار سے اشکہائے ابدار مانند لؤلؤ شاہوار اور سلک گوہر ابدار رخسار ہائے ضیا بار پر جاری ہوتے تھے اور کہتے تھے کہ جناب رسالت نے فرمایا کہ دوات وقرطاس لاؤ کہ ہم تمہارے واسطے وثیقہ ہدایت صحیفہ وصیت تحریر کریں جس کے سبب سے تم کبھی گمراہ نہ ہو۔ پس لوگوں نے جواب دیا:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ یَھْجُرُ۔

یعنی رسول مقبول عالم بدحواسی میں ہذیان وفضول سخنان غیر معقول کہتے ہیں۔

نسیم الریاض میں بحوالہ احادیث صحیحہ مرقوم ہے:

فَقَالَ عُمَرُ :اِنَّ الرَّجُلَ یَھْجُرُ۔

یعنی عمر نے کہا یہ شخص ہذیان ولاطائل سخنان بیہودہ وباطل کہتا ہے کتاب خدا ہم کو کافی ہے۔

پس نہایت شور وغوغا بین الاصحاب برپا اور تنازع باہمی پیدا ہوا، پس جناب رسول پاک ازردہ وغضبناک ہوئے اور فرمایا: اٹھ جاؤ میرے پاس سے کہ میرے سامنے ہنگامہ وفساد ناروا اور شور وغوغا ناسزا ہے۔

صحیح بخاری میں ایک روایت ہے:

فَقَالُوْا :هَجَرَ، هَجَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ.

اور دوسری میں:

فَقَالُوْا :مَا لَهٗ اَهَجَرَ اِسْتَفْهِمُوْهُ.

اور ایک اور روایت ہے:

''فَقَالَ عُمَرُ :اِنَّ النَّبِیَّ قَدْ غَلَبَ عَلَیْهِ الْوَجَعُ، وَعِنْدَكُمُ الْقُرْاٰنُ، حَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ''

اور قصۂ قرطاس بخاری میں سات مقام پر مروی ہے ابن اثیر جزری نے لکھا ہے:

قَالُوْا :اَمَّا شَاْنُهٗ »:اَهَجَرَ عَنِّیْ؟« عَلٰی سَبِیْلِ الِاسْتِفْهَامِ، وَلَا یُجْعَلُ اِخْبَارًا، فَیَكُوْنُ مِنَ الْفُحْشِ وَ الْهَذَیَانِ، وَالْقَائِلُ كَانَ عُمَرَ، وَلَا یُظَنُّ بِهٖ ذٰلِكَ.

لیکن بہ طمع کاری ابن اثیر کے بیکار ہے جبکہ دیگر روایات صحیحہ میں بطور اخبار ہے یعنی '' اِنَّ الرَّجُلَ لَیَهْجُرُ'' اور هَجَرَ، هَجَرَ علاوہ اس کے لغت میں ''اهجار'' ''هجر'' بمعنی واحد ہے فی الصراح ''هَجَرَ'' پریشان گفتن بیمار، مہجور، سخن پریشان۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :﴿اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾ اَیْ :قَالُوْا فِیْهِ غَیْرَ الْحَقِّ.

'' اِهْجَارٌ''، فحش وبیہودہ گفتن اور اگر برسبیل استفہام بھی ہو تو دلیل اس امر کی ہے کہ خلیفہ صاحب کو یہ بھی شک تھا کہ حضرت فحش وہذیان بھی کہہ سکتے ہیں یا نہیں، پس یہ جہالت بھی قابل اعتراض ہے۔ مع ہذا اکثر روایات سے اخبار ظاہر ہے۔ چنانچہ نسیم الریاض سے نقل ہوا اور حمیدی نے جمع بین الصحیحین میں روایت کی ہے:

فَقَالَ عُمَرُ :اِنَّ الرَّجُلَ لَیَهْجُرُ۔

اب یہاں امور ذیل لائق لحاظ ہیں:

(۱) ہجر وہذیان حضرت رسول زمان سے منسوب کیا حالانکہ بتصریح قاضی عیاض صاحبِ شفا، کرمانی شارح صحیح بخاری اور نووی شارح صحیح مسلم نے تصریح کی ہے کہ کلام حضرت کا خلاف واقع نہ بعمد ہوسکتا ہے نہ بسہو، نہ بصحت، نہ بمرض، نہ برضا، نہ بغضب نہ بطور مزاح۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی ﴿وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۝﴾

(۲) اس قدر بے ادبانہ وگستاخانہ بلالحاظ حفظ مراتب بے راکانہ یہ کہنا ''اِنَّ الرَّجُلَ لَیَھْجُرُ'' یہ مرد ہذیان بکتا ہے اور بروایتی کیا ہذیان بکتا ہے پوچھو؟ وبروایتی دَعُوا الرَّجُلَ یعنی جانے دو کہ ہذیان کہتا ہے۔ معاذ اللہ کس قدر پردہ شرم و نقاب ازرم رخ سے ہٹادیا تھا کہ مطلق لحاظ و پاس ادب وحفظ مراتب نہیں کیا اور رجل اس جناب کو کہا کہ جس کو حق تعالیٰ

یَا اَیُّھَا الرَّسُوْلُ، یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ، یَا اَیُّھَا الْمُزَّمِّلُ، یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ، وَطٰہٰ، وَیٰسٓ.

ودیگر القاب شریفہ سے یاد فرماتا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ.

(۳) رد حکم حضرت رسالتمآب عین رد حکم حضرت رب الارباب ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿اَطِیْعُوْا اللّٰہَ وَ الرَّسُوْلَ﴾

اور فرماتا ہے:

﴿وَ مَا اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا﴾

(۴) حضرت رسالتمآب ازردہ ورنجیدہ ہوئے اور فرمایا:

قُوْمُوْا عَنِّیْ، وَلَا یَنْبَغِی التَّنَازُعُ.

اور ایذا وایلام نبوی موجب زوال ووبال اخروی ہے۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا﴾

(۵) جناب فاروق نے صرف ''اِنَّ الرَّجُلَ لَیَھْجُرُ'' پر قناعت نہ کر کے یہ بھی فرمایا ''حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ'' پس کوئی شخص باور کرسکتا ہے کہ ''حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ'' حضرت کو معلوم نہ تھا؟ یا معلوم تھا اور فراموش فرمایا تھا، یا یاد تھا لیکن خلاف اس کے ارادہ وصیت فرمایا، مگر شاید عمر بن خطاب معاذ اللہ تالیق جناب رسالتمآب تھے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

(۶) اگر کتاب خدا بدون ہادی ورہنما کے کافی ہوتا تو آپ نے کیوں فرمایا:

اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ: کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ.

اور فرمایا:

مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِھِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ۔

اور فرمایا ہے:

لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضِ۔

جس سے ثابت ہے کہ دونوں کے تمسک کے لیے حکم فرمایا ہے نہ ایک کا، اور دونوں میں جدائی نہ ہوگی تا

قیامت۔ پس صرف کتاب خدا کو کافی سمجھنا اور اہل بیتؑ کو ترک کرنا صراحۃً مخالفت حکم جناب رسالتمآب اور موجب عقاب رب الارباب ہے۔

(۷) یہ امر ظاہر ہے کہ صرف کتاب خدا کافی نہیں ہوسکتی کیونکہ بہتّر فرقہ موجود ہیں اور ان کے فروع وشعب نامحدود ہیں۔ ہر فرقہ اپنے تئیں پیرو قرآن مجید مطیع رسول حمید سمجھتا ہے لیکن کتاب خدا سے بدون رہنما کے رفع اختلافات نہیں ہوسکتا، بقول قطیب الدین شیرازی بدون مرشد کے کتاب وسنت غیر کافی ہے جس طرح سے مریض کو کتب طبیہ بدون طبیب کے غیر وافی ہے۔

﴿بَلْ هُوَ اٰيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِيْ صُدُوْرِ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ﴾

چنانچہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا:

اَنَا كَلَامُ اللّٰهِ النَّاطِقُ، وَهٰذَا كَلَامُ اللّٰهِ الصَّامِتُ۔

(۸) جس وقت خلیفۃ اول نے عالم سکرات میں عثمان سے وصیت نامہ لکھایا اور قبل نامزد کرنے کے غش آیا، عثمان نے نام عمر اپنے تجویز سے لکھ دیا ابوبکر نے ہوش میں آکر یہ امر پسند فرمایا اور مطابق اس کے عمر کو خلیفۃ بنایا، افسوس کہ اس وقت کسی نے نہ قلم ودوات کو روکا نہ شور وغوغا کیا، نہ ''غَلَبَ عَلَيْهِ الْوَجَعُ'' کہا، نہ ''اَهْجَرَ''، نہ ''اِنَّ الرَّجُلَ لَيَهْجُرُ'' کہا، نہ ''فَحَسْبُنَا كِتَابُ اللّٰهِ'' کہا۔

(۹) یہ امر بھی لائق لحاظ ہے کہ حضرت نے فرمایا:

اَكْتُبُ لَكُمْ كِتَابًا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِيْ۔

اور بروایت کنز العمال:

لَا تَضِلُّوْا بَعْدِيْ اَبَدًا۔

یعنی تم کو وصیت نامہ وہدایت نامہ لکھ دوں تا کہ بعد میرے کبھی گمراہ نہ ہو۔

پس حاصل ارشاد ہدایت بنیاد یہ ہے کہ اگر نہ لکھوں گا تو گمراہ ہوگے اور جب کہ نہ لکھا تو اب ضلالت میں کیا شبہ باقی رہا۔ چنانچہ اقوال حضرت امام علیہ السلام مشعر غوایت ارباب ضلال عنقریب نگارش ہوں گے۔

(۱۰) روایت کنز العمال سے معلوم ہوتا ہے کہ پس پردہ سے عورات نے کہا کہ

اَلَا تَسْمَعُوْنَ مَا يَقُوْلُ رَسُوْلُ اللّٰهِ؟۔

اور بنا پر روایت دیگر

اِئْتُوْ رَسُوْلَ اللّٰهِ بِحَاجَتِهٖ۔

عمر بن خطاب نے کہا:

اِنَّكُنَّ صَوَاحِبَاتُ يُوسُفَ، اِذَا مَرِضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ عَصَرْتُنَّ اَعْيُنَكُنَّ، وَاِذَا صَحَّ تَرَكَّبْتُنَّ عُنُقَهٗ۔

فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ :ھُنَّ خَیْرٌ مِّنْکُمْ۔

اور بروایتی فرمایا:

دُعُوْھُنَّ فَاِنَّھُنَّ خَیْرٌ مِّنْکُمْ۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ ہرگاہ خلیفۃ ثانی مانع ہوئے توعورات نے فہمائش و ہدایت کی خلیفۃ ثانی بخشونت پیش آئے حضرت نے ناراض ہوکر فرمایا کہ ''ھُنَّ خَیْرٌ مِّنْکُمْ '' سُبْحَانَ اللّٰہِ عورتوں نے اطاعت رسول خداؐ کو واجب تصور کیااور خلیفۃ ثانی نے نافرمانی کومناسب تصور کیا:

صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ، ھُنَّ خَیْرٌ مِّنْکُمْ۔

لہٰذا مقولہ خلیفۃ ثانی حَتَّی الْمُخَدَّرَاتِ فِی الْحِجَالِ بہت صحیح ودرست ہے۔

(۱۱) فخرالدین رازی نے تفسیر آیہ ﴿ یَتَحَاکَمُوْٓا اِلَی الطَّاغُوْتِ﴾ میں تحریر کیا ہے۔

اَلثَّانِیْ قَوْلُہٗ تَعَالٰی﴿ فَلَا وَ رَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ﴾الخ ھٰذَا نَصٌّ فِیْ تَکْفِیْرِ مَنْ لَمْ یَرْضَ بِحُکْمِ رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ اَلثَّالِثُ قَوْلُہٗ تَعَالٰی﴿ فَلْیَحْذَرِ الَّذِیْنَ یُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِہٖ اَنْ تُصِیْبَھُمْ فِتْنَۃٌ اَوْ یُصِیْبَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ وَ ھٰذَا یَدُلُّ عَلٰی اَنَّ مُخَالَفَتَہٗ مَعْصِیَۃٌ عَظِیْمَۃٌ، وَفِیْ ھٰذِہِ الْاٰیَاتِ دَلَائِلُ عَلٰی اَنَّ مَنْ رَدَّ شَیْئًا مِّنْ اَوَامِرِ اللّٰہِ وَاَوَامِرِ رَسُوْلِہٖ فَھُوَ خَارِجٌ عَنِ الْاِسْلَامِ، سَوَاءٌ رَدَّہٗ مِنْ جِھَۃِ الشَّکِّ اَوْ مِنْ جِھَۃِ التَّمَرُّدِ۔ اِنْتَھٰی کَلَامُ الرَّازِیْ۔

اس مقام پر فخرالدین رازی امام اہل سنت نے براہ انصاف بدون اعتساف لکھ دیا ہے کہ مخالفت رسول کریم معصیت عظیم موجب عذاب الیم اور احکام نبویؐ سے ناراض ہونا موجب کفر عمیم ہے اور جو شخص حکم حضرت ملک العلام وحکم حضرت خیر الانام کو رد کرے وہ خارج از اسلام ہے اور اسی قدر مقصود ارباب کرام ہے۔ والسلام خیر ختام

توضیح ۴۸

حِکَایَۃٌ فِیْھَا دِرَایَۃٌ: ابن ابی الحدید معتزلی نے تاریخ بغداد سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے کہا کہ میں ایک دن ایام خلافت میں خدمت عمر بن الخطاب میں حاضر ہوا تو اس وقت ایک حصیر لطیف پر تشریف رکھتے تھے اور ایک صاع خرمائے لطیف اور ایک سبو چہ آب منیف سامنے رکھا تھا، چنانچہ سب خرمائے مذکور آپ نے نوش فرمائے اور امتثالاً للامر الشریف میں نے بھی چند خرما کھائے، پھر آپ نے سبو چہ اٹھا کر سب پانی نوش فرمایا اور تکیہ ادیم پر تکیہ لگایا اور بار بار شکر خدا فرمایا۔ پھر مجھ سے استفسار فرمایا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ میں نے التماس کیا کہ مسجد سے، فرمایا کہ ابن عم کو کس حال

پر چھوڑا؟ میں سمجھا کہ شاید عبداللہ بن جعفر سے مستفسر ہیں، میں نے کہا کہ اپنے ہم سنوں کے ساتھ مالوف اور لہو ولعب میں مشغول ومشغوف ہی ہیں۔عمر بن خطاب نے کہا کہ نہیں بلکہ ہم تمہارے بزرگ خاندان رسول مختار سردار اہلبیت اطہار کا حال استفسار کرتے ہیں۔اس وقت معلوم ہوا کہ حضرت امام علیہ السلام کو پوچھتے ہیں۔ میں نے کہا کہ وہ مشغول تلاوت کلام باری، مصروف عبادت درگاہ غفاری، نخلستان میں شاغل آب یاری ہیں۔

عمر بن خطاب نے کہا کہ میں تم کو قسم دیتا ہوں کہ اگر تم اس حال کو مخفی کرو تو کفارہ عظیم تم پر لازم اور قربانی چند شتر ان تم پر متحتم ہو جاوے کہ اب بھی ان کے دل میں داعیہ خلافت، حوصلہ ریاست وامارت ہے؟ ابن عباس نے کہا کہ ہاں ہے۔عمر بن خطاب نے کہا، کیا وہ سمجھتے ہیں کہ رسول خداؐ نے ان کے واسطے خلافت کو منصوص اس منصب کو ان کے واسطے مخصوص کیا تھا، ابن عباس نے کہا کہ ہاں یہی سمجھتے ہیں اور میں نے اپنے والد ماجد سے پوچھا تھا کہ آیا دعوی خلافت میں وہ احق واليق اور از روئے نص جناب نبوی مستحق ہیں؟ تو فرمایا کہ دعویٰ ان کا حق ہے اور جناب رسول خداؐ نے ان کو وصی مطلق مقرر فرمایا تھا۔عمر بن خطاب نے کہا کہ ہاں رسول خداؐ نے ان کو بالتصریح یا بہ اعلان وتوضیح تو وصی مقرر نہیں کیا مگر کبھی کبھی بسبب فرط محبت والفت اور وفور لطف وشفقت کے ان کے جانب رجحان امر حق سے جانب باطل میلان ہوتا تھا، چنانچہ مرض الموت میں بذریعہ وصیت ان کے نام کی تصریح اور تحریر صحیفہ ان کے خلافت کے توضیح چاہتے تھے لیکن میں اس امر پر معترض تحریر وصیت وتصریح وصایت سے مانع ومعارض ہوا کیونکہ میں نے خیال کیا کہ قریش ان کی خلافت پر وفاق، ان کے اطاعت پر اتفاق نہ کریں گے، انواع فتنہ وفساد وشور وغوغا وداد بیداد برپا ہوگا، پس میرا مطلب رسول خداؐ سمجھ گئے اور خاموش ہو رہے۔

وَفِيْ كِتَابِ الْمُوَفَّقِيَّاتِ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اِنِّيْ لَاُمَاشِيْ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ فِيْ سِكَّةٍ مِنْ سِكَكِ الْمَدِيْنَةِ، اِذْ قَالَ لِيْ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، مَا اَرٰى صَاحِبَكَ اِلَّا مَظْلُوْمًا. فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ: وَاللّٰهِ لَا يَسْبِقُنِيْ بِهَا. فَقُلْتُ: يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ، فَارُدُّ ظُلَامَتَهُ. فَانْتَزَعَ يَدَهُ مِنْ يَدِيْ، وَ مَضٰى يُهَمْهِمُ سَاعَةً، ثُمَّ وَقَفَ، فَلَحِقْتُهُ، فَقَالَ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، مَا اَظُنُّهُمْ مَنَعَهُمْ اِلَّا اسْتِصْغَرُوْهُ سِنَّهُ. فَقُلْتُ فِيْ نَفْسِيْ: هٰذِهٖ شَرٌّ مِّنَ الْاُوْلٰى، فَقُلْتُ: مَا اسْتَصْغَرَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ حِيْنَ اَمَرَهُ اَنْ يَاْخُذَ سُوْرَةَ بَرَاءَةٌ مِنْ صَاحِبِكَ. فَاَعْرَضَ عَنِّيْ، وَاَسْرَعَ، فَرَجَعْتُ عَنْهُ. اِنْتَهٰى.

اور نظم درر السمطین میں روایت ہے کہ عمر بن خطاب نے آہ کا نعرہ مارا، ابن عباس نے کہا آہ جان سوز کیوں بھری؟ عمر نے کہا تمہارے صاحب یعنی علی بن ابی طالب کے واسطے۔اے ابن عباس جو کچھ فضل وشرف ان کو ملا ہے وہ کسی کو آل رسول سے نہیں ملا، مگر تین امر نہ ہوتے تو سوائے ان کے کوئی لائق خلافت نہ تھا۔ابن عباس نے کہا وہ کیا ہیں؟

قَالَ: كَثْرَةُ وِعَابَتِهٖ، وَبُغْضُ قُرَيْشٍ لَهٗ، وَصِغَرُ سِنِّهٖ.

ابن عباس نے کہا کہ مزاح حق عیب نہیں ہے کہ جناب رسالتمآب مزاح فرماتے تھے اور اطفال کو محب میلان ان

کے بہلاتے تھے اور بغض قریش عجب نہیں کیونکہ دین اسلام کو ظاہر کیا، کافروں پر جہاد کیا، کسی کے فرزند کسی کے بھائی کسی باپ کو قتل کیا، ان کے خداؤں کو تھوڑا، پس ان کی عداوت سے کیا پرواہ ہے اور صغرِ سن کو خدا اور رسول نے خیال نہ کیا کہ منصب سورٔ برائت ابوبکر سے مسترد و منتزع کرلیا۔

توضیح ۴۹

رِوَایَةٌ فِیْهَا لَطَافَةٌ: ابن عباس سے روایۃ متضمن حکایت پر لطافت ہے کہ ایک دن سفر شام میں خلیفۃ باوقار شتر پر سوار جاتے تھے اور میں پیچھے پیچھے ان کے جاتا تھا، مجھ سے فرمایا کہ ہم کو تمہارے ابن عم یعنی علی ابن ابی طالب سے شکایت اور ان کی باتوں سے ملالت ہے، ہم نے ان سے استدعا کی تھی کہ ہمارے معیت اور سفر میں رفاقت و مصاحبت اختیار کریں لیکن بالمرہ ہماری درخواست سے انکار کردیا اور ہماری معیت سے انزجار ظاہر کیا، ہمیشہ وہ ہم پر غضبناک و رنجیدہ، آزردہ و کشیدہ رہا کرتے ہیں اس کا کیا سبب ہے؟ میں نے التماس کیا کہ آپ کو خوب معلوم ہوگا۔ خلیفۃ ثانی نے فرمایا کہ مجھ کو گمان ہے کہ ان کو فوتِ خلافت سے غیظ و ملال اور حرمان حکومت و امارت کا بہت خیال رہا کرتا ہے۔ میں نے التماس کیا کہ فی الواقع وہ خیال کرتے ہیں کہ جناب رسالتمآب نے منصب خلافت کو ان کی مخصوص اور اپنے زندگی سے ان کے واسطے منصوص فرمایا تھا۔ خلیفۃ ثانی نے کہا کہ ہرگاہ خدا نے نہ چاہا کہ یہ امر علی بن ابیطالب تک واصل ہو تو پیغمبر خدا کا چاہنا لاحاصل ہے کیونکہ بموجب مشیت خدا کے ہوگا اور بموجب خواستن رسول خداؐ کے نہ ہوگا، پیغمبر خدا نے چاہا کہ ابوطالب اسلام لائے لیکن خدا نے نہ چاہا تو کچھ نہ ہوا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ۔ فَفِیْهَا نُکَاتٌ بَدِیْعَةٌ لِلْاَفْکَارِ، اِشَارَةٌ فِیْهَا اِنَارَةٌ.

واضح ہو کہ امام اہلسنت یعنی احمد بن حنبل نے براء بن عازب سے روایت کی ہے کہ جب غدیر خم میں جناب رسالتمآب نے فرمایا کہ

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ، اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاهُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ۔

تو حضرت عمر بن خطاب نے حضرت امیر علیہ السلام سے وقت ملاقات کہا:

هَنِیْئًا لَکَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ، اَصْبَحْتَ مَوْلَا کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ۔

اور ابن مغازلی شافعی عالم اہل سنت نے کتاب مناقب میں ابی ہریرہ سے روایت کی ہے، عمر بن خطاب نے کہا

بَخٍ بَخٍ لَکَ یَا ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ، اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ۔

یعنی مبارک و خوش گوار مسعود و سزاوار ہو تم کو اے علی ابن ابیطالب کہ صبح کی تم نے درحالیکہ تم ہمارے مولا ہو اور ہر مومن و مومنہ کے مولا ہو۔

اور امام غزالی نے کتاب ''سر العالمین و کشف ما فی الدارین'' میں لکھا ہے کہ

لَكِنْ اَسْفَرَتِ الْحُجَّةُ وَجْهَهَا، وَاجْمَعَتِ الْجَمَاهِيْرُ عَلٰى مَتْنِ الْحَدِيْثِ مِنْ خُطْبَتِهٖ فِيْ يَوْمِ غَدِيْرِ خُمٍّ بِاتِّفَاقِ الْجَمِيْعِ، وَهُوَ يَقُوْلُ »:مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ«، فَقَالَ عُمَرُ »:بَخٍ بَخٍ يَا اَبَا الْحَسَنِ، لَقَدْ اَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَمَوْلٰى كُلِّ مُؤْمِنٍ وَ مؤْمِنَةٍ،«وَ هٰذَا تَسْلِيْمٌ وَرِضًى وَتَحْكِيْمٌ. ثُمَّ بَعْدَ هٰذَا غَلَبَتِ الْهَوٰى لِحُبِّ الرِّيَاسَةِ، وَحَمْلِ عَمُوْدِ الْخِلَافَةِ، وَعُقُوْدِ النُّبُوَّةِ، وَخَفَقَانِ الْهَوٰى فِيْ قَعْقَعَةِ الرَّايَاتِ، وَاشْتِبَاكِ ازْدِحَامِ الْخُيُوْلِ، وَفَتْحِ الْاَمْصَارِ، وَسَقَاهُمْ كَأْسَ الْهَوٰى، فَعَادُوْا اِلَى الْخِلَافِ الْاَوَّلِ، فَنَبَذُوْهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ، وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا، فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ۔

خلاصہ یہ کہ حجت و برہان خلافت ہویدا ونمودار، دلیل حقیت ولایت روشن وآشکار ہے اور حدیث غدیر اتفاق جماہیر واجماع جمع کثیر اور تصدیق جم غفیر ہے کہ حضرت نے فرمایا»مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ« اور عمر بن خطاب نے کہا کہ بَخٍ بَخٍ لَكَ يَا اَبَا الْحَسَنِ، اَصْبَحْتَ مَوْلَايَ وَمَوْلَا كُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ۔ اور یہ سب واقعات دلیل تسلیم ورضا وانقیاد اور برہان تحکیم بہ امر فطیب فواد ہیں کہ حضرت امیر کو مولا وآقا تسلیم کرلیا تھا لیکن بعد اس کے ہوا وہوس نفسانی اور حرص وطمع ریاست دنیای فانی اور خواہش حمل عمود خلافت جہانداری اور رغبت لمعان اعلام کامکاری اور قعقعہ رایات شہر یاری، محبت ازدہام خیول وخدم وحشم، اشتیاق بیرق و پرچم وعلم، طمع فتح بلاد وامصار، حصول غنایم بے شمار غالب ہوئے اور طبع ہوسناک متاع ثروت وامارت، سامان عیش وعشرت سرمایہ دولت وحشمت کے طالب ہوئے۔ پس منصب خلافت کو شاہ ولایت سے لے لیا اور جو حالت سابقہ قبل از اسلام تھی اس پر عود کیا اور عہد و پیمان روز غدیر کو پس پشت اور قلادہ تسلیم حکم بشیر ونذیر اور طوق انقیاد حضرت امیر کو شکست کیا، پس ایسے گوہر بے بہا کو دیگر خزف زخارف دنیا کو خرید کیا اور بہت برا کیا۔

توضیح ۵۰، وتفضیح

واضح ہو کہ جو حال اہل زمان کا تا انقراض عہد خلافت خلیفہ ثانی کے تھا حضرت امام علیہ السلام نے اس کا جلوہ دکھادیا اور جو حال جناب رسالتمآبؐ نے بوحی جناب رب الارباب فرمایا تھا اسی حال سے ارباب حق فراموش، اصحاب بطالت کوش کو خبردار اور تازیانہ ہدایت وارشاد سے سیہ مستان بادہ خواب غفلت، سرشاران نشہ جہالت کو ہوشیار کردیا، چنانچہ صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمرو عاص سے روایت ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے اصحاب سے فرمایا کہ اگر خزینہ ہائے روم وعجم اور گنجینہ ہائے عالم تمہارے واسطے مفتوح ہوجاویں تو کیا حال تمہارا ہوگا؟ عبدالرحمان بن عوف نے عرض کیا کہ احکام اقدس الٰہی اور فرمان

جناب رسالتؐ پناہی کی تعمیل کریں گے، حضرت رسالت نے فرمایا ایسا نہیں ہے بلکہ

تَتَنَافَسُوْنَ، ثُمَّ تَتَحَاسَدُوْنَ، ثُمَّ تَتَدَابَرُوْنَ، ثُمَّ تَتَبَاغَضُوْنَ.

یعنی محبت دنیا میں گرفتار، نشہ نفسانیت و جہالت میں سرشار ہوگی، آتش حسد وعناد پر وفتنہ وفساد کو اشتعال ہوگا۔

اور اخطب خوارزمی وابن ابی الحدید اور ابن مردویہ نے روایت کی ہے کہ ابن عباس اور جناب رسالتمآبؐ معہ جناب ولایت مآب دولت سرا سے باہر تشریف لائے، راہ میں ایک باغ سبز و شاداب ملاحظہ فرمایا، حضرت ولایت مآب نے تعریف فرمائی، حضرت رسالت نے فرمایا کہ یا علی تمہارا باغ بہشت عنبر سرشت میں اس سے بہتر ہے اسی طرح سے سات باغ ملے سب کے نسبت اسی طرح سے ارشاد فرمایا، بعد اس کے دست مبارک بشفقت تمام ومرحمت تام فرق اطہر وروئے انور جناب حیدر صفدر پر پھیرا اور زار زار رو کر ارشاد فرمایا کہ

ضَغَائِنُ فِيْ صُدُوْرِ قَوْمٍ لَا يُبْدُوْنَهَا لَكَ حَتّٰى يَفْقِدُوْنِيْ.

یعنی لوگوں نے اپنے سینہ ہائے عداوت خزینہ وقلوب مخالفت گنجینہ میں کینہ ہائے دیرینہ، بغض ہائے پارینہ کا دفینہ کیا ہے کہ بعد ہمارے اس کا اظہار وبغض وعداوت کا اجہار کریں گے۔[1]

اور ہم مضمون اس کے اخطب خوارزمی نے عبدالرحمن بن ابی لیلی سے روایت کی ہے کہ جناب رسالتمآب نے فرمایا:

اِتَّقِ الضَّغَائِنَ الَّتِيْ لَكَ فِيْ صُدُوْرِ مَنْ لَا يُظْهِرُهَا اِلَّا بَعْدَ مَوْتِيْ، اُولٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ، وَيَلْعَنُهُمُ اللَّاعِنُوْنَ۔

یعنی پرحذر و برکنار ہوشیار وخبردار ہو کہ کینہ ہائے دیرینہ تمہاری جانب سے لوگوں کے سینہ میں مخزون اور عداوت ہائے پارینہ دلوں میں مکنون ہیں کہ وہ لوگ بعد ہمارے اس کو ظاہر وآشکار اور بغض وعناد و حسد دلداد کا اظہار کریں گے، پس ہرگاہ تجھ سے مخالفت ومعاندت کریں گے تو خداوند احدیت اور لعنت کنندگان امت ان پر لعنت کریں گے۔

یہاں شیعیان تبرای ومحبان تولای مراد ہیں کہ جو ظالمان دین مبین اور دشمنان ائمہ طاہرین پر ہمیشہ لعن ونفرین کرتے ہیں اور جو لوگ مکفوف اللسان اور اس صفت ممدوحہ سے گریزان ولرزان ہیں وہ اس صفت کریمہ، فضیلت عظیمہ سے خارج

---

[1] فِي الرِّيَاضِ النَّضْرَةِ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: يَا عَلِيُّ! كَيْفَ اَنْتَ اِذَا رَاَيْتَ اَزْهَدَ النَّاسِ فِي الْاٰخِرَةِ، وَرَغِبُوْا فِي الدُّنْيَا، وَاَكَلُوا التُّرَاثَ اَكْلًا لَمًّا، وَاَحَبُّوا الْمَالَ حُبًّا جَمًّا، وَاتَّخَذُوْا دِيْنَ اللّٰهِ دَغَلًا، وَمَالَ اللّٰهِ دُوَلًا؟ قَالَ: قُلْتُ: اُتْرُكُهُمْ وَمَا اخْتَارُوْا، وَاخْتَارَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ، وَاَصْبِرُ عَلٰى مُصِيْبَاتِ الدُّنْيَا وَبَلْوَاهَا حَتّٰى اَلْحَقَ بِكَ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ. قَالَ: فَقَالَ: صَدَقْتَ، اَللّٰهُمَّ افْعَلْ ذٰلِكَ بِهٖ.

ہیں۔ بعد اس کے جناب رسالتمآبؐ نے گریان ہو کر فرمایا:

اَخْبَرَنِیْ جِبْرَئِیْلُ اَنَّھُمْ یَظْلِمُوْنَہٗ، وَیَمْنَعُوْنَ حَقَّہٗ، وَیُقَاتِلُوْنَہٗ، وَیَقْتُلُوْنَ وَلَدَہٗ، وَیَظْلِمُوْنَھُمْ بَعْدَہٗ۔

یعنی مجھ کو جبرئیل امین نے خبر دی ہے کہ لوگ اس پر ظلم و بیداد انواع فتنہ وفساد برپا کریں گے، ایذا رسانی سے اس کو مہموم ومغموم اس کے حق سے محروم کریں گے، اس سے ناحق جنگ وجدال اور بیجا حرب وقتال کریں گے۔ بعد اس کے اس کے فرزندان ابرار، دلبند ان اخیار کو بہزار جور وجفا وانواع رنج وعنا شہید کریں گے۔

جناب رسول برحق مخبر صادق نے سب حالات مابعد کی خبر دی ہے چنانچہ ''یَظْلِمُوْنَہٗ وَیَمْنَعُوْنَہٗ حَقَّہٗ'' سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے حق خلافت اور باغ فدک سے محروم کیا اور وہ پیروان خلفائے ثلاثہ ہیں اور ''یُقَاتِلُوْنَ'' سے مراد وہ لوگ ہیں کہ جنہوں نے حضرت کے ساتھ جنگ وجدال حرب وقتال برپا کیا حالانکہ وہ حضرت سریر خلافت پر رونق اندوز اور تاج ولایت سے جلوہ افروز تھے یہ لوگ پیروان معاویہ ہیں ''یَقْتُلُوْنَ وَلَدَہٗ'' سے شہادت امام حسن مجتبیٰ اور شہادت جناب سید الشہداء علیہ السلام مراد ہے۔

فقرہ (۱۱)

فَصَبَرْتُ عَلٰى طُوْلِ الْمُدَّةِ، وَ شِدَّةِ الْمِحْنَةِ [1]

جب حضرت نے خلیفۂ وقت کا حال کردار و اطوار و گفتار اظہار فرمایا اور کوائف حالات روزگار و ابنائے روزگار اور شدائد آزار و اضرار اور ضلالت و جہالت اہل ادبار کا اشعار فرمایا تو اب فرماتے ہیں کہ پس ہم نے اس طول مدت اور شدت محنت پر بھی صبر فرمایا جس میں لوگ سرگشتہ بادیہ ضلالت آوارہ جادۂ غوایت، سرشار بادہ جہالت تھے، اہل دین گوشہ نشین عزلت، زاویہ گزین غربت، گرفتار رنج و محنت، اسیر رنج مصیبت تھے اور جو کہ خلیفۂ دوم نے دس سال چھ مہینہ خلافت کی تو حضرت نے فرمایا:

فَصَبَرْتُ عَلٰى طُوْلِ الْمُدَّةِ، وَ شِدَّةِ الْمِحْنَةِ۔

اور جو کہ خلیفۂ اول نے دو سال و تین مہینہ خلافت کی تو حضرت نے فرمایا:

فَصَبَرْتُ وَ فِي الْعَيْنِ قَذًى۔

---

[1] شَرْحُ مَقَاصِدَ:وَمَا وَقَعَ بَيْنَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْمُحَارَبَاتِ وَالْمُشَاجَرَاتِ عَلَى الْوَجْهِ الْمَسْطُورِ فِيْ كُتُبِ التَّوَارِيْخِ، وَالْمَذْكُوْرِ عَلٰى اَلْسِنَةِ الثِّقَاتِ، يَدُلُّ بِظَاهِرِهٖ عَلٰى اَنَّ بَعْضَهُمْ قَدْ حَادَ عَنْ طَرِيْقِ الْحَقِّ، وَبَلَغَ حَدَّ الظُّلْمِ وَالْفِسْقِ.وَكَانَ الْبَاعِثُ لَهُ الْحِقْدَ وَالْعِنَادَ، وَالْحَسَدَ وَالِلِّدَادَ، وَطَلَبَ الْمُلْكِ وَالرِّيَاسَةِ، وَالْمَيْلَ اِلَى اللَّذَّاتِ وَالشَّهَوَاتِ؛ اِذْ لَيْسَ كُلُّ صَحَابِيٍّ مَعْصُوْمًا، وَلَا كُلُّ مَنْ لَقِيَ النَّبِيَّ ﷺ بِالْخَيْرِ مَوْسُوْمًا.اِلَّا اَنَّ الْعُلَمَاءَ لِحُسْنِ ظَنِّهِمْ بِاَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَكَرُوْا لَهَا مَحَامِلَ وَتَاْوِيلَاتٍ بِهَا تَلِيْقُ، وَذَهَبُوْا اِلٰى اَنَّهُمْ مَحْفُوْظُوْنَ عَمَّا يُوْجِبُ التَّضْلِيْلَ وَالتَّفْسِيْقَ، صَوْنًا لِعَقَائِدِ الْمُسْلِمِيْنَ عَنِ الزَّيْغِ وَالضَّلَالَةِ فِيْ حَقِّ كِبَارِ الصَّحَابَةِ، سِيَّمَا الْمُهَاجِرِيْنَ مِنْهُمْ وَالْاَنْصَارِ، وَالْمُبَشَّرِيْنَ بِالثَّوَابِ فِيْ دَارِ الْقَرَارِ.

فقرہ(۱۲)

حَتّٰٓی اِذَا مَضٰی لِسَبِیْلِہٖ جَعَلَھَا فِیْ جَمَاعَۃٍ زَعَمَ اَنِّیْٓ اَحَدُھُمْ مِنْھُمْ. فَیَا لِلّٰہِ وَلِلشُّوْرٰی!. مَتَی اعْتَرَضَ الرَّیْبُ فِیَّ مَعَ الْاَوَّلِ مِنْھُمْ، حَتّٰی صِرْتُ اُقْرَنُ اِلٰی ھٰذِہِ النَّظَآئِرِ۔

حاصل کلام امام علیہ السلام یہ ہے کہ ہم اسی رنج والم اور شدائد وہم وغم میں متاثر ومتالم رہے، یہاں تک کہ خلیفۂ دوم اس دنیا سے گزرا اور جانب ملک عدم سفر کیا تو جاتے جاتے بھی اس خلافت کا ایک جماعت پر انحصار اور ایک شوری پر اس کا قرار و مدار تجویز کیا اور ہم کو بھی منجملہ اس جماعت کے مثل اس کے قرار دیا۔ از برائے خدا کہاں ہم اور کہاں شوریٰ، بھلا ہم سے اور شوری و جماعت سے کیا مناسبت اور ہماری منزلت رفعیہ سے ان لوگوں کو کیا وقعت۔ بھلا ہمارے استحقاق میں پہلی مرتبہ کیا اشتباہ تھا جو دوبارہ بھی اشتباہ ہوا اور پھر اب مرتبہ سوم کیا شک والتباس تھا جو ایک جماعت ناس میں اس کا ایک اساس قائم کیا گیا یہاں تک کہ ہم کو بھی انہیں اشخاص کے زمرہ میں شامل اور ہم شکل ومشاکل اور ہم پایہ ومماثل بنا دیا۔

توضیح ۵۱، فیہ تشریح

''حَتّٰٓی اِذَا مَضٰی لِسَبِیْلِہٖ''، یعنی تا اینکہ ہرگاہ گزر گیا اپنی راہ پر حتّٰی بنا بر طول مدت کے ہے۔

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی: ﴿حَتّٰٓی اِذَا بَلَغَ بَیْنَ السَّدَّیْنِ﴾

''مَضٰی''، بمعنی گذشت جس سے تحقیر موت معلوم ہوتی ہے جس طرح سے ''لَقٰی رَبَّہٗ'' سے تعظیم موت ثابت ہوتی ہے اور اپنے راہ پر گزرا، جس سے یہ امر ثابت نہیں کہ راہ بہشت لیے یا راہ جہنم اور لام بمعنی علی ہے، یعنی عَلٰی سَبِیْلِہٖ جَعَلَھَا فِیْ جَمَاعَۃٍ زَعَمَ اَنِّیْٓ اَحَدُھُمْ مِنْھُمْ ۔ یعنی امر خلافت کو درمیان ایک جماعت کے دایر کر دیا اور گمان کیا کہ ہم بھی ایک شخص انہیں میں مثل ان کے ہیں۔

'' زَعَمَ''، بمعنی پنداشتن یعنی خلاف واقع گمان کرنا، کیونکہ وہ خود جانتا تھا کہ تمامی افراد عالم سے بعد جناب رسول اکرم کے گرامی تر ہیں اور '' لَوْلَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ''، ستّر بار کہا اور ''فَقَضِیَّۃٌ لَا اَبَا حَسَنٍ لَھَا'' کا بکرات ومرات اظہار کیا، معہ ہذا چھ شخصوں پر خلافت کا انحصار کیا اور مثل ان سب کے ہم کو بھی شمار کیا اور ترجیح مرجوح اور تفضیل مفضول کا کچھ خیال واعتبار نہ کیا۔

اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ فَیَا لِلّٰهِ وَلِلشُّوْرٰی!۔

واضح ہو کہ لام اکثر منادائے مستغاث یا متعجب پر داخل ہوتا ہے تو مفتوح ہو جاتا ہے اور منادی قائم مقام کاف خطاب سمجھا جاتا ہے جس طرح سے لکَ و لَکُمْ پس لامْ ''لِلّٰهِ'' میں واسطے استغاثہ کے ہے اور اللہ منادای مستغاث اور لامْ ''لِلشُّوْرٰی'' میں واسطے تہدید کے ہے اور شوری منادی مہدد ''یَا لِلّٰهِ وَلِلشُّوْرٰی'' اور بقول ابن ابی الحدید جو لامْ ''لِلشُّوْرٰی'' میں مکرر ہے بنا بر تعجب ہے۔

وَلَیْسَ بِبَعِیْدٍ، وَاِنْ کَانَ غَیْرَ سَدِیْدٍ۔

پس بنا پر قول بعض شارحین کے لام واسطے استغاثہ کے اس مراد سے داخل ہوا ہے کہ خداوندا میری فریاد رسی کر۔ اور استدلال کی ہے روایت جامع الاصول سے کہ حضرت نے فرمایا:

اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَجْثُوْ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰهِ لِلْخُصُوْمَةِ۔

اور بنا بر قول بعض شارحین بنا پر تعجب ہے کہ خداوندا تعجب ہے کہ ہم اور یہ شوریٰ۔

مَتٰی اعْتَرَضَ الرَّیْبُ فِیَّ مَعَ الْاَوَّلِ مِنْهُمْ۔

''مَتٰی'' ظرف زمان ہے بمعنی ہنگام ''اِعْتِرَاضٌ'' بمعنی عارض شدن و پیش آمدن و ''رَیْبٌ'' بمعنی شک۔ یعنی کس وقت میں کوئی شک و شبہ خلیفۃ اول کے ساتھ ان کو ہوا تھا کہ اب پھر گنجائش اشتباہ تصور کی جاوے حالانکہ ہمارے علم و فضل و کمال اور جاہ و جلال کے سب قائل تھے اور خود خلیفۃ ثانی نے مسائل مشکلہ امور معضلہ میں رجوع کر کے ممنون و احسان ہوتا تھا اور صعوبات مہمہ و مہمات ملمہ میں اعانت و مشاورت کا طلبگار رہوتا تھا، مگر بنا پر تشکیک عوام کالانعام و تغلیظ رعاع انعام ہم کو بھی مثل و مانند ان کے قرار دے کر لوگوں کو ہمارا ہم پایہ و ہمسر اور نظیر و برابر قرار دے دیا۔ اول میں خلافِ نص و خلاف اصول شریعت کے اجماع پر انحصار کیا، اب پنچایت پر مدار کیا، نہ وہ لائق حجت تھا نہ یہ قابل حجیت۔

توضیح ۵۲، فیہ تصریح

حضرت امام علیہ السلام نے کس لطافت بیان، بلاغت بے پایان سے اس واقعہ عجیب اور سانحہ غریب کو بیان فرمایا کہ زبان بیان اس کے توصیف سے قاصر اور تعریف سے خاسر ہے، اس واسطے کہ حال موت خلیفۃ دوم بدین الفاظ و کنایہ ظاہر فرمایا کہ ''مَضٰی لِسَبِیْلِهٖ'' اس نے اپنے راہ لی اور جس راہ اس کو گزرنا تھا گزر گیا، بعد اس کے حضرت نے تعجّبانہ یہ ارشاد فرمایا کہ اس نے مرتے وقت بھی اس خلافت کا یہ انتظام جدید خلاف قرآن مجید اور مخالفت شرع حمید منافی طریقۂ سدید تجویز کیا کہ ایک پنچایت قرار دی اور ہم کو بھی ان پنچوں میں ایک پنچ قرار دیا، اور وہ پنچایت اور شوری ابھی بطور عجیب اور اسلوب غریب قرار دیا۔ تعجب یہ ہے کہ خطا اور لغزش ہائے مسائل شرعیہ میں تو ہم سے اصلاح و فتوی کا خواستگار، امور مہمہ اور

مہمات وموہمہ میں ہماری اعانت کا طلبگار اور ہمارے استحقاق کامل اور کمالات وفضائل وعلوم وفواضل سے خبردار تھا اور ''لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ'' بار بار کہتا تھا مگر وقت موت سب امور کو ویسے زہول ومغفول اور خاطر سے مجہول کر کے ایسے امر عظیم واجل کو ایک امر فضول کعصف ماکول قرار دے کر ایک جماعت اغیار پر محول وحکول کیا، چنانچہ مناسب مقام حکایت پر لطافت شوری وجماعت لایق ارقام ہے۔

توضیح ۵۳

فِيْهِ حِكَايَاتٌ لَطِيْفَةٌ وَ رِوَايَاتٌ مَنِيْفَةٌ وَ نُكَاتٌ لَطِيْفَةٌ۔

واضح ہو کہ بنا بر تصریح ابن ابی الحدید وابن اثیر ودیگر علمائے تواریخ واحادیث مجمل قصہ شوری واجتماع یہ ہے کہ خلیفہ ثانی نے وقت رحلت کے اپنی اہل رفاقت سے امر خلافت میں مشاورت کی اور یہ رائے ظاہر فرمائی کہ میں اپنے پسر کو اس واسطے معین نہیں کرتا کہ مجھ کو خلافت ہو چکی، کیا ضرورت ہے کہ خلیفہ بنا کر یہ بار عظیم، مواخذہ جسیم بعد ممات بھی اپنی گردن پر لوں، مگر جناب رسول متعال تاوقت ارتحال چھ شخصوں سے رضامند وخوشحال تھے، علی وعثمان وطلحہ وزبیر وسعد بن ابی وقاص و عبدالرحمن بن عوف۔ پس انہیں پر خلافت کا انحصار، امارت مسلمین کا دارومدار ہے، لیکن ہر ایک شخص میں میرے نزدیک ایک عیب صریح ایک نقص فصیح ہے۔

چنانچہ تو اے زبیر نہایت مفسدہ پرداز فتنہ انداز ہے۔ اگر خوش ہے تو مومن باایمان، اگر ناخوش ہے تو کافر بی ایمان ہے، کبھی انسان ہے کبھی شیطان ہے۔ جب خلیفہ ہوگا اور شیطان ہو جائے گا تو کون نظم ونسق مملکت، رونق ونسق ریاست و خلافت کرے گا۔ اور اے طلحہ تجھ سے رسول مقبول نہایت رنجیدہ وملول تھے، اس وجہ سے کہ تو نے ایک دن کہا تھا کہ کیا فائدہ ہے کہ آج جناب رسالتمآب اپنی عورتوں کو چادر وحجاب سے چھپاتے ہیں اور کل بعد ان کے ہم ان پر تسلط پاویں گے تو بلاتکلف اپنے عقد میں لاویں گے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی کہ

﴿وَ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَ لَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا﴾

اور تو اے سعد بن ابی وقاص نہایت متکبر ومغرور نخوت وخودرائی سے معمور ہے، تو امور خلافت کے لایق اور سرانجام امارت کے موافق نہیں ہے اور بنی زہرہ کو خلافت سے کیا مناسبت ہے۔ اور تو اے عبدالرحمن ضعیف وبیکار عاجز وناچار صرف اپنی قوم کا دوستدار ومددگار ہے۔

اور تو اے عثمان اگر تو خلیفہ زمان حاکم زمانیان ہوگا تو اپنے قوم وقرابت داروں کو سب پر مسلط وحکمران کرے گا اور مال بیت المال سے مالامال کرے گا تا اینکہ اقوام عرب تجھ پر شورش اور اہل اسلام ناراض ہو کر یورش کریں گے آخر کو قتل وغارت پر نوبت آئے گی اور پھر کچھ تدبیر نہ بن آئے گی۔

اور اے علی ابن ابی طالبؑ اگر تم میں مزاح وشوخ طبعی نہ ہوتی تو تم سب سے فایق واسطے خلافت کے بہت لایق تھے۔ واللہ اگر تمہارے ایمان کو ایمان اہل زمین سے مقابلہ اور میزان عدل میں موازنہ کریں تو تمہارے ایمان کو سب سے رجحان ہوگا۔

بعد اس کے طلحہ انصاری کو بسر کردگی پچاس جوان دلاور ہوشیار، باشمشیر اب دار مقرر کیا کہ ان چھ شخصوں کو ایک مکان میں محصور اخذ بیعت وانعقاد شوری پر مجبور کرو کہ تین دن کے اندر کسی کو خلیفۃ زمان وحاکم دوران بنا دیں، اگر ایک شخص کو پانچ شخصوں سے اختلاف ہو تو قتل اس کا روا ہے اور اگر دو شخص کو چار شخص سے انحراف ہو تو قتل کرنا ان کا بجا ہے، اگر تین شخص کو خلاف ہو تو جن کو عبدالرحمن سے استنکاف ہو ان کا قتل کرنا سزا ہے اور اگر تین دن گزر جائیں اور باتفاق رائے کسی کو خلیفۃ نہ بناویں تو سب کے سب لایق تعزیر قابل ضرب شمشیر ہیں۔

چنانچہ طلحہ نے بسبب عداوت دیرینہ اور کینہ پارینہ کے حضرت سے مخالفت کر کے اپنا حق عثمان کو بخشا اور زبیر نے اپنا حق حضرت علی کو بخشا اور سعد ابی وقاص نے اپنا حق عبدالرحمن کو بخشا۔ عبدالرحمن نے کہا کہ ہم نے اپنا حق علی، عثمان میں دائر انہیں دو شخصوں میں منحصر کیا اور حضرت سے کہا کہ ہم تم سے بیعت کرتے ہیں کتاب خدا وسنت رسولؐ اور طریقہ شیخین پر، حضرت نے کتاب خدا وسنت رسول پر اقرار کیا اور سنت شیخین سے انکار کیا، عبدالرحمن نے عثمان سے سوال کیا، عثمان نے سنت شیخین کا اقبال کیا، عبدالرحمن نے فورًا عثمان کے ہاتھ پر بیعت کی اور کہا السلام علیک یا امیر المومنین۔ پس حضرت نے فرمایا کہ واللہ کہ تو نے بیعت نہیں کی مگر اسی امید پر کہ جس امید پر عمر نے ابوبکر سے بیعت کی تھی، حق تعالیٰ تم دونوں میں جدائی اور ترک صفائی وقلع محبت وآشنائی کرے، اس حکایت میں چند فوائد عدیدہ، نکات پسندیدہ لایق نگارش ہیں۔

(اول) خلافت مآب نے فرمایا کہ رسول خداؐ انہیں چھ شخصوں سے راضی تھے لیکن پھر مقابل حکم رسول اپنے اجتہاد سے ہر ایک میں عیب وفساد تجویز فرمایا۔ زبیر کو شیطان وکافر، سعد کو متعصب ومتکبر بنایا، حضرت رسول کو طلحہ سے آزردہ وملول اور بدین وجہ واسطے خلافت کے نامعقول ٹھہرایا، عبدالرحمن کو ضعیف وبیچارہ واسطے خلافت کے ہیچکارہ بنایا، عثمان کو نفس پرور، طماع مال وزر ٹھہرایا، حضرت امام علیہ السلام کو علی الاطلاق خوش طبع وخوش مذاق بتایا۔ اب اس قول میں کس قدر فساد اور قول اول سے کس قدر تناقض وتضاد ہے۔ کیا جناب رسالتمآبؐ سے یہ عیوب مجہول ومخفی تھے یا ان پر ظاہر تھے مگر اس پر راضی تھے۔

(ب) حضرت امام علیہ السلام میں عیب خوش طبعی لگایا اور خلافت میں یہ نقص ٹھہرایا، مراد اس سے خلق کریم ہے تو یہ سیرت رسول کریم ہے۔ کَمَا قَالَ اللّٰہُ: ﴿ اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ﴾ واگر ہزل وفضول، ازل داخل لہو ولعب نامعقول ہے تو معاذ اللہ کبھی لوث ہزلیات، دینہ شائبہ لغویات، روسہ غبار فضولیات، منہیہ دامان وقدس وطہارت، آستان عصمت ونظافت تک پہنچا ہو۔ کوکبہ حیدریہ، دبدبہ غضنفریہ، شوکت صفدریہ، تہور ہاشمیہ، صولت علویہ، جبروت مرتضویہ، جلالت عالیہ علیہ اس کے صفات خاص اور اوصاف کریمہ

﴿اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ سے ان کو اختصاص ہے۔

ابن ابی الحدید نے ابن انباری سے روایت کی ہے کہ ایک دن حضرت امام علیہ السلام مسجد جامع سے باہر تشریف لے گئے، ایک شخص نے براہ نادانی ازروئے خبث نفسانی وخوش آمد و چرب زبانی بخدمت خلیفۃ ثانی عرض کیا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام بہت غیور، صاحب نخوت وغرور ہیں۔ خلیفۃ ثانی نے فرمایا کہ تکبر غرور ایسے شخص کا بیجا، داعیہ برتری نازیبا نہیں ہے، کیونکہ اگر ان کی تیغ خون آشام نہ ہوتی تو کبھی قلع مادہ کفر وظلام، قمع بنیاد کفر لیام، ستون اسلام کو قیام نہ ہوتا، علاوہ اس کے قضایا وفتوا وعلوم میں سب سے بہتر اور سبقت اسلام اور شرف قرابت میں سب سے زیادہ تر ہیں، اس شخص نے کہا کہ پھر ان کو کس واسطے حاکم اسلام خلیفۃ انام نہ بنایا، خلیفۃ ثانی نے کہا کہ مجھ کو اس وجہ سے کراہت ہے کہ وہ کم سن ہیں اور اولاد عبدالمطلب سے ان کو بہت رغبت ومحبت ہے۔ اور دوسری روایت ہے کہ خلیفۃ ثانی نے ابن عباس سے فرمایا کہ تم کچھ جانتے ہو کہ کس وجہ سے تم اہل بیتؑ سے سلب خلافت صرف امارت ہوئی؟ ابن عباس نے کہا کہ نہیں۔ خلیفۃ ثانی نے فرمایا کہ قوم عرب کو گوارا نہ ہوا کہ تمہارے گھر میں شرف نبوت بھی ہو اور شرف خلافت وامارت بھی ہو اور بدین وجہ تمہارے کبر و غرور کو اشتداد ووفور ہو جاوے۔ اور اگر خلافت ان کو دی جاتی تو سزاوار نہ آتے کیونکہ قوم عرب تم کو نظر یاس وہراس سے دیکھتی ہے، جس طرح گائے قصائی کو دیکھتی ہے اور قریب قریب اس کے روایت عبداللہ ابن عمر ہے۔

(ج) خلیفۃ ثانی نے باین ہمہ عیب دانی وہمہ دانی چھ شخصوں کو عیب دار قرار دیا مگر پھر انہیں معیوبوں پر شوری کا انحصار، خلافت کا دارومدار فرمایا۔

(د) خود خلیفۃ دوم نے فرمایا کہ میں نہیں چاہتا کہ امر خلافت کا حیات وممات میں میری گردن پر بار اور ہمیشہ کے واسطے یہ مواخذہ برقرار رہے لیکن پھر شوری اور پنچایت کا انحصار اور اپنی رائے ایک امر جدید پر مدار فرمایا، اپنی گردن پر تمامی اسلام کا بار لیا۔

(ھ) اگر پنچایت بھی ہوتی تو اختیار اصحاب جناب رسالتمآب اور اہل بیت اطیاب کو اختیار دیا جاتا ہے کہ جن لوگوں کو چاہیں واسطے پنچایت کے انتخاب کریں اور ان کو رائے زنی کا آزادانہ اور فیصلہ حاکمانہ اور حکم بے تکلفانہ کا اختیار دیا جاتا، نہ یہ کہ خلیفۃ صاحب نے اپنے رائے سے چھ شخصوں کو انتخاب کیا اور سب کو ایک فوج میں محصور اور متابعت عبدالرحمن پر مجبور اور تخویف قتل سے ناچار ومعذور کر دیا۔

(و) اگر یہ کہا جاوے کہ یہ بھی ایک اجتہاد تھا تو خلیفۃ ثانی کو اجتہاد فرما کر ایک شخص کو انتخاب فرمانا چاہیے تھا جس طرح خلیفۃ اول نے براہ اجتہاد کے خلیفۃ ثانی کو انتخاب فرمایا، نہ یہ کہ اس اجتہاد کو اشخاص معدود پر محصور محدود اور چارہ کار کو مخالفت عبدالرحمن سے مسدود اور سلسلہ خلافت کو تجویز عبدالرحمن سے مشدود ایک طریقہ طبغراء سے مرصود وبحسب خواہش و

اجتہاد اپنے منضود اور حسد بازہ وجبری اندازہ سے معقود اور ذریعہ تکلف کو بہ تخویف قتل مفقود کر دیا۔ ابن ابی الحدید نے معاویہ سے روایت کی ہے کہ کسی چیز نے مسلمانوں کو پراگندہ طبیعت نہیں کیا مگر سوائے خلافت اور چھ شخصوں پر انحصار امارت نے۔ چنانچہ بدین سبب ہر ایک کو داعیہ خلافت ادعائے ریاست پیدا اور ہر ایک قوم میں حوصلہ سلطنت وعزم حصول سلطنت ہویدا ہوا۔

(ز) خلیفۃ اول نے فرمایا تھا کہ ''اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ'' اور اسی حدیث پر استدلال فرما کر استحقاق اپنا ظاہر کیا تھا مگر خلیفۃ ثانی نے فرمایا کہ اگر سالم مولای حذیفہ زندہ ہوتا تو اس کو خلافت عطا کرتا کہ رسول خداؐ اس سے محبت کرتے تھے۔ پس انحصار خلافت قریش پر بھی نہ رہا اور مرتبہ حضرت علی علیہ السلام اس سے بھی کم تھا۔

(ح) اس تقسیم طبغرا اور تجدید اجتہاد سے غرض یہ تھی کہ حضرت امام علیہ السلام محروم رہیں چنانچہ عوانہ نے کتاب شوری اور جوہری نے کتاب سقیفہ میں سہل ابن سعد انصاری سے روایت کی ہے کہ روز شوری حضرت امام علیہ السلام نے حضرت عباس سے فرمایا کہ عمر نے اس تدبیر سے ہم سے خلافت کا انتزاع، ریاست کا اندفاع کیا کہ رائے عبدالرحمن کے متابعت لازم اور اس کی دوستوں کی اطاعت متحتم کر دی چنانچہ سعد بن ابی وقاص تابع عبدالرحمن ہے اور عبدالرحمن شوہر خواہر عثمان ہے اور عثمان خود عثمان ہے۔ پس اگر بالفرض طلحہ، زبیر میری طرف ہوتے بھی تو بیکار و بی سود وعبث و بی بہبود ہوتا۔

(ط) حضرت امام علیہ السلام نے سیرت شیخین پر بیعت لینا قبول نہ فرمایا پس اگر سیرت شیخین مطابق سنت خدا اور رسول مقبول تھے تو حضرت نے کیوں انکار فرمایا اور عبدالرحمن نے صرف سنت رسول پر بیعت لینے سے انکار اور سیرت شیخین پر کیوں اصرار فرمایا۔

(ی) امر عجیب تر یہ ہے کہ بحسب طریقہ اہلسنت شرط اعظم بنیاد خلافت اجتہاد ہے، پس اگر حضرت امام علیہ السلام اور عثمان دونوں مجتہد تھے تو عبدالرحمن نے کیوں بیعت کو مشروط کیا کہ اپنی رائے پر عمل نہ کرو اجتہاد شیخین پر عمل کرو؟ پس شرط خلافت کا فقدان اور عمل بالاجتہاد سے حرمان ہو گیا اور ہر گاہ عثمان بن عفان نے اس شرط کو منظور کیا تو اپنے اجتہاد سے انقطاع شرط اعظم خلافت سے انخلاع گوارا کیا اور اگر اجتہاد میں سنت خدا اور سول سے مخالفت وعدول کرنا جایز تھا تو پھر حضرت امام علیہ السلام نے عمل باجتہاد شیخین کیوں نامقبول فرمایا اور اگر اپنی رائے پر عمل کرنا بطور اجتہاد جایز تھا تو حضرت امام علیہ السلام کو کس نے مجبور کیا کہ اپنی اجتہاد پر عمل نہ کریں بلکہ سیرت شیخین پر عمل کریں اور نیز شوری میں مخالفت عبدالرحمن نہ کریں ورنہ واجب القتل ہو جاویں گے۔

اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ، فَاعْتَبِرُوْا یَا اُوْلِی الْاَبْصَارِ، فَتِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ عَلَى الصِّدْقِ وَالصَّوَابِ۔۔۔۔

توضیح ۵۴، تلخیص الکلام لتبیین المرام

حاصل کلام بعض علمائے اعلام خلاصہ ارقام فضلائے کرام یہ ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے بجا ارشاد فرمایا کہ خداوندا فریاد ہے ایسی شوری سے کیونکہ اگر خلافت منجانب خدا اور سول تھی تو یہ صورت شوری بالکل نامقبول تھی اور اجماع اہل اسلام پر انحصار تھا تو اتفاق رائے اہل اسلام پر چھوڑنا سزاوار تھا اور اگر وصیت پر انحصار تھا تو ایک شخص کو وصی اپنا قرار دینا سزاوار تھا نہ یہ کہ ایک پنچایت قرار دے اور پنچوں کو ایک مکان میں بحصار اور متابعت عبدالرحمن پر مجبور اور اس کے مخالفت پر مشقت و مقہور فرمایا جس میں حکمت عملی تدبیر حقی یہ تھی کہ حضرت امام علیہ السلام ہر طرح سے حصول خلافت سے ناکام و بے نیل و مرام رہیں، چنانچہ طلحہ کو حضرت کے ساتھ عداوتِ مزید، خصومت شدید اور جنگ جمل میں حضرت سے مقاتلہ اور ام المومنین عایشہ کے ہمراہ ہو کر مقابلہ کیا اور سعد بن ابی وقاص کو ہمیشہ سے بغض و کینہ پہلے سے عناد دیرینہ تھا، عبدالرحمن شوہر خواہر عثمان بادل و جان اس کا شفیق و مہربان تھا اور عثمان خود حضرت عثمان تھے۔ پس اب باقی رہے حضرت امام علیہ السلام یا زبیر بن العوام تو مخالفت ایک کی یا دو کے مستوجب قتل و انتقام تھی، ناچار حضرت عثمان پر اتفاق اور رائے عبدالرحمان پر مجبوراً وفاق کرنا پڑا ،عبدالرحمان سب سے لایق اور حضرت امام سے بھی فائق ٹھہرے۔ اب یہاں نہ حدیث غدیر ہے نہ آیہ تطہیر، نہ لحاظ علم و کمالات ہے نہ علو درجات، نہ طریقہ شریعت ہے نہ قاعدہ طریقت، پس حضرت امام کیوں کر نہ فرماتے کہ ''فَیَا لِلّٰہِ وَ لِلشُّوْرٰی!'' پس خداوندا ہماری فریادرسی کر کہ کہاں ہم اور کہاں ایسا شوری اور حضرت کا یہ استغاثہ فرمانا دلیل کمال مجبوری و ناچاری بطور الحاح وزاری بدرگاہ حضرت باری ہے۔ صاحب جامع الاصول نے لکھا ہے کہ

وَفِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ: اَنَا اَوَّلُ مَنْ یَجْثُوْ بَیْنَ یَدَیِ اللّٰہِ تَعَالٰی لِلْخُصُوْمَۃِ۔

یعنی منجملہ مظلومان جفا و ستم و مبتلایانِ رنج و الم، اسیران مصیبت غم کی ہمیں پہلے درگاہ جناب باری میں فریاد وزاری سے دادخواہ ظلم و ستمگاری ہوں گے۔ فلہٰذا حضرت امام علیہ السلام نے اس کلام بلاغت نظام میں بھی یائے استغاثہ سے ندائے فریاد بلند کی کہ ''فَیَا لِلّٰہِ وَ لِلشُّوْرٰی'' یعنی خداوندا فریاد ہے کہ کہاں ہم اور کہاں یہ جماعت، کہاں ہم اور کہاں یہ طریقہ مشاورت۔ غرض ہم کو بھی ان سب کا نظیر اور مثل ان کی ہم کو بھی ایک شریک و مشیر قرار دیا۔

توضیح ۵۵، تفضیح بیان وتبیان لایضاح البرھان

جناب خلافت مآب نے بکمال پیچ و تاب نہایت غیظ و عتاب خطاب باصواب فرمایا، اگر تین روز میں کسی کو خلیفہ نہ بنا ویں تو سب کو قتل کرو اور پھر رائے مسلمین پر چھوڑ دو کہ اپنی رائے سے کسی کو خلیفہ بنا لیویں۔ سبحان اللہ! اس رائے صائب و حکم ثاقب، عدالت فاروقی نصفت صدوقی کو ملاحظہ فرمایے کہ کیا گناہ عظیم قصور جسیم لایق عقوبت فخیم تھا جس پر حکم گردن زدنی

صادر فرمایا:

فَفِیْ کَنْزِ الْعُمَّالِ، عَنْ سِمَاکٍ، قَالَ :لِلْاَنْصَارِیِّ اُدْخُلُوْا عَلَیْهِمْ فَاضْرِبُوْا اَعْنَاقَهُمْ۔

اور یہ روایت نہ صرف کنز العمال میں ہے بلکہ ابن سعد نے طبقات میں اور ابراہیم بن عبداللہ نے کتاب الاکتفا میں اور کمال الدین دمیری نے حیوۃ الحیوان میں وابن ابی الحدید نے شرح نہج البلاغہ میں و دیگر علما نے بتصریح تمام وتوضیح تام نقل کیا ہے کہ اگر تین روز میں خلیفہ نہ بناویں تو سب کو قتل کرو بعد اس کے حکم محکم صادر فرمایا:

دَعِ الْمُسْلِمِیْنَ یَخْتَارُوْا لِاَنْفُسِهِمْ۔

پس وجوہ ذیل قابل ملاحظہ ہے:

(۱) حکم دینا قتل اصحاب شوری کا بے گناہ اور تولیت شخص غیر معین باختیار مسلمین خلاف عقل ونقل ہے کیونکہ ہر گاہ اصحاب شوری کو افضل امت نبویؐ قرار دیا تو حکم قتل بدون گناہ کیوں صادر کیا اور بعد قتل کے مسلمین کو اختیار تعین خلیفہ تھا تو قبل اس کے کیوں ممنوع کیا اور اگر تعین خلیفہ لازم تھا کیوں چھوڑا۔

(۲) قتل اصحاب شوری خصوصًا قتل حضرت امیر المومنین نفس رسول ختم المرسلین بوجہ من الوجوہ شرعًا جائز نہیں ہوسکتا کیونکہ بدون قتل ناحق یا کفر وارتداد یا زنائے محصنہ کے کوئی مومن مستوجب قتل و ازہاق نفس نہیں ہے خصوصًا حضرت امام علیہ السلام کہ وصی رسول الثقلینؐ ابوالسبطین بعد رسول خداؐ کے مصداق حدیث

عَلِیٌّ خَیْرُ الْبَشَرِ، مَنْ اَبٰی فَقَدْ کَفَرَ۔

افضل انام ہادی خاص وعام تھے۔ اور ابن تیمیہ و دیگر علمائے اہل سنت نے یہ تاویل کی ہے کہ بحسب مصلحت وقت بخوف وقوع فتنہ وفساد عبادۃ اجتہاد جائز ہے، تو بہتر ہے کہ انبیا کو بھی اسی مصلحت سے قتل فرمادیں اور قتل حضرت امیر علیہ السلام وزہر خورانی حضرت امام حسن علیہ السلام وقتل حضرت امام حسین علیہ السلام بلکہ قتل عثمان بن عفان بنا بر مصلحت عین حکم شریعت تصور فرمادیں۔

(۳) تناقض اقوال عمر بن خطاب لایق ملاحظہ ارباب الباب قابل استعجاب واستغراب ہے، بموجب روایت مسند احمد بن حنبل:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ :لَوْ اَدْرَکَنِیْ اَحَدُ الرَّجُلَیْنِ، فَجَعَلْتُ هٰذَا الْاَمْرَ اِلَیْهِ، لَوَثِقْتُ بِهٖ : سَالِمٌ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَةَ، وَاَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ۔

حالانکہ سالم قریش سے نہ تھا اور روز سقیفہ یہ حدیث پیش کی تھی کہ ''اَلْاَئِمَّةُ مِنْ قُرَیْشٍ'' اور سالم اہل فارس سے تھا کَمَا صَرَّحَ بِهِ ابْنُ الْاَثِیْرِ فِیْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ، وَابْنُ حَجَرٍ فِی الْاِصَابَةِ، وَغَیْرُهٗ فِیْ غَیْرِهٖ۔

اور ابن عبدالبر نے کتاب استیعاب میں روایت کی ہے کہ عمر ابن خطاب نے کہا کہ

لَوْ کَانَ سَالِمٌ حَیًّا مَا جَعَلْتُهٗ شُوْرٰی۔

اور بتصریح صاحب طبقات و کنز العمال و راغب اصفہانی

قَالَ عُمَرُ لَوْ اَدْرَکْتُ مُعَاذَ بْنَ جَبَلٍ اِسْتَخْلَفْتُہٗ۔

حالانکہ معاذ بن جبل انصاری ہے، چنانچہ جامع اصول سے ثابت ہے اور لطیف تر یہ ہے کہ روایت صحیح بخاری سے ثابت ہوتا ہے کہ سالم غلام ابی حذیفہ پیش نماز ابوبکر و عمر تھے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ :کَانَ سَالِمُ مَوْلٰی اَبِیْ حُذَیْفَۃَ یَؤُمُّ الْمُھَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ وَاَصْحَابَ النَّبِیِّ ﷺ فِیْ مَسْجِدِ قُبَاءٍ، فِیْھِمْ اَبُوْ بَکْرٍ، وَعُمَرُ، وَاَبُوْ سَلَمَۃَ، وَزَیْدٌ، وَعَامِرُ بْنُ رَبِیْعَۃَ۔

پس استدلال اہل سنت امامت نماز ابوبکر سے اور احتجاج خلیفہ صاحب کا حدیث ''اَلْاَئِمَّۃُ مِنْ قُرَیْشٍ'' سے باطل ہو گیا علاوہ اس کے خلیفہ ثانی شوق شدید و رغبت مزید جانب استخلاف خالد بن ولید بھی ظاہر فرماتے تھے، جیسا کہ عبداللہ بن مسلم بن قتیبہ نے روایت کی ہے:

لَوْ اَدْرَکْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ لَوَلَّیْتُہٗ۔

صاحب کنز العمال وغیرہ علمائے اہل سنت نے بھی تصریح کی ہے حالانکہ خلافت مآب ہمیشہ قتل ناحق مالک بن نویرہ سے سینہ چاک اور زنائے زوجہ مالک سے غضبناک رہا کرتے تھے اور خلیفہ اول پر عدم انتقام سے باعلان تمام اعتراض فرماتے تھے۔ ملاحظہ ہو کتاب مرات الزمان و کتاب وفیات الاعیان و انساب العیون وغیرہ کتب علمائے اہل سنت۔ چنانچہ سبط ابن جوزی مراۃ الزمان میں لکھتے ہیں:

لَمْ یَزَلْ عُمَرُ سَاخِطًا عَلٰی خَالِدٍ مُدَّۃَ خِلَافَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ، لِکَلَامٍ کَانَ یَبْلُغُہٗ عَنْہُ مِنَ الْاِسْتِخْفَافِ بِہٖ، وَاطِّرَاحِ جَانِبِہٖ، وَمَا کَانَ یُسَمِّیْہِ اِلَّا بِاسْمِ اُمِّہٖ وَبِالْاُعَیْسَرِ، وَکَانَ اَکْبَرُ ذُنُوْبِ خَالِدٍ عِنْدَہٗ قَتْلَ مَالِکِ بْنِ نُوَیْرَۃَ بَعْدَ اِسْلَامِہٖ، وَاَخْذَہٗ لِامْرَاَتِہٖ، وَدُخُوْلَہُ الْمَسْجِدَ وَعَلٰی رَاْسِہِ السِّھَامُ فِیْھَا دَمٌ، وَکَانَ یَحُثُّ اَبَا بَکْرٍ عَلٰی عَزْلِہٖ، وَیُحَرِّضُہٗ عَلٰی قَتْلِہٖ بِسَبَبِ قَتْلِہٖ لِمَالِکٍ، وَکَانَ اَبُوْ بَکْرٍ یَتَوَقَّفُ، فَلَمَّا مَاتَ اَبُوْ بَکْرٍ وَوَلِیَ عُمَرُ، قَالَ :وَاللّٰہِ لَا یَلِیْ لِیْ خَالِدٌ عَمَلًا اَبَدًا۔

یعنی ہمیشہ عمر ابن خطاب خالد بن ولید پر غیظ و عتاب، ارادہ عزل و عقاب ظاہر فرماتے تھے اس واسطے کہ خالد بہت توہین و تحقیر کے ساتھ خلافت مآب کو یاد کرتے تھے تا اینکہ ان کا نام ان کی مادر گرامی کے ساتھ یاد کرتے تھے یعنی پسر فلانہ کہتے تھے، یا ابن اللُبا بہ کہتے تھے جس کو فارسی میں چپہ دست کہتے ہیں۔ اور گناہ عظیم ان کے نزدیک یہ تھا کہ مالک ابن نویرہ کو باوصف اسلام کے قتل کیا اور اس کی زوجہ کو فوراً تصرف کیا اور مسجد میں بڑے کروفر سے تیر خون آلودہ سر پر لگا کر داخل ہوا، خلیفہ ثانی خلیفہ

اول کو نہایت ترغیب وتحریص فرماتے تھے کہ خالد کو منصب سے معزول اور عوض مالک کے مقتول کریں لیکن خلیفۃ اول توقف وتعلل تساہل وتامل فرماتے تھے، تا اینکہ خلافت مآب خلافت ثانیہ سے شرف یاب ہوئے اور قسم کھائی کہ واللہ میرے عہد میں خالد کبھی متولی نہ ہوگا۔

بعد اس کے اسی کتاب میں لکھا ہے کہ ابوعبیدہ کو لکھا کہ اگر خالد اپنے نفس کی یعنی امانت ودیانت کی تکذیب کرے تو متولی وحاکم رہے ورنہ معزول کیا جاوے اور کل مال واسباب اس کا بالمناصفہ تقسیم کیا جاوے تا اینکہ نعلین پا تک تقسیم کر دیے گئے۔ اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ازالۃ الخفا میں لکھا ہے کہ

خالد بن ولید شاعری را بر مدح خود دہ ہزار درہم داد، و چون رسمِ فاسد بود، گوارایِ حضرتِ فاروق نیفتاد۔ خالد را از حکومتِ قنسرین معزول ساختہ و برای ابو عبیدہ نوشتہ فرستاد کہ او را از قنسرین بنزد خود بخواند، و در محضرِ اعیان لشکر استادہ بایدو بفرماید کہ عمامہ را از سرش بردارید وہمان عمامہ مقید سازند و استفسار کنند کہ این درہم اگر از بیت المال دادہ خیانت کردہ، اگر از مالِ خود دادہ اسراف کردہ۔ انتہی۔

اب صاحبان انصاف بنظر عدل وانصاف انصاف فرمائیں کہ بمصداق حدیث

''اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ، بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ''

لایق قبول ارباب عقول نہ رہا کیونکہ اگر خالد نے قتل ناحق مالک نویرہ کیا اور اس کی زوجہ کو بلا انتظار عدہ اسی شب تصرف کیا اور دس ہزار درہم بطور خیانت یا اسراف دیا جو حضرت فاروق کے نزدیک قاذح عدالت اور باعث عزل امارت و نزع ولایت وخلع حکومت ہوا تو اب عدالت خالد بن ولید جو صحابی جلیل سعید بخطاب سیف اللہ مشہور صنادید ہیں کہاں رہی؟ اور اگر حضرت فاروق کا یہ اجتہاد بے دلیل ادعائے بے تعلیل خلاف رائے ابی بکر صدیق جلیل تھا تو عدالت حضرت خلیفۃ ثانی باطل اور بسبب تناقض رائے خلیفتین حدیث ''اِقْتَدُوْا بِالَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ'' ابوبکر وعمر سراسر عاطل ہو جاتی ہے۔ علاوہ یہ کہ خالد بن ولید بھی صحابی جلیل وسعید تھے تو ان کا اجتہاد لایق سزائے شدید کیوں کر ہو سکتا تھا؟ کیونکہ مجتہد مصیب کے واسطے دو اجر ہیں اور مجتہد مخطی کے واسطے اجر واحد ہے۔ اگر خالد نے خطا فی الاجتہاد کی تھی تو لایق اجر واحد اور قابل تحسین وآفرین تھا، نہ لایق سزا ونفرین، مگر شاید یہ مسئلہ بھی اصحاب عقل وشعور پر مخفی ومستور ہوا۔ اس مقام پر ایک مسئلہ خدمت اولی الابصار میں لایق استفتا واستفسار ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے کتاب ''المقالۃ الوضیۃ فی النصیحۃ والوصیۃ'' میں لکھا ہے:

وصیت دیگر آنکہ در حق اصحاب آنحضرت نیل باید داشت و زبان را بجز مناقب ایشان جاری نباید ساخت۔ درین مسئلہ چندین خطا کردہ اند۔ قومی گمان می کند کہ ایشان باہم

سینہ صاف بودند و ہر گز مشاجرات میان ایشان نگذشتہ، و این وہمِ صرف است، زیرا کہ نقلِ مستفیض شاہد است بر مشاجراتِ ایشان و انکارِ این نقل مستفیض نمیتوان کرد۔ و قومی چون این چیزہا بدیشان منسوب دیدند، زبان بطعن و لعن کشادند و در وادیِ ہلاک افتادند۔ برین فقیر ریختہ اندر کہ اگرچہ اصحاب معصوم نبودند و از بعضی عوامِ ایشان یمکن کہ چیزہا بوجود آمدہ باشد کہ اگر از دیگران مثلِ آن بوجود آید، موردِ طعن و جرح گردد، امامامور یم بکفِّ لسان از مساویِ ایشان و ممنوعیم از سب و طعنِ ایشان تعبداً۔ انتہی۔

پس اب بنا بر اسی قاعدہ یا فائدہ کے مناسب ہے کہ اب حضرات شیعہ بھی عذر کریں کہ ہم مامور ہیں کہ جوارتکاب امور شنیعہ وقبیعہ کرے ''کَائِنًا مَّنْ کَانَ'' اس پر لعن وطعن کرنا جائز ہے اور مصلحت عمدہ یہ ہے کہ مرتکبین معاصی کو یقین وافی ہو کہ ہرگاہ صحابہ باوصف جلالت شان کے مستحق لعن طعن ہو سکتے ہیں تو پھر ہم لوگ کس شمار قطار میں ہیں اور عدل و انصاف جناب باری بھی اسی کی مقتضی ہے کہ ہر معصیت کی سزا ہر حرکت کی جزا ہے، کوئی خصوصیت اعلی و ادنی کی نہیں ہے۔ باز آمدم بر سر مطلب کہ ہرگاہ خالد بن ولید کو فاسق و فاجر سمجھتے تھے تو بوقت وفات کیوں فرماتے تھے۔

لَوْ اَدْرَکْتُ خَالِدَ بْنَ الْوَلِیْدِ لَوَلَّیْتُہٗ، اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔

فقرہ (۱۳)

لٰكِنْ اَسْفَفْتُ اِذْ اَسَفُّوْا، وَ طِرْتُ اِذْ طَارُوْا، فَصَغٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ لِضِغْنِهٖ وَ مَالَ الْاٰخَرُ لِصِهْرِهٖ، مَعَ هَنٍ وَّهَنٍ.

یعنی جب ہم باکراہ واجبار اس جماعت میں داخل چارناچار اس شوری میں شامل ہوئے تو مجبورًا ہم نے بھی ان کے ساتھ متابعت ومماشات ان کی موافقت ومدارات اختیار کی، چنانچہ جب وہ لوگ مانند طیور کے زمین پر اترے تو ہم بھی اترے اور وہ جانب آسمان بلند پرواز ہوئے تو ہم بھی ان کے ساتھ بلند پرواز ہوئے۔غرض ہر نشیب وفراز میں ان کی معیت اور ہبوط وصعود ونزول وعروج میں ان کی تبعیت لازم آئی۔پس طلحہ وسعد نے بسبب کینہ ہائے دیرینہ اور عداوت ہائے پارینہ کے ہم سے اختلاف اور بسبب مکنونات سینہ کدورت گنجینہ کے حق سے انحراف کیا اور عبدالرحمن نے بسبب مصاہرت وقرابت کے شخص ثالث سے اتفاق وائتلاف کیا، اسی طرح بہت سے اسباب رکیکہ اور وجوہ سخیفہ اور بواعث ردیہ وکوائف نامرضیہ ناگفتہ بہ مجتمع ہوئے تھے کہ جس سے ردیہ وکوائف نامرضیہ ناگفتہ بہ مجتمع ہوئے تھے کہ جس سے ہم کو حرمان کامل اور ہمارا استحقاق بالکلیہ مضمحل وزایل اور منصب خلافت تیسرے شخص کو حاصل ہوگیا۔

توضیح ۵۶، فیہ تشریح

''وَلٰكِنِّيْٓ اَسْفَفْتُ اِذْ اَسَفُّوْا'' صاحب نہایہ لکھتا ہے:

فِيْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ اَسْفَفْتُ اِذْ اَسَفُّوْا۔ اَلطَّائِرُ اِذَا دَنَا مِنَ الْاَرْضِ یعنی نزدیک شدن مرغ وبزیر آمدن ''وَ طِرْتُ اِذْ طَارُوْا'' بمعنی پریدن طایر۔اور دونوں فقرے سے مطلب مواسات ومواطات ہے ان کے ساتھ بمصلحت وحکومت تمدنی، کیونکہ مرافقت وموافقت چوب خام وخمیدہ سے نہ کی جاوے تو بالکل شکستہ وگسستہ وازکار رفتہ ہوجاوے فلہذا مقتضائے حکمت عملی یہی تھی کہ صحبت ناجنس گوارا کی جاوے اور برفق مدارات ان کے ساتھ موافقت کی جاوے، چنانچہ جب وہ لوگ اڑتے تھے تو ہم بھی اڑتے تھے اور وہ لوگ زمین پر اترتے تھے تو ہم بھی اترتے تھے۔

''فَصَغٰى رَجُلٌ مِّنْهُمْ لِضِغْنِهٖ''

''فَصَغٰى'' بمعنی میل کردن وگوش داشتن بچیزی و ''ضِغْنٌ'' بالکسر بمعنی کینہ داشتن، یعنی پس مائل ہوا اس کے ساتھ ایک شخص بسبب عداوت دیرینہ کے یعنی طلحہ یا زبیر۔وَ مَالَ الْاٰخَرُ لِصِهْرِهٖ، مَعَ هَنٍ وَّهَنٍ۔یعنی میل کیا ایک شخص

نے بسبب قرابت دامادی کے کہ وہ عبدالرحمن داماد خاہری عثمان تھا اور ھَنٍ وَّھَنٍ کنایہ امور قبیحہ سے ہے کہ ذکر اس کا باعث کراہت ونفور ہے۔

توضیح ۵۷، فیہ تبیین وتصریح

واضح ہو کہ امام علیہ السلام نے اس کلام بلاغت انضمام میں ظاہر فرمایا ہے کہ ہم نے ہر نشیب و فراز اور سکون و پرواز میں متابعت اختیار کی اور اس کا یہ سبب تھا کہ خلیفۂ دوم نے مکرر فرمایا تھا کہ نبوت وخلافت بنی ہاشم میں مجتمع نہیں ہو سکتے اس واسطے کہ حضرت شریک شوری ہوئے کہ اگر نبوت وخلافت ان کے سلسلہ میں مجتمع نہیں ہوتی تو کیوں انحصار خلافت چھ شخصوں میں کیا گیا جس میں افسر خاندان بنی ہاشم حضرت امام علیہ السلام بھی داخل تھے، پس تکذیب اس قول کی خود خلیفۂ دوم کے قول سے از خود ہو گئی۔ اور یہ بھی مصلحت تھی کہ داخل شوری نہ ہوں گے تو لوگوں کو جائے اعتراض ہوگی کہ اگر حضرت داخل شوری ہوتے تو ضرور سب کا اتفاق حضرت پر ہوتا کوئی شخص حضرت پر کسی دوسرے کو ترجیح نہ دیتا، اس واسطے حضرت امام علیہ السلام داخل شوری نہ ہوئے کہ دیکھیں باوصف اس کے بھی حضرت کو کسی نے اختیار اور اہل استحقاق وفضل وکمال میں شمار نہ کیا اور یہ بھی مصلحت تھی کہ آیہ تطہیر سے عصمت وطہارت اور حدیث خم غدیر سے استحقاق ولایت اور حدیث ''عَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ'' سے حقیت و دیگر احادیث سے فضیلت ہائے بی نہایت ثابت ہے۔ تاہم عبدالرحمن کو ہم پر فضیلت دی گئی اور تعمیل اس کی رائے کی سب پر لازم کی گئی اور یہ بھی مصلحت تھی کہ سنت رسول پر بیعت چاہیے تھی نہ سیرت شیخین پر، فلہٰذا جب عبدالرحمن نے کہا کہ سنت رسول و سیرت شیخین پر بیعت کی جاوے تو حضرت نے سیرت شیخین پر بیعت لینے سے انکار کیا۔ پس حضرت نے اس سے ظاہر فرمایا کہ یہ لوگ سیرت شیخین پر بیعت کرتے ہیں اور ہم سنت رسول الثقلینؐ پر بیعت لیتے ہیں۔ اور جب حضرت نے انکار فرمایا تو ظاہر ہو گیا کہ شیخین سنت رسول الثقلین پر نہ تھے اور یہ لوگ بھی سنت رسول کونین پر راضی نہ تھے اور وہ حضرت سیرت شیخین کو مخالف سنت رسول الثقلین سمجھتے تھے۔ اور یہ بھی مصلحت تھی کہ ظاہر ہو جاوے کہ بصورت مخالفت رائے عبدالرحمن کے ہم اور دیگر اہل اسلام واجب القتل ٹھہرائے گئے جو نہ کسی حجت شرعی سے واجب ہے نہ کسی نص نبوی سے واجب ہے حالانکہ حدیث

يَا عَلِيُّ، لَا يُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ. وَلَا يُبْغِضُكَ اِلَّا كَافِرٌ. وَيَا عَلِيُّ، حَرْبُكَ حَرْبِيْ. وَسِلْمُكَ سِلْمِيْ. وَ﴿قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾

سے محبت اور اطاعت حضرت امام علیہ السلام واجب تھی۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ۔

توضیح ۵۸

فِيْهَا كَلِمَاتٌ رَاشِدَةٌ فِيْهَا فَقَرَاتٌ لِلْمُنَاشِدَةِ۔

ابن مغازلی و ابن مردویہ و اخطب خوارزمی علمای اہل سنت نے یہ حدیث مناشدہ باختلاف الفاظ اس طرح سے روایت کی ہے کہ روز شوری حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اس وقت اپنی کلام اور برہان لاکلام سے اپنی حجت تمام کرتا ہوں تا کہ اس کے معارضہ سے عرب وعجم ساکت و مفحم بلکہ اصم وابکم ہوجاویں، بعد اس کے فرمایا:

اُنْشِدُکُمْ بِاللّٰہِ اَیُّھَا النَّفَرُ جَمِیْعًا، اَفِیْکُمْ اَحَدٌ وَحَّدَ اللّٰہَ قَبْلِیْ؟ قَالُوْا :اَللّٰھُمَّ لَا۔

یعنی ہم قسم دیتے ہیں تم سب کو خداوند کارساز کی کہ ہم سے پیشتر کسی نے وجود پروردگار، توحید خداوند کردگار کا اقرار کیا ہے؟ سب نے کہا کہ خدا شاہد ہے کہ کوئی نہیں ہے۔

پھر فرمایا کہ قسم دیتا ہوں میں خدا کی کہ تم میں کون ایسا ہے کہ جس کا بھائی مثل جعفر طیار کے با پر ہائے جواہر نگار بہشت عنبر سرشت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتا ہے؟ سب نے کہا کہ خدا شاہد ہے کہ نہیں۔

پھر فرمایا: تم کو قسم ہے خدا کی کوئی تم میں ایسا ہے کہ چچا اس کا مثل حمزہ کے ملقب باسد اللہ واسد الرسول وسید الشہدا ہے؟ سب نے کہا کہ بخدا نہیں ہے۔

پھر فرمایا: تم کو قسم بخدا تم میں کوئی ہے کہ جس کی زوجہ مثل فاطمہ زہرا دختر سید المرسلین ملقب بسیدہ نسا العالمین ہو؟ سب نے کہا کہ بخدا نہیں ہے۔

پھر فرمایا: تم کو قسم بخدا کہ تم میں کوئی ایسا ہے کہ اس کے دونوں فرزند سبطینؑ رسول الثقلین وسیدی شباب اہل الجنہ ہیں؟ سب نے کہا کہ بخدا نہیں ہے۔

پھر فرمایا: تم کو قسم بخدا کہ جب آیہ نجوی نازل ہوئی تو میں نے اسی دن دس مرتبہ سوال کیا اور ہر مرتبہ صدقہ دیا اور کسی صحابی نے اس پر عمل نہ کیا؟ سب نے کہا بخدا نہیں ہے۔

پھر فرمایا تم کو قسم بخدا تم میں کون ہے جس کی شان میں حضرتؐ نے فرمایا ہے:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ، اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ۔

یعنی جس کے ہم مولا ہیں علی اس کے مولا ہیں، خداوندا دوست رکھ اس کو جو دوست رکھے اور دشمن رکھ جو اس کو دشمن رکھے؟ سب نے کہا نہیں۔

پھر فرمایا: تم کو قسم بخدا سوائے میرے کسی کے واسطے حضرت نے دعا کی کہ خداوندا ایسے شخص کو بھیج کہ محبت اس کی سب سے زیادہ تجھ کو بھی ہو اور مجھ کو بھی اور اس کو بھی سب سے زیادہ تیری محبت ہو اور میری بھی، تا کہ میرے ساتھ طایر بریان تناول فرماوے پس سوائے میرے کون ہے جس نے آ کر تناول کیا؟ سب نے کہا قسم بخدا کوئی نہیں۔

پھر فرمایا: تم کو قسم بخدا کہ سوا میرے تم میں کون ہے جس کے واسطے حضرتؐ نے فرمایا کہ ہم نشان لشکر اسلام ایسے شخص کو دیں گے کہ اس کا دوست خدا اور رسولؐ ہے اور خدا اور رسولؐ کا وہ دوست مقبول ہے، نہ پھرے گا جب تک قلعہ خیبر فتح نہ کرے

گا حالانکہ دیگر اصحاب بھاگ آئے تھے؟ سب نے کہا نہیں۔

پھر فرمایا: تم کو قسم بخدا کے سوائے میرے کون ہے کہ حضرت نے قوم بنی ولیعہ سے فرمایا کہ باز آؤ اور تعمیل حکم کرو ورنہ بھیجوں گا تمہارے واسطے ایسے شخص کو کہ جو مثل میرے نفس کے ہے اور طاعت اس کی مثل میری طاعت کے ہے اور نافرمانی اس کی مثل میری نافرمانی کے ہے، وہ تم کو شمشیر ابدار حربہ ذوالفقار سے واصل دارالبوار کرے گا؟ سب نے کہا بخدا نہیں۔

پھر فرمایا: تم کو قسم بخدا بجز میرے کون ہے جس کے واسطے حضرت نے فرمایا کہ کاذب ہے جو شخص گمان کرتا ہے کہ مجھ سے محبت رکھتا ہے حالانکہ علی سے بغض عداوت رکھتا ہے؟ سب نے کہا بخدا نہیں۔

پھر فرمایا: تم کو قسم بخدا کہ بجز میرے کون ہے جو شب کو جنگ بدر میں جناب رسالتمآبؐ کے واسطے تنہا جا کر چاہ عمیق سے پانی بھر لایا اور اسی وقت ہزار فرشتہ واسطے نصرت اسلام کے نازل ہوئے اور مجھ کو سب ملائکہ کرام اور جبریل و میکائیل و اسرافیل نے سلام کیا؟ سب نے کہا کہ بخدا نہیں۔

پھر فرمایا کہ سوائے میرے کس کے واسطے آسمان سے ندا آئی؟

لَا سَیْفَ اِلَّا ذُو الْفَقَارِ، وَلَا فَتٰی اِلَّا عَلِیٌّ۔

سب نے کہا نہیں۔

پھر فرمایا: بجز میرے کون ہے جس کے واسطے جبرئیل نے کہا جنگ خندق میں کہ جان سپاری اس کو کہتے ہیں جو علیؑ نے واسطے نبی کے فرمائی؟ سب نے کہا بخدا نہیں۔

پھر فرمایا: تم کو قسم بخدا بجز میرے کون ہے جس کو حضرت نے قاتل ناکثین و قاسطین و مارقین کہا ہے؟ سب نے کہا بخدا نہیں۔

پھر فرمایا بجز میرے کون ہے جس کو حضرت نے فرمایا ہے کہ ہم نے تنزیل قرآن کے واسطے جہاد کیا اور علی تاویل قرآن کے واسطے جہاد کریں گے؟ سب نے کہا بخدا نہیں۔

پھر فرمایا: کہ بجز میرے کون ہے جس کے واسطے آفتاب نے رجعت کی اور عین وقت عصر کے درگاہ احدیت میں نماز کے؟ سب نے کہا بخدا نہیں۔

پھر فرمایا: بجز میرے کون ہے جس کو رسول خداؐ نے مامور فرمایا کہ ابوبکر سے سورہ برائت لے کر جانب کفار جاؤ کہ تبلیغ حکم خداوند کردگار کا بجز میرے اور علی کے کوئی سزاوار نہیں؟ سب نے کہا بخدا نہیں۔

پھر فرمایا: بجز میرے کون ہے جس کے واسطے رسول خداؐ نے فرمایا کہ یا علی نہ دوست رکھے گا تجھ کو مگر مومن دیندار اور نہ دشمن رکھے گا تجھ کو مگر منافق بدکار؟ سب نے کہا بخدا نہیں۔

پھر فرمایا: تم کو قسم بخدا کہ کون ہے جس کا دروازہ بحکم خداوند معبود وارشاد ورسول محمود اندر مسجد کے مفتوح اور تم سب کا دروازہ مسدود کیا گیا؟ سب نے کہا بخدا نہیں۔

پھر فرمایا کہ تم کو قسم بخدا کون ہے بجز میرے کے روز طایف رازدار خدائے بے نیاز حبیب کریم کارساز نے تا عرصہ دراز تک راز ونیاز اور مشورہ حق طراز سے سرفراز وممتاز اور اسرار مکنونہ وآثار مخزونہ سے سامعہ نواز کیا اور وقت شکایت اصحاب فرمایا کہ میں نے نہیں بلکہ جناب باری نے رازداری کی ہے؟ سب نے کہا بخدا نہیں۔

پھر فرمایا کہ تمہارے گوش گزار ہوا ہے کہ رسول مختار نے فرمایا:

اَلْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ، وَعَلِیٌّ مَعَهُ الْحَقُّ، یَدُوْرُ الْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ حَیْثُ مَا دَارَ۔

یعنی حق علی کے ساتھ ہے اور علی ساتھ حق کے ہے، حق ساتھ علی کے دورہ کرتا ہے جس طرف علی دورہ کرتا ہے؟

سب نے کہا بخدا سنا ہے۔

پھر فرمایا کہ تم نے سنا ہے رسول خداؐ کو کہ فرمایا:

اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ :كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ، لَنْ تَضِلُّوْا مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا، وَاِنَّهُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ.

یعنی ہم چھوڑے جاتے ہیں تم میں دو چیزیں بزرگ وعظیم، ایک کتاب خدا علیم دوسرے اہل بیت کریم، کبھی جادہ ہدایت سے گمراہ، طریقہ رشادت سے تباہ نہ ہوگے جب تک کہ دونوں کی اطاعت اور ان کی احکام کی متابعت کروگے اور ان دونوں میں افتراق مباعدت وفراق کبھی نہ ہوگا تا اینکہ بروز محشر بلب حوض کوثر میرے پاس حاضر ہوں؟

سب نے کہا کہ ہاں سنا ہے۔

پھر فرمایا کہ کون بجز میرے ہے کہ رسول خداؐ کی لیے جان سپاری اور خلوص دل سے ان پر جان نثاری کی اور خوابگاہ خیر الانام پر بجرأت تمام بے یاس وہراس آرام کیا؟ سب نے کہا نہیں۔

پھر فرمایا کہ کون ہے بجز میرے کہ جس کے واسطے خداوند قدیر نے آیہ تطہیر نازل فرمایا کہ

﴿اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا﴾؟

سب نے کہا کہ بخدا نہیں۔

پھر فرمایا کون ہے بجز میرے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ ''اَنْتَ سَیِّدُ الْعَرَبِ''؟ سب نے کہا نہیں۔

پھر فرمایا: تم کو قسم بخدا کہ کون ہے بجز میرے کہ رسول خداؐ نے فرمایا کہ میں نے جو چیز طلب کی خدا سے مثل اس کے تمہارے واسطے بھی طلب کی؟ سب نے کہا بخدا سوائے تمہارے کوئی نہیں۔

فقرہ (۱۴)

اِلٰی اَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ ، نَافِجًا حِضْنَیْهِ بَیْنَ نَثِیْلِهٖ وَ مُعْتَلَفِهٖ وَ قَامَ مَعَهٗ بَنُوْ اُمَیَّةَ یَخْضِمُوْنَ مَالَ اللّٰهِ خَضْمَةَ الْاِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِیْعِ

جب حضرت امام علیہ السلام کوائف حالات شوری و جماعت اور اسباب موانع خلافت وعوائق امارت بیان فرما چکے تو اب حالات صاحب خلافت، کیفیات عدالت ومروت صاحب ریاست، اخلاق و عادات اراکین امارت اس طرح سے بیان فرماتے ہیں۔خلاصہ یہ ہے کہ جب ۲۴ھ میں سلسلہ حکومت خلیفۃ دوم کا انقطاع اور شوری و بیعت کرائی کا ابقاع اور خلافت ثالث پر بیعت کرائی کا اتفاق اجتماع ہوا تو خلیفۃ ثالث سریر امارت پر مکین، صدر حکومت پر جا گزین ہوئے، انہوں نے اپنے دست وبغل کو غرور ونخوت سے کشادہ وفراز، جیب دامن کو جمع دولت کے واسطے مہیا وآمادہ، گنجینہ حرص وآز اور کید معدہ شکم کو نفس پروری سے اندودہ وانباز، دست تصرف کو مال مردم خوری پر دراز کر دیا حالانکہ یہ خاص صفت بہائم وانعام وخصلت رویہ ارازل انام سجیہ نامرضیہ رعاع عوام ہے، اور طرفہ یہ ہے کہ اس کے ساتھ اشرار بنی امیہ بالتمام اٹھ کھڑے ہوئے کہ اموال مشترکہ مسلمین خزانہ حضرت رب العالمین کو بلا استحقاق نوش جان فرماتے تھے جس طرح شتران بے مہار گرسنہ و پر اضطرار تمامی سبزہ زار نباتات واشجار معہ برگ وبار اور از مار واثمار بلا امتیاز خس وخار کھا جاتے تھے۔

توضیح ۵۹، فیہ تشریح

''اِلٰی اَنْ قَامَ ثَالِثُ الْقَوْمِ'' یعنی تا اینکہ ایستادہ ہوا قوم کا تیسرا شخص جس سے مراد خلیفۃ سوم عثمان بن عفان ہے

''نَافِجًا حِضْنَیْهِ'' نَفِجَ بالجیم فراخ کردن بغل و بلند کردن و بالخاء دمیدن۔

علامہ ابن اثیر نے نہایہ لغت میں لکھا ہے:

فِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ نَافِجًا حِضْنَیْهِ۔

یہ کنایہ ہے کہ بلند کیا تھا دونوں بازوں وبغل کو کبر ونخوت وغرور سے۔

اور پھر لکھتا ہے:

فِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ: نَافِخَ حِضْنَیْهِ، اَیْ مُنْتَفِخًا مُسْتَعِدًّا لِاَنْ یَّعْمَلَ مِنَ الشَّرِّ۔

یعنی دونوں بغلوں کو دمانیدہ ومنتفخ کیا تھا کہ اعمال بد کرے۔

''حِضْنَ بِالْكَسْرِ مَا بَيْنَ بَغَلٍ وَ بَيْنَ نَثِيْلِهٖ وَ مُعْتَلَفِهٖ'' ''نَثِيْلٌ'' بروزن فعیل یعنی سرگین ''مُعْتَلَفٌ''، بمعنی چراگاہ، یہاں استعارہ بالکنایہ فرمایا ہے، ذکر مشبہ فرمایا اور مشبہ بہ کو ترک فرمایا اور ''بَيْنَ نَثِيْلِهٖ وَ مُعْتَلَفِهٖ'' استعارہ تخلیہ ہے باثبات لوازم مشبہ بہ واسطے مشبہ کے۔

خلاصہ یہ ہے کہ واسطے ثالث قوم کے صفت بہیمہ غالب تھی کہ ہر وقت بازو وبغل کشادہ کھانے پینے پر بول براز پر آمادہ تھا۔ چنانچہ بعض شارحین نے لکھا ہے کہ ہمچو بہایم بجز خوردن وریدن کاری نداشت۔

صاحب جامع الاصول نے نہایہ لغت میں لکھا ہے۔

فِيْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ فِيْ عُثْمَانَ: بَيْنَ نَثِيْلِهٖ وَمُعْتَلَفِهٖ. وَمِنْهُ حَدِيْثُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ: اَنَّهٗ دَخَلَ دَارًا فِيْهَا رَوْثٌ، فَقَالَ: لَا كَنَسْتُمُ النَّثِيْلَ؟ وَكَانَ لَا يُسَمِّيْ قَبِيْحًا لِقُبْحِهٖ۔

یعنی حدیث امام میں شان عثمان میں وارد ہوا ہے کہ جس میں نثیلہ ومعتلفہ اور اسی قبیل سے ہے حدیث عمر بن عبدالعزیز کہ وہ ایک گھر میں داخل ہوا اس میں سرگین پڑا تھا تو اس نے کہا کہ تم نے سرگین نہیں جھاڑا، اور اس کی عادت تھی کہ الفاظ زشت زبان پر نہیں لاتا تھا چنانچہ روث نہ کہا اور نثیل کہا کیونکہ ذکر قبیح قبح ہے۔

مقصود ابن اثیر یہ ہے کہ نثیل کنایہ ہے روث وسرگین سے اور اصل معنی اس کے رجس کے ہیں، لہٰذا کلام بلاغت نظام امام ہمام علیہ السلام میں نثیل واقع ہوا ہے اور عمر ابن عبدالعزیز نے اسی کا استعمال کیا ہے۔

وَ قَامَ مَعَهٗ بَنُوْ اُمَيَّةَ يَخْضِمُوْنَ مَالَ اللّٰهِ خَضْمَةَ الْاِبِلِ نِبْتَةَ الرَّبِيْعِ۔

علامہ اہل سنت ابن اثیر جزری نے نہایہ لغت میں لکھا ہے:

وَفِيْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ: فَقَامَ اِلَيْهِ بَنُوْ اُمَيَّةَ يَخْضِمُوْنَ مَالَ اللّٰهِ خَضْمَ الْاِبِلِ نَبْتَةَ الرَّبِيْعِ.

اَلْخَضْمُ: اَلْاَكْلُ بِاَقْصَى الْاَضْرَاسِ، وَالْقَضْمُ بِاَدْنَاهَا. خَضَمَ يَخْضِمُ خَضْمًا۔

یعنی حدیث علی علیہ السلام میں آیا ہے کہ اٹھ کھڑے ہوئے بنی امیہ اور چرنے لگے مال خدا کو جس طرح سے شتر بے مہار سبزہ زار فصل بہار کو چرتے ہیں۔ خضم کھانا بڑے داڑوں سے ہے جس طرح سے قضم کھانا چھوٹی داڑوں سے، انتہیٰ۔

مراد حضرت کی یہ ہے کہ جب بادشاہ قوم نے دست وبغل ہضم مال خدا پر کشادہ کیا اور امعاد احشا کو کھانے اور ہگنے پر آمادہ کیا جیسا کہ بہایم وچرندگان بی تمیز کی صفت طبیعیہ اور خاصہ قوت شہوانیہ ہے تو بمقتضائے ''اَلنَّاسُ عَلٰى دِيْنِ مُلُوْكِهِمْ'' اس کی قوم نے بھی بلالحاظ ذم ولوم کے مال پروردگار اور حقوق بندگان کردگار کو اس طرح سے بے تحاشا کھایا جس طرح سے شتران بے مہار سبزہ زار فصل بہار کو بلاامتیاز خار وگلزار کھاتے ہیں۔

توضیح ۶۰، وتصریح

مناسب مقام بنا برایضاح مرام تذکرہ حالات خلیفۃ لایق ارقام ہے۔

(۱) بازار مدینہ کو جب سید المرسلین نے تمامی مسلمین کے واسطے معاف فرمایا تھا، خلیفۃ ثالث نے خاصۃً برادر مروان بن حکم کو عطا فرمایا مگر یہ اجتہاد ممدوح واختیار غیر مرجوح کسی نے نسبت فدک کے نافذ نہ فرمایا:

كَمَا وَرَدَ فِيْ مُحَاضَرَاتِ الرَّاغِبِ الْاِصْفَهَانِيِّ :تَصَدَّقَ النَّبِيُّ بِمَهْرُوْرِيْ عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ، وَهُوَ مَوْضِعُ سُوْقِ الْمَدِيْنَةِ، وَقَبَضَهُ عُثْمَانُ، وَاَقْطَعَهُ الْحَارِثَ بْنَ الْحَكَمِ، اَخَا مَرْوَانَ۔

(۲) جو مدینہ کا چراگاہ تھا عہد جناب خاتم النبیین وخلفائے سابقین تک مشترک بین المسلمین تھا خلیفۃ سوم نے اپنے مویشی کے واسطے خاص اور بنو امیہ کے واسطے بالاختصاص تجویز فرمایا مگر باغ فدک میں واسطے بنی فاطمہ کے یہ بھی تجویز نہ فرمایا گیا۔

(۳) بیت المال سے جس قدر چاہا اپنے عزیزان وقرابت داران کو مالا مال کر دیا چنانچہ بروایت شہرستانی حکم بن عاص کو خمس غنایم بغداد دو لاکھ دینار مرحمت فرمایا اور تذکرہ خواص الامہ ودیگر کتب میں بروایت واقدی یہ ہے کہ سب مال غنائمہ افریقہ مکرمت فرمایا۔

(۴) بروایت ابن الحدید مروان بن حکم کو سب خمس مال ارمینہ کا عنایت فرمایا۔

وَفِيْ كَنْزِ الْعُمَّالِ، وَكَتَبَ لِمَرْوَانَ بِخُمُسِ مِصْرَ۔

حالانکہ خمس مخصوص اہل بیت عصمت وطہارت مختص بخانوادہ نبوت ورسالت کے تھا۔

(۵) بروایت واقدی حکم بن العاص کو صدقات خمس بنی قصاعہ کا مال جو مقدار میں تین لاکھ تھا عنایت فرمایا۔

(۶) بروایت واقدی وغیرہ ابوموسی اشعری نے اموال کثیر بصرہ سے بھیجا تھا خلیفۃ سوم نے سب عزیز واقارب کو تقسیم فرمایا۔ ابن قتیبہ نے معارف میں لکھا ہے:

وَطَلَبَ اِلَيْهِ اَيْ عُثْمَانُ عَبْدُ اللّٰهِ بْنِ خَالِدِ بْنِ اَسِيْدٍ صِلَةً، فَاَعْطَاهُ اَرْبَعَةَ اٰلَافِ دِرْهَمٍ مِنْ بَيْتِ مَالِ الْمُسْلِمِيْنَ. فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ فِيْ ذٰلِكَ، فَفَرَّ بِهٖ اِلٰى اَنْ دُقَّ لَهٗ ضِلْعَيْنِ۔

(۷) بروایت ابومخنف خلافت مآب نے عبداللہ بن ارقم خازن بیت المال کو لکھا کہ عبدالرحمان ابن خالد ہمارے خویش کو تین لاکھ دینار حوالہ کرو اور اس کے ہر رفیق کو ایک لاکھ دینار دے، دوانہوں نے تعمیل نہ کی اور کہا کہ ہم خازن مال مسلمین ہیں نہ خازن مال عثمان، بلکہ تمہارے خازن تمہارے غلام ہیں۔ پس کلید ہائے خزانہ حوالہ خلافت مآب کر دیں اور

خلافت مآب نے حوالہ نائل غلام فرمائی۔

(۸) ابن عبدالبر نے استیعاب میں عمرو بن دینار سے روایت کی ہے کہ تین لاکھ درہم عبداللہ بن ارقم کو پہنچے۔ اس نے انکار کیا کہ میں نے قربۃ الی اللہ خزانہ کا کام کیا تھا نہ واسطے مزدوری کے، بروایت واقدی یہ بھی کہا کہ اگر یہ روپیہ بیت المال مسلمین کا ہے تو جائز نہیں اور اگر عثمان کا ہے تو مجھ کو نقصان منظور نہیں۔

(۹) اور بروایت واقدی بکثرت شتران زکوۃ لیے اور سب آپ نے حارث بن حکم کو بخشے۔

(۱۰) ایک لاکھ درہم سعد بن عاص کو دیے۔

(۱۱) صاحب ازالۃ الخفا نے سالم بن ابی الجعد سے روایت کی ہے کہ ایک دن خلیفۃ صاحب موصوف نے اصحاب جناب رسالت مآب کو طلب فرما کر ارشاد فرمایا:

اَنْشُدُکُمُ اللّٰہَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یُؤْثِرُ قُرَیْشًا عَلٰی سَائِرِ النَّاسِ، وَیُؤْثِرُ بَنِیْ هَاشِمٍ عَلٰی سَائِرِ قُرَیْشٍ. فَسَکَتَ الْقَوْمُ، فَقَالَ :لَوْ اَنَّ بِیَدِیْ مَفَاتِیْحَ الْجَنَّةِ لَاَعْطَیْتُهَا بَنِیْ اُمَیَّةَ حَتّٰی یَدْخُلُوْهَا مِنْ عِنْدِ اٰخِرِهِمْ۔

یعنی میں قسم دیتا ہوں تم کو خدا کی کہ رسول خداؐ ترجیح دیتے تھے قریش کو سب لوگوں پر اور بنی ہاشم کو ترجیح دیتے تھے سب قریش پر، اگر میرے ہاتھ میں کلید بہشت ہوتی تو میں حوالہ بنی امیہ کر دیتا کہ اول سے آخر تک داخل بہشت ہو جاویں۔

(۱۲) بروایت ابن ابی الحدید ایک جواہر مانند کوکب درخشان کے ضیا بار تھا اور خزائن عجم سے عہد خلیفۃ دوم میں آیا تھا اس وقت سے خزانہ مسلمین میں مخزون و نظر ارباب تغلب سے محروس و مضون تھا، خلیفۃ ثالث نے اپنی صاحبزادیوں کو عنایت فرمایا۔

(۱۳) بروایت استیعاب تین یا چار زوجہ تھیں ہر ایک نے بعد قتل عثمان کے ہشتم حصہ متروکہ پایا چنانچہ ہر بی بی نے تراسی ہزار دینار سرخ پایا۔

(۱۴) حکم بن عاص اس قدر منہمک شقاوت و منغمز غوایت و ضلالت تھا کہ جناب رسالتمآب نے مدینہ طیبہ سے اس کا اخراج فرمایا تھا چنانچہ وہ طرید و مطرود حضرت سید المرسلین مردود بارگاہ شفیع المذنبین مشہور ہو گیا تھا اور تا عہد خلافت شیخین نہ آنے پایا تھا مگر خلیفۃ ثالث نے اپنے عہد خلافت مہد میں اس کو باعزاز تمام با کرام تام طلب فرما کر مقرب بارگاہ باحترام فرمایا، ہر چند حضرت امیر علیہ السلام و طلحہ و زبیر نے ممانعت کی مگر کچھ کام نہ آیا اور جو کہ بیعت عثمان بشرط سیرت شیخین ہوئے تھے ''اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ'' کیوں نہ صادق آیا، چنانچہ بروایت ملل و نحل عثمان نے شفاعت بھی کی لیکن قبول نہ کیا اور یمن سے بھی چالیس فرسخ دور نکال دیا اور بروایت حلبی عمر نے کہا:

وَيْحَكَ، تَتَكَلَّمُ فِيْ لَعِيْنِ رَسُوْلِ اللّٰهِ، وَطَرِيْدِهٖ، وَعَدُوِّ اللّٰهِ، وَعَدُوِّ رَسُوْلِهٖ۔

اورصواعق محرقہ میں ہے کہ بروقت ولادت کے مروان بن حکم کوخدمت رسول مکرم میں لائے ،حضرت نے فرمایا:

هُوَ الْوَزَغُ بْنُ الْوَزَغِ، وَالْمَلْعُوْنُ بْنُ الْمَلْعُوْنِ۔

اور بروایت کنزالعمال جناب نبوی نے حضرت امیر سے فرمایا کہ دروازہ پر جاؤ جوشخص ملے اس کواس طرح سے کھینچ کر لاؤ جس طرح سے بکریوں کولاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت تشریف لے گئے اورکان پکڑ کرحکم بن ابی العاص کوحاضرلائے۔ حضرت رسالت نے تین مرتبہ لعنت فرمائی اور فرمایا۔

هٰذَا سَيُخَالِفُ كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهٖ، وَسَيَخْرُجُ مِنْ صُلْبِهٖ فِتَنٌ يَبْلُغُ دُخَانُهَا اِلَى السَّمَاءِ

یعنی یہ شخص کتاب خداوسنت رسول کی مخالفت کرے گااوراس کے صلب سے ایسافتنہ ہائے عظیم ہویدا ہوں گے کہ دخان اس کا فلک تک پہنچے گا۔

لوگوں نے عرض کیا کہ اس سے زیادہ کوئی ذلیل وخوار نہ ہوگا؟ فرمایا۔

بَلٰى، وَبَعْضُكُمْ يَوْمَئِذٍ شِيْعَتُهٗ۔

حضرت نے فرمایاہاں لیکن بعض لوگ تم میں سے اس کے دوستدار خیرخواہ وپیروکاراس کے ہوں گے۔پس بموجب اس حدیث کے جوکچھ خیرخواہی ودوستداری وسرفرازی حکم بن عاص اوراس کی اولاد کوسرکاردولتمدارعثمانیہ سے ہوئی آشکارہے۔

(۱۵) ولید بن عقبہ کوتاج حکومت سے سرفراز،نظم ونسق ریاست کوفہ سے ممتاز فرمایا حالانکہ ولید بن عقبہ کی شان میں حق سبحانہ نے فرمایاہے:

﴿اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا﴾

چنانچہ بتصریح مفسرین اہل سنت مرادفاسق سے ولید ہے۔ونیز فرمایاہے:

﴿اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ؕ لَا يَسْتَوٗنَ﴾

یہاں بھی مرادفاسق سے ولید پلید ہے مگرخلاف حکم خداوندمجیداس کوحاکم بیت المال مسلمین فرمان روائے باتمکین فرمایا۔

(۱۶) ولیدمذکورنے بحالت سکروسرور چاررکعت نمازصبح پڑھا کرمستانہ ومخمورارشادفرمایا کہ هَلْ اَزِيْدُكُمْ؟یعنی اگرتم کہوتو چاررکعت سے زیادہ پڑھادوں،مگرخلیفۃ سوم نے اس پرحدشراب خواری،تعزیر بدکاری وبدکرداری جاری نہ فرمائی، بالاخربدشواری اجرائے حدسے اس کی ذلت خواری ہوئی۔

(۱۷) جناب رسالت مآب نے عبداللہ بن ابی سرح کاخون بحل وہدر فرمایامگرخلیفۃ ثالث نے اس کوحاکم مصرمقرر فرمایااورجب اہل مصرنے اس کی ظلم ستمگاری کی دادوبیداداوربداطواری وبدکرداری کے فریادکی توخلیفۃ سوم نے محمد بن

ابی بکر کو حاکم مصر مقرر فرمایا لیکن عبداللہ ابن سرح کو بکتمان یہ فرمان بھیجا کہ محمد بن ابی بکر کو مع ہمراہیان کے مقتول و منہوت مخذول ومنکوب کرنا اور تم اپنے عہدہ پر بی خوف وخطر منصوب رہنا۔

(۱۸) حضرت ابوذر غفاری مقبول بدرگاہ باری خلیفۃ سوم کو امور نازیبا سے ہدایت کار ہائے ناسزا سے ممانعت فرماتے تھے اور کوچہ ہائے مدینہ میں منادی فرماتے تھے کہ

﴿بَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

اور کنوز سیم وزر اور جمع خزاین لعل و گوہر سے شان عثمان کو مصداق

﴿يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ﴾

جانتے تھے اور مکرر پڑھتے تھے۔

﴿وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾

اس قصور پر ان کو مدینہ سے جانب شام اور شہر شام پھر شتر برہنہ پر بایذا وایلام نکال دیا جسے شبانہ روز سونے نہ پاتے تھے اور اسافل بدن زخمی ومجروح ہونے سے سخت تکلیف اٹھاتے تھے، بعد اس کے مقام ربذہ میں ان کا مقام تجویز کیا جہاں آب وگیاہ کا نام نہ تھا تا اینکہ عرصہ قلیل میں انہوں نے بصد رنج وملال دنیائے فانی سے جانب بہشت جاودانی انتقال فرمایا۔ جناب رسالت مآب نے ان کی شان میں فرمایا تھا:

مَا اَظَلَّتِ الْخَضْرَاءُ، وَلَا اَقَلَّتِ الْغَبْرَاءُ، اَصْدَقَ لَهْجَةً مِّنْ اَبِيْ ذَرٍّ۔

یعنی آسمان سبزہ زار نے ایسے شخص پر سایہ ڈالا نہ زمین پر غبار نے ایسے شخص کا بار اٹھایا جو ابوذر سے صدق کلام میں بہتر ہو۔

(۱۹) عبداللہ بن مسعود کہ جن کے فضائل محمودو نامحدود کتب اہل سنت میں موجود ہیں ان سے خلیفۃ سوم نے بجبر شدید قرآن مجید لے کر جلا دیا اور اس قدر مارا کہ استخوان پہلو شکستہ اور تمام بدن خستہ ہو گیا اور اس حال پر ملال سے انتقال فرمایا۔

(۲۰) بنابر تصریح تاریخ ابن اعثم کوفی وکتاب فتوح وروضۃ الاحباب کے صحابی جلیل المقدار مقرب درگاہ رسول مختار یعنی حضرت عمار ایک نصیحت نامہ منجانب اصحاب رسالتمآبؐ لے کر پاس خلافت مآب تشریف لے گئے تا کہ خلافت مآب کو اطوار ناصواب سے احتراز واجتناب کی ہدایت فرماویں مگر خلافت مآب نے غضب ناک ہو کر اپنے خادمان خاص غلامان باختصاص کو مامور فرمایا کہ خوب زدوکوب سے ان کو ذلیل منکوب کریں اور خود بھی اٹھ کر اس قدر لکد کوب فرمایا جس سے عارضہ فتق پیدا ہو گیا اور اس قدر غش طاری ہو گیا کہ نماز ظہرین ومغربین قضا ہو گئی۔ صحیح ترمذی میں روایت انس بن مالک یہ حدیث منقول ہے: اَلْجَنَّةُ مُشْتَاقَةٌ اِلٰى ثَلَاثَةٍ: عَلِيٍّ، وَعَمَّارٍ، وَسَلْمَانَ۔

(۲۱) جمع بین الصحیحین میں روایت ہے کہ جناب رسالت مآب نے سفر میں دو رکعت پڑھی اور خلیفۃ اول و دوم کا بھی اسی پر عمل رہا لیکن خلیفۃ سوم نے آخر عہد سے چار رکعت مقرر فرمائی۔

(۲۲) بروایت صحیح مسلم خلیفۃ سوم نے نسبت ایک عورت کے جس سے ششماہہ بچہ پیدا ہوا تھا حکم سنگساری اصدار فرمایا، حضرت امام علیہ السلام نے اس غلطی سے آگاہ و خبردار فرمایا۔

(۲۳) ہرمزان حاکم اہواز شرف اسلام سے سرفراز اور یمن سعادت ایمان سے ممتاز ہو گیا تھا، ابن عمر نے اس کو ناحق کشتہ شمشیر آبدار کیا مگر خلیفۃ سوم نے اس کے قصاص انتقام سے بالمرہ اعراض و انکار کیا۔

(۲۴) فرقان حمید قرآن مجید کو جابجا سے طلب فرما کر ایک نسخہ مرتب فرمایا اور سب مصاحف کو آگ میں جلا دیا۔ جب یہ خبر ام المومنین عائشہ کو پہنچی تو فرمایا:

اُقْتُلُوْا اِحْرَاقَ الْمُصْحَفِ۔

یعنی محرق قرآن مجید سوزندہ فرقان حمید کو قتل کرو۔ [1]

جب یہ حال آویزہ گوش انصاف نیوش ارباب ہوش ہو چکا تو پھر زمام خامہ بلاغت نظام جانب تشریح کلام امام علیہ السلام معطوف اور توسن طبع روان کو جولان گاہ میدان بیان میں مصروف کرتا ہوں۔

---

[1] صحیح بخاری میں ہے:

وَاَمَرَ عُثْمَانُ مَا سِوَاهُ مِنَ الْقُرْاٰنِ فِیْ كُلِّ صَحِیْفَةٍ اَوْ مُصْحَفٍ اَنْ یُحْرَقَ۔

اور صاحب فتح الباری میں لکھتے ہیں:

وَاَمَرَهُمْ اَنْ یُحَرِّقُوْا كُلَّ مُصْحَفٍ یُخَالِفُ الْمُصْحَفَ الَّذِیْ اَرْسَلَ بِهٖ، فَذٰلِكَ زَمَانٌ حُرِّقَتِ الْمَصَاحِفُ بِالْعِرَاقِ بِالنَّارِ۔

شیخ عبدالحق دہلوی شارح مشکوٰۃ لکھتے ہیں کہ ظاہر است کہ آنچہ نزد حفصہ بود بعد از وفات او مروان بن الحکم بحکم معاویہ یابجد و اجتہاد خود بگرفت و آں را بہ آب شست و سوختند۔

قَالَ الْفَخْرُ الرَّازِیُّ: اَمَّا اِحْرَاقُ سَائِرِ الْمَصَاحِفِ، فَذٰلِكَ بِالْحَقِیْقَةِ لَمْ یَكُنْ لِاِخْرَاجِ صِفَةِ الْاِحْرَاقِ اِلَی الْمَصَاحِفِ، بَلْ لِاِتْلَافِ تِلْكَ الْاَوْرَاقِ صِیَانَةً لِلْاُمَّةِ عَنِ الْاِخْتِلَافِ فِی الْقِرَاءَاتِ، وَجَمْعًا لَهُمْ عَلٰی مُصْحَفٍ وَاحِدٍ۔

کرمانی نے شارح صحیح بخاری میں لکھا ہے:

وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا اَنْكَرَتْ عَلَیْهِ حَرْقَ الْمَصَاحِفِ، وَقَالَتْ: لَوْلَا اَنَّهٗ حَرَّقَهَا لَقُلْنَا: اِنَّهٗ قَدْ حَرَّقَ مَا لَیْسَ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِ، اَوْ قَالَتْ لَوْلَا اِنَّهٗ حَرَّقَهَا لَقُلْنَا: اِنَّهٗ حَرَّقَ حَقًّا وَ اَبْقٰی بَاطِلًا۔

فقرہ (۱۵)

اِلٰی اَنِ انْتَکَثَ فَتْلُهٗ وَ اَجْهَزَ عَلَیْهِ عَمَلُهٗ وَ کَبَتْ بِهٖ بِطْنَتُهٗ

یعنی حال خلیفۃ ثالث اسی طرح سے رہا تا اینکہ اصحاب رسولؐ مقبول نے نکث بیعت پر اجتماع اور قتل خلیفۃ سوم پر اتفاق واجماع کیا پس رسن بافتہ وتافتہ ریاست منتقض اور سلسلہ ساختہ و پرداختہ خلافت شکست ومتقرض ہو گیا اور سامان قتل و یورش برپا ہو گیا اور اعمال دنیہ وافعال سیئہ کا نتیجہ ہویدا ہو گیا اور پرخواری وتن پروری اور نفس پروری نے سر کے بھل گرادیا۔

توضیح ۶۱، فیہ تشریح

''اِنْتَکَثَ عَلَیْهِ فَتْلُهٗ'' تا اینکہ رسن عمر اس کی شکستہ ہو گئی ''نَکَثٌ''، بمعنی شکستن ''نَکَثَ'' شکستہ، فَانْتَکَثَ۔ فَتْلٌ مصدر ہے بمعنی رسن تافتہ ''وَاَجْهَزَ عَلَیْهِ'' اَجْهَزَ بمعنی سامان کردن و آمادہ گردیدن بکاری، ''کَبَتَ کَبْتًا'' برآوردن قَالَ فِی النِّهَایَةِ :کَبَتَ بِهٖ، اَیْ :صَرَعَهٗ۔

''وَبِطْنَتُهٗ'' اسم مصدر ہے اس سے بقول بعضی شراح شکم پرستی وحد سے زیادہ کھانا اور بعض شراح نے ''کَبُوْهٌ'' بمعنی شکوحیذن اسپ مراد لیا ہے کہ

یُقَالُ :اَلْجَوَادُ وَقَدْ یَکْبُوْ، وَالْاَوَّلُ اَوْلٰی، وَالْاُخْرٰی کَالْاُخْرٰی فِیْ تَارِیْخِ الْخُلَفَاءِ لِلسُّیُوْطِیِّ : بُوْیِعَ بِعُثْمَانَ بَعْدَ دَفْنِ عُمَرَ بِثَلَاثَةِ اَیَّامٍ، وَتَوَلّٰی بِالْخِلَافَةِ اِحْدٰی عَشْرَةَ سَنَةً وَاَحَدَ عَشَرَ شَهْرًا، وَقُتِلَ یَوْمَ الْاَرْبِعَاءِ، وَهُوَ ابْنُ ثَمَانِیْنَ، وَفِیْ هٰذَا الْیَوْمِ بَایَعَ النَّاسُ عَلِیًّا، وَدُفِنَ یَوْمَ السَّبْتِ لِثَمَانٍ وَعِشْرِیْنَ خَلَتْ مِنْ سَنَةِ خَمْسٍ وَثَلَاثِیْنَ۔

توضیح ۶۲، وتصریح

واضح ہو کہ ہرگاہ اعمال وافعال مسطور السنہ انام پر مذکور جابجا معروف ومشہور ہو کر بہ سامعہ کوب ہر نزدیک ودور ہوئے تو طبایع خاص وعام میں نفور موفور انزجار ناممصور ونسق ریاست میں فتور، رتق دقیق مہمات امور میں قصور پیدا ہوا، اور بدین سبب تمامی اطراف واکناف عالم میں غلغلہ دار وگیر کا زور وشور اور غوغائے جمہور مانند شور نشور ہویدا ہوا۔ ایک جم غفیر اور جمع کثیر نے صحابہ وتابعین اور انصار ومہاجرین سے خلیفۃ سوم کو محصور کر لیا ہے۔ ابن شہر آشوب علیہ الرحمہ نے کتاب ''المثالب'' میں تحریر فرمایا ہے کہ کتاب الدرر میں واقدی نے ودیگر اہل تواریخ نے نقل کیا ہے کہ اہل مصر چھ سو آدمی نے محاصرہ عثمان کیا، افسران کے محمد بن حذیفہ، عتبہ بن ربیعہ، عبد الرحمن بن عدیس البلوی، کنانۃ بن بشر التجیبی، عامر بن عبد القیس، عبد اللہ

بن سبا، سودان ابن حمران السکونی تھے۔ اور اہل کوفہ دوسو آدمی تھے۔ افسران کے مالک اشترنخعی اور زید ابن صوحان العبدی اور سدوس ابن السبتی۔ اور بصرہ کے سوآدمی تھے افسران کے حکیم ابن جبلہ العبدی و بشر ابن شریح، وحرقوس بن زہیر السعدی یہ دو ہزار آدمی تھے۔ اور تمامی اہل مدینہ کا اجتماع تھا اور محاصرہ خلیفۃ نامدار میں سب کو وفاق و اتفاق تھا۔

اور علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ جب مصریوں نے خروج کیا تو ان میں عبدالرحمن ابن عدیس البلوی پانچ سوآدمیوں کے ساتھ تھے اور بعضوں نے لکھا ہے کہ ہزار آدمی تھے اور ان میں کنانہ بن بشری اور سودان بن حمران سکونی اور قتیرہ بن فلان سکونی اور ان سب کے افسر واقفی بن حرب مکی تھے اور اہل کوفہ نے خروج کیا اور ان میں زید ابن صوحان العبدی اور اشترنخعی اور زیاد ابن نظر حارثی وعبداللہ ابن اصم عامری تھے اور شمار ان کا بھی مثل شمار اہل مصر کے تھا اور اہل مصر نے خروج کیا ان میں حکیم ابن جبلہ العبدی اور ذریح بن عباد اور بشر ابن شریح قیسی وابن مجترش تھے اور ان کی بھی تعداد مثل اہل مصر کے تھی اور امیر ان کے حرقوس بن زہیر سعدی تھے۔

ماہ شوال میں ان سب نے خروج کیا اور مفتی مکہ سید احمد زینی مشہور بدحلان نے فتح مبین میں لکھا ہے کہ سات سو اہل مصر نے خروج کیا جو شکایت کرتے تھے عبداللہ ابن ابی سرح کی اور درخواست کرتے تھے کہ وہ معزول کیا جاوے، بعد اس کے لکھا ہے کہ تمامی لشکر نے عثمان کا محاصرہ کیا اور جم غفیر اہل بصرہ و اہل کوفہ کے شریک ہونا عام ہو گئے جس میں غلام اور آزاد اور بادیہ نشین شریک تھے تا اینکہ جمع کثیر اور جمع غفیر اور اصناف کثیر قبائل متفرقہ اور اقوام مختلفہ نے شہر مدینہ کو معہ اطراف و اقطار کے محاصرہ کر لیا اور صحابہ کو ان کی مدافعت کی قدرت نہ رہی۔ انتہیٰ کلامہ۔

اور یہ بلوائے عام اور غوغائے انام غالبًا باتفاق رائے اصحاب کبار و نامداران مہاجرین وانصار ہوا کیونکہ عائشہ ام المومنین صدیقہ باتمکین مجتہدہ مخالفین بہ ندائے بلند ارشاد فرماتی تھیں:

اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا، قَتَلَ اللّٰہُ نَعْثَلًا۔

اور بروایتی

اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا، فَقَدْ کَفَرَ۔ [1]

---

[1] کرمانی نے شرح صحیح بخاری میں لکھا ہے :وَقَدْ رُوِیَ عَنْ عَائِشَۃَ اَنَّھَا اَنْکَرَتْ عَلَیْہِ حَرْقَ الْمَصَاحِفِ، وَقَالَتْ :اُقْتُلُوْا اَحْرَاقَ الْمَصَاحِفِ۔

اور استیعاب میں عبدالبر نے لکھا ہے کہ قَالَتْ عَائِشَۃُ :حَقَّ عُثْمَانَ، لَعَنَ اللّٰہُ نَعْثَلًا، وَاَیْضًا :قَتَلَ اللّٰہُ نَعْثَلًا، وَھٰکَذَا : اُقْتُلُوْا اَحْرَاقَ الْمَصَاحِفِ۔

کتاب العقد ج ۲، ص ۲۷۲ ابوسعید خدری نے روایت کی ہے کہ میں قریب خیمہ عایشہ کے مکہ میں تھا کہ ناگاہ عثمان کا گزر ہوا، فَمَا بَقِیَ مِنَ الْقَوْمِ اِلَّا مَنْہُ۔

وَقَوْلُ عَائِشَۃَ :اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا، فَقَدْ کَفَرَ، قَتَلَہُ اللّٰہُ۔ فِی الْعُیُوْنِ وَالنِّھَایَۃِ وَالْکَامِلِ لِابْنِ الْاَثِیْرِ۔

اور حضرت عمار و حذیفہ اور ابوذر غفاری و عبداللہ ابن مسعود باعلان فتوی تفسیق وطغیان دیتے تھے اور اکثر روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اکثر مہاجرین وانصار شریک قتل قتیل الدار تھے پس ایسی صورت میں قتل خلیفۃ سوم اور اجماع واجتماع دلیل قاطع ہے کہ قتل خلیفۃ سوم بے جاونا روانہیں ہے کیونکہ بنا پر کلیہ حضرات اہل سنت کے

اَلصَّحَابَۃُ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ۔

تمامی صحابہ نبوی عادل صاحب اجتہاد۔ وبنا بر حدیث:

''اَلصَّحَابِیُّ کَالنُّجُوْمِ، بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ، وَاجِبُ الِاتِّبَاعِ وَالِانْقِیَادِ''

تھے پس قتل خلیفۃ ثالث پر اجماع واجتماع صحابہ وتابعین لایق تصدیق اور حجیت اجماع قابل توثیق ہونا چاہیے۔

کتاب عقد جلد ثانی صفحہ ۱۴۲ میں روایت ہے کہ ثابت ابن عبداللہ ابن زبیر نے اہل شام کی طرف دیکھ کر کہا مجھ کو نفرت ہے ان لوگوں سے، سعید ابن عمر ابن عثمان نے جواب دیا ان لوگوں نے قتل کیا تمہارے باپ کو، ثابت نے کہا کہ سچ کہتے ہو ''وَلٰکِنِ الْاَنْصَارُ وَالْمُھَاجِرُوْنَ قَتَلُوْا اَبَاکَ'' یعنی تمہارے باپ کو مہاجرین وانصار نے قتل کیا ہے۔

اور یہ امر لایق لحاظ ہے کہ اجماع مہاجرین وانصار سے واقعہ قتل خلیفۃ سوم ظہور پذیر ہوا اور بعد قتل عثمان کے اسی اجماع سے بیعت خلیفۃ چہارم منعقد ہوئی، پس اگر اجماع قتل عثمان باطل سمجھا جاوے تو اصلیت اجماع مجروح اور عدالت کل صحابہ مقدوح ہے اور اگر اجماع قتل عثمانی باطل واجماع بیعت مرتضویہ برحق سمجھا جاوے تو ترجیح مرجوح بلا مرجح غیر ممدوح ہے اور اجماع صحابہ کبار اتفاق اجلہ مہاجرین وانصار اس درجہ استحکام واستقرار اور اصرار ہوا کہ بتصریح مدائنی وواقدی وابن اعثم کوفی وطبری وابن عبدالبر وغیرہ کے لاش عثمان کو تین دن تک مزبلہ میں ڈال دیا اور کوئی متکفل نماز جنازہ ودفن وکفن نہ ہوا اور لاش کو سنگبار کیا پس چند ملازموں نے شب کو لاش لے جا کر مقبرہ یہود میں دفن کر دیا[1] بعد اس کے عہد معاویہ میں ایک دیوار درمیان قبر عثمان وقبور یہود کے تعمیر کر دی گئی۔ استیعاب میں مالک سے روایت ہے:

لَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ اُلْقِیَ عَلٰی مَزْبَلَۃٍ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ۔

وسیر حلبی میں بھی بتصریح مذکور ہے اور تاریخ واقدی سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اعضائے پاک ان کے سگ ناپاک نے بے باک ہو کر تناول فرمائے:

حَیْثُ قَالَ: وَتُرِکَ مَطْرُوْحًا عَلٰی مَزْبَلَۃٍ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ، حَتّٰی ذَھَبَ بَقَرًّا وَرَحْلَہُ الْکِلَابُ۔

پس ترک دفن وکفن عثمان کا دو حال سے خالی نہیں ہے یا یہ کہ حضرت علی علیہ السلام ودیگر اصحاب نے تقیہ فرما کر دفن نہ کیا یا لائق دفن وکفن نہ تصور کیا۔

---

[1] نہایہ ابن اثیر میں ہے کہ لاش عثمان حش کوکب میں دفن ہوئی اور تحقیق حش کوکب میں لکھا ہے۔ اِنَّ ھٰذَا مَحْشُوْشٌ مُحْتَفَرٌ، قَالَ: حَفَرَھَا الْجِنُّ وَالشَّیَاطِیْنُ اَصْلُہٗ مِنَ الْحَشِّ وَھُوَ الْبُسْتَانُ ثُمَّ اُطْلِقَ عَلَی الْکَنِیْفِ وَالْمِرْحَاضِ لِاَنَّھُمْ کَانُوْا یَقْضُوْنَ حَاجَاتِھِمْ فِی الْبَسَاتِیْنِ۔

حکایت پر لطافت

کتاب صراط مستقیم میں لکھا ہے کہ ابن جوزی عالم اہل سنت نے بہ نہایت جرات جسارت برسر منبر وہ کلمہ فرمایا کہ جو حضرت ولایت مآب نے ارشاد فرمایا تھا: یعنی

سَلُوْنِیْ قَبْلَ اَنْ تَفْقِدُوْنِیْ۔

یعنی ثرا سے ثریا تک زمین سے عرش علا تک جو کچھ سوال کرنا ہو سوال کرو کہ پھر ہم کو نہ پاؤ گے۔

جب یہ کلمہ نخوت وغرور اس بے شعور کی زبان پر جاری ہوا تو ایک زن مومنہ نے سوال کیا کہ سلمان نے مدائن میں رحلت فرمائی اور حضرت امیر علیہ السلام مدینہ منورہ میں تشریف رکھتے تھے مگر راہ یک ماہ طے فرما کر اسی شب نماز جنازہ پڑھی اور بعد دفن کفن مراجعت فرمائی، ابن جوزی نے کہا کہ ہاں اسی طرح روایت ہے۔ اس زن مومنہ نے کہا کہ عثمان مدینہ میں قتل ہوئے اور تین روز مزبلہ میں پڑے رہے اور حضرت امیر علیہ السلام مدینہ میں تشریف رکھتے تھے مگر نماز جنازہ نہ پڑھی، پس دونوں میں ایک خاطی تھا ابن جوزی نے کہا کہ تو اگر بلا اجازت شوہر اپنے گھر سے نکلی تو تجھ پر لعنت خدا ہے اگر باجازت شوہر نکلی ہے تو اس پر لعنت خدا ہے۔ اس عورت مومنہ نے کہا کہ عائشہ واسطے جنگ وجدال علی ابن ابی طالب کے باجازت جناب رسالت مآب گھر سے باہر نکلی تھیں یا بلا اجازت؟ ابن جوزی نے سکوت فرمایا۔

توضیح ۶۳، وتبیین فیہ برھان متین

واضح ہو کہ قتل عثمان بن عفان پر اکثر اصحاب نامدار اور مجتہدان عدالت شعار کا فتوی جاری ہوا تھا۔ چنانچہ تذکرہ خواص الامہ میں سبط ابن جوزی عالم اہل سنت نے لکھا ہے کہ جب خلیفۃ موصوف نے حکم ابن ابی العاص کو مقرب بارگاہ خلافت باریاب آستانہ حکومت اور کامیاب مال ودولت فرمایا۔

فَقَامَ الْمُسْلِمُوْنَ عَلٰی عُثْمَانَ، وَاَنْکَرُوْا عَلَیْہِ۔

اور کہا کہ تو نے مردود پیشگاہ نبویؐ، مطرود بارگاہ مصطفوی اور دشمن خدا اور رسول کو بلایا۔

وَقَدْ خَالَفْتَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔

بعد اس کے مروان بن حکم کو پانچ لاکھ دینار دیے اور جنازہ حکم پر نماز پڑھی اور جنازہ کی مشایعت کی۔ یہ امر زیادہ تر اہل اسلام کو ناگوار ہوا اور کہا کہ

تُصَلِّیْ عَلٰی مُنَافِقٍ مَلْعُوْنٍ لَعَنَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اور علاوہ اس کے مادر مہربان مجتہدہ سنیان عائشہ نے فرمایا:

مَا كَفَاكَ اَنَّكَ وَدِدْتَ الْمُنَافِقَ حَتّٰى تُعْطِيَهٗ اَمْوَالَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَتُصَلِّيَ عَلَيْهِ، وَتُشَيِّعَهٗ، وَبِهٰذَا السَّبَبِ قَالَتْ :اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا، قَتَلَهُ اللّٰهُ، فَقَدْ كَفَرَ۔

اور ہر گاہ مجتہدہ اہل سنت نے حکم کفر عثمان وفتوای قتل صادر فرمایا تو اب محل کلام مقام جرح وابرام کیا؟ چنانچہ بتقلید مجتہدہ موصوفہ باجتہاد خود اکثر اصحاب نے جناب عثمان کے پیچھے نماز پڑھنا چھوڑ دی، چنانچہ کتاب مذکور میں بروایت مذکور یہ لکھا ہے :

فَامْتَنَعَ جَمَاعَةٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ عَنِ الصَّلَاةِ خَلْفَ عُثْمَانَ ۔

اس سے یہ بھی مستفاد ہوا کہ اکثر صحابہ نے نماز پڑھنے سے انکار کیا، پس حدیث ''صَلُّوْا خَلْفَ كُلِّ بَرٍّ وَفَاجِرٍ'' کا مصداق باطل ہو گیا اور یہ بھی مستفاد ہوا کہ صحابہ نبوی کے نزدیک افعال خلافت مآب ناپسندیدہ وناروا، بیجا، ناسزا تھے۔ نہ صرف عائشہ کے نزدیک ''وَالصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ''۔ اور لطیفہ یہ ہے کہ عبدالرحمن بن عوف عشرہ مبشرہ اہل سنت ہیں اور انہیں کی رائے پر خلیفہ ثانی نے مشورہ خلافت کا انحصار کیا تھا، چنانچہ انہیں کی بیعت سے خلافت ثالثہ منعقد ہوئی، وہی پھر اس قدر ناراض ہوئے کہ افعال بیجا پر عثمان کو ملامت کی اور تادم مرگ کلام نہ کیا اور عثمان عیادت کو گئے تو منہ پھیر لیا۔

كَمَا فِي الْمُخْتَصَرِ فِيْ اَخْبَارِ الْبَشَرِ، رُوِيَ اَنَّهٗ قِيْلَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ :هٰذَا فِعْلُكَ؟ فَقَالَ :لَمْ اَظُنَّ هٰذَا بِهٖ، وَلٰكِنْ لِلّٰهِ عَلَيَّ اَنْ لَّا اُكَلِّمَهٗ اَبَدًا. وَمَاتَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ وَهُوَ مُهَاجِرٌ لِعُثْمَانَ، وَدَخَلَ عَلَيْهِ عُثْمَانُ عَائِدًا فِيْ مَرَضِهٖ، فَتَحَوَّلَ اِلَى الْحَائِطِ وَلَمْ يُكَلِّمْهُ

اور ابن حجر نے منہج مکیہ میں لکھا ہے کہ عبدالرحمن نے عثمان کو ملامت کی اور یہ کہا:

اِنَّمَا وَلَّيْتُكَ لِتَسِيْرَ سِيْرَةَ الشَّيْخَيْنِ۔

عثمان نے فرمایا:

كَانَ عُمَرُ تَقْطَعُ اَقَارِبَهٗ، وَاَنَا اَصِلُهُمْ، فَنَذَرَ اَنْ لَّا اُكَلِّمَهٗ اَبَدًا ۔

یعنی عبدالرحمن نے کہا کہ ہم نے اس واسطے تم کو خلیفہ بنایا تھا کہ سیرت شیخین پر عمل کرو گے نہ خلاف اس کے، تو عثمان نے کہا کہ عمر نے صلہ ارحام کو منقطع کیا تھا ہم نے صلہ ارحام کو اختیار کیا۔ پس عبدالرحمن نے نذر کی کہ کبھی اس سے بات نہ کروں گا۔

اب معلوم نہیں کہ خلیفہ سوم نے راست فرمایا یا دروغ اور اگر فی الواقع خلیفہ دوم نے قطع صلہ ارحام فرمایا تو حق تعالیٰ نے تین جگہ قرآن مجید میں قطع صلہ ارحام پر لعنت فرمائی ہے، ایسا فعل ان سے کیوں کر صادر ہوا۔ اور اگر کذب تھا تو کذاب پر لعنت فرمائی ہے اور کذب وزور لایق شان عثمان نہیں ہے اور خطائے اجتہادی کا یہاں محل نہیں ہے کیونکہ یہ خبر ایک واقعہ کی ہے نہ تحقیق کسی مسئلہ غامضہ کی۔ اور پھر عبدالرحمن بن عوف نے صحابی جلیل المقدار، عادل وخوش کردار، راست گفتار کو کیوں ناگوار ہوا کہ اس ارشاد سدید واجتہاد جدید حضرت عثمان سے روگردانی ودست افشانی فرمائی اور عایشہ صدیقہ کو ناگوار ہوا اور اکثر صحابہ دیندار کو قتل وتکفیر عثمان پر اصرار ہوا۔ پس عذر اہل سنت کہ چند افسار اشرار جس کا صحابۂ رسول مختارؐ میں شمار نہ تھا

باعث فتنہ وفساد اور موجب قتل خلیفہ باسداد ہوئے بے کار ہے۔

چنانچہ تاریخ الخلفاء وصواعق محرقہ میں ہے:

لَمَّا وَلِیَ کَرِہَ وِلَایَۃَ نَصَرٍ مِّنَ الصَّحَابَۃِ۔

اور جو کہ اکثر صحابہ شریک قتل قتیل الدار اور معین خونریزی عثمان باوقار تھے بدین سبب شیخ عبدالوہاب شعرانی نے واسطے اکابر واصحاب کے یہ فرمایا ہے:

اَلْمَبْحَثُ الرَّابِعُ وَالْاَرْبَعُوْنَ فِیْ بَیَانِ وُجُوْبِ الْکَفِّ عَمَّا شَجَرَ بَیْنَ الصَّحَابَۃِ، وَوُجُوْبِ اعْتِقَادِ اَنَّھُمْ مَاْجُوْرُوْنَ، وَذٰلِکَ لِاَنَّھُمْ کُلُّھُمْ عُدُوْلٌ بِاتِّفَاقِ اَھْلِ السُّنَّۃِ، سَوَاءٌ مَنْ لَابَسَ الْفِتَنَ وَمَنْ لَمْ یُلَابِسْھَا، کَفِتْنَۃِ عُثْمَانَ وَمُعَاوِیَۃَ وَوَقْعَۃِ الْجَمَلِ۔

اور بروایت ابن ابی الحدید معتزلی:

کَتَبَ جَمِیْعُ اَھْلِ الْمَدِیْنَۃِ مِنَ الصَّحَابَۃِ وَغَیْرِھِمْ اِلٰی مَنْ فِی الْاٰفَاقِ:اِنَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تُرِیْدُوْنَ الْجِھَادَ فَھَلُمُّوْا اِلَیْنَا.فَاِنَّ دِیْنَ مُحَمَّدٍ قَدْ اَفْسَدَہٗ خَلِیْفَتُکُمْ۔

اور بروایت کنز العمال عثمان عالیشان نے خطبہ فرمایا:[1]

جَزَاکُمُ اللّٰہُ یَا اَصْحَابَ مُحَمَّدٍ عَنْ شَرَائِعُتُمُ السَّیِّئَۃَ، وَکَتَمْتُمُ الْحَسَنَۃَ، وَاَغْرَیْتُمْ بِیْ غَوْغَاءَ النَّاسِ۔

اور واقدی نے بروایت معتبر نقل کیا ہے:

وَکَانَتْ عَائِشَۃُ تُحَرِّضُ عَلَیْہِ النَّاسَ جُھْدَھَا وَطَاقَتَھَا، وَتَقُوْلُ:اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا، قَتَلَ اللّٰہُ نَعْثَلًا۔

اور بتصریح اصابہ فی معرفۃ الصحابہ

اِنَّ مَرْوَانَ بْنَ الْحَکَمِ رَاٰی طَلْحَۃَ، فَقَالَ:ھٰذَا اَعَانَ عَلٰی قَتْلِ عُثْمَانَ، فَرَمَاہُ بِسَھْمٍ قَتَّالٍ۔[2]

---

[1] وَاقِدِیْ رَوٰی عَنْ عُمَرَ اَنَّہٗ قَالَ:وَاللّٰہِ مَا کَانَ مِنَّا اِلَّا خَاذِلٌ اَوْ قَاتِلٌ۔

[2] فُصُوْلُ الْمُھِمَّۃِ :فَقَالَ عَلِیٌّ عَلَیْہِ السَّلَامُ» :**مَا حَمَلَکَ عَلٰی مَا صَنَعْتَ یَا زُبَیْرُ؟**« قَالَ :حَمَلَنِیْ عَلٰی ذٰلِکَ الطَّلَبُ بِدَمِ عُثْمَانَ. فَقَالَ» :**اِنْ اَنْصَفْتَ مِنْ نَفْسِکَ، اَنْتَ وَاَصْحَابُکَ قَتَلْتُمُوْہُ.**«

وَاقِدِیْ قَالَتْ عَائِشَۃُ :یَا ابْنَ عَبَّاسٍ، اِنَّکَ قَدْ اُوْتِیْتَ عَقْلًا وَبَیَانًا، وَاِیَّاکَ اَنْ تَرُدَّ النَّاسَ عَنْ قَتْلِ الطَّاغِیَۃِ، عَنْ قَتْلِ عُثْمَانَ، فَاِنِّیْ اَعْلَمُ بِقَوْمِہٖ مِنْکَ، کَمَا اَعْلَمُ قَوْمَ اَبِیْ سُفْیَانَ قَوْمَہٗ یَوْمَ اُحُدٍ.

الْاِسْتِیْعَابُ :کَانَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ یَطْعَنُ عَلٰی عُثْمَانَ، وَیُؤَلِّبُ عَلَیْہِ، وَیَسْعٰی فِیْ اِفْسَادِ اَمْرِہٖ.

اِبْنُ اَبِی الْحَدِیْدِ :رَوٰی اَبُوْ جَعْفَرٍ :کَانَ عَمْرُو بْنُ الْعَاصِ یَحْرِصُ عَلٰی عُثْمَانَ، وَیُغْرِیْ.

واقدی :قَالَتْ عَائِشَۃُ» :یَا عُثْمَانُ،

اَکَلْتَ اَمَانَتَکَ، وَضَیَّعْتَ الرَّعِیَّۃَ، وَسَلَّطْتَ عَلَیْھِمُ الْاَشْرَارَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِکَ، وَاللّٰہِ لَوْلَا الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، لَمَشٰی اِلَیْکَ اَقْوَامٌ ذَوُوْ بَصَائِرَ، یَذْبَحُوْنَکَ کَمَا یُذْبَحُ الْجَمَلُ

تا تارخانیہ میں مذکور ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا:

مَا قَتَلْتُ عُثْمَانَ، وَلَا كَرِهْتُ، وَلَا اَمَرْتُ، وَلَا نَهَيْتُ۔

اور کسی سائل کے جواب میں فرمایا: اَللّٰهُ قَتَلَهٗ وَ اَنَا مَعَهٗ اور تخالف وتنا کر وتنافر وتشاجر صحابہ نامدار مثل ابن مسعود و ابوذر و عمار نسبت قتیل الدار تو ظاہر و آشکار ہے۔ پس بموجب کلیہ ''اَلصَّحَابَةُ كُلُّهُمْ عُدُوْلٌ'' اور حدیث اصحابی کالنجوم کے اجتہاد اور جواز قتل عثمان میں بی فائدہ تکرار ہے۔ حکایت ادنی پایان بخاموشی ادا کردم۔

فقرہ(۱۶)

فَمَا رَاعَنِیْ اِلَّا وَ النَّاسُ یُھْرَعُوْنَ اَنِّیْ کَعُرْفِ الضَّبُعِ ،قَدِ انْثَالُوْا عَلَیَّ مِنْ کُلِّ جَانِبٍ، حَتّٰی وُطِیَ الْحَسَنَانِ، وَ شُقَّ عِطْفَایَ، مُجْتَمِعِیْنَ حَوْلِیْ کَرَبِیْضَةِ الْغَنَمِ۔

یعنی جب عثمان کے قتل پر اجماع انام اتفاق خاص و عام ہو چکا تو لوگوں نے میری طرف رجعت، میری بیعت پر عزیمت کی، پس تماشائے عجیب ماجرائے غریب یہ تھا کہ فوج فوج کافہ انام جوق جوق خاص وعام آتے تھے مانند ہجوم کفتار وگلہ گوسفندان کے ہر طرف سے مجھ پر ازدحام کرتے تھے۔ چونکہ حضرتؑ کو معلوم تھا کہ یہ لوگ ملاذ دنیائے فانی اور حظوظ شہوات نفسانی کے عادی ہو چکے ہیں اور حکومت وامارت دنیاوی سے مانوس اور دام تزویر شیطانی میں محبوس ہیں، ان کو قدر حکومت دینی ولذت عدالت ایمانی اور حظ امارت روحانی کیا ہوگی، اس واسطے حضرت اخذ بیعت سے متواتر انکار فرماتے تھے اور وہ لوگ اخذ بیعت پر اصرار کرتے تھے۔ چنانچہ یہ اجماع مہاجرین وانصار کا بلا اکراہ واجبار منعقد ہوا تھا، پس حضرتؑ کی بیعت پر اس قدر ہجوم وازدحام ہوا کہ شاہزادہ کونین حضرت حسنین علیہما السلام کو صدمہ تمام پہنچا اور شانہ و پہلوئے حضرت امام علیہ السلام کو گزند پہنچا اور ردائے مبارک پارہ پارہ ہوگئی۔ بہر چند بعلم امامت جانتے تھے کہ نفوس شہوت مانوس ان کے لذایذ دنیویہ سے مالوف شہوات نفسیہ میں مصروف ہیں، مگر جبکہ لوگوں نے ہجوم عام اور مانند گوسفندوں کے ازدہام اور بیعت پر اصرار تمام کیا تو ناچار حضرت نے بمقتضائے ﴿ لِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ﴾ بنا پر اتمام حجت کے ان کی بیعت کو منظور ومقبول اور اقرار اطاعت کو قبول فرمایا۔

توضیح ۶۴ وتشریح

قَوْلُهٗ: فَمَا رَاعَنِیْ اِلَّا وَ النَّاسُ یُھْرَعُوْنَ اِلَیَّ اور بعضی نسخوں میں ہے۔ فَمَا رَاعَنِیْ اِلَّا وَ النَّاسُ رَسَلَ اِلَیَّ۔ بہر حال ''رَاعَ یَرُوْعُ رَوْعًا'' بشکفت آوردن ودر تعجب انداختن ''رَسَلَ'' بفتحتین بلا لحاظ تذکیر وتانیث وجمع بمعنی فرقہ ہاو فوجہا۔

ابن اثیر نہایہ لغت میں لکھتا ہے:

فِي الْحَدِيْثِ :اَنَّ النَّاسَ دَخَلُوْا عَلَيْهِ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهٖ اَرْسَالًا، يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ، اَیْ :اَفْوَاجًا وَفِرَقًا مُنْقَطِعَةً يَتْبَعُ بَعْضُهُمْ بَعْضًا، وَاحِدُهَا رَسَلٌ بِفَتْحِ الرَّاءِ وَالسِّيْنِ۔

پس مراد یہ ہے کہ جوق جوق فوج فوج لوگ آتے تھے ''يُهْرَعُوْنَ اِلَيَّ '' اِيْرَاعٌ بمعنی شتافتن بسرعت قَوْلُهٗ تَعَالٰى:﴿ وَ جَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ﴾۔ فِي الصَّرَاحِ :اَیْ يَسْتَحِثُّوْنَ اِلَيْهِ. ''هَرَّعَ'' بالتحریک روان شدن۔

اور مجمع البحرین میں ہے:

اَیْ يَسْتَحِثُّوْنَ وَ يُقَالُ ، اَیْ :يُسْرِعُوْنَ اِلَيْهِ، كَاَنَّهُمْ يُدْفَعُوْنَ دَفْعًا لِطَلَبِ الْفَاحِشَةِ۔

اور تفسیر مدارک التنزیل میں:

عَلٰى اٰثَارِهِمْ يُهْرَعُوْنَ، اَلْاِهْرَاعُ،اَیْ :اَلاِهْرَاعُ الشَّدِيْدُ، كَاَنَّهُمْ يَحُثُّوْنَ حَتّٰى كَعُرْفِ الضَّبُعِ.

یعنی مثل تتابع کفتار۔

فی النہایہ:

عُرْفُ الْفَرَسِ :اَیْ تَتَابُعُهَا، وَقِيْلَ :كَعُرْفِ الضَّبُعِ.فِيْ مَجْمَعِ الْاَمْثَالِ :يُضْرَبُ بِهِ الْمَثَلُ فِيْ ازْدِحَامِ السُّفَهَاءِ، فَاِنَّ الضَّبُعَ مَعْرُوْفَةٌ بِالسَّفَاهَةِ۔

پس حاصل کلام اس کا ہجوم واذدحام کفتار ہے جو بے امتیاز نیک وبد مجمع کریں۔

قَدِ انْثَالُوْا عَلَيَّ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ۔

یعنی گرے اور ٹوٹ پڑے ہم پر ہر طرف سے۔

فِي النِّهَايَةِ :اِنْثَالَ النَّاسُ عَلَيْهِ، اَیْ :اِجْتَمَعُوْا وَانْصَبُّوْا مِنْ كُلِّ وَجْهٍ، وَهُوَ مُطَاوِعٌ. قَالَ :يَقُوْلُ اِذَا صُبَّ مَا فِي الْاِنَاءِ، وَالثَّوْلُ :اَلْجَمَاعَةُ۔

حَتّٰى وُطِئَ الْحَسَنَانِ۔وَطَاَ يَطَاُ کوفتن و پامال کردن۔ و شُقَّ يَشُقُّ شَقًّا بمعنی دریدن و بریدن و نیمہ کردن۔ ''عِطْفَايَ'' دراصل عِطْفَانٌ تھا نون بسبب اضافہ یای متکلم کے گر گیا۔ فِي الصَّرَاحِ :وَقَدْ تَعَطَّفْتُ بِالْعَطَافِ، اَیِ: ارْتَدَيْتُ بِالرِّدَاءِ، وَعَطْفَا الرَّجُلِ جَانِبَاهُ.اور بدین صورت معنی اس کے ہر دو گوشہ ردا کے بھی ہیں اور دونوں پہلو کے بھی ہیں۔

''مُجْتَمِعِيْنَ حَوْلِيْ كَرَبِيْضَةِ الْغَنَمِ '' اور بعض نسخ نہج البلاغہ میں ہے۔''كَرَبِيْضَةِ الْعَنْزِ'' رَبِيْضَةٌ بروزن فعیلۃ گوسپندان، كَمَا فِي الصَّرَاحِ اور بمعنی رمہ گوسپندان، كَمَا فِيْ شَمْسِ اللُّغَاتِ اور ''رَبِيْضَةِ الْغَنَمِ ''مضاف و مضاف الیہ ہے لیکن صاحب نہایہ نے از قبیل اضافہ صفت بموصوف قرار دیا ہے۔فِيْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ:

وَالنَّاسُ حَوْلِیْ کَرَبِیْضَةِ الْغَنَمِ، اَیْ: کَالْغَنَمِ الرَّبِیْضِ۔

یعنی حدیث علی علیہ السلام میں ہے کہ لوگ میرے گرداگرد جمع ہوئے مانند گوسفندان کے کہ ایک دوسرے کی متابعت کرتا تھا۔

اور ابن الاثیر نے مادہ ''عَنَزَ'' میں لکھا ہے:

فِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ: کَرَبِیْضَةِ الْعَنْزِ، وَیُرْوٰی بِکَسْرِ الرَّاءِ: حَنْیُهَا اِذَا بَرَکَتْ۔

غالباً یہ مثل اہل ہند بھی مجمع نواقص العقول پر اطلاق کرتے ہیں یعنی خلقت بھیڑ یا دیہان ہے۔

ابن ابی الحدید معتزلی لکھتا ہے:

اِنَّهٗ عَلَیْهِ السَّلَامُ یَصِفُ بَلَادَتَهُمْ وَنُقْصَانَ عُقُوْلِهِمْ۔

یعنی حضرت امام علیہ السلام ان لوگوں کے نقصان عقل وسفاہت کی تشبیہ دیتے ہیں۔

ظاہراً اس واسطے آپؑ نے نقصان عقل کے ساتھ موصوف کیا کہ بے امتیاز عقلی بیعت خلیفۃ اول کرلی، پھر دوم پر مجمع کرلیا، پھر سوم پر اجماع کیا، اب ہم پر اجماع کیا کچھ فضایل ومدارج وحقیقت پر لحاظ نہیں کیا بلکہ جہاں ایک نے رجوع کیا دوسرا بھی چلا تیسرا بھی چلا اور یہ بھی نہ سمجھے کہ بیعت خلیفۃ اول بدون مشورہ مسلمین ہوئی تھی جس کا اعتراف خلیفۃ دوم نے کیا:

اِنَّمَا کَانَتْ بَیْعَةُ اَبِیْ بَکْرٍ فَلْتَةً، وَقَی اللّٰهُ شَرَّهَا، فَمَنْ عَادَ اِلٰی مِثْلِهَا فَاقْتُلُوْهُ۔

اور پھر اپنے خطبہ میں اعتراف کیا:

مَنْ بَایَعَ رَجُلًا عَنْ غَیْرِ مَشُوْرَةٍ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، فَلَا یُبَایَعُ هُوَ وَالَّذِیْ بَایَعَهٗ، تَغِرَّةً اَنْ یُّقْتَلَا۔

بعد اس کے پھر خلیفۃ اول نے بغیر مشورہ مسلمین کے خلیفۃ دوم کو خلیفۃ بنایا اور وہ بھی سب نے تسلیم کرلیا، پھر خلیفۃ سوم کس اسلوب سے خلیفۃ بنائے گئے کہ صرف عبدالرحمن کی بیعت سے خلافت منعقد ہوگئی، ہاں یہ بیعت برضا ورغبت ہوئی کہ حضرت امام علیہ السلام اپنے بیت الشرف میں رونق اندوز اور کاشانہ قدسی آستانہ میں جلوہ افروز تھے، بیعت سے انکار فرماتے تھے لیکن جوق جوق مجمع انام فوج فوج ہجوم وازدحام ہوتا تھا، نہ کسی پر اکراہ واجبار کیا، نہ کسی کے واسطے ارادہ احراق دار کیا، نہ کسی کو ذلیل وخار کیا۔ اور حضرت کا انکار اس وجہ سے بار بار تھا کہ بعلم ولایت حضرتؑ پر آشکار تھا کہ یہ لوگ عیش وعشرت دنیائے فانی اور لذات نفسانی سے عادی ومالوف اور جاہ وثروت زندگانی سے مانوس ومشغوف ہو چکے ہیں تو اب عدالت حقیقی اور انصاف تحقیقی اور شریعت رسالت پناہی اور احکام الٰہی کی متابعت نہ کرسکیں گے بلکہ نکث بیعت اور نقض طاعت کر کے جادہ حق سے عدول اور طریق عدل سے نکول کریں گے۔ اگر بنظر دوربین ونگاہ بصیرت آئین دیکھیے تو قوت عاقلہ قدسیہ بلکہ کمالات انسیہ خود مقتضی اسی بات کے ہیں کہ حاکم دین مبین، قاضی شرع متین، بادشاہ مومنین، خلیفۃ رب العالمین، جانشین سید

المرسلینؐ، اس کو ہونا چاہیے جو منصوص من اللہ، ردیف نور رسالت پناہؐ، افضل تمام خلائق، عالمِ حقایق ودقایق، عارف اسرار عوالمِ لاہوت، کاشف اثار عوالم ملکوت، عصمت وعفاف سے موصوف، شجاعت وسخاوت سے معروف، زہد وقناعت میں یکتا، عبادت وریاضت میں بے ہمتا ہو، العرض جمیع فضائل قدسیہ، جملہ فضایل انسیہ میں افضل زمانیان اکمل جہانیان ہو۔

چنانچہ شیخ الرئیس نے ''الٰہیات شفا'' میں اس کا اعتراف کیا ہے اور اگر بنظر انصاف، بلا اعوجاج واعتساف، ملاحظہ کیا جاوے تو ذات قدسی صفات، حضرت امام علیہ السلام میں تمامی فضایل وکمالات موجود اور یاران اغیار میں معدوم ومفقود تھے پس بعد جناب رسول مختارؐ کے حضرت امام علیہ السلام کو کیوں نہ اختیار کیا؟ مگر طمع مال ودولت اور حرص عیش وعشرت نے فریفتہ دنیائے حذار، شیفتہ لذات ناپائدار کیا، ایسے امام ہمامؑ کو چھوڑ کر غیروں کو اختیار کیا اور پھر آخر کار بیعت کر کے نقضِ بیعت اور فسق طاعت جناب ولایتؑ پر اصرار کیا۔ فلہٰذا حضرت نے نقصان عقول وجہالت ارباب جہول کا اظہار کیا کہ '' **مُجْتَمِعِيْنَ حَوْلِيْ كَرَبِيْضَةِ الْغَنَمِ** ''ان کے نکث بیعت اور نقض طاعت کا حال آیندہ بیان ہوگا۔ واللہ ولی التوفیق واعان حقیق۔

توضیح ۶۵، فیہ تبئین وتوشیح وترشیح

علامہ اہل سنت سبط ابن جوزی نے کتاب تذکرہ خواص الائمہ میں حکایت عجیب بلطافت غریب تحریر کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابو الہذیل علاف نے نقل کیا ہے کہ میں نے مامون رشید کے ساتھ سفر کیا اور مقام رقہ میں پہنچا، وہاں سیر فرات کر رہا تھا کہ ایک دیر دکھائی دیا، لوگوں نے بیان کیا کہ اس میں ایک دیوانہ ہے جو حکمت فرزانہ کلمات عاقلانہ کے ساتھ کلام کرتا ہے۔ یہ سن کر میں داخل دَیر ہوا، میں نے دیکھا کہ ایک شخص خوبصورت خوش جمال، خوش لباس وخوش مقال، مقید بسلاسل واغلال بیٹھا ہے، میں نے ابتداء سلام کی اس نے جواب سلام دیا اور کہا کہ میرا دل گواہی دیتا ہے کہ تو اس شہر جہول، اہالیان نواقص العقول سے نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں سچ ہے میں اہل عراق سے ہوں۔ اس نے کہا کہ میں کچھ سوال کیا چاہتا ہوں سمجھ کر جواب باصواب دو، میں نے کہا کیا سوال ہے؟ اس نے کہا کہ مجھ سے بیان کرو کہ آیا جناب سید المرسلینؐ نے کسی کو خلیفہ وجانشین کیا یا نہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ پھر ابوبکر بلا وصیت جناب ختم الرسالتؐ کیوں کر تخت نشین حکومت ہو گئے؟ میں نے کہا کہ مہاجرین وانصار نے ان کو باجتماع واتفاق اختیار کیا۔

قَالَ كَيْفَ اخْتَارَهُ الْمُهَاجِرُوْنَ؟ وَ قَدْ قَالَ الزُّبَيْرُ بْنُ الْعَوَّامِ :لَا اُبَايِعُ اِلَّا عَلِيَّ بْنَ اَبِيْ طَالِبٍ، وَكَذٰلِكَ الْعَبَّاسُ۔

یعنی اس نے کہا کہ مہاجرین نے کیوں کر اتفاق کیا حالانکہ زبیر بن عوام اور عباس عم رسولؐ انام نے کہا کہ سوائے حضرت علی علیہ السلام کے کسی سے بیعت نہ کریں گے۔

وَكَيْفَ اخْتَارَهُ الْاَنْصَارُ، وَقَدْ قَالَ :مِنَّا اَمِيْرٌ وَمِنْكُمْ اَمِيْرٌ، وَوَلَوْ اَسْعَدَ بْنُ عُبَادَةَ يَوْمَ

السَّقِيْفَةِ، وَقَالَ عُمَرُ :اُقْتُلُوْا سَعْدًا، قَتَلَهُ اللّٰهُ۔

اور کیوں کر انصار نے ابی بکر کو اختیار کیا حالانکہ بروز سقیفہ یہ بحث پیش کی کہ ہم میں سے ایک امیر کیا جاوے اور تم سے ایک امیر کیا جاوے، چنانچہ سعد بن عبادہ انصاری کو انتخاب کیا، عمر بن خطاب نے کہا کہ سعد کو قتل کرو خدا اس کو قتل کرے۔

وَاَنْتَ كَيْفَ تَقُوْلُ :رَضِيَ النَّاسُ بِهٖ، وَقَدْ قَالَ سَلْمَانُ الْفَارِسِيُّ :كرديد و نكرديد ، اَيْ فَعَلْتُمُوْهَا وَمَا فَعَلْتُمُوْهَا كَمَا هُوَ الْحَقُّ، فَخُنِقَتْ عُنُقُهٗ. وَقَالَ اَبُوْ سُفْيَانَ بْنُ حَرْبٍ :بِعَلِيٍّ، ابْسُطْ يَدَكَ لِاُبَايِعْكَ، وَاِنْ شِئْتَ لَاَمْلَاَنَّهَا عَلَيْهِمْ خَيْلًا وَرِجَالًا.

اور تم کیونکر کہتے ہو کہ خلافت ابوبکر سے لوگ رضامند ہو گئے حالانکہ سلمان فارسی نے کہا کردید ونکردید یعنی ایک کام کیا اور پھر حق بھی نہ کیا، پس ان کی گردن دبائی گئی اور ابوسفیان نے حضرت علی علیہ السلام سے کہا کہ ہاتھ بڑھاؤ کہ ہم تم سے بیعت کریں اور اگر منظور کرو تو سوارانِ جرار اور پیادہ گان شجاعت شعار سے میدان کو بھر دیں۔

ثُمَّ قَعَدَ بَنُوْ هَاشِمٍ عَنْ بَيْعَةِ اَبِيْ بَكْرٍ سِتَّةَ اَشْهُرٍ، فَاَيْنَ الْاِجْمَاعُ؟

علاوہ اس کے تمام بنی ہاشم نے چھ مہینے تک بیعت ابوبکر سے انکار اور کراہت ونفرت کا اظہار کیا، پس اطلاق اتفاق ومصداق اجماع ووفاق کہاں رہا۔

ثُمَّ وَلِيَ اَبُوْ بَكْرٍ الْخِلَافَةَ، صَعِدَ الْمِنْبَرَ، وَحَمِدَ اللّٰهَ، ثُمَّ قَالَ :قَدْ وُلِّيْتُكُمْ وَلَسْتُ بِخَيْرِكُمْ، وَعَلِيٌّ فِيْكُمْ، فَكَيْفَ يَتَقَدَّمُ الْمَفْضُوْلُ عَلَى الْفَاضِلِ.

پس جبکہ ابوبکر تخت نشین وخلافت گزین ہوئے تو سر منبر بعد حمد خدا کے فرمایا کہ ہم تمہارے متولی ہوئے ہیں لیکن ہم بہتر نہیں ہیں جبکہ علی تم میں موجود ہیں، پس کیوں کر ہو سکتا ہے کہ افضل موجود ہو اور مفضول اختیار کیا جاوے۔

وَلَمَّا وَلِيَ عُمَرُ قَالَ :وَدِدْتُ اَنِّيْ كُنْتُ شَعْرَةً فِيْ صَدْرِ اَبِيْ بَكْرٍ. ثُمَّ يَقُوْلُ بَعْدَ ذٰلِكَ :كَانَتْ بَيْعَةُ اَبِيْ بَكْرٍ فَلْتَةً، وَقَى اللّٰهُ شَرَّهَا، فَمَنْ عَادَ اِلٰى مِثْلِهَا فَاقْتُلُوْهُ۔

بعد اس کے جب عمر کو خلافت ہوئی تو زبان صدق ترجمان سے علی الاعلان یہ بیان کرتے تھے کہ تمنای دلی اور آرزوئے قلبی یہ تھی کہ میں ایک بال سینہ ابوبکر کا ہوتا، معلوم نہیں یہ مراد تھی کہ ان کے ساتھ سینہ بسینہ قبر میں ملحق رہتا اور مثل موئے بدن کے ملصق رہتا، یا یہ مراد تھی کہ ان کے برابری کہاں کر سکتا

ہوں، کاش ان کے بال کے برابر ہوتا، بہر حال یہ مقال فرما کر یہ بھی ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ بیعت ابوبکر ایک اتفاقی و ناگہانی امر تھا، خدا نے اس کے شر سے بچا لیا، پس اگر آیندہ کوئی شخص پھر اس طرح کی بیعت کرے گا تو واجب القتل ہوگا۔

ثُمَّ اِنَّ عُمَرَ رَدَّ السَّبِيَّ الَّذِيْ سَبَاهُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ فِيْ اَيَّامِ اَبِيْ بَكْرٍ، وَاَنَّ خَالِدًا تَزَوَّجَ امْرَاَةَ مَالِكِ بْنِ نُوَيْرَةَ، فَرَدَّهَا عُمَرُ بَعْدَ مَا وَلَدَتْ مِنْهُ.

بعد اس کے جو خالد بن ولید نے عہد ابی بکر میں قبیلہ مالک بن نویرہ سے لوگوں کو اسیر کیا تھا ان کو عمر بن خطاب نے اپنی خلافت میں واپس کیا تا اینکہ زوجہ مالک بن نویرہ جس کو خالد ابن ولید اپنے عقد میں لایا تھا اور اس سے ایک بچہ جنی تھی اس کو بھی چھڑا کر واپس کیا اور سب کارگزاری خالد کے ناجائز و باطل قرار دی اور صہیب کو متولی و امیر اصحاب با توقیر فرمایا، جس کا نام عبدالتمرین قاسط تھا۔ اور یہ سب امور کس قدر باہم متناقض اور افعال عمر ابوبکر سے کس قدر متعارض ہیں۔

وَاَخْبِرْنِيْ :عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ، حِيْنَ وَلّٰى عُثْمَانُ الْخِلَافَةَ وَاخْتَارَهُ، هَلْ وَلَّاهُ اِلَّا وَهُوَ يَعْرِفُهُ ؟ قُلْتُ :نَعَمْ. قَالَ :فَقَدْ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ بَعْدَ ذٰلِكَ :مَا كُنْتُ اُحِبُّ اَنْ اَعِيْشَ حَتّٰى يَقُوْلَ لِيْ عُثْمَانُ :يَا مُنَافِقُ. فَمَعْرِفَةُ عُثْمَانَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ حِيْنَ نَسَبَهُ اِلَى النِّفَاقِ، كَمَعْرِفَةِ عُثْمَانَ اِيَّاهُ اِذْ وَلَّاهُ الْخِلَافَةَ.

اور جیسا کہ عبدالرحمن بن عوف نے خود عثمان کو متولی خلافت صاحب سلطنت وحکومت بنایا، آیا وہ اس کے حال سے بخوبی واقف اس کے کیفیت سے بخوبی عارف تھا یا نہیں، ابوالہذیل نے کہا کہ ہاں، اس نے کہا کہ عبدالرحمن بن عوف کہتا تھا کہ مجھ کو گمان رہتا کہ میں زندہ رہوں گا اور زندگی میں میری عثمان کہے گا کہ اے منافق۔ پس جس طرح عثمان عبدالرحمن کا حال جانتا تھا کہ جس وقت اس کو منافق بتایا اسی طرح عبدالرحمن بھی عثمان کا حال جانتا تھا جس وقت کہ اس کو اولی الامر بنایا۔

وَاَخْبِرْنِيْ عَنْ عَائِشَةَ لَمَّا كَانَتْ تُحَرِّضُ النَّاسَ عَلٰى عُثْمَانَ يَوْمَ الدَّارِ، وَتَقُوْلُ :اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا، قَتَلَهُ اللّٰهُ، فَقَدْ كَفَرَ۔

اور حال عائشہ کہو کہ کس قدر لوگوں کو قتل قتیل الدار پر اغوا و تحریص، ترغیب و تحریص فرماتی تھیں اور بآواز بلند ندائے ارجمند ارشاد فرماتی تھیں کہ قتل کرو اس نعثل کو کہ کافر ہو گیا ہے۔

وَلَمَّا وَلِيَ عَلِيٌّ الْخِلَافَةَ، قَالَتْ :وَدِدْتُ اَنَّ لِهٰذِهِ سَقَطَتْ اَيِ السَّمَاءُ عَلَى الْاَرْضِ.

یعنی جب حضرت امیر علیہ السلام کو خلافت حقہ ہوئی تو عایشہ نے کہا کہ میری یہ خواہش تھی کہ آسمان زمین پر

گر پڑتا مگر یہ امر نہ ہوتا۔

ثُمَّ خَرَجَتْ مِنْ بَيْتِهَا تُقَاتِلُ عَلِيًّا مَعَ طَلْحَةَ وَالزُّبَيْرِ، وَتَسْفِكُ الدَّمَ الْحَرَامَ، وَاللهُ يَقُوْلُ: ﴿وَ قَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُوْلٰى﴾، وَهٰذِهٖ مُخَالَفَةُ اللهِ تَعَالٰى.

بعد اس کے عائشہ اپنے گھر سے نکل پڑیں اور طلحہ وزبیر کو ساتھ لے کر مقابل حضرت امیر علیہ السلام قتل عام اصحاب کرام اور خون ریزی ناحق وحرام کا اقدام کیا حالانکہ حق تعالی نے فرمایا ہے کہ اپنے گھر میں قیام کرو اور خود آرائی وخودنمائی مردوں کے سامنے مثل زنان سابق اختیار نہ کرو۔ پس حکم خدا کے مخالفت کیونکہ کی۔

وَلَمَّا قُتِلَ عُثْمَانُ، جَاءَ الْمُسْلِمُوْنَ وَالصَّحَابَةُ اِرْسَالًا اِلٰى عَلِيٍّ لِيُبَايِعُوْهُ، فَلَمْ يَفْعَلْ، حَتّٰى قَالُوْا لَهٗ :وَاللهِ لَئِنْ لَمْ تَفْعَلْ لَنُلْحِقَنَّكَ بِعُثْمَانَ. فَاَخْبِرْنِيْ :اَيُّمَا اَكْدُ مِنْ ضَرْبِ سَعْدًا وَوَجْءِ عُنُقِ سَلْمَانَ، كَمَنْ جَاءَ النَّاسُ يُكْرِهُوْنَهٗ عَلَى الْبَيْعَةِ؟ قَالَ :فَلَمْ اُحِرْ جَوَابًا، وَسَقَطَ فِيْ يَدِيْ.

اور ہر گاہ عثمان کو قتل کیا تو صحابی رسولؐ انام وگروہ اہل اسلام نے جوق جوق خدمت امام علیہ السلام میں حاضر ہو کر واسطے بیعت کے ہجوم عام کیا، حضرت نے انکار فرمایا، سب نے کہا کہ واللہ اگر آپ بیعت نہ لیجئے گا تو اپ کا حال بھی مثل عثمان کے کریں گے، ناچار حضرت نے بیعت قبول فرمائی، اب جواب دو کہ کون سی بیعت مستحکم ومضبوط صحیح ومربوط ہے آیا وہ بیعت کہ جو سعد بن عبادہ پر شدت لکد کوب فرمائی گئی، سلمان فارسیؓ کی گردن دبائی گئی اور دیگر اصحاب سے بجبر واکراہ بیعت کرائی گئی یا یہ بیعت کہ حضرت کو بیعت لینے پر مجبور اور تخت نشینی پر مقہور کیا۔

ابوالہذیل کہتا ہے کہ میں اس کے جواب سے عاجز ومجبور اور گفتگو سے معذور ہو گیا۔

فقرہ (۱۷)

حَتّٰی اِذَا نَهَضْتُ بِالْاَمْرِ نَكَثَتْ طَآئِفَةٌ وَّ فَسَقَتْ اُخْرٰی وَ مَرَقَتْ اُخَرُوْنَ، كَاَنَّهُمْ لَمْ يَسْمَعُوْا كَلَامَ اللّٰهِ تَعَالٰی: ﴿تِلْكَ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِيْنَ لَا يُرِيْدُوْنَ عُلُوًّا فِي الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

حاصل یہ ہے کہ ہرگاہ میں نے حجت خدا کا اتمام اور منصب خلافت پر قیام کیا اور اجرائے احکام حضرت ملک العلام اور انفاذ شریعت حضرت خیر الانامؐ کا آغاز انصرام کیا تو ایک گروہ نے نقض بیعت کر کے مجھ سے انحراف اور میری اطاعت سے استنکاف کیا کہ وہ اصحاب جنگ جمل جماعت طلحہ وزبیر کی شامل گروہ عائشہ ام المومنین میں داخل ہیں اور ایک گروہ نے جو اہل شام پیروان معاویہ باغی وتابعان عمرو بن عاص طاغی تھے انہوں نے فسق وفجور نامحصور اور نافرمانی ہای موفور اور طاعت امامؑ زمان سے تفور اختیار کیا، ایک گروہ یعنی خوارج نہروان نے حق سے عدول اطاعت امام نائبؑ رسولؐ سے نکول کیا گویا کہ نہیں سنا انہوں نے کہ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے لذات بہشت عنبر سرشت اور نعمات دار آخرت مقرر کیا ہے واسطے ان لوگوں کے جو کبر وغرور سے مبرا اور ظلم وفساد سے معرا ہیں اور حسن وخوبی ہائے عقبا اور نعمت ہای دار بقا واسطے متقیان پرہیز گار زاہدان نیکوکار کے مہیا ہیں۔ بعد اس کے حضرت فرماتے ہیں کہ ہاں قسم بخدائے عزوجل سنا ہے اور ان کو خوب یاد ہے لیکن لذات دنیای فانی اور شہوات نفسانی پر شیفتہ اور زروزیور وزینت ھای دنیای مکارہ اور زخارف شہوات نفس امارہ پر فریفتہ ہو گئے جس کی شرح آیندہ مذکور ہوگی۔

توضیح ۶۶، وتشریح

حَتّٰی اِذَا نَهَضْتُ بِالْاَمْرِ اور بعض نسخوں میں ہے۔ فَلَمَّا نَهَضْتُ بِالْاَمْرِ اور دونوں صورت میں نَهَضَ يَنْهَضُ نُهُوْضًا از باب فَتَحَ بمعنی برخاستن ہے، وَالنَّكْثُ پیمان شکستن وَالطَّآئِفَةُ بمعنی گروہ، اَلْجَمْعُ اَلطَّوَائِفُ، مَرَقَ يَمْرُقُ مُرُوْقًا بمعنی تجاوز کردن۔

وَفَسَقَ يَفْسُقُ وَفِسْقًا وَفُسُوْقًا. فِيْ مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ: فَسَقَ مِنْ بَابِ قَعَدَ، خَرَجَ عَنِ الطَّاعَةِ.

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی :﴿فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّہٖ﴾.اَلْفُسُوْقُ :اَیِ الْخُرُوْجُ عَنْ حُدُوْدِ الشَّرْعِ بِالسَّیِّاٰتِ وَارْتِکَابِ الْمُحَرَّمَاتِ.اَلْمَارِقِیْنَ ھُمُ الَّذِیْنَ مَرَقُوْا مِنْ دِیْنِ اللّٰہِ، وَاسْتَحَلُّوْا الْقِتَالَ خَلِیْفَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ، وَھُمْ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ وَھْبٍ، وَحَرْقُوْصُ بْنُ زُھَیْرٍ الْبَجَلِیُّ، الْمَعْرُوْفُ بِذِی الثُّدَیَّۃِ.تُعْرَفُ تِلْکَ الْوَاقِعَۃُ بِیَوْمِ النَّھْرَوَانِ، وَھُوَ مِنْ اَرْضِ الْعِرَاقِ عَلٰی اَرْبَعَۃِ فَرَاسِخَ مِنْ بَغْدَادَ.یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ، اَیْ :یُجَوِّزُوْنَہٗ وَیَتَعَدَّوْنَہٗ، وَفِی الْحَدِیْثِ فِیْ وَصْفِ الْاَئِمَّۃِ :الرَّاغِبُ عَنْکُمْ مَارِقٌ خَارِجٌ عَنِ الدِّیْنِ.

اَلنَّکْثُ ،پیمان شکستن۔فِی الصَّارِحِ :قَوْلُہٗ تَعَالٰی :﴿نَکَثُوْا اَیْمَانَھُمْ﴾. فِیْ مَجْمَعِ الْبَحْرَیْنِ :اَیْ نَکَثُوْا عَھْدَھُمْ. اَلنَّکْثُ :اَلنَّقْضُ.وَفِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ عَلَیْہِ السَّلَامُ :اُمِرْتُ بِقِتَالِ النَّاکِثِیْنَ وَالْقَاسِطِیْنَ وَالْمَارِقِیْنَ۔

اور بعد اس کے لکھا ہے کہ ناکثین وہ ہیں کہ حضرت سے نکث بیعت کی اور عایشہ کو افسر بنا کر حضرت سے قتال کیا اور اس کا نام لشکر جمل ہے، پس یہاں ایک فائدہ عظیمہ یہ مستفاد ہوا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاِنْ نَّکَثُوْٓا اَیْمَانَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَھْدِھِمْ وَطَعَنُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ فَقَاتِلُوْٓا اَئِمَّۃَ الْکُفْرِ﴾

بدین صورت ناکثین یعنی طلحہ وزبیر ودیگر لشکریان ان کے آئمہ کفر وواجب القتل قرار پاتے ہیں۔

وَقَوْلُہٗ تَعَالٰی:﴿اَلَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَھْدَ اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِہٖ ۠ وَیَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَیُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ ۭ اُولٰۗىِٕکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ﴾

کہ انہیں کے شان میں ہے۔

صاحب جامع الاصول نے نہایہ لغت میں لکھا ہے:

فِی الْحَدِیْثِ :اَلْخَوَارِجُ یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ مُرُوْقَ السَّھْمِ مِنَ الرَّمِیَّۃِ، اَیْ:یُجَوِّزُوْنَہٗ وَیَبْعُدُوْنَ عَنْہُ، کَمَا یَمْرُقُ السَّھْمُ الْمَرْمِیُّ بِہٖ وَیَخْرُجُ مِنْہُ.وَمِنْہُ حَدِیْثُ عَلِیٍّ :اُمِرْتُ بِقِتَالِ النَّاکِثِیْنَ وَالْقَاسِطِیْنَ وَالْمَارِقِیْنَ.اَلنَّکْثُ :نَقْضُ الْعَھْدِ، وَاَرَادَ بِھِمْ اَھْلَ وَاقِعَۃِ الْجَمَلِ، لِاَنَّھُمْ کَانُوْا بَایَعُوْہُ ثُمَّ نَقَضُوْا بَیْعَتَہٗ، وَقَاتَلُوْہُ، وَاَرَادَ بِالْقَاسِطِیْنَ اَھْلَ الشَّامِ، وَبِالْمَارِقِیْنَ الْخَوَارِجَ۔

اور مادہ قَسَمَ میں لکھا ہے:

وَفِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ :اَنَا قَسِیْمُ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ، اَرَادَ اَنَّ النَّاسَ فَرِیْقَانِ :فَرِیْقٌ مَّعِیَ، اِنَّھُمْ عَلَی الْھُدٰی، وَفَرِیْقٌ عَلَیَّ، فَھُمْ عَلٰی ضَلَالَۃٍ، فَنِصْفٌ مَّعِیَ فِی الْجَنَّۃِ، وَنِصْفٌ عَلَیَّ فِی النَّارِ. وَقِیْلَ

:اَرَادَ بِهِمُ الْخَوَارِجَ، وَقِيْلَ :كُلَّ مَنْ قَاتَلَهٗ۔

پس بحمدللہ کہ باعتراف ابن اثیر علامہ اہل سنت جس نے حضرت سے قتال کیا وہ داخل نار ہے۔

توضیح ۶۷، فیہ تفضیح:

واضح ہو کہ حضرت امام علیہ السلام نے تین فرقوں کا تذکرہ فرمایا، ناکثین وقاسطین و مارقین، چنانچہ حال فرقہ ناکثین کہ جنہوں نے بعد بیعت کے حضرت امیر علیہ السلام سے انحراف اور ان کی طاعت سے استنکاف کیا، طلحہ وزبیر اور عایشہ مادر مہربان اور ان کے پیروان ہیں۔ پس واضح ہو کہ بنابر تاریخ حبیب السیر و دیگر تواریخ وسیر کے طلحہ وزبیر نے حضرت شاہ ولایتؑ سے حکومت بصرہ و کوفہ کی درخواست کی، شاہ ولایت نے مضائقہ فرمایا، یہ امر ناپسند و ناگوار اور موجب انقباض وانزجار ہوا، چونکہ عایشہ مناسک حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ کو آتی تھیں، اثنائے راہ میں سنا کہ عثمان قتل ہو گئے اور حضرت امام علیہ السلام مسند نشین خلافت سریر آرائے حکومت ہوئے، یہ سن کر بخاطر افسردہ ورنجیدہ وطبع اشفتہ وکبیدہ جانب مکہ معظّمہ واپس گئیں، طلحہ و زبیر بھی جا پہنچے اور عبداللہ بن عامر بیت المال بصرہ سے مال کثیر اور یعلی بن امیہ یمن سے دولت خطیر لے کر جا ملے بعد مشورہ و پنچایت اشرار کے یہ رائے قرار پائی کہ حضرت امیر مومنانؑ سے مطالبہ خون عثمان کریں، چنانچہ ایک ہزار و بروایتی تین ہزار آدمی جمع ہوئے اور دوسو دینار سرخ کا ایک اشتر کوہ پیکر موسوم بعسکر خرید کیا اور ہودج فولادی اس پر نصب کیا گیا، مادر مہربان عایشہ نے حضرت ام سلمہ علیہا السلام سے کہا کہ آپ نے سنا کہ عثمان مظلوم بے گناہ شہید ہو گئے اور طلحہ زبیر خون ناحق کے خواستگار اس کے عوض کی طلبگار ہیں اور میں بھی ان کے معین ومددگار، شریک جنگ پیکار ہوں، لازم ہے کہ آپ بھی میری انیس وغمگسار ہوں۔ حضرت ام سلمہ نے فرمایا کہ جو مرتبہ جلیل اور درجہ نبیل شاہ ولایت اور قرابت وخصوصیت ان کو جناب رسالتؐ سے ہے وہ ظاہر وآشکار ہے، ایسی صورت میں مخالفت ان کی ناسزاوار ہے اور ابھی کل کی یہ بات ہے کہ تم عثمان کو کافر بناتی تھیں اور قتل کا فرمان دیتی تھی جیسا کہ تمہارا قول مشہور ہے۔

اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا، قَتَلَ اللّٰهُ نَعْثَلًا، فَقَدْ كَفَرَ۔

اور آج تم مظلوم بنا کر مطالبہ خون عثمان کرتی ہو، تم کو قسم خدا کی سچ کہو کہ جناب رسول خداؐ نے نہیں فرمایا کہ ایک زمانہ ایسا آوے گا کہ سگان حوأب جو أب ہماری ایک عورت پر عوعو کریں گے اور وہ عورت درمیان گروہ باغی کے ہوگی، یہ سن کر بسبب ہول وخوف کے میرے ہاتھ سے ظرف گر پڑا، حضرت نے تبسم فرما کر تمہاری جانب دیکھا اور فرمایا میرا گمان تجھ پر ہے، اے حمیرا، اور بروایتی فرمایا:

وَاِيَّاكِ اَنْ تَكُوْنِيْ يَا حُمَيْرَاءُ۔

یہ سن کر عایشہ نے کہا کہ سچ ہے اب ہرگز مبادرت نہ کروں گی، لیکن عبداللہ ابن زبیر نے اس قدر ترغیب وتحریض و تزویر و پرتدبیر فرمائی کہ مادر مہربان تشریف لے گئیں اور بمقام حوأب پہنچیں اور صدائے سگان حوأب گوش انصاف کوش تک پہنچی، نام مقام پوچھا، لوگوں نے کہا حوأب نام ہے، عائشہ بی بی یہ سن کر گھبرائیں اور فرمایا جلد مجھ کو پھیر لے چلو، عبداللہ بن زبیر نے کہا کہ حوأب نہیں ہے اور ستر آدمیوں سے رشوت دے کر گواہی دروغ دلادی کہ حوأب نہیں ہے تا اینکہ وہاں سے گزر کر مقام بصرہ تک پہنچے اور وہاں جا کر شب خون مارا اور چار سو آدمی قتل کیے اور بیت المال کو لوٹ لیا اور عثمان بن حنیف عامل حضرت شاہ ولایت کو بہت مارا اور ان کی ڈاڑھی نوچ کر چھوڑ دیا کہ بحال تباہ خدمت ولایت پناہ میں پہنچے۔ حضرت شاہ ولایت نے معہ لشکر ظفر پیکر جانب بصرہ نہضت فرمائی، ابوموسی اشعری نے اہل کوفہ کو نصرت شاہ ولایت سے ممانعت کی لیکن نصیحت حضرت امام حسن وعمار یاسر اہل کوفہ نے شاہ ولایت کی نصرت کی اور لشکر جانبین میں صف آرائی ہوئی اور حضرت شاہ ولایت نے بی بی عائشہ وطلحہ وزبیر کو گھر سے باہر نکلنے اور بیعت شکست کرنے پر بہت ملامت کی اور ترک دعوی قتل خون عثمان اور قتل مومنان اور وفور جبور وطغیان وظلم عدوان میں بکلمات حق سمات نصیحت وہدایت فرمائی اور زبیر سے یہ بھی فرمایا کہ تجھ کو یاد نہیں کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا تھا کہ تو ایک دن علیؑ سے مقابلہ کرے گا اور تو ظالم وستمگار حق سے برکنار ہوگا۔ اس نے کہا کہ سچ کہا مجھ کو اب یاد آیا، یہ کہہ کر واپس گیا، لیکن شریک لشکر امام نہ ہوا اور آخر کار حضرت نے ایک شخص کو مصحف مجید قرآن حمید دے کر رخصت کیا کہ کلام خدا پر دعوت کرے، لشکریان عایشہ نے دونوں ہاتھ اس کے قطع کر کے شہید کیا، اس وقت نایرہ جنگ وجدال کو کمال اشتغال ہوا۔ بموجب روایت روضۃ الصفا ستر ہ ہزار آدمی لشکر عائشہ سے اور تین ہزار آدمی لشکر شاہ ولایت سے قتل ہوئے اور باقی لشکریان عایشہ نے فرار کیا۔ چند جاہلان نسناس، گمراہان خدا نہ شناس نے ہودج عائشہ کی گرداگرد احاطہ کیا، حضرت نے مالک اشتر کو حکم دیا کہ ناقہ عائشہ کو پے کرو۔ چنانچہ دونوں پائے ناقہ کو پے کیا اور جب تیسرا پائے ناقہ قطع کیا تب وہ ناقہ گرا اور محمد بن ابی بکر نے بحکم شاہ ولایتؑ اس کو سنبھالا اور بعد اس کے بفہمائش تمام مدینہ کو واپس کیا۔

توضیح ۶۸، المقال لتبیین الحال

جب واقعہ جنگ جمل بالاجمال سامعہ کوب اصحاب مقال ہو چکا تو چند امور لایق استماع ارباب فہم مقال، قابل اصغای منصفان نازک خیال ہیں کہ جس سے جناب عایشہ و پیروان مجتہدہ موصوفہ سراسر خطاوار، عقوبت اخروی کی سزاوار ہیں۔

اوّل: یہ کہ مجتہدہ موصوفہ نے صراحۃً خلاف حکم جناب احدیت کے تبرج جاہلیت کو اختیار کیا اور ہتک حجاب الٰہی و ناموس رسالتؐ پناہی کر کے مجمع کثیر وجم غفیر کے ساتھ مسافرت اور معیت اشرار اختیار کی۔ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی:

﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَ لَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ﴾

چنانچہ روایت فتح الباری بعد فتح جنگ جمل کے عمار یاسر نے عائشہ سے کہا:

مَا اَبْعَدَ هٰذَا الْمَسِيْرَ مِنَ الْعَهْدِ الَّذِیْ عَهِدَ اِلَيْكِ (يُشِيْرُ اِلٰى قَوْلِهٖ تَعَالٰى:﴿وَ قَرْنَ فِیْ بُيُوْتِكُنَّ﴾

اور تفسیر درمنثور میں بروایت مسروق منقول ہے کہ جب یہ آیت سامنے عایشہ کے پڑھی جاتی تھی تو اس قدر روتی تھی کہ چادر بھیگ جاتی تھی۔ اور بروایت ابن ابی الحدید معتزلی عَلٰى مَا نَقَلَ عَنِ الْكَلْبِیِّ وَالْقُتَيْبِی، حضرت ام سلمہؑ نے اس آیت وافی ہدایت سے عائشہ کو نصیحت وفصیحت کیا تھا، پس عائشہ بسبب مخالفت حکم کردگار کے عاصیہ وگنہگار باعث ہتک ناموس رسول مختارؐ ہوئی۔

دوم: جناب رسول خداؐ نے بقول حضرت ام سلمہؑ خود عایشہ کو سیر وذھاب بلاد سے ممانعت فرمائی تھی۔

سوم: حضرت ام سلمہؑ نے فرمایا:

اِنَّ عَمُوْدَ الدِّيْنِ لَا يُثَابُ بِالنِّسَاءِ۔

سے ثابت وآشکار ہے کہ انتظام امور دین ونظم ونسق مہمات مسلمین عورات ومستورات سے غیر متعلق ہے چہ جا کہ جنگ جدال اور اشتعال تو ایر حرب وقتال۔

چہارم: حضرت ام سلمہؑ نے فرمایا ہے:

وَحَمَادِيَاتُ النِّسَاءِ :غَضُّ الْاَطْرَافِ، وَخَفَرُ الْاَعْرَاضِ، وَقِصَرُ الْوَهَازَةِ۔

یعنی صفات پسندیدہ نسوان حیاوشرم حجاب وآرزم ہے لیکن جناب معظّمہ نے اس پر بھی عمل نہ فرمایا۔

پنجم: حضرت ام سلمہ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر پیغمبر خداؐ کا سامنا ہوگا تو اس ہتک حجاب اور نقض عہد خدا اور رسول کا کیا جواب دوگی، مگر اس قول کا بھی کچھ اثر نہ ہوا۔

ششم: حضرت ام سلمہ نے فرمایا:

اگر ایسے افعال میں کرتی جس پر تو آمادہ ہے اور مجھ کو داخل بہشت کرتے تو مجھ کو پیغمبر کے سامنے جاتے شرم آتی، مگر جناب معظّمہ نے یہ بھی نہ سنا۔

ہفتم: یہ کہ خون عثمان کی کوئی وجہ کافی نہیں تھی کیونکہ جناب معظّمہ نہ ولی عثمان تھیں اور نہ خلیفۃ زمان تھیں اور مطالبہ خون ولی کو ہوتا ہے یا خلیفۃ وقت کو ہوتا ہے، ان کو کیا منصب تھا۔

ہشتم: یہ کہ طلب خون عثمان قاتلان عثمان سے طلب کرنا چاہیے تھا نہ حضرت امیر مومنان سے کہ نہ حاضر وقت قتال تھے نہ حکم دہندہ جدال۔

نہم: یہ کہ جناب معظّمہ نے خود فتوائے قتل عثمان وتکفیر دوران جاری فرمایا تھا، چنانچہ فرماتی تھیں:

اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا، قَتَلَ اللّٰہُ نَعْثَلًا، فَقَدْ کَفَرَ۔

اور آج خلاف اس کے طلب خون عثمان فرماتی ہیں۔ انسان العیون میں علی بن برہان الدین شافعی نے لکھا ہے کہ حضرت امام علیہ السلام نے بنام عائشہ یہ نامہ ہدایت شمامہ تحریر فرمایا:

اَمَّا بَعْدُ، فَاِنَّكِ خَرَجْتِ مِنْ بَيْتِكِ تَزْعُمِيْنَ اَنَّكِ تُرِيْدِيْنَ الْاِصْلَاحَ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ، وَطَلَبْتِ بِزَعْمِكِ دَمَ عُثْمَانَ، وَاَنْتِ بِالْاَمْسِ تُؤَلِّبِيْنَ عَلَيْهِ، فَتَقُوْلِيْنَ فِيْ مَلَاٍ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ :اُقْتُلُوْا نَعْثَلًا، فَقَدْ كَفَرَ، قَتَلَهُ اللّٰهُ، وَالْيَوْمَ تَطْلُبِيْنَ بِثَاْرِهٖ، فَاتَّقِي اللّٰهَ وَارْجِعِيْ اِلٰى بَيْتِكِ، وَاَسْبِلِيْ عَلَيْكِ سِتْرَكِ قَبْلَ اَنْ يَفْضَحَكِ اللّٰهُ، وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ.

دہم: یہ کہ حضرت امیر مومنان خلیفۂ زمان تھے ان کی ہدایت وارشاد اور طاعت وانقیاد سے عدول ونکول کیا حالانکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَطِيْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾

یازدہم: قصاص و جہاد وحدود وتعزیرات وتجہیز جیوش متعلق خلیفۂ زمان ہے تو پھر عائشہ بی بی کو کیا منصب تھا، فخر الدین رازی امام اہل سنت نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے:

اَجْمَعَتِ الْاُمَّةُ عَلٰى اَنَّهٗ لَيْسَ لِاٰحَادِ الرَّعِيَّةِ اِقَامَةُ الْحُدُوْدِ عَلَى الْجُنَاةِ، بَلْ اَجْمَعُوْا عَلٰى اَنَّهٗ لَا يَجُوْزُ اِقَامَةُ الْحُدُوْدِ عَلَى الْاَحْرَارِ الْجُنَاةِ اِلَّا لِلْاِمَامِ۔

دوازدہم: بموجب تصریح کتاب ''الفتن وتجارب الامم'' وکتاب ''الامامۃ والسیاسۃ'' ابن قتیبہ، جب مقام حوأب پر سگان آبی بھونکے تو عائشہ صدیقہ نے فرمایا کہ جناب رسالتؐ میں اپنی ازواج کے واسطے فرمایا تھا:

وَكَاَنِّيْ بِاِحْدَاكُنَّ قَدْ نَبَحَتْهَا كِلَابُ الْحَوَابِ، وَاِيَّاكِ اَنْ تَكُوْنِيْ اَنْتِ يَا حُمَيْرَاءُ۔

اور باوصف ظہور خطا وعصیان کے بہ سبب کینہ دیرینہ کے واپس نہ آئیں اور سرگرم حرب وقتال، مصروف جنگ وجدال ہوئیں۔ پس صراحۃً مخالفت ارشاد جناب رسالت مآبؐ کی اور معصیت رب الارباب اختیار کی حالانکہ حضرت ام سلمہؓ اس پر متنبہ فرما چکی تھیں اور حضرت ام سلمہؓ نے یہ بھی حدیث عبداللہ بن زبیر کو سنائی تھی کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے:

عَلِيٌّ خَلِيْفَتِيْ عَلَيْكُمْ فِيْ حَيَاتِيْ وَمَمَاتِيْ، فَمَنْ عَصَاهُ فَقَدْ عَصَانِيْ۔

سیزدہم: نفس رسول مختار جناب حیدر کرارؑ کا قتل زینہار جائز نہ تھا بلکہ مفاد حدیث

يَا عَلِيُّ، حَرْبُكَ حَرْبِيْ، عَيْنُ كُفْرٍ۔

اور سید علی ہمدانی نے ''مودۃ القربیٰ'' میں عائشہ سے روایت کی ہے:

اِنَّهٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ :اِنَّ اللّٰهَ قَدْ عَهِدَ اِلَیَّ اَنَّ مَنْ خَرَجَ عَلٰی عَلِیٍّ فَهُوَ کَافِرٌ فِی النَّارِ، وَاَجْدَرُ بِالنَّارِ. قِیْلَ :لِمَ خَرَجْتِ عَلَیْهِ؟ قَالَتْ :اَنَا نَسِیْتُ هٰذَا الْحَدِیْثَ یَوْمَ الْجَمَلِ، حَتّٰی ذَکَّرْتُهٗ بِالْبَصْرَةِ، وَاَنَا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ. (وَمَا عَلِیٌّ یُنْکِرُ)

اور یہ بھی بروایات متعدد منقول ہے کہ فرماتی تھیں:

لَوَدِدْتُ اَنِّیْ کُنْتُ نَسْیًا مَنْسِیًّا۔

چھاردہم: قتل ناحق[1] ایک بیگناہ کا موجب عذاب کردگار ہے چہ جائیکہ قتل ناحق حضرت حیدر کرار وہزاران اصحاب اخیار وابرار، چنانچہ بموجب کتاب طرائف منقول ہے کہ ایک مومنہ نے عائشہ سے سوال کیا کہ ایک عورت نے ایک فرزند بے گناہ کو قتل کیا اس کا کیا حکم ہے؟

جناب صدیقہ نے فرمایا کہ وہ کافرہ ہے، حق تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا﴾

اس مومنہ نے کہا کہ پھر کیا حکم فرماتی ہیں آپ اس عورت کے واسطے کہ سولہ ہزار فرزندان مومن کو قتل کیا پس عایشہ سمجھ گئیں اور فرمایا کہ اَخْرِجُوْا عَدُوَّةَ اللّٰهِ۔

اور ہم مضمون اس کے روایت زمخشری وراغب اصفہانی ہے۔

پانزدہم: بموجب حدیث:

یَاعَلِیُّ حَرْبُكَ حَرْبِیْ، وَلَحْمُكَ لَحْمِیْ، وَدَمُكَ دَمِیْ۔

جس نے خونریزی حضرت امام علیہ السلام حلال جانا اسی نے خون حضرت خیر الانام کو حلال جانا اور مستحل خون مومن کافر ہے بالاجماع چہ جای مستحل خون نبی۔

شانزدہم: طرفہ تماشائی کہ جناب صدیقہ معصومہ سیدۃ النساء العالمین نے دعوی فدک کیا اور دعوی حق تھا لیکن کوئی معین ومددگار نہ نکلا اور بی بی عائشہ نے دعوی خون عثمان ناحق کیا اور بیس ہزار یار ومددگار اٹھ کھڑے ہوئے اور خلیفۃ زمان سے قتال کیا۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

---

[1] کتاب العقد ابن عبدربہ جلد ۳ ص ۲۵۳ میں لکھا ہے کہ بعد واقعہ جنگ جمل کے اُم اوفی عبدیہ نے عایشہ سے سوال کیا کہ کیا حکم ہے آپ کا کہ ایک عورت نے ایک فرزند صغیر کو قتل کیا؟ قَالَتْ وَجَبَتْ لَهَا النَّارُ ۔اس نے کہا جس عورت نے بیس ہزار فرزندوں کو قتل کیا اس کا کیا حکم ہے ۔قَالَتْ :خُذُوْا هٰذِهٖ عَدُوَّةُ اللّٰهِ۔ اور بموجب روایت طرایف۔

قَالَ عَبْدُ الْبَرِّ فِیْ حَدِیْثِ جَابِرٍ :قَالَ عَلِیٌّ :حَرِبًا، یَعْنِیْ طَلْحَةَ وَالزُّبَیْرَ، وَلَمْ یَصْبِرَا شَهْرًا وَاحِدًا کَامِلًا حَتّٰی خَرَجَا اِلَی الْعِرَاقِ. اَللّٰهُمَّ فَخُذْ بِمَا بَقِیَ لِقَتْلِهِمَا لِلْمُسْلِمِیْنَ.

ھفتدہم: جناب مجتہدہ اہل سنت کو تصرف حجرہ خاص جناب رسول مقبولؐ جائز ہو گیا نہ کسی نے گواہان ہبہ وتملیک طلب کی نہ حدیث معاشر الانبیاءؑ ''وَلَا نَرِثُ وَلَا نُوْرَثُ'' پڑھی، نہ کسی نے یہ پوچھا کہ حصہ ازواج ہشتم حصہ ہے اور بعد تقسیم ازواج نواں حصہ بی بی عائشہ کو پہنچتا ہے جو اس حجرہ مبارکہ میں قریب ایک بالشت کے ہوگا، لاشہای طول وطویل خلیفتین کس حساب سے دفن ہوئیں مگر جناب سیدہ معصومہ صدیقہ سے گواہان ہبہ بھی طلب کی گئی اور دعوی وراثت بھی حدیث مذکور سے رد کیا گیا مشہور ہے:

تَبَعَّلْتِ، تَحَمَّلْتِ، وَلَوْ عَشَّيْتِ تَقَيَّلْتِ، لَكِ تِسْعٌ مِنَ الثَّمَرِ، وَفِي الْاَكْلِ تَمَلَّكْتِ۔

یعنی شاعر نے کہا کہ خچر پر سوار ہو کر لاش امام حسن علیہ السلام کو حجرہ مبارکہ میں نہ آنے دیا، ناقہ پر سوار ہو کر حضرت امیر علیہ السلام سے جدال وقتال کیا، اگر زندہ رہتیں تو ہاتھی پر بھی سوار ہو کر کوئی فتنہ وفساد فرماتیں، پھر اگر دعوی حجرہ میں صادق ہوتی تو از روی وراثت کے نواں حصہ منجملہ ہشتم کے ہوتا پھر آپ نے تمام حجرہ پر کیوں دست تصرف دراز کیا۔

ہجدہم: حدیث:

لَا يُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا يُبْغِضُكَ اِلَّا مُنَافِقٌ۔

اور حدیث:

وَالِ مَنْ وَالَاهُ، وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ۔

اور آیہ:

﴿قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾

اور دیگر احادیث سے محبت حضرت امام علیہ السلام واجب ولازم ہے لیکن حضرت عائشہ ہمیشہ آپ سے عداوت دیرینہ وعناد وکینہ فرمایا کرتی تھیں تا اینکہ نام لینے میں کراہت فرماتی تھیں، چنانچہ صحیح بخاری میں کتاب الصلوۃ میں ذکر کیفیت نماز رسول خدا میں عائشہ نے لفظ رجل فرمایا، راوی نے ابن عباس سے سوال کیا کہ رجل کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ علی ابن ابی طالب ہیں۔

ابن حجر نے فتح الباری میں معمر سے روایت نقل کی ہے:

وَلٰكِنْ عَائِشَةُ لَا تَطِيْبُ نَفْسًا لِخَيْرٍ۔

اور بموجب روایت اتحاف الوری بی بی عائشہ نے خبر قتل عثمان سن کر پوچھا پھر کیا ہوا؟ راوی نے کہا

اِجْتَمَعُوْا عَلٰى بَيْعَةِ عَلِيٍّ، فَقَالَتْ: لَيْتَ هٰذِهِ انْطَبَقَتْ عَلٰى هٰذِهٖ۔

یعنی جب سنا کہ علی ابن ابی طالبؑ سے لوگوں نے بیعت کی تو فرمایا کاش یہ آسمان اس زمین پر پھٹ پڑتا۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ۔

نوزدہم: بی بی عائشہ نے بعد شہادت حضرت امیر علیہ السلام کے ایک غلام خرید کر عبد الرحمن نام رکھا اور ہر وقت اس کا نام

لے کر پکارا کرتی تھیں،لوگوں نے سبب اس کا استفسار کیا،فرمایا:

اِنِّیْ کُلَّمَا طَلَبْتُهٗ تَذَکَّرْتُ قَاتِلَ عَلِیِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ.فَاَفْرَحُ. وَیَسْکُنُ. مَابِی مِنَ الْبُغْضِ وَالْحَنَکِ عَلَیْهِ۔ ①

سبحان اللہ ان کے غم اور غصہ وغیظ وغضب کو دیکھیے کہ نام قاتل علی ابن ابی طالب سے تسکین ہوتی ہے ورنہ نایرہ بغض و عناد کو التہاب رہا کرتا تھا۔

بستم: حضرتؑ نے طلحہ زبیر کو دعائی بد دی اور دونوں کو اثر کامل پہنچا، چنانچہ استیعاب میں شعبی سے روایت ہے کہ جب طلحہ وزبیر نے خروج کیا تو حضرتؑ نے سن کر فرمایا کہ جب حضرت رسالتؐ نے وفات پائی تو ہم سے کہا:

نَحْنُ اَهْلُهٗ وَاَوْلِیَاؤُهٗ. فَلَا یُنَازِعُنَا سُلْطَانَهٗ اَحَدٌ. فَاَبٰی عَلَیْنَا قَوْمُنَا. فَوَلَّوْا غَیْرَنَا. وَاَیْمُ اللّٰهِ لَوْلَا مَخَافَةُ الْفُرْقَةِ. وَاَنْ یَّعُوْدَ الْکُفْرُ وَیَبُوْرَ الدِّیْنُ لِغَیْرِنَا. فَصَبَرْنَا عَلٰی بَعْضِ الْاَلَمِ. ثُمَّ لَمْ اَزَلْ بِحَمْدِ اللّٰهِ اِلَّا خَیْرًا.ثُمَّ وَثَبَ النَّاسُ عَلٰی عُثْمَانَ فَقَتَلُوْهُ. ثُمَّ بَایَعُوْنِیْ. وَلَمْ اَسْتَکْرِهْ اَحَدًا. وَبَایَعَنِیْ طَلْحَةُ وَالزُّبَیْرُ. وَلَمْ یَصْبِرَا شَهْرًا کَامِلًا حَتّٰی خَرَجَا اِلَی الْعِرَاقِ نَاکِثَیْنِ. اَللّٰهُمَّ فَخُذْهُمَا بِفِئَتَیْهِمَا لِلْمُسْلِمِیْنَ.

یعنی ہم نے کہا کہ ہم اہل بیتؑ اور ولی رسول خداؐ ہیں، پس ہم سے کوئی شخص دربارہ سلطنت وخلافت کچھ مزاحمت ومنازعت نہ کرے گا،لیکن ہماری قوم نے ہم کو چھوڑ دیا اور غیروں کو اولی الامر بنایا۔قسم خدا کی اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ مسلمین میں تفرقہ ہو کہ کفر وضلالت کو عود ہو جاوے گا اور دین مبین ضائع ہو کر اہل کفر وضلالت کو عروج ہو جاوے گا تو میں صبر نہ کرتا،لیکن میں نے صبر کیا بعض آلام پر لیکن بحمد للہ کہ ہم نے ہر طرح سے خیریت دیکھی، بعد اس کے لوگوں نے قتل عثمان پر جمع ہو کر مبادرت کی اور بعد قتل عثمان کے ہماری بیعت پر جمعیت کی حالانکہ نہ ہم نے کسی کو اخذ بیعت پر مجبور کیا نہ دعوت خلافت سے کسی کو ذلیل ومقصور کیا،لیکن طلحہ وزبیر نے از خود بیعت کی اور بلا سبب نقض بیعت کی اور ایک مہینہ بھی صبر نہ کیا کہ ہم پر خروج کیا۔خداوندا ان سے مواخذہ فرما کہ انہوں نے بین المسلمین فتنہ وفساد عظیم برپا کیا ہے۔

چنانچہ دونوں کا حال قتال کتب تواریخ میں مسطور ہے۔

---

① ـــــ رُوِیَ عَنْ مَسْرُوْقٍ :اَنَّهٗ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی عَائِشَةَ، فَجَلَسْتُ اِلَیْهَا، فَحَدَّثَتْنِیْ، وَاسْتَدْعَتْ غُلَامًا لَهَا اَسْوَدَ، یُقَالُ لَهٗ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ، فَجَاءَ حَتّٰی وَقَفَ، فَقَالَتْ :یَا مَسْرُوْقُ، اَتَدْرِیْ لِمَ سَمَّیْتُهٗ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ؟ فَقُلْتُ :لَا. فَقَالَتْ :حُبًّا مِنِّیْ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ مُلْجَمٍ۔ فی شرح گلستانہ۔

بیست یکم: صحیح بخاری میں عبداللہ بن عمر سے منقول ہے:

قَالَ :قَامَ النَّبِیُّ، وَاَشَارَ نَحْوَ مَسْکَنِ عَائِشَۃَ، فَقَالَ :ھٰھُنَا الْفِتْنَۃُ ثَلَاثًا، مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ۔

یعنی جناب رسالت مآبؐ نے ایستادہ ہو کر خطبہ پڑھا اور جانب مسکن عائشہ اشارہ کر کے فرمایا کہ یہاں سے فتنہ وفساد برپا ہوگا۔ تین مرتبہ اشارہ فرما کر یہ فرمایا، اسی جانب سے قرن شیطان طلوع کرے گی۔

قرن معنی شاخ وگیسو اور آفتاب کی کرن اور مینار ہے اور صحیح مسلم میں ابن عمر سے روایت ہے:

قَالَ :خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مِنْ بَیْتِ عَائِشَۃَ، فَقَالَ :رَاْسُ الْکُفْرِ مِنْ ھٰھُنَا، مِنْ حَیْثُ یَطْلُعُ قَرْنُ الشَّیْطَانِ۔

یعنی جناب رسالت مآبؐ خانہ عائشہ سے برآمد ہوئے اور فرمایا کہ اسی جگہ سے کفر و بی ایمانی کا شیوع، شاخ ضلالت شیطانی کا طلوع اور شعلہ فتنہ وفساد کو سطوع ہوگا۔

بیست دوم: ایک روایت عجیب وغریب تحفہ اثنا عشریہ میں مذکور ہے:

رُوِیَ اَنَّ عَائِشَۃَ شَوَّفَتْ جَارِیَۃً، وَقَالَتْ :بَعْلُنَا نَصِیْدُ بِھَا بَعْضَ فِتْیَانِ قُرَیْشٍ۔

روایت ہے کہ عائشہ نے ایک جاریہ یعنی کنیز یا ایک دختر خوش جمال کو زینت دینے سے آراستہ و پیراستہ کر کے فرمایا کہ ہم اس کے ذریعہ سے بعض جوانان قریشی کا شکار کریں گے، لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ حضرات شیعہ تو ایسی گستاخانہ روایت نقل نہیں کرتے، معلوم نہیں کہ شاہ عبدالعزیز صاحب نے ''مطاعن'' میں کیوں مندرج فرمائی۔

بیست وسوم: کتاب ''عقد الفرید'' جلد ۲، صفحہ ۲۸۳ میں روایت ہے کہ عائشہ سے پوچھا گیا کہ آپ کو مرقد نبوی میں دفن کریں تو فرمایا کہ نہیں

اِنِّیْ اَحْدَثْتُ حَدَثًا بَعْدَہٗ، فَادْفِنُوْنِیْ مَعَ اِخْوَانِیْ بِالْبَقِیْعِ، وَقَدْ قَالَ النَّبِیُّ :یَا حُمَیْرَاءُ، کَاَنِّیْ بِکِ تَنْبَحُکِ کِلَابُ الْحَوَابِ، تُقَاتِلِیْنَ عَلِیًّا وَاَنْتِ لَہٗ ظَالِمَۃٌ۔

یعنی میں نے بعد جناب نبویؐ کے بدعت کی ہے، پس مجھ کو بقیع میں ساتھ میرے بھائیوں کے دفن کرو، جناب رسول خداؐ نے فرمایا تھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تجھ پر سگان حوأب بھونکیں گے اور تو علیؑ سے قتال کرے گی حالانکہ تو ظالم اور ستمگار ہوگی۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس احدوثہ سے تادم مرگ نادم وشرمسار تھیں تا اینکہ دفن میں بھی جناب نبویؐ سے شرمائیں، جیسا کہ ام سلمہؓ نے نصیحت فرمائی تھی اور اس روایت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ لفظ ''اَحْدَثْتُ حَدَثًا بَعْدَہٗ'' سے ایسے ہی واقعات مراد ہیں جو بعد جناب نبوی دربارہ خلافت وفدک ونکث بیعت وغیرہ صحابہ سے واقع ہوئی، پس حدیث:

اِنَّكَ لَا تَدْرِیْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ۔

سے یہی واقعات مراد ہیں نہ اصحاب ارتداد۔ فتامل وتبصرہ

توضیح ۶۹، وتصریح

واضح ہو کہ امام علیہ السلام نے تلاوت آیہ وافی ہدایہ سے ظاہر فرمایا کہ اصحاب جمل وصفین ونہروان حق سے برکنار لایق دارالبوار ہیں کیونکہ بہشت مخصوص متقیان ہے اور یہ لوگ مرتکب فسق وعصیان اور مرق طغیان اور نقض عہد و پیمان ہیں، پس یہ لوگ لایق روضہ رضوان نہیں ہیں۔

(۱) چنانچہ حضرت نے روز جنگ جمل میں ظاہر فرمایا:

عَرَفْتَنِیْ بِالْحِجَازِ، وَاَنْكَرْتَنِیْ بِالْعِرَاقِ۔

یعنی حجاز میں تو نے پہنچانا کہ میں خلیفۃ برحق اور سبت ناطق ہوں اور عراق میں جا کر تو نے میری اطاعت سے انحراف، بیعت سابق سے عدول واستنکاف کیا۔

مدینہ میں کس وجہ سے بیعت کی اور بصرہ میں کیوں شکست بیعت کی؟ اور حضرتؑ نے فرمایا کہ

مَنْ نَكَثَ بَیْعَتِیْ تَقِیَ اللّٰهَ اَجْذَمَ، لَیْسَتْ لَهٗ یَدٌ۔

یعنی جو شخص میری بیعت شکست کرے گا روز قیامت خدا کے سامنے دست بریدہ یعنی بی دست آویز بخشش کے حاضر کیا جاوے گا۔

(۲) بموجب حدیث:

اَلْحَقُّ مَعَ عَلِیٍّ وَعَلِیٌّ مَعَ الْحَقِّ، یَدُوْرُ مَعَهٗ حَیْثُمَا دَارَ۔

وہ حضرتؑ معہ اصحاب جانثار حق پر تھے اور جو لوگ مخالف تھے وہ باطل پر تھے۔

(۳) بموجب آیہ وافی ہدایہ:

﴿اَطِیْعُوْا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوْا الرَّسُوْلَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ﴾

حضرت اولی الامر سے تھے پس اطاعت حضرت کی مثل اطاعت خدا ورسول واجب تھی اور جس نے ان کی اطاعت سے انحراف کیا اس نے اطاعت خدا اور رسول سے استنکاف کیا، پس نتیجہ اس کا بجز نار کے کیا ہے۔

(۴) بموجب حدیث:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ یَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِیْتَةً جَاهِلِیَّةً۔

جو شخص کہ مرجاوے اور نہ جانے اپنے امام زمان کو تو حالت کفر میں مرا۔

اور اس واسطے عبداللہ بن عمر ایک شب نہ سوئے اور دروازہ حجاج پر جا پہنچے اور عبدالملک کی بیعت کی اور حدیث مذکور پر عمل کیا، پس جو لوگ منکر امام زمان ہو گئے وہ کافر تھے۔

(۵) بموجب ''یَا عَلِیُّ، حَرْبُكَ حَرْبِیْ، وَسِلْمُكَ سِلْمِیْ'' محاربہ علی مثل محاربہ نبیؐ ہے اور محاربہ نبی کفر ہے۔

(۶) کتاب ملل ونحل شہرستانی میں ہے:

كُلُّ مَنْ خَرَجَ عَلَى الْإِمَامِ الْحَقِّ الَّذِی اتَّفَقَتِ الْجَمَاعَةُ عَلَيْهِ سُمِّیَ خَارِجِيًّا۔

پس جب کہ حضرت امیر علیہ السلام پر خروج کیا تو وہ لوگ خارج از اسلام تھے۔

(۷) جب کہ اہل مدینہ نے بیعت یزید شکست کی اور ابن مطیع پر ارادہ بیعت و اجماع کیا تو عبداللہ بن عمر تشریف لائے اور فرمایا کہ ہم نے سنا ہے رسول خداؐ سے کہ

مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِیَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهُ، وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِیْ عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً، كَمَا فِیْ صَحِيْحِ الْبُخَارِیِّ وَالْمُسْلِمِ۔

پس خلع بیعت کرنا اور بدون بیعت رہنا جائز نہیں، لہٰذا جس نے بیعت حضرت امیر کو شکست کیا یا ان کی بیعت سے انکار کیا تو گرفتار کفر و جاہلیت ہوا اور کفر و جاہلیت موجب استحقاق نار ہے۔

(۸) حسن بصری سے حضرت امیرؑ نے پوچھا کیوں توقف کیا، اس نے کہا کہ جب بقصد جنگ اٹھا تو ایک آواز آئی کہ

اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ كِلَاهُمَا فِی النَّارِ۔

حضرتؑ نے فرمایا وہ ندا کنندہ تیرا بھائی شیطان تھا اور سچ کہا اس نے کہ جو میرا قاتل ہے اور میرے ہاتھ کا مقتول ہے دونوں فی النار ہیں۔

(۹) بموجب آیہ وافی ہدایہ:

﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ﴾

جن لوگوں نے فسخ بیعت کی تو مرتکب فسق ہوئے پس وہ مستوجب نار ہیں۔

(۱۰) بموجب حدیث:

اِنِّیْ تَرَكْتُ فِيْكُمُ الثَّقَلَيْنِ، مَا اِنْ تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا: كِتَابَ اللّٰهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَيْتِیْ۔

جن لوگوں نے تمسک اہل بیت اطہار سے انکار کیا وہ گمراہ و ضال ہیں۔ كُلُّ ضَلَالَةٍ طَرِيْقُهَا اِلَى النَّارِ۔

(۱۱) بموجب حدیث:

مَثَلُ اَهْلِ بَيْتِیْ كَمَثَلِ سَفِيْنَةِ نُوْحٍ، مَنْ رَكِبَ فِيْهَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ

وَهَوٰی. کَمَا اَخْرَجَهٗ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَابْنُ الْمَغَازِلِیّ، وَرَوَاهُ ابْنُ حَجَرٍ وَغَیْرُهٗ۔
متخلفان سفینہ نجات ہالک اور درکات نار جہنم کے سالک ہیں۔

(۱۲) بموجب تصریح اخطب خوارزمی جناب رسالت مآب نے فرمایا:

یَا عَمَّارُ، اِذَا رَاَیْتَ عَلِیًّا سَلَكَ وَادِیًا، وَسَلَكَ النَّاسُ وَادِیًا غَیْرَهٗ، فَاسْلُكْ مَعَ عَلِیٍّ، وَدَعِ النَّاسَ، اِنَّهٗ لَا یُدْخِلُكَ فِیْ رَدًی وَلَمْ یُخْرِجْكَ مِنْ هُدًی۔

پس بنا بر حدیث مذکور حضرت امام سالکان مسالک ہدایت ورشادت اور مخالفین ان کے ہالکان بوادی ضلالت و غوایت ہیں

(۱۳) ابن مردویہ نے روایت کی ہے زید بن صوحان سے کہ فرمایا جناب رسالت مآبؐ نے

عَلِیٌّ اَمِیْرُ الْبَرَرَةِ، وَقَاتِلُ الْفَجَرَةِ، مَنْصُوْرٌ مَنْ نَصَرَهٗ، مَخْذُوْلٌ مَنْ خَذَلَهٗ، اَلَا وَاِنَّ الْحَقَّ مَعَهٗ۔

پس پیروان حضرت امامؑ ابرار حق کے مددگار مورد نصرت آفریدگار تھے اور مخالفان ومنحرفان اشرار حق سے برکنار مستوجب خذلان پروردگار تھے۔

(۱۴) اخطب خوارزمی نے ابن مسعود سے روایت طولانی میں جناب رسالتمآبؐ سے روایت کی ہے کہ عرش پر لکھا ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، مُحَمَّدٌ نَبِیُّ الرَّحْمَةِ، وَعَلِیٌّ مُقِیْمُ الْحُجَّةِ، مَنْ عَرَفَ حَقَّ عَلِیٍّ زَكَا وَطَابَ، وَمَنْ اَنْكَرَ حَقَّهٗ لُعِنَ وَخَابَ.

پس منکر حق حضرت امام علیہ السلام کا ملعون ومردود اور رحمت خدا سے مہجور ومطرود ہے۔

(۱۵) ابن عبدالبر نے استیعاب میں اور احمد بن حنبل نے مسند میں روایت کی ہے کہ

یَا عَلِیُّ، لَا یُحِبُّكَ اِلَّا مُؤْمِنٌ، وَلَا یُبْغِضُكَ اِلَّا مُنَافِقٌ۔

پس مخالفین حضرت امیر علیہ السلام منافق تھے۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾

(۱۶) صواعق محرقہ میں ابن حجر نے روایت کی ہے:

مَنْ اٰذٰی عَلِیًّا فَقَدْ اٰذَانِیْ۔

اور احمد بن حنبل نے روایت کی ہے کہ

عَدُوُّكَ عَدُوِّیْ، وَعَدُوُّكَ عَدُوُّ اللّٰهِ، وَالْوَیْلُ لِمَنْ اَغْضَبَكَ بَعْدِیْ۔

اور دوسری روایت ہے کہ

اَلْوَیْلُ لِمَنْ اَغْضَبَكَ وَكَذَّبَ فِیْكَ۔

پس جولوگ ایذا دہندہ یا عداوت کنندہ یا تکذیب کنندہ یا بغضب آرندہ حضرت امیر علیہ السلام تھے وہ مستوجب نار تھے۔

(۱۷) حدیث: یَا عَلِیُّ، اَنْتَ قَاتِلُ النَّاكِثِیْنَ، وَالْمَارِقِیْنَ، وَالْقَاسِطِیْنَ۔

یعنی اے علیؑ تم قاتل ناکثین و مارقین وقاسطین ہو۔

پس جب کہ بحکم ورضائے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل ناکثین وقاسطین و مارقین فرمایا تو یہ لوگ مخلد فی النار ہیں اور ظاہر ہے کہ ناکثین سے مراد اصحاب جمل ہیں جو حضرتؑ سے لڑے اور نکث بیعت کی اور قاسطین سے مراد اصحاب جنگ صفین ہیں جنہوں نے حق سے عدول کیا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا﴾

اور مراد مارقین سے خوارج نہروان ہیں۔

جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے:

یَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّیْنِ كَمَا یَمْرُقُ السَّهْمُ مِنَ الرَّمِیَّةِ۔

پس نتیجہ یہ ہے کہ مخالفت یا مقاتلت یا نکث بیعت یا بغض و عداوت نسبت حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے خواہ عہد خلافت میں ہو خواہ قبل اس کے بہر صورت موجب عذاب نار باعث عقاب قہار ہے۔

تَنْبِیْهٌ وَاِنْبَاهٌ لِرَفْعِ الْاِشْتِبَاهِ

اب باقی رہا یہ اشتباہ کہ زید، عمرو بکر وغیرہ مقابل حضرت امام زمان بسبب اجتہاد کے معذور تھے تو یہ امر باتفاق فریقین مسلم ہے کہ مقابل نص کے اجتہاد جائز نہیں اور نسبت حضرت امامؑ کے نصوص کثیرہ ثابت ہیں، معہذا اگر مقابل حضرت کے بسبب عذر اجتہاد کے معذور ہوں تو چاہیے کہ گروہ مالک بن نویرہ بھی بسبب عذر اجتہاد زکوۃ کے مقابل خلیفۃ اول معذور ہوں اور قاتلین خلیفۃ سوم بھی بسبب عذر اجتہاد کے معذور ہوں اور قاتلین سب صحابہ بھی بسبب عذر اجتہاد کے معذور ہوں۔ فَمَا هُوَ جَوَابُكُمْ فَهُوَ جَوَابُنَا۔

توضیح الکلام ۷۰،

فیه جرح و ابرام و تصریح المرام لدفع الذم والملام

صاحبان انصاف، تارکان جدل واعتساف پر کالنور علی شاہق الطور غیر مخفی ومستور ہے کہ مراد ناکثین سے لشکریان عائشہ و طلحہ وزبیر ہیں، جن کا مجمل احوال خسران مآل مذکور ہو چکا۔ اور مارقین سے مراد خوارج نہروان ہیں جو اہل سنت کے نزدیک بھی خارج اسلام۔ قابل ذم وملام ہیں۔ پس تذکرہ ان کا لاحاصل اور تطویل بلاطایل ہے، لیکن قاسطین سے مراد طائفہ طاغیہ

باغیہ ہیں جنہوں نے امام زمان خلیفۃ دوران سے حرب وقتال حجت کردگار، وصی رسول مختارؐ سے جنگ وجدال کو اختیار کیا، بغاوت وشقاوت دارین سے مستحق عقوبات الیم، مستوجب عذاب ہائے عظیم ہوئے، ماجرائے تعجب خیز، تماشائے حیرت انگیز یہ ہے کہ بخاری وابن جوزی وغیرہ ائمہ اہل سنت نے اعتراف کیا ہے کہ فضائل معاویہ میں کوئی حدیث صحیح وارد نہیں ہوئی ہے، معہذا احادیث موضوعہ فضائل ومناقب وجلایل مناصب اس کے شان میں بیان کرتے ہیں اور باوصفیکہ خلیفۃ برحق سے مقابلہ ومقاتلہ کرنا حرام اور موجب عقوبت خالق انام اور کبائر معاصی واثام سے جانتے ہیں لیکن مقابلہ کرنا معاویہ کا حضرت امیر علیہ السلام سے باعث فسق وعصیان اور ظلم وعدوان بھی نہیں سمجھتے بلکہ اجتہاد جائز اور مستوجب اجر واحد سمجھتے ہیں۔ اگر مخالفت ابی بکر وعمر کی جائے تو بلا تکلف اس کو کافر وفاسق عقوبات الیم کا مستحق قرار دیتے ہیں لیکن مخالفین حضرت امیر المومنین علیہ السلام اور محاربین نفس ختم المرسلین کو کہ ناکثین وقاسطین ہیں خطائے اجتہادی سے سرفراز اور ثواب اجتہادی سے ممتاز فرماتے ہیں، بہرحال مختصر احوال شناعت اشتمال، قرح صماخ ارباب فہم مقال کیا جاتا ہے:

وَمِنْهُ الْمَبْدَاُ، وَاِلَيْهِ الْمَاٰلُ، وَعَلَيْهِ التُّكْلَانُ فِيْ كُلِّ حَالٍ۔

(ا) فِيْ صَحِيْحِ مُسْلِمٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ :كُنْتُ اَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، فَجَاءَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ، فَتَوَارَيْتُ خَلْفَ الْبَابِ. فَجَاءَ فَحَطَاَنِيْ حَطْاَةً، وَقَالَ »:اِذْهَبْ فَادْعُ لِيْ مُعَاوِيَةَ.« قَالَ :فَجِئْتُ فَقُلْتُ :هُوَ يَاْكُلُ.

یعنی ابن عباس اپنے ہم سنوں میں کھیل رہے تھے، جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ جا کر معاویہ کو بلالاؤ، وہ جا کر پھر آئے اور عرض کیا کہ وہ کھانا کھاتا ہے، پھر حضرتؐ نے بھیجا اور پھر واپس آ کر عرض کیا کہ کھاتا ہے۔ حضرتؐ نے فرمایا:

لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ۔

(ب) شیخ عبدالحق دہلوی نے رجال مشکوۃ میں تاریخ امام یافعی سے لکھا ہے کہ

اَبُوْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنُ شُعَيْبٍ النَّسَائِيُّ، صَاحِبُ الْمُصَنَّفَاتِ وَمُقْتَدٰى زَمَانِهٖ، سَكَنَ مِصْرَ، ثُمَّ جَاءَ بِدِمَشْقٍ، فَقَالَ اَهْلُ تِلْكَ النَّاحِيَةِ يَوْمًا فِي الْمَسْجِدِ :مَا تَقُوْلُ فِيْ مُعَاوِيَةَ وَمَا وَرَدَ فِيْ فَضْلِهٖ؟ فَاَجَابَ :اَمَا يَرْضٰى مُعَاوِيَةُ اَنْ يَخْرُجَ رَاْسًا بِرَاْسٍ حَتّٰى يُفَضَّلَ؟ وَفِيْ رِوَايَةٍ قَالَ :لَا اَعْرِفُ لَهٗ فَضِيْلَةً اِلَّا :لَا اَشْبَعَ اللّٰهُ بَطْنَهٗ.

(ج) سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامہ میں لکھا ہے کہ حضرت امام حسن علیہ السلام نے معاویہ سے فرمایا:

وَاَنْتَ يَا مُعَاوِيَةُ! نَظَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِلَيْكَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ، فَرَاٰى اَبَاكَ عَلٰى جَمَلٍ يُحَرِّضُ النَّاسَ عَلٰى قِتَالِهٖ، وَاَخَاكَ يَقُوْدُ الْجَمَلَ، وَاَنْتَ تَسُوْقُهٗ، فَقَالَ :لَعَنَ اللّٰهُ

الرَّاكِبَ وَالْقَائِدَ وَالسَّائِقَ۔

اورفخررازی نے کتاب ''محصول'' میں بھی یہ روایت مذکور کی ہے۔

(د) ابن ابی الحدید معتزلی نے نصر سے روایت کی ہے کہ حضرت امام علیہ السلام بعد الفراغ نماز صبح وشام کے دعا فرماتے تھے:

اَللّٰهُمَّ الْعَنْ مُعَاوِيَةَ، وَعَمْرًا، وَاَبَا مُوسٰى، وَحَبِيْبَ بْنَ مُسْلِمٍ، وَعَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ خَالِدٍ، وَضَحَّاكَ بْنَ قَيْسٍ، وَالْوَلِيْدَ بْنَ عُتْبَةَ.

(ھ) طرفہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص سبّ صحابہ کبار خصوصاً سبّ ابوبکر وعمر کریں تو قابل دار اور لایق دار البوار ہے لیکن اگر حضرت حیدر کرار نفس رسول مختار کو کچھ کہے تو کچھ نہیں بلکہ اسی معاویہ کو دیکھیے کہ سبّ حیدر شہسوار کرتا تھا اور اس کو بلقب خال المومنین وامیر المومنین وامیر معاویہ اور افضل صحابہ ومجتہد عادل قرار دیتے ہیں۔

چنانچہ مقصد اقصٰی وتاریخ گزیدہ میں مذکور ہے کہ

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام امر فرمود کہ بر سر منابر زبان بلعن معاویہ و عمرو بن عاص و ابو الاعور و حبیب بن مسلم وضحاک بن قیس و ولید بن عتبہ و ابو موسی اشعری بکشایند، چون این خبر بمعاویہ رسید حکم کرد کہ تا امیر المومنین علی و حسن و حسین علیہم السلام و ابن عباس و مالک اشتر رضی اللہ عنہم را ناسزا گویند مرویست کہ مدت لعن معاویہ و مروانیہ بحضرت امیر المومنین علی علیہ السلام و اہل بیت طاہرین شصت و سہ سال بود در سنہ تسع و تسعین یادر سنہ مائۃ باہتمام عمر بن عبدالعزیز آن امر ناسزا بر طرف شد و ابواب ظلم بستہ شد۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

(و) ابن ابی الحدید نے حبیب بن ثابت سے روایت کی ہے کہ جب معاویہ داخل کوفہ ہوا تو نسبت حضرت امیر و حسنین علیہم السلام کے کلمات ناسزا اور الفاظ تبرا وتشنیعات بیجا وناروا زبان نحس پر لایا، امام حسن علیہ السلام نے فرمایا:

اَيُّهَا الذَّاكِرُ عَلِيًّا، اَنَا الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَاَبِيْ عَلِيٌّ، وَاَنْتَ مُعَاوِيَةُ، وَاَبُوْكَ صَخْرٌ، وَاُمِّيْ فَاطِمَةُ عَلَيْهَا السَّلَامُ، وَاُمُّكَ هِنْدٌ، وَجَدِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، وَجَدُّكَ عُتْبَةُ بْنُ رَبِيْعَةَ، وَجَدَّتِيْ خَدِيْجَةُ، وَجَدَّتُكَ قَتِيْلَةُ، فَلَعَنَ اللّٰهُ اَخْمَلَنَا ذِكْرًا، وَاَلْاَمَنَا حَسَبًا، وَشَرَّنَا قَدِيْمًا وَحَدِيْثًا، وَاَقْدَمَنَا كُفْرًا وَنِفَاقًا.«فَقَالَ طَوَائِفٌ مِّنَ الْمَسْجِدِ :اٰمِيْنَ.قَالَ يَحْيَى بْنُ مَعِيْنٍ :وَاَنَا اَقُوْلُ :اٰمِيْنَ.قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ :قَالَ الْفَضْلُ :وَاَنَا اَقُوْلُ :اٰمِيْنَ.قَالَ اَبُو الْفَرَجِ :قَالَ اَبُوْ عُبَيْدَةَ :وَاَنَا اَقُوْلُ :اٰمِيْنَ.وَيَقُوْلُ عَلِيُّ بْنُ الْحُسَيْنِ الْاَصْفَهَانِيُّ :اٰمِيْنَ.قُلْتُ :وَيَقُوْلُ عَبْدُ الْحَمِيْدِ بْنُ اَبِي الْحَدِيْدِ :اٰمِيْنَ، وَاَنَا

صَاحِبُ الْکِتَابِ اَقُوْلُ :اٰمِیْنَ.

(ذ) سنن ابن ماجہ میں بروایت عبدالرحمن [1] منقول ہے کے سعد بن ابی وقاص معاویہ کے پاس آیا اور حضرت علی علیہ السلام کا تذکرہ ہوا، معاویہ سب وشتم زبان پر لایا، سعد بن ابی وقاص بہت غضب ناک ہوا اور کہا کہ تو اس شخص کو برا کہتا ہے کہ جس کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔

اور فرمایا ہے:

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِن مُّوْسٰی، اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔

اور فرمایا:

لَاُعْطِیَنَّ الرَّایَۃَ رَجُلًا یُحِبُّ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔

(ح) اور مستطرف میں منقول ہے کہ معاویہ نے کہا حضرت عقیل سے کہ علی ابن ابی طالبؑ پر لعنت کرو، پس منبر پر جا کر بعد حمد ونعت کے فرمایا کہ ''اَیُّهَا النَّاسُ''، مجھ کو حکم دیا ہے کہ لعنت کروں علی ابن ابی طالبؑ کو امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان نے، پس لعنت کرو اس پر خدا کی لعنت ہے۔ اس پر یہ کہہ کر اتر آئے، معاویہ نے کہا کہ کچھ معلوم نہ ہوا کہ کس پر لعنت کی۔

(ط) کتاب عقد میں ابن عبدربہ [2] نے لکھا ہے کہ

معاویہ نے روبروئے اہل شام کے خطبہ میں حضرت امیرؑ پر کلمہ ناسزا کہا، احنف بن قیس نے بہت نصیحت وفضیحت کی، معاویہ نے احنف کو مجبور کیا کہ خواہ نخواہ تم کو بھی تبرا کہنا ہوگا، انہوں نے کہا کہ ہرگز میری لب وزبان پر جاری نہ ہوگا۔ جب بہت اصرار واجبار کیا تو انہوں نے کہا کہ میں کلمہ حق انصافانہ کہہ سکتا ہوں، پوچھا کیا کہو گے؟ کہا کہ بعد حمد وصلاۃ کے کہوں گا کہ امیر المومنین معاویہ نے حکم دیا ہے لعنت حضرت امیر المومنینؑ کا، آگاہ ہو کہ علی ومعاویہ نے باہم حرب وقتال اور جنگ وجدال کیا اور ہر ایک کو دعوی تھا کہ ہم حق پر ہیں اور دوسرا باغی وستمگار اور ان کے اعوان وانصار ظالم وجفا کار ہیں، خداوندا تیری لعنت ہو اور تیرے ملائکہ کی لعنت ہو اور تمامی خلائق کی لعنت ہو جس نے بغاوت کی ہو اور حق کی مخالفت کی ہو اور اس کے گروہ بغاوت شعار ضلالت آثار پر لعنت ہو۔ معاویہ نے یہ سن کر کہا ہم نے معاف کیا کچھ نہ کہو۔

علاوہ اس کے تذکرہ گستاخیہائے معاویہ وبی ادبیہائے فرقہ طاغیہ کتاب مختصر فی اخبار البشر وکتاب العقد ابن عبدربہ و

---

[1] تفسیر نیشاپوری :عَنِ ابْنِ عَبَّاس .اَلشَّجَرَۃُ الْمَلْعُوْنَۃُ بَنُوْ اُمَیَّۃَ۔ وابن ابی الحدید نے نامہ معتمد باللہ نقل کیا ہے:
ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ تَعَالٰی کِتَابًا فِیْمَا اَنْزَلَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ یَذْکُرُ فِیْہِ شَأْنَهُمْ وَهُوَ قَوْلُہٗ تَعَالٰی:﴿وَ الشَّجَرَۃَ الْمَلْعُوْنَۃَ فِی الْقُرْاٰنِ﴾. وَلَا خِلَافَ بَیْنَ اَحَدٍ فِیْ اَنَّہٗ تَعَالٰی وَتَبَارَکَ اَرَادَ بِهَا بَنِیْ اُمَیَّۃَ۔

[2] کتاب العقد جلد ۲ ص ۳۰۱ میں تصریح ہے کہ معاویہ حضرت امیرؑ پر لعن کرتا تھا۔

تذکرہ خواص الامہ سبط ابن جوزی وشرح ابن ابی الحدید وغیرہ میں بروایات متعددہ مذکور ہے۔

(ی) چنانچہ ابن ابی الحدید نے ابوعثمان جاحظ سے نقل کیا ہے کہ معاویہ آخر خطبہ میں بروز جمعہ کہتا تھا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّ اَبَا تُرَابٍ اَلْحَدَ فِیْ دِیْنِكَ، وَصَدَّ عَنْ سَبِیْلِكَ، فَالْعَنْهُ لَعْنًا وَبِیْلًا، وَعَذِّبْهُ عَذَابًا اَلِیْمًا۔

اور تمام آفاق میں تحریر کیا کہ خطبوں میں یہ کلمات مندرج کیے جاویں، چنانچہ خلافت عمر بن عبدالعزیز تک یہی حکم جاری رہا۔

تنبیہ نبیہ

سبحان اللہ اب کہاں ہیں صاحبان انصاف، تارکان جور واعتساف، بنظر عدل وانصاف ملاحظہ فرماویں کہ امیر معاویہ نے نسبت برادر رسولؐ زوج بتول ابی الحسنین علیہما السلام کی زبان شعلہ فشان سے کیا کیا شرر افشانی فرمائی کہ

﴿تَكَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا﴾

معاذ اللہ صحابہ وتابعین نے کیوں کر یہ بدعت قبیحہ شناعت فضیحہ روا رکھے اور پھر وہ کون حضرات ہیں کہ معاویہ کو امیر اور مجتہد عادل اور واجب التعظیم وصاحب فضائل سمجھتے ہیں اور نسبت اس کے لعن ونفرین جائز نہیں سمجھتے ہیں۔ بموجب آیہ تطہیر کے حضرت امیر علیہ السلام معصوم تھے اور بنا بر قول اہل سنت محفوظ عن الخطا تھے اور بموجب حدیث

''مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ''

مولای مومنین تھے۔

اور بموجب آیہ کریمہ

﴿قُلْ لَّا اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی﴾

واجب المودۃ والمحبۃ تھے۔ اور بموجب آیہ

﴿قُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ﴾

نفس رسول تھے۔ اور بموجب حدیث

''اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ''

برادر رسول تھے۔

وقطع نظر جمیع فضائل وکمال کے ہر گاہ بموجب نصوص یا بموجب اجماع مہاجرین وانصار کے خلیفۂ رسول تھے تو مقام انصاف ہے کہ سبّ کنندہ ابوبکر وعمر کو کافر ومردود وملعون مطرود سمجھتے ہیں اور سبّ کنندہ امیر المومنین کو صاحب فضائل جلیلہ

سمجھتے ہیں۔سبحان اللہ،

این کار از تو آید و مرداں چنین کنند۔

ابن حجر نے صواعق محرقہ میں بروایت صحیح حاکم ام سلمہ سے روایت کی ہے:

قَالَ: ''سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ: مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِيْ''

بنا بریں سبّ کنندہ رسول کافر ہے اور بقول غزالی ''مَنْ لَعَنَ مُسْلِمًا فَهُوَ مَلْعُوْنٌ''، پس معاویہ کو اس بے ادبانہ و گستاخانہ الفاظ پر کیوں نہ کہنا چاہیے اور اگر قول علامہ غزالی درست ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام اس کو مسلم نہ سمجھتے تھے ورنہ لعنت نہ فرماتے اور اگر یہ کہا جاوے کہ با یکدیگر لعنت کرنا جائز ہے تو جواز لعن وطعن کا دائرہ وسیع اور منجر بامر شنیع ہو جاوے گا اور جو کہ حضرات شیعہ پیروان حضرت امام علیہ السلام ہیں اور حضرت نے معاویہ و پیروان معاویہ پر لعنت کی ہے تو ان کے دشمنوں سے تبرا اور دوستوں سے تولا کرنا بطریق اولی جائز ہوگا۔قابل لحاظ ہے کہ آیہ

﴿اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ﴾

میں صاحب مدارک التنزیل نے تفسیر ''لَاعِنُوْنَ'' یہ کی ہے کہ

اَلَّذِیْنَ یَتَاَتّٰی مِنْهُمُ اللَّعْنُ: هُمُ الْمَلَائِكَةُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔

پس معلوم ہوا کہ لعنت کنندہ مومنین ہیں بنا بریں وہ مومنین خاص اہل تشیع ہیں جو باتباع حکم خدا اہل ضلالت پر لعن کرتے ہیں اور نیز فرمایا ہے حق تعالی نے:

﴿اَنَّ عَلَیْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِیْنَ﴾

یہاں بھی صاحبان تولا وتبرا مراد ہیں جو ہمراہ خدا و ملائکہ کے بے دینوں پر لعنت کرتے ہیں اور مخالفین اس مرتبت سے محروم ہیں۔امام غزالی نے فرمایا ہے:

وَكَيْفَ يَجُوْزُ لَعْنُ الْمُسْلِمِ، وَقَدْ وَرَدَ النَّهْيُ عَنْ ذٰلِكَ، وَحُرْمَةُ الْمُسْلِمِ اَعْظَمُ مِنْ حُرْمَةِ الْكَعْبَةِ بِنَصِّ مِنَ النَّبِيِّ۔

بنا بر قول امام غزالی کے معلوم ہوا کہ اہل سنت ساکت وصامت ہیں لعن کہنا جائز نہیں لہذا بنا بر مضمون تفسیر مدارک کے داخل زمرہ مومنین نہیں ہیں اور تولا وتبرا جو کہ مخصوص اہل تشیع ہے مومن ہیں بنص قرآن۔

(ی) ابن حجر نے صواعق میں وجہ قتل سباب ابوبکر میں لکھا ہے:

اَلْخَبَرُ صَحِيْحٌ: لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ، وَاَبُوْ بَكْرٍ اَكْبَرُ الْاَوْلِيَاءِ وَالْمُؤْمِنِيْنَ، فَهٰذَا هُوَ الْوَجْهُ الَّذِيْ ظَهَرَ لِيْ فِيْ قَتْلِ هٰذَا الرَّافِضِيِّ۔

پس اگر یہ کلیہ صحیح سمجھا جائے تو یہ کہنا جائز ہوگا کہ

اَلْخَبَرُ صَحِيْحٌ :لَعْنُ الْمُؤْمِنِ كَقَتْلِهٖ، وَعَلِيٌّ سَيِّدُ الْاَوْصِيَاءِ وَالْاَوْلِيَاءِ، وَاَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَاَفْضَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ، وَهٰذَا مُعَاوِيَةُ بْنُ اَبِيْ سُفْيَانَ قَدْ بَاشَرَ بِسَبِّهٖ وَقِتَالِهٖ، فَهٰذَا هُوَ الْوَجْهُ الَّذِيْ ظَهَرَ لِيْ فِيْ وُجُوْبِ سَبِّهٖ وَقَتْلِهٖ۔

(یا) جامع الاصول میں روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ :سِبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوْقٌ، وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ۔

پس سبّ مسلم فسق وقتل مسلم کفر ہے تو سبّ وقتال حضرت امیرؑ بطریق اولی موجب فسق وکفر ہے۔

(یب) بموجب آیہ

﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا﴾

قتل مومن بے گناہ حرام اور باعث لعنت وغضب خالق انام ودخول جہنم علی الدوام ہے، پس مقاتلہ امیر مومنان وخلیفۃ زمان وقتل ہزار ہا مومنین بیگناہ کیونکر سبب رحمت وجنت ہوسکتا ہے۔

(یج) فِيْ جَامِعِ الْاُصُوْلِ :وَيْحَ عَمَّارٍ، تَقْتُلُهُ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، يَدْعُوْهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ، وَيَدْعُوْنَهٗ اِلَى النَّارِ۔

اور ظاہر ہے کہ عمار لشکریان حضرت امیر علیہ السلام سے تھے، پس پیروان معاویہ فئۃ باغیہ وقاعدان نار ہاویہ تھے۔

(ید) کنز العمال میں عاصم بن حمزہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول مختارؐ نے عمار سے فرمایا:

سَتَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، وَاَنْتَ عَلَى الْحَقِّ، فَمَنْ لَمْ يَنْصُرْكَ يَوْمَئِذٍ فَلَيْسَ مِنِّيْ۔

یعنی عنقریب تم کو قتل کرے گا گروہ باغی حالانکہ تم حق پر ہو گے، پس جو شخص تمہاری نصرت نہ کرے گا وہ ہماری امت سے نہیں ہے۔

پس بنا پر اس کے قاتلان عمار گروہ باغی خارج از امت نبوی تھے۔

(یھ) اور اسی کتاب میں ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا:

نَحْنُ النُّجَبَاءُ، وَاَفْرَاطُنَا اَفْرَاطُ الْاَنْبِيَاءِ، حِزْبُنَا حِزْبُ اللّٰهِ، وَالْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ حِزْبُ الشَّيْطَانِ، مَنْ سَاوٰى بَيْنَنَا وَبَيْنَ عَدُوِّنَا فَلَيْسَ مِنَّا۔

بنا بریں فئۃ باغیہ لشکر وحزب شیطان وخارج از پیروان امام زمان تھے۔

(یو) پس اس مقام پر یہ آیہ وافی ہدایہ لکھنا چاہیے:

﴿فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطَانِ﴾

(یس) بنابرنقل سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نوح بن دراج نے محمد بن مسلم سے روایت کی ہے کہ جنگ جمل میں حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا:

لَقَدْ عَلِمَتْ صَاحِبَةُ الْهَوْدَجِ اَنَّ اَصْحَابَ الْجَمَلِ مَلْعُوْنُوْنَ عَلٰى لِسَانِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ، وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى۔

یعنی عائشہ صاحب ہودج جانتی ہے کہ بحسب فرمان زبانی جناب رسول ربانی اصحاب جمل ملعون ہیں اور جو شخص افترا کرے گا وہ خائب وخاسر ہوگا یعنی یہ میرا بیان افترا و بہتان نہیں ہے پس جواز لعن ثابت ہے۔

(یح) جو نامہ زیاد ابن ابیہ کو لکھا ہے اس میں فرماتے ہیں:

وَقَدْ عَرَفْتَ اَنَّ مُعَاوِيَةَ كَتَبَ اِلَيْكَ يَسْتَزِلُّ لُبَّكَ، وَيَسْتَفِلُّ غَرْبَكَ، فَاحْذَرْهُ، فَاِنَّمَا هُوَ الشَّيْطَانُ :يَاْتِي الْمَرْءَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ، وَعَنْ يَمِيْنِهٖ وَعَنْ شِمَالِهٖ، لِيَفْتَحَ عَقْلَهٗ، وَيَسْتَلِبَ غِرَّتَهٗ.

یعنی معاویہ شیطان ہے جو باغوای نفسانی عقل وہوش انسانی کو فراموش ومسلوب کرتا ہے۔

(یط) شعبی نے روایت کی ہے کہ حضرت امیر علیہ السلام نے فرمایا:

اَلَا اِنَّ اَئِمَّةَ الْكُفْرِ خَمْسَةٌ :طَلْحَةُ، وَالزُّبَيْرُ، وَمُعَاوِيَةُ، وَعَمْرُو بْنُ الْعَاصِ، وَاَبُوْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيُّ۔

پس بحسب فرمان حضرت امام علیہ السلام یہ لوگ آئمہ کفر ہیں اور حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿فَقَاتِلُوْا اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾

(ک) ایک نامہ میں بخطاب معاویہ حضرت فرماتے ہیں کما فی نہج البلاغہ

وَاَرْدَيْتَ جِيْلًا مِّنَ النَّاسِ كَثِيْرًا، خَدَعْتَهُمْ بِغَيِّكَ، وَاَلْقَيْتَهُمْ فِيْ مَوْجِ بَحْرِكَ۔

اور آخر نامہ میں فرماتے ہیں:

فَاتَّقِ اللّٰهَ يَا مُعَاوِيَةُ فِيْ نَفْسِكَ، وَ جَاذِبِ الشَّيْطٰنَ قِيَادَكَ۔

اس میں بتصریح تمام حضرت امام علیہ السلام اس کی مکر وخدیعت اور ظلم وبدعت اور بغاوت وضلالت معاویہ کا اظہار فرماتے ہیں۔

(کا) محاضرات راغب اصفہانی میں لکھا ہے کہ کسی نے ہشام بن حکم سے پوچھا کہ معاویہ بدر میں تھا کہا کہ ہاں شریک کفار تھا۔

(کب) اور شریک بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ جب خبر شہادت حضرت امیر علیہ السلام پہنچی تو تکیہ لگائے لیٹا تھا، یہ سن کر خوشی سے اٹھ بیٹھا اور ایک کنیز سے کہا:

غَنِّیْنِیْ یَا جَارِیَۃُ، فَالْیَوْمَ قَرَّتْ عَیْنِیْ۔

چنانچہ وہ جاریہ خوش آواز چند بیت سے نغمہ پرداز اور مضمون دل سوزی وساز ہوئی اور وہ یہ ہیں:

اَلَا اَبْلِغْ مُعَاوِیَۃَ بْنَ حَرْبٍ فَلَا قَرَّتْ عُیُوْنُ الشَّامِتِیْنَا

اَفِیْ شَھْرِ الصِّیَامِ فَجَعْتُمُوْنَا؟ بِخَیْرِ النَّاسِ طُرًّا اَجْمَعِیْنَا

قَتَلْتُمْ خَیْرَ مَنْ رَکِبَ الْمَطَایَا وَاَفْضَلَھُمْ وَمَنْ رَکِبَ السَّفِیْنَا

فَرَفَعَ مُعَاوِیَۃُ عَمُوْدًا کَانَ بَیْنَ یَدَیْہِ، فَضَرَبَ رَاْسَھَا فَنَثَرَ دِمَاغَھَا!!

واہ سبحان اللہ، خبر شہادت حضرت امیر علیہ السلام سن کر خوش ہوئے اور گانے بجانے کا حکم دیا، جب اس بیچاری نے اشعار عبرت خیز تاسف انگیز پڑھے تو ایسا گرز آہنی مارا کہ اس مومنہ کا سر پاش پاش ہو گیا، اس وقت کچھ حلم ورحم اس سنگدل کے دل میں نہ رہا، پس یہ عداوت وقساوت قابل ملاحظہ ہے۔

(کج) معاویہ نے حضرت امام حسن علیہ السلام کو زہر دلا کر شہید کرایا اور جعدہ سے وعدہ کیا کہ اگر تو زہر دے کر ہلاک کرے گی تو سو ہزار درہم دوں گا اور یزید سے شادی کر دوں گا، جب اس نے زہر دے کر امام حسن علیہ السلام کو شہید کیا تو روپیہ بھیج دیے اور کہا کہ یزید مجھ کو بہت محبوب ہے اور جان اس کی عزیز ہے، تجھ قتالہ وخونخوارہ مکارہ غدارہ کے حوالہ نہ کروں گا۔

چنانچہ سبط ابن جوزی نے تذکرہ خواص الامّۃ میں بیان کیا ہے:

وَقَالَ الشَّعْبِیُّ :(اِنَّمَا دَسَّ اِلَیْھَا، اَیْ :الْجَعْدَۃَ، مُعَاوِیَۃُ، فَقَالَ :سَمِّی الْحَسَنَ عَلَیْہِ السَّلَامُ، وَاُزَوِّجُکِ یَزِیْدَ، وَاُعْطِیْکِ مِائَۃَ اَلْفِ دِرْھَمٍ، فَلَمَّا مَاتَ الْحَسَنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ، فَبَعَثَتْ اِلٰی مُعَاوِیَۃَ تَطْلُبُ اِنْجَازَ وَعْدِہٖ، فَبَعَثَ اِلَیْھَا بِالْمَالِ، وَقَالَ :اِنِّیْ اُحِبُّ یَزِیْدَ وَاَرْجُوْ حَیَاتَہٗ، وَلَوْلَا ذٰلِکَ لَزَوَّجْتُکِ اِیَّاہُ۔

اور اس امر کا اعتراف تذہیب الکمال وتہذیب الذہب ذھبی وربیع الابرار زمخشری وغیرہ میں موجود ہے۔ پس یہ عدالت واجتہاد معاویہ قابل ملاحظہ ارباب عقول زاکیہ ہے ڈ

(لک) علاوہ یہ ہے کہ جب خبر وفات سبط سرور کائنات یعنی امام حسن علیہ السلام کے معاویہ واہل شام کے گوش زد ہوئی تو سبب سرور شادمانی اور حصول کامرانی کے سجدہ شکر کیا اور غلغلۂ تکبیر بلند کیا۔

چنانچہ مفتاح النجا میں کتاب خمیس دیار بکری سے نقل کیا ہے:

فَلَمَّا بَلَغَ مُعَاوِیَۃَ مَوْتُ الْحَسَنِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ، کَبَّرَ، وَکَبَّرَ اَھْلُ الشَّامِ لِذٰلِکَ التَّکْبِیْرِ، فَقَالَتْ فَاخِتَۃُ بِنْتُ قُرَیْظَۃَ لِمُعَاوِیَۃَ :اَقَرَّ اللّٰہُ عَیْنَکَ، مَا الَّذِیْ کَبَّرْتَ لِاَجْلِہٖ؟ فَقَالَ :مَاتَ الْحَسَنُ عَلَیْہِ السَّلَامُ۔ فَقَالَتْ :اَعَلٰی مَوْتِ ابْنِ فَاطِمَۃَ عَلَیْھَا السَّلَامُ تُکَبِّرُ؟ فَقَالَ :مَا کَبَّرْتُ

شَمَاتَةً، وَلٰكِنِ اسْتَرَاحَ قَلْبِيْ. اَقُوْلُ :لَا تَكُوْنُ الشَّمَاتَةُ اِلَّا بِاسْتِرَاحَةِ الْقَلْبِ، وَلَا يَسْتَرِيْحُ بِمَوْتِ اَحَدٍ اِلَّا قَلْبُ الشَّامِتِ.وَحُكِيَ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ بَكَّارٍ :قَدْ جَاءَ الْخَبَرُ اِلٰى مُعَاوِيَةَ بِمَوْتِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، فَسَجَدَ شُكْرًا لِلّٰهِ تَعَالٰى، وَبَانَ السُّرُوْرُ فِيْ وَجْهِهٖ۔

اور حال استبشار وسرور وتکبیر جمع کثیر کا علمائے باتوقیر اہل سنت نے تحریر کیا ہے، ملاحظہ ہو تاریخ خمس وربیع الابرار زمخشری وغیرہ۔ فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ

(کہ) طرفہ یہ ہے کہ ام المومنین عائشہ مجتہدہ مکرمہ اہل سنت نے حضرت امیر علیہ السلام خلیفۂ سید الانامؐ سے قتال کیا، بیس ہزار صحابہ وتابعین کا گلا کٹوا دیا، جنازہ حضرت امام حسن علیہ السلام سبط خیر الانامؐ پر تیر باران کیا لیکن یہ سب محمول خطائے اجتہادی پر فرمایا گیا، ایسے جناب معظّمہ مکرمہ کو حضرت معاویہ نے کس تدبیر سے قتل فرمایا اجتہاد اس کو کہتے ہیں۔

تاریخ حبیب السیر میں لکھا ہے:

در تاریخِ حافظِ ابرو ربیع الابرار و کامل السقیفہ منقول است کہ در سنہ ثمان و خمسین من الھجرۃ معاویہ بن سفیان بجھتِ بیعتِ پسرِ لعینِ خود بمدینہ رفتہ، امام حسین علیہ السلام و عبدالرحمن بن ابی بکر و عبداللہ بن زبیر را برنجانید۔عائشہ زبانِ ملامت و اعتراض بر وی بگشاد۔معاویہ در خانۂ خویش چاہی کندہ سر آن را بخاشاک پوشیدہ، کرسیِ آبنوس بر آن نہاد و آن گاہ عائشہ را بضیافت طلب داشت و بر آن کرسی نشاند تا در آن چاہ بیفتاد و معاویہ آن چاہ را باآہک مضبوط نمودہ از مدینہ بمکہ رفت۔انتہیٰ

پس یہ اجتہاد معاویہ صحابی نسبت مجتہدہ معظّمہ مکرمہ کے قابل دید لایق شنید ہے۔

(کو) علامہ سیوطی عالم اہل سنت نے کتاب الاوائل میں اوصاف معاویہ میں لکھا ہے:

هُوَ اَوَّلُ مَنْ رَكِبَ بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ، وَ اَوَّلُ مَنْ اَظْهَرَ الشُّرْبَ النَّبِيْذَ وَالْغِنَاءَ، وَاَوَّلُ مَنْ اَكَلَ الطِّيْنَ وَاَبَاحَهٗ. وَكَانَ عَلَى الْمِنْبَرِ رَسُوْلُ اللّٰهِ، اسْتُدْعِيَ يَأْخُذُ الْبَيْعَةَ لِيَزِيْدَ، فَاَخْرَجَتْ عَائِشَةُ رَأْسَهَا مِنَ الْهُجْرَةِ، فَقَالَتْ :صَهْ صَهْ، هَلِ اسْتَدْعَى الشُّيُوْخُ لِبَنِيْهِمُ الْبَيْعَةَ؟ قَالَ :لَا. قَالَتْ :فَبِمَنْ تَقْتَدِيْ اَنْتَ؟ فَخَجِلَ وَنَزَلَ عَنِ الْمِنْبَرِ، وَبَنٰى لَهَا حُفْرَةً فَوَقَعَتْ فِيْهَا وَمَاتَتْ۔

یعنی معاویہ اول وہ شخص ہے کہ جو درمیان صفا ومروہ کے سوار ہو کر مراسم حج بجالایا، اور اول وہ شخص ہے کہ جس نے ظاہر بظاہر نبیذہ کو پیا اور غنا کو سنا، اور اول وہ شخص ہے کہ مٹی کھانا روا رکھا، اور منبر رسول

خداؐ پر جا کر واسطے یزید کے جانشینی پر بیعت لی۔ پس عائشہ نے اپنے حجرہ سے سر نکال کر کہا چپ رہ، چپ رہ، کیا شیوخ ثلاثہ نے بھی اپنے فرزندوں کے واسطے بیعت لی تھی؟ معاویہ نے کہا نہیں۔ عائشہ نے کہا پھر کس کی تقلید کرتا ہے؟ یہ سن کر معاویہ نادم وخجل ہوا، منبر سے نازل ہوا، لیکن ایک حفرہ بی بی عائشہ کے واسطے کھودا جس میں بی بی عائشہ گر کر مر گئیں۔

سبحان اللہ، کیا کیا اوصاف حمیدہ امیر معاویہ مجتہد طائفہ سنیہ میں موجود ہیں اور پھر صحابی عادل اور افضل مجتہدان فاضل بلکہ بعضوں کے نزدیک خلیفۃ کامل ہیں۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

(کز) استیعاب عبدالبر میں لکھا ہے کہ قبل ولی عہدی یزید کی ایک دن معاویہ نے کہا کہ اے اہل شام سن میرا زیادہ ہوا اور اجل میری قریب پہنچی، میں چاہتا ہوں کہ کسی شخص کو مقرر کروں تا کہ نظم ونسق مہام سلطنت رتق وفتق امور مملکت کرے، سب نے بالاتفاق عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو پسند کیا، یہ امر معاویہ کو نہایت شاق وناگوار ہوا، اتفاقاً عبدالرحمن بیمار ہوا، پس معاویہ نے ایک طبیب یہودی کو حکم دیا اس نے دوا میں سمِ قاتل زہر ہلائل پلا کر ہلاک کیا۔

(کح) اجتہاد معاویہ ملاحظہ ہو کہ قبور شہدائے احد پر نہر جاری کی، جب پائے مبارک حضرت حمزہ سید الشہداء تک پانی پہنچا تو خون تازہ جاری ہوا اور اجسام دیگر شہدائے احد نمایاں ہوئے، چنانچہ شرح الصدور علامہ سیوطی وصفۃ الصفوۃ میں بالتصریح مذکور ہے۔

(کط) یہ بھی قابل سماع ارباب استماع ہے کہ جناب معاویہ نے صرف شرب نبیذ پر قناعت نہیں فرمائی ہے بلکہ شراب بھی پیتے اور پلاتے تھے، چنانچہ مسند احمد بن حنبل میں عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ معاویہ کے پاس گیا، بعد کھانا کھانے کے شراب پی اور مجھ سے بھی اشارہ می نوشی فرمایا، میں نے کہا کہ جب سے رسول مختارؐ نے شراب حرام فرمائی ہے میں نے کبھی نہیں نوش کی۔

(ل) استیعاب میں قصہ قتل حجر صحابی کا مذکور ہے کہ کس سختی سے ان کو شہید کیا اور عائشہ نے بھی نسبت اس امر شنیع کے اس کو نہایت ملامت کی حالانکہ حجر صحابی فریقین کے نزدیک جلیل القدر اور افاضل صحابہ کرام سے تھے اور ان کے رفقا سب مومنین تھے لیکن اجتہاد معاویہ قابل ملاحظہ ہے، کنز العمال میں ابی اسود سے روایت ہے کہ عائشہ نے معاویہ سے کہا کہ حجر صحابی کو معہ اصحاب اس کے کیوں قتل کیا؟ معاویہ نے کہا قتل اس کا موجب صلاح حال عباد اور بقا اس کا باعث فتنہ وفساد تھا۔ عائشہ نے کہا جناب رسول خداؐ نے فرمایا ہے:

سَیُقْتَلُ بِعَذْرَاءَ نَاسٌ یَغْضَبُ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَاَھْلُ السَّمَاءِ۔

(لا) لیلۃ الہریر میں بروایت کتاب فتوح چھتیس ہزار صحابہ وتابعین لشکر حضرت امیر علیہ السلام و معاویہ باغی میں قتل ہوئے۔ اور کتاب عقد جلد ۲ صفحہ ۲۸۹ میں ابوبکر ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ صفین میں ستر ہزار مسلمین قتل ہوئے،

پچاس ہزار اہل شام اور بیس ہزار اہل عراق۔ پس بموجب آیہ وافی ہدایہ

﴿وَ مَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ﴾

خون شہدائے بے گناہ تمام بر گردن اوست۔

(لب) لطیفہ یہ ہے کہ گردن معاویہ میں وقت موت کے صلیب عیسائی لٹکائے گئے تھے، چنانچہ محاضرات راغب اصفہانی میں مذکور ہے کہ ایک طبیب نصرانی نے معاویہ سے کہا کہ میرے پاس ایک تعویذ ہے جو ہر مرض کی دوا، ہر درد کی شفا ہے۔ یہ سن کر معاویہ نے بہت خوشی سے وہ تعویذ پہن لیا، جب طبیب آیا تو اس نے کہا کہ آج یہ مرجائے گا، چنانچہ اسی شب مر گیا۔ لوگوں نے پوچھا، اس نے کہا کہ حضرت امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ

لَا يَمُوْتُ مُعَاوِيَةُ حَتّٰى يُعَلَّقَ فِيْ عُنُقِهٖ صَلِيْبٌ۔

چنانچہ جو تعویز اس کے گردن میں لٹکایا گیا ہے اس میں صلیب عیسوی ہے۔

(لح) طرفہ یہ ہے کہ معاویہ نے وقت موت بھی اپنے فرزند ولیعہد ارجمند کو وصیت فرمائی کہ اہل مدینہ کا تدارک مسلم بن عقبہ کے ذریعہ سے کرنا جیسا کہ وفاء الوفا وغیرہ میں تحریر ہے اور جذب القلوب میں لکھا ہے کہ

یزید بر مُسرِف آمد، دید کہ بعلّتِ فالج گرفتار است۔ گفت: اگر ضعفِ مرض نمی بود، حاکم و والیِ این امر ترا می ساختم۔ امیر المؤمنین معاویہ در مرضِ موت وصیت نمود کہ اگر از جھتِ حجاز ترا واقعہ پیش آید، علاجِ آن از مسلم بن عقبہ جوئی۔ مُسرِف برخاست و گفت: سوگند بخدا، یا امیر المؤمنین! اگر دیگری را غیر از من متولّیِ این امر سازی، حریفِ اہلِ مدینہ درین کار ہیچ کس غیر از من نتواند بود۔ و من خوابی دیدہ ام کہ درختِ غَرْقَد باشاخھائے خود در انتقامِ عثمان بن عفان بفریاد است و می گوید کہ بر آمدِ این کار بر دستِ مُسرِف است۔

کتاب وفاء الوفا میں لکھا ہے:

وَعَنِ الْمَدَائِنِيِّ، عَنْ شَيْخٍ مِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ، قَالَ: سَاَلْتُ الزُّهْرِيَّ: كَمْ كَانَتِ الْقَتْلٰى يَوْمَ الْحَرَّةِ؟ قَالَ: سَبْعُمِائَةٍ مِنْ وُجُوْهِ النَّاسِ: قُرَيْشٍ وَالْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرِيْنَ، وَمِنْ وُجُوْهِ الْمَوَالِيْ، وَمِمَّنْ لَا يُعْرَفُ مِنْ عَبْدٍ وَحُرٍّ وَامْرَاَةٍ عَشَرَةُ اٰلَافٍ، وَكَانَتِ الْوَقْعَةُ لِثَلَاثٍ بَقِيْنَ مِنْ ذِي الْحِجَّةِ سَنَةَ ثَلَاثٍ وَسِتِّيْنَ مِنَ الْهِجْرَةِ.

بعد اس کے پھر لکھا ہے:

وَذَكَرَ الْمَجْدُ اَنَّهُمْ سَبَوُا الذُّرِّيَّةَ، وَاسْتَبَاحُوا الْفُرُوْجَ، وَاَنَّهٗ كَانَ يُقَالُ لِاُولٰئِكَ الْاَوْلَادِ مِنَ النِّسَاءِ الَّاتِيْ حَمَلْنَ: اَوْلَادُ الْحَرَّةِ.

خلاصہ یہ ہے کہ اس مسرف ناعاقبت اندیش نے اہل مدینہ طیبہ کو قتل عام کیا۔ تعداد مقتولین بحسب روایت زہری سات سو آدمی اعیان اور رئیسان قریش ومہاجرین وانصار سے قتل ہوئے اور دس ہزار آدمی معہ غلام وآزاد وعورات قتل ہوئے اور اطفال کو اسیر کیا اور زنان اہل مدینہ کو لشکر شام پر بحل کیا، چنانچہ اس واقعہ میں جو حمل رہے ان کا نام اولاد حرار کھا گیا، انتہیٰ۔

سبحان اللہ، یہ اجماع امت کا نتیجہ ہوا، کیسے کیسے ہوا، خلیفۃ انتخاب کیے گئے اور کیا کیا شنائع افعال قبائح اعمال ظہور میں آئے، پھر عالمان انصاف پسند نے فتوی جاری کیا کہ

وَلَا تَنْفَسِخُ الْبَيْعَةُ بِالْفِسْقِ وَالْفُجُوْرِ، وَلَا يَنْعَزِلُ الْإِمَامُ بِالْفِسْقِ وَالْإِغْمَاءِ، وَلَوْ كَانَ فَاسِقًا۔

پس خوشا بحال اہل سنت کہ ان کے خلیفۃ زمان امام دوران فساق ہوں فجار ہوں جبار ہوں تاہم کوئی خطا وقصور لغزش و فتور دین وایمان میں نہیں ہے۔ اور بدیں جہت علمائے اہل سنت نے معاویہ ویزید کو خلفائے اثناعشر میں شمار کیا ہے۔

چنانچہ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں بعد ذکر مصالحہ امام حسن علیہ السلام کے لکھا ہے:

فَالْحَقُّ اَنَّ ثُبُوْتَ الْخِلَافَةِ بِمُعَاوِيَةَ مِنْ حِيْنَئِذٍ، وَاَنَّهٗ بَعْدَ ذٰلِكَ خَلِيْفَةٌ حَقٍّ وَاِمَامُ صِدْقٍ۔

اور یزید کو منجملہ خلفائے اثناعشر کے لکھا ہے، چنانچہ آئندہ مذکور ہوگا۔

فَمَنْ لَمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُوْرٍ۔

(لد) ہرگاہ واضح ہوا کہ اصحاب جنگ جمل وصفین پیروان ام المومنین عائشہ وامیر معاویہ وطلحہ وزبیر نے جو عشرہ مبشرہ سے تھے جناب امیر المومنین وصی سید المرسلین سے قتال وجدال کیا تو دو حال سے خالی نہیں ہے، یا یہ کہ حضرت امیر علیہ السلام کو امام زمان وخلیفۃ سید الانس وجان سمجھتے تھے یا نہیں، اگر سمجھتے تھے تو دیدہ ودانستہ بغاوت اختیار کی اور بغاوت کے معنی بتصریح صاحب نہایہ ظلم وخروج ہے طاعت امام سے، چنانچہ حدیث عمار میں لکھا ہے:

تَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ، هِيَ الظَّالِمَةُ الْخَارِجَةُ عَنْ طَاعَةِ الْإِمَامِ، وَاَصْلُ الْبَغْيِ مُجَاوَزَةُ الْحَدِّ۔

اور صاحب فصل الخطاب نے لکھا ہے:

كَانَ اَبُوْ مُحَمَّدٍ مُحَمَّدُ بْنُ سَهْلِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ يَقُوْلُ: مَنْ اَنْكَرَ اِمَامَةَ السُّلْطَانِ فَهُوَ زِنْدِيْقٌ، وَمَنْ دَعَاهُ السُّلْطَانُ فَلَمْ يُجِبْ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ، وَمَنْ اَتَاهُ مِنْ غَيْرِ دَعْوَةٍ فَهُوَ جَاهِلٌ۔

پس پیروان عائشہ ومعاویہ زندیق تھے یا مبتدع تھے یا جاہل تھے نہ مجتہد یا عادل۔

علامہ شہرستانی کتاب ملل ونحل میں لکھتے ہیں:

كُلُّ مَنْ خَرَجَ عَلَى الْإِمَامِ الْحَقِّ الَّذِيْ اتَّفَقَتِ الْجَمَاعَةُ عَلَيْهِ يُسَمّٰى خَارِجِيًّا، سَوَاءٌ كَانَ

الْخُرُوْجُ فِيْ اَيَّامِ الصَّحَابَةِ عَلَى الْاَئِمَّةِ الرَّاشِدِيْنَ، اَوْ كَانَ بَعْدَهُمْ عَلَى التَّابِعِيْنَ بِاِحْسَانٍ۔۔۔ وَالْاَئِمَّةِ فِيْ كُلِّ زَمَانٍ۔

پس بنابریں فرقہ باغیہ طاغیہ خارج از اسلام وواجب القتل تھے اور اگر حضرت امیر علیہ السلام کو خلیفۂ رسول مقبول سمجھتے تھے تو بموجب حدیث متفق علیہ بین الفریقین:

مَنْ مَّاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔

جس قدر صحابہ وتابعین مقابل حضرت امیر المومنین علیہ السلام جنگ جمل یا صفین میں قتل ہوئے یا بعد اس کے بھی حضرت سے منحرف ومخالف رہے وہ بحالت کفر وجاہلیت مرے اور اگر بعض اہل سنت قابل خلافت معاویہ ہوئے ہیں تو وہ بھی بعد صلح امام حسن علیہ السلام کے ہوئے ہیں ''كَمَا مَرَّ عَنِ الصَّوَاعِقِ''، پس اس زمانہ تک منکرین امامت کافران واجب القتل مبتلائے موت جاہلیت تھے، اور بروایت سنن نسائی:

عَنْ عَرْفَجَةَ بْنِ شُرَيْحٍ الْاَشْجَعِيِّ قَالَ :رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْمِنْبَرِ يَخْطُبُ النَّاسَ، فَقَالَ :اِنَّهٗ سَتَكُوْنُ مِنْ بَعْدِيْ هَنَاتٌ وَهَنَاتٌ، فَمَنْ رَاَيْتُمُوْهُ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ، اَوْ يُرِيْدُ تَفَرُّقَ اَمْرِ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، كَائِنًا مَنْ كَانَ، فَاقْتُلُوْهُ، فَاِنَّ يَدَ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ، فَاِنَّ الشَّيْطَانَ مَعَ مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ يَرْكُضُ۔

ثابت ہے کہ اصحاب جمل وصفین نے تفرقہ جماعت کیا کیونکہ بیعت حضرت امیر علیہ السلام بحسب مذاق اہل سنت باجماع مہاجرین وانصار ہو چکے تھے اور خلفائے راشدین میں ان کو خلیفۂ چہارم سمجھتے ہیں، پس مفرقین جماعت واجب القتل تھے اور نہایہ ابن اثیر میں ہے۔

وَمِنْهُ حَدِيْثُ عَلِيٍّ:

«اُمِرْتُ بِقِتَالِ النَّاكِثِيْنَ، وَالْقَاسِطِيْنَ، وَالْمَارِقِيْنَ.» اَلنَّكْثُ :نَقْضُ الْعَهْدِ، وَالْاِسْمُ :اَلنَّكْثُ، بِالْكَسْرِ. اَرَادَ بِهِمْ اَهْلَ وَقْعَةِ الْجَمَلِ، لِاَنَّهُمْ كَانُوْا بَايَعُوْهُ ثُمَّ نَقَضُوْا بَيْعَتَهٗ وَقَاتَلُوْهُ، وَاَرَادَ بِالْقَاسِطِيْنَ اَهْلَ الشَّامِ، وَبِالْمَارِقِيْنَ الْخَوَارِجَ۔

پس بہر صورت خواہ منکر امامت ہوں خواہ مفرق جماعت ہوں، خواہ ناکث بیعت ہوں، واجب القتل وصاحبان بدعت وزندیقان امت وگرفتاران موت جاہلیت تھے، اور عذر خون عثمان ناحق کیا کیونکہ دعوی خون عثمان اولیائے خون عثمان کو یا امام زمان کو ہے، دعوی خون سزاوار ہے نہ اغیار واشرار کو اور نہ اجتہاد مقابل نص ومخالف امام جائز ہے۔

كَمَا مَرَّ غَيْرَ مَرَّةٍ، فَافْهَمْ وَتَبَصَّرْ وَاعْتَبِرْ وَتَذَكَّرْ، فَهٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ لِمَنِ ادَّكَرَ، وَفِكْرَةٌ لِمَنِ افْتَقَرَ، وَعِبْرَةٌ لِمَنِ اعْتَبَرَ۔

توضیح ۱۷، فیہ تصریح و تفضیح

(۱) قَالَ الزَّمَخْشَرِیُّ فِیْ رَبِیْعِ الْاَبْرَارِ کَانَ مُعَاوِیَۃُ یُعَرّٰی اِلٰی اَرْبَعَۃٍ :اِلٰی مُسَافِرِ بْنِ اَبِیْ عَمْرٍو، وَاِلٰی عُمَارَۃَ بْنِ الْوَلِیْدِ، وَاِلَی الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ، وَاِلَی الصَّبَّاحِ مُغَنِّیْ اَسْوَدَ کَانَ لِعُمَارَۃَ بْنِ الْوَلِیْدِ. قَالُوْا :کَانَ اَبُوْ سُفْیَانَ دَمِیْمًا قَصِیْرًا، وَکَانَ الصَّبَّاحُ شَابًّا وَسِیْمًا، فَدَعَتْہُ ھِنْدٌ اِلٰی نَفْسِھَا بِغَیْبَتِھَا، وَقَالُوْا :اِنَّ عُتْبَۃَ بْنَ اَبِیْ سُفْیَانَ مِنَ الصَّبَّاحِ اَیْضًا.

یعنی معاویہ چار شخصوں کی طرف منسوب کیا جاتا ہے مسافر بن ابی عمیر و عمارۃ بن ولید و عباس بن عبدالمطلب وصباح مغنی عمارہ بن ولید، کہتے ہیں کہ ابوسفیان بدصورت و کوتاہ قامت تھا اور صباح مغنی خوبصورت، جسیم القامت تھا، ہند نے اس سے لگاوٹ کر کے معاشرت کی۔ کہتے ہیں کہ عتبہ بن ابی سفیان بھی صباح مغنی سے تھا۔

(۲) فاضل معتزلی ابن ابی الحدید نے لکھا ہے کہ حضرت عقیل آخر میں نابینا ہو گئے تھے، ایک دن معاویہ کے پاس آئے، پوچھا کہ تمہارے پہلو میں کون ہے؟ معاویہ نے کہا عمرو بن عاص ہے، حضرت عقیل نے کہا یہ وہی ہے کہ جس پر چھ شخصوں نے دعوی کیا اور قصاب قریش سب پر غالب ہوا۔ اور کون ہے؟ معاویہ نے کہا ضحاک بن قیس، حضرت عقیل نے کہا:

اَمَا وَاللّٰہِ لَقَدْ کَانَ اَبُوْہُ جَیِّدَ الْاَخْذِ لِعُسُبِ التُّیُوْسِ.

یعنی قسم بخدا باپ اس کا کرایہ بڑا لینے والا تھا مینڈھوں کے جفتی کا۔

اور کون ہے؟ معاویہ نے کہا ابوموسے اشعری، حضرت عقیل نے کہا یہ پسر مراقہ ہے، معاویہ نے کہا مجھ کو کیا کہتے ہو؟ حضرت عقیل نے کہا کہ پس اب کیا ذکر، جانے دو۔ معاویہ نے کہا ضرور کہو، حضرت عقیل نے کہا تم حمامہ کو جانتے ہو؟ معاویہ نے کہا حمامہ کون ہے؟ حضرت عقیل نے کہا پس اس قدر میں نے کہہ دیا، پھر کہہ کر چلے گئے۔ معاویہ نے واقف کاران انساب سے دریافت کیا ایک شخص نے کہا امان ملے تو کہوں؟ معاویہ نے کہا اچھا بیان کرو، اس نے کہا کہ حمامہ تمہاری دادی یعنی مادر ابی سفیان زمان جاہلیت میں آوارہ و بدکار مشہور تھی۔

فَقَالَ مُعَاوِیَۃُ لِجُلَسَائِہٖ :قَدْ سَاوَیْتُکُمْ وَزِدْتُ عَلَیْکُمْ

یعنی معاویہ نے اپنے مصاحبوں سے کہا کہ ہم تم برابر ہو گئے بلکہ زیادہ ہو گئے۔

(۳) زہر الربیع میں لکھا ہے کہ بعد وفات ہارون الرشید کے ان کے صاحبزادہ بلند اقبال امین نے اپنی عمہ معظّمہ مسمی بحسنہ سے زنا کیا، وہ سمجھا تھا کہ باکرہ ہیں مگر ثیبہ پائی گئیں، پوچھا کہ یہ کیا سبب ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ تمہارے باپ

ہارون الرشید نے کوئی باکرہ عورت بغداد میں چھوڑی ہے جو ہم کو چھوڑتے۔

وَقَدْ سَبَقَهٗ بِهٰذِهِ الْفَضِيْلَةِ يَزِيْدُ بْنُ مُعَاوِيَةَ بِالنِّسْبَةِ اِلٰى عَمَّتِهٖ، وَاَنَّهَا اعْتَذَرَتْ بِمُعَاوِيَةَ، وَاَنَّهٗ افْتَضَحَ بِكَارَتِهَا۔

اور اگر اس سے بالاتر نظر ثانی کی جائے تو ان کے ماقبل زیادہ تر شرف حسب ونسب لاثانی معلوم ہوتا ہے۔

قَالَ الشَّاعِرُ الْمَاهِرُ

وَاِنَّهٗ لَذِكْرُكَ وَقَوْمُكَ. مَنْ جَدُّهٗ خَالُهٗ، وَوَالِدُهٗ

وَاُمُّهٗ اُخْتُهٗ، وَعَمَّتُهٗ، اَجْدَرُ اَنْ يُبْغِضَ الْوَصِيَّ،

وَاَنْ يَجْحَدَ يَوْمَ الْغَدِيْرِ بَيْعَتَهٗ.

(۴) ایک دن معاویہ نے کہا ایہا الناس حق تعالیٰ نے قریش کو تین بزرگیوں کے ساتھ یاد کیا، چنانچہ فرمایا ہے:

﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾

اور ہم عشیرہ اقرابین ہیں۔ اور فرمایا ہے:

﴿وَاِنَّهٗ لَذِكْرٌ لَّكَ وَلِقَوْمِكَ﴾

اور ہم ان کی قوم ہیں۔ اور فرمایا ہے:

''سَلَافُ قُرَيْشٍ اِيْلَافُهُمْ''

اور ہم قریش ہیں۔

یہ سن کر ایک انصاری نے جواب دیا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ كَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ﴾

اور تم قوم پیغمبر ہو۔

اور فرمایا ہے:

﴿وَ لَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا اِذَا قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّوْنَ﴾

اور تم قوم پیغمبر ہو۔

اور حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ قَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا﴾

اور تم قوم پیغمبر ہو۔

پس یہ تین جواب فضیلت کے ہیں اور اگر زیادہ بیان کرو تو زیادہ جواب سنو۔

(۵) ابن ابی الحدید [1] نے لکھا ہے ایک دن معاویہ نے حضرت عقیل سے کہا کہ تمہارے چچا ابولہب آتش میں کہاں ہیں؟ انہوں نے جواب دیا جا کر دیکھو کہ تمہاری پھوپھی حمالۃ الحطب کو بطور فرش بچھائے اس پر بیٹھے ہیں، پھر دیکھو کہ کس کا بدتر حال ہے ناکح کا یا منکوحہ کا، لکھا ہے کہ ابولہب کی بی بی ام جمیل بنت حرب پھوپھی معاویہ کی تھی۔

(۶) مشہور ہے کہ ایک دن [2] معاویہ نے حضرت عقیل سے کہا کہ تم بنی ہاشم کس قدر پر شہوت وزنکہ باز ہو، حضرت عقیل نے کہا کہ شہوت کی دو حصہ منقسم ہوئے، نصف بنی ہاشم کے مردوں کو دیا گیا اور نصف بنی امیہ کی عورتوں کو دیا گیا، ہمارے مرد پر شہوت ہیں تمہاری عورتیں پر شہوت ہیں۔

(۷) ایک دن معاویہ نے حضرت عقیل سے کہا کہ یہ ہمارے پاس ہیں اس سے معلوم ہوا کہ اپنے بھائی علی ابن ابی طالبؑ سے بہتر جانتے ہیں، حضرت عقیل نے فرمایا کہ امور دین میں ہم اپنے بھائی کو بہتر جانتے ہیں امور دنیا میں تم کو بہتر جانتے ہیں۔

(۸) ایک دن معاویہ نے کہا کہ عقیل ہمارے ساتھ ہیں یہ دلیل ہے اس امر کی کہ ہم حق پر ہیں حضرت عقیل نے کہا کہ جنگ بدر میں بھی ہم تمہارے ساتھ تھے وہ دن بھی یاد کرو یعنی دلیل حق کی نہ رہے۔

(۹) صاحب زہرۃ الربیع [3] نے لکھا ہے کہ

معاویہ نے بیان کیا کہ ایک دن خدمت جناب رسالت مآب میں حاضر تھا کہ علقمہ بن وائل وارد ہوا، حضرت نے فرمایا کہ اے معاویہ علقمہ کو لے جا کر واسطے ضیافت کے فلاں شخص کے مکان میں فروکش کرا اور وہ مقام مسجد نبوی سے بہت دور تھا پس علقمہ ناقہ پر سوار ہوا اور میں پیادہ چلا اور پابرہنہ تھا اور ہوائے گرم تمازت آفتاب سے زمین نفتان تھی، میں نے کہا اے علقمہ مجھ کو اپنے خواصی میں بٹھالو، علقمہ نے کہا تو اکابر و عمائد کی خواصی کے قابل نہیں ہے، میں نے کہا کہ میں معاویہ بن ابی سفیان ہوں علقمہ نے کہا کہ میں سن چکا ہوں، میں نے کہا کہ تم تو سوار ہو تمہاری نعلین بیکار ہیں مجھ کو دے دو کہ میں پہن لوں، علقمہ نے کہا کہ تو اس قابل نہیں ہے۔ پس میں اس کی اردلی میں پیادہ پا و برہنہ پا اس مکان تک گیا اور جس قدر ذلت اس دن اٹھائی کبھی نہ اٹھائی تھی۔

(۱۰) حضرت عقیل نابینا ہو گئے تھے، ایک دن معاویہ کے پاس آئے، معاویہ نے اپنے برابر تخت پر بٹھالیا، بعد اس کے معاویہ نے کہا اے معاشر بنی ہاشم تمہاری آنکھوں پر بہت زوال آتا ہے۔ حضرت عقیل نے کہا کہ تم معاشر بنی امیہ کے

---

[1] کتاب عقد جلد ۲ ص ۱۳۳ میں بھی یہ روایت ہے۔

[2] کتاب العقد ج ۲ ص ۱۳۳۔ قَالَ لَهٗ يَوْمًا :مَا اَبْيَنَ الشَّبَقَ فِيْ رِجَالِكُمْ يَا بَنِيْ هَاشِمٍ؟!قَالَ :لٰكِنَّهٗ فِيْ نِسَائِكُمْ اَبْيَنُ، يَا بَنِيْ اُمَيَّةَ. ایضًا ص ۱۴۰۔ قَالَ مَرْوَانُ :اِنَّ فِيْكُمْ يَا بَنِيْ هَاشِمٍ خَصْلَةَ سُوْءٍ. فَقَالَ الْحَسَنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ :وَمَا هِيَ؟ قَالَ :اَلْغُلْمَةُ. قَالَ :اَجَلْ، نُزِعَتِ الْغُلْمَةُ مِنْ نِسَائِنَا، وَوُضِعَتْ فِيْ رِجَالِنَا، وَنُزِعَتِ الْغُلْمَةُ مِنْ رِجَالِكُمْ، وَوُضِعَتْ فِيْ نِسَائِكُمْ، فَمَا قَامَ لِاُمَيَّةَ اِلَّا هَاشِمِيٌّ. اِنْتَهٰى بِقَدْرِ الْحَاجَةِ.

[3] کتاب عقد جلد ۲ ص ۱۳۳ ایضًا۔

چشمہائے بصیرت پر بہت زوال آتا ہے۔

(۱۱) وَفِي الْأَثَرِ :اِنَّ شَرِيْكَ بْنَ الْأَعْوَرِ دَخَلَ عَلٰى مُعَاوِيَةَ، وَكَانَ دَمِيْمًا، فَقَالَ لَهٗ مُعَاوِيَةُ:اِنَّكَ الدَّمِيْمُ، وَالْجَمِيْلُ خَيْرٌ مِنَ الدَّمِيْمِ، وَاِنَّكَ شَرِيْكٌ، وَمَا لِلّٰهِ مِنْ شَرِيْكٍ، وَاِنَّ اَبَاكَ الْأَعْوَرُ، وَالصَّحِيْحُ خَيْرٌ مِنَ الْأَعْوَرِ، فَكَيْفَ سُدْتَ قَوْمَكَ؟

یعنی شریک بن اعور سے معاویہ نے کہا تو بدصورت ہے اور خوبصورت بہتر ہے بدصورت سے اور تو شریک ہے خدا کے واسطے کوئی شریک نہیں اور تیرا باپ یک چشم ہے اور دو چشم والا بہتر ہے یک چشم سے، پھر تو کیوں کر سردار قوم ہو گیا۔

فَقَالَ :اِنَّكَ مُعَاوِيَةُ، وَمَا مُعَاوِيَةُ اِلَّا كَلْبَةٌ عَوَتْ فَاسْتَعْوَتْ كِلَابَهَا، وَاِنَّكَ لَابْنُ صَخْرٍ، وَالسَّهْلُ خَيْرٌ مِنَ الصَّخْرِ، وَاِنَّكَ لَابْنُ حَرْبٍ، وَالسِّلْمُ خَيْرٌ مِنَ الْحَرْبِ، وَاِنَّكَ لَابْنُ اُمَيَّةَ، وَمَا اُمَيَّةُ اِلَّا اُمَّةٌ ذَلَّتْ فَصَغُرَتْ، فَكَيْفَ صِرْتَ عَلَيْنَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ؟

یعنی شریک نے جواب دیا کہ تو معاویہ ہے اور معاویہ کے معنی سگ مادہ ہیں کہ جو بھونکتی ہے اور اپنے ساتھ کتوں کو بھونکاتی ہے اور تو پسر صخر ہے صخر بمعنی سنگ ہے اور زمین ہموار بہتر ہے سنگ سے اور تو پسر حرب ہے حرب بمعنی جنگ و پیکار ہے اور صلح سلامتی بہتر ہے جنگ و پیکار سے اور تو پسر امیہ ہے اور امیہ تصغیر ہے امت کی پس تو ہم پر امیر المومنین کیوں کر بن گیا۔

ثُمَّ خَرَجَ مِنْ عِنْدِهٖ وَهُوَ يَقُوْلُ:

اَيَشْتُمُنِيْ مُعَاوِيَةُ بْنُ حَرْبٍ ... وَسَيْفِيْ صَارِمٌ، وَمَعِيْ لِسَانِيْ.[1]

(۱۲) ایک دن خطبہ میں معاویہ نے کہا کہ حق تعالی نے فرمایا ہے:

﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ﴾ فَلَا تَلُوْمُوْنِيْ

یعنی کوئی شے ایسی نہیں ہے کہ جس کا خزانہ ہمارے پاس نہیں ہے لیکن ہم اس کو معین مقدار نازل کرتے ہیں پس تم لوگ ہم کو کیوں ملامت کرتے ہو۔ یہ سن کر احنف نے کہا کہ

''مَا نَلُوْمُكَ عَلٰى مَا فِيْ خَزَائِنِ اللّٰهِ، وَلٰكِنْ عَلٰى مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنْ خَزَائِنِهٖ، فَجَعَلْتَهٗ فِيْ خَزَائِنِكَ، وَحُلْتَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهٗ''

یعنی جو خزائن الٰہی میں ہے اس پر ملامت نہیں کرتے ہیں بلکہ جو حق تعالیٰ نے اپنے خزائن سے نازل کیا ہے اور تم نے اپنے خزائن میں داخل کیا ہے اور ہمارے اس کے درمیان میں دخل و تصرف کو

[1] کتاب عقد، ج ۲، ص ۱۳۳۔

حائل کیا ہے اس پر ملامت کرتے ہیں۔

(۱۳) کامل بہائی میں لکھا ہے کہ ایک دن معاویہ بن ابی سفیان سر منبر خطبہ فرماتے تھے، بڑے زور وشور سے گوز مارا، اس سفاحت سے بہت تعجب ہوا، معاویہ نے خطبہ قطع کر کے فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ اَبْدَانَنَا، وَجَعَلَ فِیْهَا رِیَاحًا، وَجَعَلَ خُرُوْجَهَا لِلنَّفْسِ رَاحَةً، فَرُبَّمَا اتَّفَقَتْ فِیْ غَیْرِ وَقْتِهَا، فَلَا جُنَاحَ عَلٰی مَنْ جَاءَ مِنْهُ ذٰلِكَ، وَالسَّلَامُ۔

یعنی خدا نے ہمارے اجسام پیدا کیے اور ان میں ریاح پیدا کیے اور ریاح کا نکلنا راحت نفس قرار دیا ،پس کبھی کبھی ناوقت بھی نکل جاتی ہے، پس کوئی قباحت نہیں ہے جو کسی کا گوز نکل جاوے، والسلام۔

یہ سن کر صعصعہ اٹھ کڑے ہوئے اور کہا کہ

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اَبْدَانَنَا، وَجَعَلَ فِیْهَا رِیَاحًا، وَجَعَلَ خُرُوْجَهَا لِلنَّفْسِ رَاحَةً، وَلٰكِنْ جَعَلَ اِرْسَالَهَا فِی الْكَنِیْفِ رَاحَةً، وَعَلَی الْمِنْبَرِ بِدْعَةً وَقَبَاحَةً، ثُمَّ قَالَ :قُوْمُوْا یَا اَهْلَ الشَّامِ، فَقَدْ خَرِیَ اَمِیْرُكُمْ، فَلَا صَلَاةَ لَهٗ وَلَا لَكُمْ، ثُمَّ تَوَجَّهَ اِلَی الْمَدِیْنَةِ۔

یعنی صعصعہ نے کہا کہ حق تعالیٰ نے ہمارے اجسام کو پیدا کیا اور ان میں ریاح کو پیدا کیا اور ان کا نکلنا راحت نفس بنایا لیکن بیت الخلا میں اخراج ریاح باعث راحت ہے اور سر منبر گوز مارنا بدعت وقباحت ہے، اٹھو اہل شام کہ تمہارے امیر نے لید کر دی، نہ اس کی نماز درست ہے نہ تمہاری، یہ کہہ کر مدینہ چلے گئے۔

(۱۴) سید نعمت اللہ جزائری نے لکھا ہے کہ

''جو واقعات صفین میں گزرے اور کشت وخون صحابہ وتابعین کا بسبب معاویہ کے ہوا اظہر من الشمس و ابین من الامس ہے تا اینکہ حضرت امیر علیہ السلام اس کا کشت وخون حلال سمجھتے تھے اور معاویہ حضرت کا خون حلال ومباح سمجھتا تھا اور جو ان میں سے دوسرے کے ہاتھ لگتا اس کو قتل کر ڈالتا، مع ھذا اس کو امیر معاویہ وخال المومنین کہتے ہیں کیونکہ اس کی بہن ام حبیبہ منجملہ ازواج نبی کے تھی لیکن محمد بن ابی بکر برادر ام المومنین عائشہ کو خال المومنین نہیں کہتے ہیں حالانکہ ام المومنین عائشہ کو سب پر فضیلت دینے میں سبب اس کا یہ ہے کہ محمد بن ابی بکر ربیب حضرت امیر المومنین علیہ السلام تھے اور مثل فرزندوں کے ان کو پرورش کیا اور بہت محبت فرماتے تھے بدین سبب ان کو رافضی قرار دیا اور تفسیر آیہ ﴿تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ﴾ میں محمد بن ابی بکر کو میت اور ابو بکر کو زندہ قرار دیا۔ انتھی''

(۱۵) مخالفین کہتے ہیں کہ حضرت امیر علیہ السلام مجتہد مصیب تھے ان کو دو اجر ملیں گے اور معاویہ و عائشہ مجتہد خاطی تھے ان کو اجر واحد ملے گا پس نتیجہ یہ ہے کہ مقتولین دونوں طرف کے داخل بہشت ہوں گے۔ اس کا جواب حضرت امیر علیہ السلام نے خود ارشاد فرمایا ہے کہ

طُوْلِبْتُ بِدَمِ عُثْمَانَ، فَظَنُّوْا اِنَّنِیْ مِنْهُمْ، وَحَارَبَتْنِیْ عَائِشَةُ وَمُعَاوِیَةُ.وَكَلَّنِیْ بَعْدَ قَلِیْلٍ، وَهُمْ یَقُوْلُوْنَ :اَلْقَاتِلُ وَالْمَقْتُوْلُ فِیْ جَنَّةٍ عَالِیَةٍ، وَنَسُوْا مَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی :﴿وَ كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ فِیْهَا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَیْنَ بِالْعَیْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ﴾ وَقَوْلُهٗ تَعَالٰی ﴿وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا﴾

پس مقابل نص قران اور مقابل امام زمان اجتہاد باطل ہے۔

(۱۶) حکایت ہے کہ عالم جلیل امیر نبیل ابوالقاسم فندرسکی سے بادشاہ نے کہا کہ تم لعن معاویہ کو کیوں جائز جانتے ہو انہوں نے کہا کہ وقت التہاب آتش جنگ وجدال اور اشتعال نائرہ حرب وقتال ایک لشکر کے افسر امیر المومنین علی ہوں، دوسرے کے افسر معاویہ ہوں تو بادشاہ جمجاہ کس طرف ہوں گے؟ بادشاہ نے کہا امیر المومنین علی کی طرف ہوں گے۔ امیر موصوف نے کہا کہ اگر معاویہ یقصد قتل امیر المومنین علی شمشیر کف آوے اور حضرت امیر علیہ السلام آپ کو حکم دیں کہ قتل کرو تو آپ قتل کریں گے یا نہیں؟ بادشاہ نے کہا بے شک ہم اس کو قتل کریں گے اور ضرب شمشیر سے سر اس کا جدا کر دیں گے۔ امیر موصوف نے کہا خدا بادشاہ کی عزت و اقبال بلند کرے جبکہ قتل واجب ہوا تو لعن اس پر کیونکر جائز نہ ہوا؟ پس بادشاہ متبسم ہو کر ساکت ہو گیا۔

(۱۷) اکثر علمائے اہل سنت نے لکھا ہے کہ معاویہ اور ابوسفیان باپ اس کا مولفۃ القلوب سے تھا۔ ابن عبد البر نے استیعاب میں لکھا ہے:

مُعَاوِیَةُ وَاَبُوْهُ مِنَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ۔

(۱۸) ابن اثیر علامہ اہل سنت نے جامع الاصول میں روایت کی ہے کہ معاویہ آخر عمر میں کہتا تھا:

لَیْتَنِیْ كُنْتُ رَجُلًا مِنْ قُرَیْشٍ بِذِیْ طُوًی، وَاَنِّیْ لَمْ اَلِ مِنْ هٰذَا الْاَمْرِ شَیْئًا.

افسوس و تحسر بھی فرماتے تھے اور پھر یزید فرزند رشید کو بھی خلیفہ بنا گئے۔

(۱۹) ابن ابی الحدید و بیہقی وغیرہ نے روایت کی ہے:

اِنَّهٗ رَاٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ اَبَا سُفْیَانَ مُقْبِلًا عَلٰی حِمَارٍ، وَمُعَاوِیَةُ ابْنُهٗ یَقُوْدُهٗ، وَاَخُوْهُ یَسُوْقُهٗ، فَقَالَ:لَعَنَ اللّٰهُ الرَّاكِبَ وَالْقَائِدَ وَالسَّائِقَ.

(۲۰) اب حسن اسلام وحسن اعتقاد معاویہ ملاحظہ ہو کہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں روایت کی ہے کہ ظروف نقرئی و طلائی وزن سے زائد قیمت پر فروخت کیے، ابودرداصحابی نے کہا میں نے سنا ہے جناب رسالتمآب کو ممانعت فرماتے تھے معاویہ نے کہا کہ میری رائے میں کچھ قباحت نہیں ہے۔ ابودرداء نے کہا کہ

مَنْ عَذِيْرِیْ مِنْ مُعَاوِيَةَ! أُخْبِرُهٗ عَنِ الرَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يُخْبِرُنِیْ عَنْ رَأْيِهٖ! وَاللّٰهِ لَا اَسْكُنَ بِاَرْضٍ اَنْتَ بِهَا۔

یعنی اب کون شخص ایسا ہے کہ معذور رکھے معاویہ سے کیونکہ ہم حدیث رسول بیان کرتے ہیں اور وہ اپنی رائے اور اجتہاد ظاہر کرتا ہے، اب جس سرزمین پر تو ہوگا کبھی وہاں نہ رہوں گا۔

بعد اس کے عمر بن خطاب سے جا کر یہ حال بیان کیا انہوں نے کہا:

لَا تُتْبِعْ ذٰلِكَ اِلَّا مَثَلًا بِمَثَلٍ، وَوَزْنًا بِوَزْنٍ۔

لیکن کچھ مواخذہ گستاخی و بیبا کی نہ فرمایا۔ ''وَلَنِعْمَ مَاقِيْلَ'' وزیرے چنین شہر یارے چنان

(۲۱) بیہقی نے جو اعظم محدثین اہل سنت سے ہیں، سنن میں سعید بن جبیر سے روایت کی ہے کہ ابن عباس نے عرفہ میں پوچھا کہ اے سعید کیا سبب ہے کہ لوگوں کو تلبیہ کرتے نہیں سنا سعید نے کہا کہ بسبب خوف معاویہ کے، پس ابن عباس اپنے خیمہ سے باہر نکلے اور بآواز بلند کہا۔

لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، وَاِنْ رَغِمَ اَنْفُ مُعَاوِيَةَ۔ اَللّٰهُمَّ الْعَنْهُمْ، فَقَدْ تَرَكُوْا السُّنَّةَ مِنْ بُغْضِ عَلِيٍّ۔

اس سے ثابت ہے کہ معاویہ نے محض بغض حضرت امیر علیہ السلام سے سنت تلبیہ کی ممانعت کی تھی۔

(۲۲) بغوی نے تفسیر سورۂ کہف میں لکھا ہے کہ معاویہ جنگ روم میں بمقام کہف پہنچا تو کہا کہ اگر غار کہف منکشف کیا جاوے تو ان کا حال ہم دیکھیں۔ ابن عباس نے کہا کہ حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ممانعت کی تھی پس تجھ کو جائز نہیں ہے اور آیہ

﴿لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا﴾

پڑھی، لیکن معاویہ نے کچھ اعتنا نہ کی اور کچھ لوگ بھیجے کے داخل کہف ہو کر حال بیان کریں، پس وہ داخل کہف ہوئے تو ایک بادسموم ایسی چلی کہ جل کر خاک ہو گئے۔

(۲۳) حدیث مشہور اہل سنت یہ ہے کہ ''لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالٍ'' اب یہاں قابل غور ہے کہ اجتماع کل امت حضرت امیر علیہ السلام پر نہیں ہوا کیونکہ ناکثین بیعت بحسب تصریح حبیب السیر تیس ہزار تھے جن کے افسر طلحہ وزبیر وعائشہ ام المومنین تھیں اور مارقین بھی چند ہزار تھے اور قاسطین بہ سرکردگی معاویہ ہزاران ہزار بے حد و بے شمار تھے اور سب فرقوں میں

صحابہ وتابعین ومہاجر وانصار شریک ومددگار تھے، پس اجماع کل امت خلافت حضرت شاہ ولایت پر صادق نہیں آتا ہے اس صورت میں خلیفۃ چہارم نہ ٹھہرے حالانکہ خلافت جناب ولایت مآب باتفاق فریقین صحیح ہے، پس معنی صحیح حدیث مذکور کے یہ ہیں کہ جمیع امت ضلالت پر اجماع نہ کرے گی بلکہ کوئی نہ کوئی اس میں حق پر ضرور ہوگا، اور تفسیر اس کی حدیث صحیح میں موجود ہے:

سَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَسَبْعِیْنَ فِرْقَةً، کُلُّهَا فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً.

اور توضیح اس حدیث کی کہ کون فرقہ ضلالت پر نہ ہوگا یہ ہے کہ

اِنِّیْ تَارِكٌ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ :کِتَابَ اللهِ وَعِتْرَتِیْ اَهْلَ بَیْتِیْ، مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ.

پس متمسکان قرآن واہل بیتؑ کے واسطے فرمایا ہے کہ ''لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ'' نہ قائلان ''حَسْبُنَا کِتَابُ اللهِ'' کے واسطے اور وہی مراد ''لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلٰی ضَلَالٍ'' میں ہے اور پھر تصریح فرقہ ناجی کی یہ ہے کہ

مَثَلُ اَهْلِ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَةِ نُوْحٍ، مَنْ رَکِبَهَا نَجَا، وَتَخَلَّفَ عَنْهَا غَرِقَ وَهَوٰی۔

اور اسی واسطے عمار سے ارشاد نبوی صادر ہوا ہے کہ

یَا عَمَّارُ، اِنْ سَلَکَ النَّاسُ کُلُّهُمْ وَادِیًا فَاسْلُكْ وَادِیًا سَلَکَ فِیْهِ عَلِیٌّ، وَخَلِّ النَّاسَ طُرًّا۔

اور بدین سبب حضرت شاہ ولایت علیہ السلام نے معنی جماعت میں فرمایا ہے:

فَاَمَّا اَهْلُ الْجَمَاعَةِ فَاَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ، وَاِنْ قَلُّوْا، وَذٰلِكَ الْحَقُّ عَنْ اَمْرِ اللهِ وَاَمْرِ رَسُوْلِهٖ. فَاَمَّا اَهْلُ الْفُرْقَةِ فَالْمُخَالِفُوْنَ لِیْ وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ، وَاِنْ کَثُرُوْا۔

پس اب اجماع سقیفہ محل نظر ہے:

هٰذَا فَاِنَّهٗ تَقْرِیْرٌ جَدِیْرٌ بِطَرْزٍ رَشِیْدٍ سَدِیْدٍ، کَمَا مَرَّ غَیْرَ مَرَّةٍ، فَافْهَمْ وَتَبَصَّرْ وَاعْتَبِرْ وَتَذَکَّرْ، فَهٰذِهٖ تَذْکِرَةٌ لِاُولِی الْاَلْبَابِ.

فقرہ(۱۸)

بَلٰی! وَاللّٰہِ لَقَدْ سَمِعُوْھَا وَ وَعَوْھَا، وَ لٰکِنَّھُمْ اِحْلَوْلَتِ الدُّنْیَا فِیْ اَعْیُنِھِمْ، وَرَاقَھُمْ زِبْرِجُھَا.

تشریح: بعض نسخ میں ہے ''اِحْلَوْلَتِ الدُّنْیَا'' اور بعض میں ہے ''حَلِیَتِ الدُّنْیَا'' صاحب صراح نے لکھا ہے:

حُلْوٌ بِالضَّمِّ، شیرین، وَحَلَا وَاِحْلَوْلٰی بِعَیْنِیْ، وَلَمْ یَجِیْٔ عَلٰی اِفْعَوْعَلٍ مُتَعَدِّیًا اِلَّا ھٰذَا الْحَرْفُ، وَحَرْفٌ اٰخَرُ، وَھِیَ عَرُوْرِیَّۃُ الْفَرَسِ، وَحِلْیَۃُ السَّیْفِ: آرایش شمشیر ، وَحَلِیَ، پیرایہ کردن زن. وَحَلِیَ بِعَیْنِیْ اِذَا اَعْجَبَکَ.

اور صاحب نہایہ لغت نے لکھا ہے:

فِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ :لٰکِنَّھُمْ حَلِیَتِ الدُّنْیَا فِیْ اَعْیُنِھِمْ. یُقَالُ :حَلِیَ الشَّیْءُ بعینی یَحْلٰی اِذَا اسْتَحْسَنْتَہٗ، حَلَا الشَّیْءُ بِفمی یَحْلُوْ.

بہر حال مراد یہ ہے کہ لذایذ دنیائے فانی وحظوظِ ملاذِ نفسانی، ان کے کام وجان میں نہایت شیریں ومرغوب، اور آرایش وزیبائشِ دنیا ان کی چشمِ ظاہر بین میں خوش نما، محبوب، منظور ومطلوب معلوم ہوئے۔ وَرَاقَ یَرُوْقُ رَوْقًا بمعنی خوش آمدن و''زِبْرِجُ''بمعنی آرایش۔

قَالَ ابْنُ الْاَثِیْرِ فِی النِّھَایَۃِ فِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ :رَاقَھُمْ زِبْرِجُھَا، اَلزِّیْنَۃُ وَالذَّھَبُ.

توضیح ۲۷، فیہ تصریح صریح

حاصل کلام صدق نظام یہ ہے کہ ہاں قسم بخدا بہ تحقیق کہ اس آیہ وافی ہدایہ کو بگوش وہوش سنا ہے اور خوب یاد ہے لیکن لذات فانی شہوات نفسانی پر شیفتہ زیب وزینت دنیائے فانی زخارف مکائد شیطانی پر فریفتہ ہو گئے، محبت زخارف دنیا و لذات دنیا نے بادہ غفلت سے مدہوش اور خمار جہالت سے دین ودنیا فراموش کر دیا، اگر یہ آیہ وافی ہدایہ نہ بھی ہوتا تو یہ عذر ہوتا کہ حکم جناب احدیت سے ناواقف اور مرضی جناب صمدیت سے غیر عارف ہیں لیکن جب کہ حضرت نے قسم فرما کر ارشاد کیا کہ قسم بخدا کہ ان لوگوں نے اسی آیہ کریمہ کو سنا ہے اور یاد ہے لیکن محبت دنیا وطمع زخارف دنیا نے ان کو ایسا مست ومدہوش کر دیا کہ احکام الٰہی وشریعت رسالت پناہی کو ترک کر دیا۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿تِلْکَ الدَّارُ الْاٰخِرَۃُ نَجْعَلُھَا لِلَّذِیْنَ لَا یُرِیْدُوْنَ عُلُوًّا فِی الْاَرْضِ وَ لَا فَسَادًا ؕ وَ

الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ﴾

یعنی دار آخرت ہم نے مخصوص کیا ہے ان لوگوں کے واسطے کہ جو سرکشی وتمرد وطغیان کے طالب نہیں ہیں اور تعلّی وترقی دنیوی کے راغب نہیں ہیں، کبر وغرور فساد وشرور سے برکنار، معاصی ومناہی سے پرہیز گار ہیں تو اب کوئی عذر ناواقفیت یا غفلت باقی نہ رہا، پس نتیجہ یہ ہے کہ جو ایسا کرتے ہیں جیسا کہ ناکثین مارقین وقاسطین نے کیا تو ان کے واسطے نہ حسن عاقبت، نہ خیریت آخرت ہے۔ صاحب مدارک التنزیل نے تفسیر کی ہے کہ

عَلَوْا فِي الْاَرْضِ عُلُوًّا اَیْ بِغَیًّا وَظُلْمًا وَفَسَادًا، اَیْ :عَمَلًا بِالْمَعَاصِیْ، اَوْ قَتْلَ النَّفْسِ، وَدُعَاءً اِلٰی عِبَادَةِ غَیْرِ اللّٰهِ.

پس ملاحظہ ہو کہ اس مصداق آیہ میں ناکثین و مارقین وقاسطین داخل ہو گئے کیونکہ بسبب مخالفت ومقاتلت حضرت امام علیہ السلام کی بغاوت وظلم اور تکبر وترفع بھی اختیار کیا اور ارتکاب معاصی واثام اور قتل نفوس انام اور طاعت حکام لئام کو بھی اختیار کیا، فلہٰذا حضرت امام علیہ السلام نے باشعار تمام وحسن کلام فرقہ ہائے ثلاثہ کو مصداق صفات مرقومہ آیہ وافی ہدایہ قرار دیا اور پھر ان کا عذر لاعلمی و جہالت وغفلت بھی برطرف فرما دیا کہ ہاں یہ حکم سنا ہے اور وہ لوگ جاہل نہیں ہیں۔ اور خوب یاد ہے وہ لوگ ساہی یا غافل نہیں ہیں مگر بمصداق حُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ ، ان کے چشم وگوش عقل وہوش کو حب دنیا نے اعمی واصم کر دیا ہے جو کہ شرح ذمایم محبت دنیائے غدارہ وقبائح زخارف نفس امارہ ومکاید عجوزہ مکارہ موجب اطناب مخل وبسط ممل ہے۔ کلام علامہ غزالی امام اہل سنت قابل تحریر مقام ہے:

قَالَ فِيْ سِرِّ الْعَالَمِیْنَ :لٰکِنْ اَسْفَرَتِ الْحُجَّةُ وَجْهَهَا، وَاَجْمَعَتِ الْجَمَاهِیْرُ عَلٰی مَتْنِ الْحَدِیْثِ مِنْ خُطْبَتِهٖ فِيْ یَوْمِ خُمٍّ بِاتِّفَاقِ الْجَمِیْعِ، وَهُوَ یَقُوْلُ »:**مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ**«، فَقَالَ عُمَرُ »:بَخٍ بَخٍ لَکَ یَا اَبَا الْحَسَنِ، لَقَدْ اَصْبَحْتَ مَوْلَایَ وَمَوْلٰی کُلِّ مُؤْمِنٍ وَمُؤْمِنَةٍ. «، فَهٰذَا تَسْلِیْمٌ وَرِضًی وَتَحْکِیْمٌ. ثُمَّ بَعْدَ هٰذَا غَلَبَ الْهَوٰی لِحُبِّ الرِّیَاسَةِ، وَحَمْلِ عَمُوْدِ الْخِلَافَةِ، وَعُقُوْدِ النُّبُوَّةِ، وَخَفَقَانِ الْهَوٰی فِيْ قَعْقَعَةِ الرَّایَاتِ، وَاشْتِبَاكِ ازْدِهَامِ الْخُیُوْلِ، وَفَتْحِ الْاَمْصَارِ، وَسَقَاهُمْ کَاْسَ الْهَوٰی،فَحَمَلَهُمْ عَلَی الْخِلَافَةِ فَعَادُوْا اِلَی الْخِلَافِ الْاَوَّلِ، فَنَبَذُوْهُ وَرَاءَ ظُهُوْرِهِمْ، وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِیْلًا، فَبِئْسَ مَا یَشْتَرُوْنَ.

یعنی دلیل روشن اور دست آویز مبرہن یہ ہے کہ جمہور انام نے اجماع کیا ہے غدیر خم میں جناب رسالت مآب نے فرمایا «**مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ**» اور عمر بن خطاب نے کہا مبارک مبارک اے ابوالحسن تم ہمارے مولا ہو اور ہر مومن ومومنہ کے مولا ہو، پس یہ کلمہ رضا وتسلیم اور انقیاد وتحکیم کا ہے لیکن بعد اس کے پھر ہوا وہوس نفسانی اور محبت سلطنت و

جہان بانی غالب ہوئی اور طمع نفسانی زخارف فانی پر راغب ہوئے، پرچم ہائے زرینکار علمہائے زرنگار کا ہوا میں لہرانا، ہجوم اسپہائے سبک رفتار، اژدحام اعوان وانصار کا نظر آنا، لذت شادمانی وکشورستانی حلاوت فرمانروائی وحکمرانی کا حاصل ہونا پسند آیا، پس بسبب غلبہ ہوا وہوس کے خلافت رسول کو لے لیا اور مثل زمان جاہلیت کے ضلالت پر مائل ہو گئے اور حکم خدا اور رسول سے روگردان ہو کر غافل ہو گئے پس عوض عہد و پیمان روز غدیر کے ثمن قلیل وحقیر یعنی دنیائے بی اعتبار و بی توقیر کو خرید کیا اور بہت برا کیا۔ ①

---

① تاریخ بلاذری میں روایت ہے :لَمَّا قُتِلَ الْحُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ، كَتَبَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ اِلى يَزِيْدَ بْنِ مُعَاوِيَةَ:اَمَّا بَعْدُ :فَقَدْ عَظُمَتِ الرَّزِيَّةُ، وَجَلَّتِ الْمُصِيْبَةُ، وَحَدَثَ فِي الْاِسْلَامِ حَدَثٌ عَظِيْمٌ، وَلَا يَوْمَ كَيَوْمِ الْحُسَيْنِ.فَكَتَبَ اِلَيْهِ يَزِيْدُ :اَمَّا بَعْدُ، يَا اَحْمَقُ! فَاِنَّنَا جِئْنَا اِلى بُيُوْتٍ مُنَجَّدَةٍ، وَفُرُشٍ مُمَهَّدَةٍ، وَوَسَائِدَ مُنَضَّدَةٍ، فَقَاتَلْنَا عَنْهَا، فَاِنْ يَكُنِ الْحَقُّ لَنَا فَعَنْ حَقِّنَا قَاتَلْنَا، وَاِنْ كَانَ الْحَقُّ لِغَيْرِنَا، فَاَبُوْكَ عُمَرُ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ هٰذَا، وَاسْتَأْثَرَ بِالْحَقِّ عَلى اَهْلِهِ.

فقرہ(۱۹)

اَمَا وَ الَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَاَ النَّسَمَةَ! لَوْ لَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ وَ قِیَامُ الْحُجَّةِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ وَ مَا اَخَذَ اللّٰهُ عَلَی الْعُلَمَاءِ اَنْ لَّا یُقَارُّوْا عَلٰی کِظَّةِ ظَالِمٍ وَّ لَا سَغَبِ مَظْلُوْمٍ، لَاَلْقَیْتُ حَبْلَهَا عَلٰی غَارِبِهَا وَ اَذَقْتُ اٰخِرَهَا بِکَاْسِ اَوَّلِهَا، وَ لَاَلْفَیْتُمْ دُنْیَاکُمْ هٰذِهٖ اَزْهَدَ عِنْدِیْ مِنْ عَفْطَةِ عَنْزٍ. بَیْدِ مَجْذُوْمٍ.

توضیح ۳۷ فیہ تلخیص وتشریح

فَلَقَ یَفْلُقُ فَلْقًا بمعنی شگافتن اور بعض علما نے تفسیر میں لکھا ہے:

﴿فَالِقُ الحَبِّ وَالنَّوٰی﴾ وَالحَبَّةُ هِیَ الحَبَّةُ الخَضْرَاءُ.

یعنی دانہ ہائے گندم ہستہ خرما ودیگر حبوب۔

مجمع البحرین میں ہے:

﴿وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّیْحَانِ﴾ اَلْحَبُّ الْحِنْطَةُ وَالشَّعِیْرُ، وَالْعَصْفُ التِّبْنُ، وَالرَّیْحَانُ مَا یُؤْکَلُ مِنْهُ. قَوْلُهٗ: حَبِّ الْحَصِیْدِ، فَسَّرُوْا بِالْحِنْطَةِ۔

صاحب نہایہ نے لغت فلق میں لکھا ہے:

فِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ: وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ، وَکَثِیْرًا مَّا کَانَ یُقْسِمُ بِهَا۔

اور لغت نسم میں لکھا ہے:

فِیْ حَدِیْثِ عَلِیٍّ: وَالَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَاَ النَّسَمَةَ، اَیْ: خَلَقَ ذَاتَ الرُّوْحِ، وَکَثِیْرًا مَّا کَانَ یَقُوْلُ اِذَا اجْتَهَدَ فِیْ یَمِیْنِهٖ۔

پس معنی یہ ہوئے کہ شگافتہ کیا دانہ کو جس سے انواع واقسام کے اشجار واز ہار رنگا رنگ کے سگوفہ واثمار کو ہویدا کیا اور انسان کو حکمتہائے بوقلمون وصنعتہائے گونا گون سے پیدا کیا۔

ابن اثیر جزری علامہ اہل سنت نے لکھا ہے کہ وہ حضرت اکثر اوقات حلف تاکیدی میں یہی الفاظ فرمایا کرتے تھے جبکہ اہتمام بلیغ منظور تھا اور بعض شارحین فضلائے اہل سنت نے لکھا ہے کہ یہ کلام بلاغت نظام مشابہ ہے ردعجز علی الصدر کے یعنی جس طرح سے فاتحہ کلام کو حضرت نے شروع کیا تھا حرف تنبیہ اور حلف شرعی سے اور فرمایا تھا اَمَا وَاللّٰہِ اسی طرح سے خاتمہ کلام کو حرف تنبیہ وحلف شرعی سے موکد فرمایا کہ ''اَمَا وَ الَّذِیْ فَلَقَ الْحَبَّةَ وَ بَرَاَ النَّسَمَةَ''بعد اس کے فرماتے ہیں لَوْلَا حُضُوْرُ الْحَاضِرِ حرف لولا واسطے امتناع ثانی کے بنابر وجود اول مثل '' لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ ''یعنی امتناع ہلاک عمر بوجود علی علیہ السلام ہے۔

اور قَرَّ یَقِرُّ قِرَارًا از باب ضَرَبَ بمعنی قرار گرفتن، وَالْمُقَارَةُ الْمُفَاعَلَةُ مِنْهُ كِظَّةُ امْتِلَاءُ طَعَامٍ ورنجانیدن واندوہ گین کردن۔

وَقَالَ الْعَلَّامَةُ كَمَالُ الدِّيْنِ ابْنُ مَيْثَمٍ الْبَحْرَانِيُّ :اَلنَّسَمَةُ الْاِنْسَانُ، وَقَدْ يُسْتَعْمَلُ فِيْمَا عَدَاهُ مِنَ الْحَيَوَانِ، وَالْمُقَارَةُ اِقْرَارُ كُلِّ وَاحِدٍ صَاحِبَهٗ عَلَى الْاَمْرِ وَتَرَاضِيْهِمَا بِهٖ، وَالْكِظَّةُ الْبَطْنَةُ اور معنی منصب گرسنگی ہے۔یَتِیْمًا ذَا مَسْغَبَةٍ. اَیْ :ذَا مُجَامَعَةِ الْجُبْلِ بمعنی رسن غَارِبٌ بمعنی کوہان شتر، اَلْقٰی یُلْقِیْ اِلْقَاءٌ از باب افعال بمعنی دریافتن۔قَوْلُهٗ تَعَالٰی﴿اَلْقِيَا فِيْ جَهَنَّمَ كُلَّ كَفَّارٍ عَنِيْدٍ﴾ اَلْعُفْطَةُ مِنَ الشَّاةِ كَالْعَطَاسِ مِنَ الْاِنْسَانِ، وَقِيْلَ :هِيَ الْحَبَقَةُ الْعَنْزِ۔

قَالَ فِي النِّهَايَةِ :فِيْ حَدِيْثِ عَلِيٍّ »:وَلَكَانَتْ دُنْيَاكُمْ هٰذِهٖ اَهْوَنَ عَلَيَّ مِنْ عُفْطَةِ عَنْزٍ وَضَرْطَةِ عَنْزٍ.«

پس حاصل کلام بلاغت نظام امام علیہ السلام یہ ہے کہ آگاہ ہو قسم بجناب احدیت وحضرت صمدیت عزاسمہ کہ جس نے اپنی حکمت کاملہ سے دانہ گندم وحبوب کو شگافتہ کر کے الوف اشجار واز ہار صنوف ریاحین واثمار کو ہویدا کیا اور انسان کو اپنی قدرت کاملہ سے بانواع صنعت وعجائب حکمت پیدا کیا، اگر حجت کردگار، برہان پروردگار قایم نہ ہوجاتی اس صورت سے کہ اصحاب نصرت شعار واسطے نصرت، اور اعوان وانصار واسطے بیعت کے حاضر ہو گئے اور سامان جہاد مہیا ہو گیا اور امر بالمعروف ونھی عن المنکر کا اقتدار واختیار حاصل ہو گیا اور حق سبحانہ وتعالی نے عہد وپیمان لے لیا ہے انبیا واوصیا وحکما سے یعنی واجب ولازم کیا ہے کہ جب تک ظالمان لئام اور نفس پروران تیرہ انجام سے بذریعہ شمشیر خون آشام انتقام نہ لیویں اور مظلومان خستہ احوال، بیچارہ گان شکستہ بال، درماندگان ناچار، مایوسان دلفگار کو مورد لطائف اطعام وانعام، مواید الطاف واکرام نہ کرلیں اور ان کے جراحات قلبیہ کا اندمال والتیام اور مہام عظام، امت کا انصرام نہ فرمالیویں، ایک لحظہ قرار وآرام نہ لیویں۔

پس اگر یہ حجت خدائے کردگار قائم واستوار نہ ہوتی تو اس گروہ شقاوت پژوہ کے ایسے اطوار قبیحہ، کردار ذمیمہ، افعال شنیعہ، اعمال فضیحہ، ناپسند وناگوار خلاف رضائے پروردگار مخالف شرع رسول مختار تھے کہ بسبب نفور وکراہت وانزجار کے رشتہ تعلقات حکومت سلسلہ نظام امارت کو پشت ناقہ خلافت پر ڈال کر مثل شتر بے مہار کے مطلق العنان کر دیتا کہ جس کا جی

چاہے اس ناقہ امارت پر سوار ہو کر پڑا پھرے اور جس کاسہ جہالت و جاہلیت اور ساغر صہبائے عیش وعشرت سے سینائے حب جاہ و دولت کو نوش کیا تھا اسی میں پھر مدھوش رہیں، لیکن حجت خدا قایم ہے اور حق تعالی نے انبیا و اوصیا سے میثاق واثق عہد صادق لیا ہے تو ہم خلاف اس کے کچھ نہیں کر سکتے اور حضرت نے جو فرمایا ہے:

وَ مَا اَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْعُلَمَآءِ

تو یہاں اخذ بمعنی لزوم اور وجوب کے ہیں۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ مِّيْثَاقُ الْكِتٰبِ اَنْ لَّا يَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ﴾

اور حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَ لَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَ اَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْۤا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَ اَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۸۱ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۸۲﴾

اور جناب رسالت مآب نے جو وصایا فرمائے ہیں اس کی تعمیل واجب ولازم ہے، منجملہ اس کے یہ ہے کہ

اُمِرْتُ بِقِتَالِ النَّاكِثِيْنَ وَالْقَاسِطِيْنَ وَالْمَارِقِيْنَ۔

اور جو کہ نیابت مصطفوی، خلافت نبوی ترویج احکام شریعت، تنفیذ اوامر دین وملت اور حفظ امت جناب رسالت اور عدل ونصفت پر مبنی ومبتنی ہے، نہ جلب مال و دولت اور اخذ جاہ وثروت اور اختیار ظلم و بدعت پر، جیسا کہ حکام جبار، سلاطین ستمگار، نفس پروران دنیادار کرتے ہیں لہٰذا حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اگر چشمہائے بصیرت اور دیدہ ہائے عدل ونصفت سے دیکھو تو تم کو معلوم ہو جائے لذایذ دنیائے فانی، حظاظ تعیّشات نفسانی، زخارف نعمات این جہانی، میرے نزدیک آب دماغ گوسفند متعفن سے بدتر اور ذلیل ومکروہ تر ہے، جو دست ریم آلودہ بجذوم ومبروص میں موجود ہو۔ پس میری غرض حصول خلافت سے کبھی حصول مال ومنال اور وفور جاہ واجلال یا تعیش احوال وترفیہ حال نہ تھے اور نہ ہے بلکہ جہاں تک ممکن ہے رضائے جناب احدیت، اتباع جناب رسالت بجالاؤں گا اور اجرائے احکام شریعت وانفاذ امور دین وملت بقدر استطاعت ومکنت کروں گا۔

قَالَ الْعَالِمُ الرَّبَّانِيُّ ابْنُ مَيْثَمٍ الْبَحْرَانِيُّ:

اِعْلَمْ اَنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ ذَكَرَ مِنْ تِلْكَ الْاَعْذَارِ ثَلَاثَةً: اَحَدُهَا: حُضُوْرُ الْحَاضِرِيْنَ لِمُبَايَعَتِهٖ، وَالثَّانِيْ: قِيَامُ الْحُجَّةِ عَلَيْهِ بِوُجُوْدِ النَّاصِرِ لَهٗ فِيْ طَلَبِ الْحَقِّ لَوْ تَرَكَ الْقِيَامَ، اَلثَّالِثُ: مَا اَخَذَ اللّٰهُ عَلَى الْعُلَمَاءِ مِنَ الْعَهْدِ عَلٰى اِنْكَارِ الْمُنْكَرَاتِ وَقَمْعِ الظَّالِمِيْنَ وَدَفْعِ الظُّلَامَاتِ عِنْدَ

التَّمَكُّنِ، وَالْعُذْرَانِ الْاَوَّلَانِ هُمَا شَرْطَانِ فِي الثَّالِثِ، اِذْ لَا يَنْعَقِدُ وَلَا يَجِبُ اِنْكَارُ الْمُنْكَرِ بِدُوْنِهِمَا.

پس واضح ہو کہ انبیا و اوصیا علیہم السلام مامور ہیں بجہا دو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے لیکن تعمیل اس کی موقوف ہے شرائط و اسباب پر، پس اگر شرائط و مواد جہاد مفقود ہوں تو مامور ہیں صبر و قرار پر جیسا کہ خلافت ثلاثہ میں حضرت امیر علیہ السلام نے عمل کیا، جناب رسالت مآب نے تا زمان دراز اعلان شریعت نہ کیا، اکثر انبیائے سابقین نے صبر و سکوت کیا اور جبکہ شرائط و اسباب اور مواد جہاد موجود ہو گئے تو ایک لحظہ قرار و آرام اور سکون و سکوت نہ کیا۔ چنانچہ عبداللہ بن عباس نے حضرت شاہ ولایت میں عرض کیا کہ امسال معاویہ کو حکومت شام سے موقوف نہ فرمائیے کہ ابتدائے خلافت ہے اور ہنوز استحکام امارت نہیں ہوا ہے، اصلح و انسب یہی ہے کہ چشم پوشی فرمائیں۔ حضرت نے فرمایا کہ مجھ کو رخصت ایک روز بلکہ مہلت ایک ساعت کی نہیں دی گئی ہے اور ہم مامور ہیں اجرائے احکام شریعت اور انفاذ دین و ملت پر، پس ایک لحظہ قرار و سکون اور صبر و رکون جائز نہیں ہے کیونکہ انبیا و اوصیا واسطے انفاذ شریعت اور حفظ دین و ملت اور نشر عدل و نصفت کے مامور ہیں کچھ طمع زخارف فانی اور شہوات نفسانی اور مرجوات آمال و آمانی کے واسطے نہیں ہیں، بلکہ دنیای دون، سرای دو روزہ ملعون آب عطسہ گوسفند اور ریم دست مجذوم بیمار سے ذلیل و خوار تر ہے۔ انتہی ملخص کلام الامام علیہ السلام

توضیح ۴۷

اخبار و آثار فیها عبرة لاولی الابصار

قَالُوْا :وَ قَامَ اِلَيْهِ رَجُلٌ مِنْ اَهْلِ السَّوَادِ عِنْدَ بُلُوْغِهٖ عليه السلام اِلٰى هٰذَا الْمَوْضِعِ مِنْ خُطْبَتِهٖ فَنَاوَلَهٗ كِتَابًا فَاَقْبَلَ يَنْظُرُ اِلَيْهِ

یعنی راویان اخبار و آثار ناقلان صدق شعار لکھتے ہیں کہ جب کلام بلاغت نظام حضرت امامؑ اس مقام پر پہنچا تو منجملہ حاضرین دربار گوہر بار مجمع انصار جان نثار سے ایک شخص باشندہ نخلستان و اشجار یا اہل سواد کوفہ و دیگر امصار اٹھ کھڑا ہوا اور سمجھا کہ خطبہ امامؑ اختتام کو پہنچا اور ایک نامہ ضراعت ختامہ، بندو ملفوف مسائل غامضہ سے محفوف، خدمت سیمنت مالوف میں پیشکش کیا، وہ امام عالی مقام ملاحظہ مضمون غرابت مشحون میں مصروف ہوئے۔ ابوالحسن کیدری رحمۃ اللہ سے منقول ہے کہ بعض کتب قدیمہ [1] میں لکھا ہے کہ اس میں دس مسئلہ تھے۔

---

[1] فِي الدُّرَرَةِ النَّجَفِيَّةِ، وَالْمَرْوِيُّ عَنْ اَبِي الْحَسَنِ الْكَيْدَرِيِّ عَلٰى مَا وُجِدَ فِي الْكُتُبِ الْقَدِيْمَةِ اَنَّ الْكِتَابَ الَّذِيْ دَفَعَهُ الرَّجُلُ اِلٰى اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) كَانَ فِيْهِ عِدَّةُ مَسَائِلَ:
اَحَدُهَا :مَا الْحَيَوَانُ الَّذِيْ خَرَجَ مِنْ بَطْنِ حَيَوَانٍ اٰخَرَ وَلَيْسَ بَيْنَهُمَا نَسَبٌ؟ (بقیہ صفحہ مابعد)

اول: وہ کون سا حیوان ہے جو دوسرے حیوان کے شکم سے باہر آیا اور باہم کوئی ان کے درمیان نسبت نہیں تھی؟
حضرتؑ نے ارشاد فرمایا کہ وہ حضرت یونس پیغمبر علیہ السلام ہیں جو شکم ماہی سے برآمد ہوئے اور باہم دونوں کے کوئی نسبت نہیں تھی۔

دوم: وہ کون سی چیز ہے کہ قلیل اس کے مباح اور کثیر اس کی حرام فرمائی گئی ہے؟

(بقیہ صفحہ قبل)
فَاَجَابَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) :اَنَّهٗ يُوْنُسُ بْنُ مَتّٰى (عَلَيْهِ السَّلَامُ)، خَرَجَ مِنْ بَطْنِ الْحُوتِ.
اَلثَّانِيَةُ :مَا الشَّيْءُ الَّذِيْ قَلِيْلُهٗ مُبَاحٌ وَكَثِيْرُهٗ حَرَامٌ؟
فَقَالَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) :هُوَ نَهْرُ طَالُوْتَ، لِقَوْلِهٖ تَعَالٰى :﴿اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةً بِيَدِهٖ﴾
اَلثَّالِثَةُ :مَا الْعِبَادَةُ الَّذِيْ لَوْ فَعَلَهَا وَاحِدٌ اسْتَحَقَّ الْعُقُوْبَةَ، وَاِنْ لَمْ يَفْعَلْهَا اسْتَحَقَّ اَيْضًا الْعُقُوْبَةَ؟
فَاَجَابَ :اَنَّهَا صَلَاةُ السُّكَارٰى.
اَلرَّابِعَةُ :مَا الطَّائِرُ الَّذِيْ لَا فَرْخَ لَهٗ وَلَا فَرْعَ وَلَا اَصْلَ؟
فَقَالَ :هُوَ طَائِرُ عِيْسٰى (عَلَيْهِ السَّلَامُ) فِيْ قَوْلِهٖ: ﴿وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِيْ﴾
اَلْخَامِسَةُ :رَجُلٌ عَلَيْهِ مِنَ الدَّيْنِ اَلْفُ دِرْهَمٍ، وَلَهٗ فِيْ كِيْسِهٖ اَلْفُ دِرْهَمٍ، فَضَمِنَهٗ ضَامِنٌ بِاَلْفِ دِرْهَمٍ، فَحَالَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ، فَالزَّكَاةُ عَلٰى اَيِّ الْمَالَيْنِ تَجِبُ؟
فَقَالَ :اِنْ ضَمِنَ الضَّامِنُ بِاِجَازَةٍ مِنْ عَلَيْهِ الدَّيْنُ فَلَا يَكُوْنُ عَلَيْهِ، وَاِنْ ضَمِنَهٗ مِنْ غَيْرِ اِذْنِهٖ فَالزَّكَاةُ مَفْرُوْضَةٌ فِيْ مَالِهٖ.
اَلسَّادِسَةُ :حَجَّ جَمَاعَةٌ وَنَزَلُوْا فِيْ دَارٍ مِنْ دُوْرِ مَكَّةَ، وَاَغْلَقَ وَاحِدٌ مِنْهُمْ بَابَ الدَّارِ، وَفِيْهَا حَمَامٌ، فَمَاتَ مِنَ الْعَطَشِ قَبْلَ عَوْدِهِمْ اِلَى الدَّارِ، فَالْجَزَاءُ عَلٰى اَيِّهِمْ يَجِبُ؟
فَقَالَ (عَلَيْهِ السَّلَامُ) :عَلَى الَّذِيْ اَغْلَقَ الْبَابَ وَلَمْ يُخْرِجْهُنَّ وَلَمْ يَضَعْ لَهُنَّ مَاءً.
اَلسَّابِعَةُ :شَهِدَ شُهَدَاءُ اَرْبَعَةٌ عَلٰى مُحْصَنٍ بِالزِّنَا، فَاَمَرَهُمُ الْاِمَامُ بِرَجْمِهٖ، فَرَجَمَهٗ وَاحِدٌ مِّنْهُمْ دُوْنَ الثَّلَاثَةِ الْبَاقِيْنَ، وَوَافَقَهُمْ قَوْمٌ اَجَانِبُ فِي الرَّجْمِ، فَرَجَعَ مَنْ رَجَمَهٗ عَنْ شَهَادَتِهٖ، وَالْمَرْجُوْمُ لَمْ يَمُتْ، ثُمَّ مَاتَ، فَرَجَعَ الْاٰخَرُوْنَ عَنْ شَهَادَتِهِمْ عَلَيْهِ بَعْدَ مَوْتِهٖ، فَعَلٰى مَنْ تَجِبُ دِيَتُهٗ؟
فَقَالَ :يَجِبُ عَلٰى مَنْ رَجَمَهٗ مِنَ الشُّهُوْدِ وَمَنْ وَافَقَهٗ.
اَلثَّامِنَةُ :شَهِدَ شَاهِدَانِ مِنَ الْيَهُوْدِ عَلٰى يَهُوْدِيٍّ اَنَّهٗ اَسْلَمَ، فَهَلْ تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمَا اَمْ لَا؟
فَقَالَ :لَا تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمَا، لِاَنَّهُمَا يُجَوِّزَانِ تَغْيِيْرَ كَلَامِ اللّٰهِ وَشَهَادَةَ الزُّوْرِ.
اَلتَّاسِعَةُ :شَهِدَ شَاهِدَانِ مِنَ النَّصَارٰى عَلٰى نَصْرَانِيٍّ اَوْ مَجُوْسِيٍّ اَوْ يَهُوْدِيٍّ اَنَّهٗ اَسْلَمَ؟
فَقَالَ :تُقْبَلُ شَهَادَتُهُمَا، لِقَوْلِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ: ﴿وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّا نَصَارٰى﴾ اَلْاٰيَةَ، وَمَنْ لَّا يَسْتَكْبِرُ عَنْ عِبَادَةِ اللّٰهِ لَا يَشْهَدُ شَهَادَةَ الزُّوْرِ.
اَلْعَاشِرَةُ :قَطَعَ اِنْسَانٌ يَدَ اٰخَرَ، فَحَضَرَ اَرْبَعَةُ شُهُوْدٍ عِنْدَ الْاِمَامِ، وَشَهِدُوْا عَلٰى قَطْعِ يَدِهٖ، وَاَنَّهٗ زَنَا وَهُوَ مُحْصَنٌ، فَاَرَادَ الْاِمَامُ اَنْ يَّرْجُمَهٗ، فَمَاتَ قَبْلَ الرَّجْمِ.
فَقَالَ :عَلٰى مَنْ قَطَعَ يَدَهٗ دِيَةُ يَدٍ حَسْبُ، وَلَوْ شَهِدُوْا اَنَّهٗ سَرَقَ نِصَابًا لَمْ يَجِبْ دِيَةُ يَدِهٖ عَلٰى قَاطِعِهَا. وَاللّٰهُ اَعْلَمُ.

حضرت نے فرمایا: وہ نہر طالوت ہے کہ جس کے واسطے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَيْسَ مِنِّيْ ۚ وَ مَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّيْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ﴾[1]

سوم: وہ کون عبادت ہے کہ اگر بجالاوے تو مستحق عذاب اور اگر بجا نہ لاوے تب بھی مستحق عقاب ہو؟

حضرت نے فرمایا: وہ نماز شراب خورانِ مست و مدہوش عبادت مخموران دین و دنیا فراموش ہے۔

چہارم: وہ کون سا طائر ہے کہ نہ اس کی اصل ہے نہ فرع ہے نہ اس کے ماں باپ ہیں نہ بچہ ہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ وہ طایر حضرت عیسیٰؑ ہے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ فَتَنْفُخُ فِيْهَا فَتَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِيْ﴾

منقول ہے کہ مٹی سے مثل صورت شب پرہ بناتے تھے اور بحکم خدا زندہ ہو کر اڑ جاتا تھا بعد اس کے مرجاتا تھا۔

پنجم: ایک شخص قرض دار ہے ہزار درہم کا اور اس کے پاس ہزار درہم موجود ہیں اور اس کی ضمانت کی ایک شخص نے ہزار درہم نقد سے اور ایک سال گزر گیا، پس زکوۃ کس پر واجب ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا: اگر ضامن نے باجازت مدیون ضمانت کی ہے تو اس پر زکوۃ واجب نہیں ہے اور اگر بلا اجازت ضمانت کی ہے تو زکوۃ واجب ہے۔

ششم: ایک جماعت نے حج بیت اللہ الحرام کیا اور ایک مکان میں منجملہ مکانات مکہ کے قیام کیا اور ایک شخص دروازہ بند کر کے سب کے ساتھ حج کو چلا گیا اور جب وہ لوگ واپس آئے تو دیکھا کہ جو کبوتر اس مکان میں تھے وہ بے آب و دانہ مر گئے ہیں، پس جزا اس کی کس پر واجب ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ جس نے دروازہ بند کیا اور آب و دانہ بھی نہ رکھ دیا نہ ان کو نکال دیا۔

ہفتم: چار شخصوں نے نسبت ایک شخص کے شہادت زنائے محصنہ دی اور امام علیہ السلام نے حکم سنگسار دیا اور ایک گواہ نے بموافقت چند اشخاص غیر کے سنگسار کیا، لیکن اس گواہ نے قبل موت سنگسار کے اپنی شہادت سے رجوع کی اور بعد موت کے دیگر شہود نے رجوع کی تو اب دیت و خون بہا اس کا کس پر واجب ہے؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ جس گواہ نے سنگسار کیا اور جس نے اس کی موافقت کی۔

ہشتم: یہ کہ دو یہود نے گواہی دی کہ فلان یہودی مسلمان ہو گیا ہے، ان کی گواہی مقبول ہو گی یا نہیں؟

حضرتؑ نے فرمایا کہ نہیں کیونکہ تغیر کلام الٰہی اور شہادت باطل کو جائز جانتے ہیں۔

نہم: دو نصرانی گواہی دیتے ہیں کہ فلاں یہودی یا نصرانی یا مجوسی مسلمان ہو گیا، آیا ان کی شہادت مقبول ہے یا نہیں؟

---

[1] سورہ بقرہ آیۃ ۲۴۹

حضرتؑ نے فرمایا: شہادت ان کی مقبول ہے:

لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی﴿ وَ لَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْۤا اِنَّا نَصٰرٰی﴾

اور جو شخص عبادت خدا سے استکبار نہ کرے گا وہ شہادت زور نہ دے گا۔

دہم: بنابر بعضی شروح کے یہ ہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کا ہاتھ قطع کیا، چار شخصوں نے گواہی دی؟

حضرت نے فرمایا کہ قاطع ید پر دیت واجب ہے اور اگر گواہی دیویں کہ سرقہ کیا تھا تو دیت واجب نہیں ہے۔

اور شرح ابن میثم علیہ الرحمہ میں یہ سوال ہے کہ

ایک شخص نے ایک شخص کا ہاتھ قطع کیا، چار شخصوں نے شہادت دی اور یہ بھی شہادت دی کہ اس نے زنائے محصنہ کیا ہے، امام نے ارادہ سنگسار کیا لیکن قبل اس کے وہ مر گیا؟

حضرتؑ نے فرمایا: قاطع ید پر دیت کافی ہے لیکن اگر گواہی دیویں کہ اس نے بقدر نصاب سرقہ کیا تھا تو قاطع ید پر دیت واجب نہ ہوگی۔ انتھی بقلۃ بترجمۃ روایت۔

ہرگاہ حضرت امام علیہ السلام جواب نامہ غرایت انضمام سے فارغ ہوئے تو ابن عباس نے بابرکت حضرت امام علیہ السلام میں عرض کیا کہ

یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ! لَوِ اطَّرَدْتَّ خُطْبَتَكَ مِنْ حَیْثُ اَفْضَیْتَ۔

یعنی تمنائے حاشیہ بوسان بارگاہ فلک جاہ، از روئے جبہہ سایان پیشگاہ عرش اشباہ یہ ہے کہ جہاں سے کلام ہدایت نظام، بیان فصاحت انضمام، مقال بلاغت ختام وانقطاع پایا تھا اگر اس کا اتمام واختتام فرمایا جاتا تو مستمندان بارگاہ ہدایت، آرزومندان درگاہ رشادت اس کے فتوحات فائحات قدس وفیوضات اس سے مستفید ومستفیض ہوتے۔

حضرت نے فرمایا:

هَیْهَاتَ یَا ابْنَ عَبَّاسٍ! تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ۔

فقرہ(۲۰)

هَيْهَاتَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ۔

توضیح ۷۵، وتشریح

''هَيْهَاتَ'' اسمائے افعال سے ہے بمعنی دور وَ ''شِقْشِقَةٌ'' بکسر ہر دو سین وسکون قاف اول وفتح قاف ثانی وہ چیز ہے کہ عالم جوش وخروش میں دھان شتر سے نکلے۔

محمد بن یعقوب فیروز آبادی نے قاموس میں لکھا ہے:

الشِّقْشِقَةُ، بِالْكَسْرِ، شَيْءٌ كَالرِّئَةِ يُخْرِجُهُ الْبَعِيْرُ مِنْ فِيْهِ إِذَا هَاجَ، وَالْخُطْبَةُ الشِّقْشِقِيَّةُ الْعَلَوِيَّةُ، لِقَوْلِهِ لِابْنِ عَبَّاسٍ لَمَّا قَالَ لَهُ :لَوِ اطَّرَدْتَ خُطْبَتَكَ مِنْ حَيْثُ اَفْضَيْتَ.« يَا ابْنَ عَبَّاسٍ! هَيْهَاتَ، تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ».

اور ابن اثیر نے نہایہ میں لکھا ہے:

اَلشِّقْشِقَةُ:الْجِلْدَةُالْحَمْرَاءُ الَّتِيْ يُخْرِجُهَا الْجَمَلُ الْعَرَبِيُّ مِنْ جَوْفِهِ، يَنْفُخُ فِيْهَا فَتَظْهَرُ مِنْ شِدْقِهِ، وَلَا تَكُوْنُ اِلَّا لِلْعَرَبِيِّ.كَذَا قَالَ الْهَرَوِيُّ، وَفِيْهِ نَظَرٌ، وَمِنْهُ حَدِيْثُ عَلِيٍّ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِيْ خُطْبَةٍ لَهُ »:تِلْكَ شِقْشِقَةٌ هَدَرَتْ ثُمَّ قَرَّتْ.« اِنْتَهٰى.هَدَرَ، فِيْ مَجْمَعِ الْبَحْرَيْنِ :هَدَرَ الْحَمَامُ هَدِيْرًا :صَوَّتَ، وَمِنْهُ هَدِيْرُ الْحَمَامِ، وَهُوَ تَوَاتُرُ صَوْتِهِ، وَهَدَرَ الْبَعِيْرُ هَدِيْرًا، اَیْ :يُرَدِّدُ صَوْتَهُ فِيْ حَنْجِرَتِهِ۔

پس کلام بلاغت نظام حضرت امام ہمام علیہ السلام یہ ہے کہ اے ابن عباس یہ آرزوئے دور ودراز تمنائے مباعدت طراز ہے کہ اب پھر جانب مضامین گزشتہ اور مطالب گذاشتہ کی معاودت ومراجعت کروں کیونکہ وہ ایک ولولہ جوش والہانہ مانند خروش شتر ان مستانہ تھا جو بحالت جوش طبیعت وفور جودت و ہیجان ہمت کے زبان سے جاری ہو گیا تھا اور پھر بسبب سکون طبیعت کے ساکن ہو گیا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ :فَوَاللّٰهِ مَا اَسِفْتُ عَلٰى كَلَامٍ قَطُّ كَاَسَفِيْ عَلٰى هٰذَا الْكَلَامِ اَنْ لَّا يَكُوْنَ اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بَلَغَ مِنْهُ حَيْثُ اَرَادَ.

یعنی جب ابن عباس سماعت کلام امام علیہ السلام سے ناامید ومایوس اور آرزوئے دلی سے پر حسرت وافسوس

ہوئے تو کہا کہ واللہ مجھ کو کبھی اس قدر تحسر و تاسف نہیں ہوا جیسا کہ قطع کلام امام علیہ السلام سے تالم و تلہف ہوا کہ کاش وہاں تک کلام کو پہنچاتے کہ جہاں تک مقصود امام علیہ السلام تھا۔

ابن ابی الحدید معتزلی نے لکھا ہے کہ ابوالخیر مصدق بن شبیب واسطی نے مجھ سے ۶۰۳ھ میں بیان کیا کہ میں نے یہ خطبہ سامنے ابومحمد عبداللہ بن احمد معروف بابن خشاب کے پڑھا، ابن خشاب نے کہا کہ اگر میں اس وقت حاضر ہوتا تو ابن عباس سے پوچھتا کہ کون سی بات تمہارے ابن عم کی دل میں باقی رہ گئی کہ جس تک وہ نہ پہنچے ہوں تا کہ تم کو محل تاسف ہو، واللہ کہ سوائے جناب رسالت مآب کے کسی کو اولین و آخرین سے نہیں چھوڑا جس کا تذکرہ نہیں کیا۔

توضیح ۷۶

فیہ خاتمۃ الکلام لایضاح المرام

واضح ہو کہ اب بعد خاتمہ کلام ہدایت نظام امام علیہ السلام کے مناسب مقام بنابر ایضاح مرام یہ ہے کہ بعض مضامین ہدایت آگین ہدیہ ارباب رائے زرین کئے جاویں تا کہ سیہ مستان بادغفلت و نادانی سرشاران ساغر اغوائے شیطانی کو تازیانہ ارشاد و ایقاظ سے بیدار اور درہ تنبیہ و ایقاظ سے ہوشیار کریں۔ اور خلاصہ مضمون رشادت مشحون یہ ہے کہ حق سبحانہ جل شانہ غرسلطانہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ یَوْمَ نَدْعُوْا کُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِیَ کِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓئِکَ یَقْرَءُوْنَ کِتٰبَهُمْ وَ لَا یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۷۱﴾ وَ مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۷۲﴾ ﴾

یعنی ہم بروز حشر لوگوں کو طلب فرماویں گے کہ معہ امام و پیشوا اپنے اپنے حاضر ہوں پس جن کے دست ہای یمین میں نامہ اعمال دیے جائیں گے وہ اپنے نامہ عمل کو پڑھیں گے اور ایک ذرہ بھی ان کو گزند و عقاب و عذاب نہ پہنچے گا اور جو لوگ کہ دنیا میں چشم ہائے کور و دیدہ ہائے بے نور اور مستی جہالت میں مخمور رہیں وہ بروز قیامت گمراہ و کور، انوار رحمت ربانی سے دور، آثار مکرمت یزدانی سے مہجور ہوں گے۔

تفسیر مدارک التنزیل میں لکھا ہے:

بِاِمَامِهِمْ، اَیْ: بِمَنْ اِئْتَمُّوْا بِهٖ مِنْ نَبِیٍّ اَوْ مُقَدَّمٍ فِی الدِّیْنِ اَوْ کِتَابٍ اَوْ دِیْنٍ، فَیُقَالُ: یَا اَتْبَاعَ فُلَانٍ، یَا اَهْلَ دِیْنِ کَذَا، اَوْ کِتَابِ کَذَا۔

یعنی جو لوگ جس کے پیرو ہیں خواہ نبی کے خواہ کسی پیشوائے مذہب کے خواہ کسی کتاب کے خواہ کسی مذہب کے وہ طلب ہوں گے اور ندا دی جائے گی کہ اے تابعان فلان شخص یا فلان کتاب یا فلان مذہب۔

اور تفسیر مجمع البیان میں ابوعلی جبائی و ابوعبیدہ سے روایت ہے کہ

بِمَنْ كَانُوْا يَأْتَمُّوْنَ بِهٖ مِنْ عُلَمَائِهِمْ وَاَئِمَّتِهِمْ۔

اور حضرت امیر علیہ السلام سے روایت ہے:

اِنَّ الْاَئِمَّةَ اِمَامُ هُدًى وَاِمَامُ ضَلَالَةٍ۔

یعنی امام دو قسم کے ہیں امام ہدایت و امام ضلالت۔

اور نہج البلاغہ میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے:

وَاَنَّهٗ لَابُدَّ لِلنَّاسِ مِنْ اَمِيْرٍ بَرٍّ اَوْ فَاجِرٍ۔

یعنی چونکہ انسان بدنی بالطبع ہے تو محتاج ہے طرف رئیس کے جس طرح سے محتاج ہے طرف مطاعم و مشارب و مناکح و ملابس کے، لیکن امام دو قسموں میں منقسم ہیں حق و باطل، پس جس طرح سے انسان مناکح و مطاعم حلال چھوڑ کر باطل و حرام اختیار کرتے ہیں اسی طرح سے خلیفہ برحق کو چھوڑ کر خلیفہ باطل کو اختیار کرتے ہیں، اگرچہ حق تعالیٰ نے امر حق اختیار کرنے کا حکم دیا ہے مگر وہ لوگ اپنی سامت اعمال سے امر ناجائز کو پسند کرتے ہیں:

كَمَا اَفَادَ بِهِ الْوَالِدِيُّ اَيِ الْعَلَّامَةُ، فِي الْبَوَارِقِ۔

اور جناب احدیت نے نسبت صالحین کے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ ﴾

اور نسبت فساق و فجار اور فراعنہ و نمائندہ اشرار کے فرمایا ہے:

﴿ وَ جَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ وَ اَتْبَعْنٰهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝ ﴾

اب ملاحظہ ہوا کہ ائمہ نار کے واسطے حق تعالیٰ نے دنیا میں لعنت اور عقبا میں عقوبت قرار دی ہے اور ہر گاہ یہ امر واضح ہو گیا کہ دو طرح کے امام ہیں ائمہ ابرار اور ائمہ کفار و فجار تو اب پھر جانب تفسیر ﴿ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ﴾ رجوع کی جاتی ہے۔

قَالَ الطَّبْرِسِيُّ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ: رَوَتِ الْخَاصَّةُ وَالْعَامَّةُ عَنِ الرِّضَا عَلِيِّ بْنِ مُوسٰى عَنِ النَّبِيِّ، قَالَ: فِيْهِ يُدْعٰى كُلُّ النَّاسِ بِاِمَامِ زَمَانِهِمْ وَكِتَابِ رَبِّهِمْ وَسُنَّةِ نَبِيِّهِمْ. وَرُوِيَ عَنِ الصَّادِقِ عَلَيْهِ السَّلَامُ: اَلَا تَحْمِدُوْنَ اللّٰهَ تَعَالٰى، اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ تُدْعٰى كُلُّ قَوْمٍ اِلٰى مَنْ يَّتَوَلَّوْنَهٗ، وَفُزِعْنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ، وَفُزِعْتُمْ اِلَيْنَا. قَالَ: فَاِلٰى اَيْنَ تَرَوْنَ؟ نَذْهَبُ بِكُمْ اِلَى الْجَنَّةِ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ. قَالَهَا ثَلَاثًا۔

یعنی ہر شخص طلب ہوگا اپنے امام زمان اور کتاب خدا و سنت رسول کے ساتھ جس کے ساتھ عمل کیا ہے

۔حضرت صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں تم مومنین شکر خدا نہیں کرتے ہو کہ بروز قیامت ہر شخص طلب ہوگا ہمراہ اس شخص کے جس کے ساتھ محبت رکھتا ہوگا پس ہم پناہ لیں گے رسول خداؐ کے پاس اور تم پناہ لوگے ہمارے پاس، پس تمہارا کیا گمان ہے کہ ہم تمہیں کہاں لے جائیں؟ گے ہم تم کو اپنے ساتھ داخل بہشت کریں گے قسم پروردگار خانہ کعبہ کی۔

یہ قول تین مرتبہ حضرت نے فرمایا:

اور ایک حدیث میں ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے اگر کوئی شخص کسی پتھر کے ساتھ محبت رکھے گا تو اسی کے ساتھ محشور ہوگا اور ہر گاہ یہ کلیہ ذہن نشین ہو گیا کہ ہر شخص مدنی بالطبع محتاج ہے طرف رئیس اور امام کے اور امام کی دو قسم ہے، امام عادل و پرہیز گار اور امام فاسق و بدکار تو یہ بھی جا گزین خاطر ہونا چاہیے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے:

مَنْ مَاتَ وَلَمْ يَعْرِفْ اِمَامَ زَمَانِهٖ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً۔

بنا بریں ہر فرد بشر پر معرفت امام زمان واجب ہے اور نسبت ابرار و فجار کے حق تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ۝﴾

پس اگر عاقل متین بنظر رائے زرین و نگاہ حق بین میں ملاحظہ کرے تو کیفیت مذہب فریقین اسی امر سے واضح ہو جاوے کہ شرائط امامت بہ موجب مذہب فریقین کے کیا ہیں، چنانچہ ظاہر ہے کہ اہل سنت کے نزدیک شروط خلافت تین ہیں :اول بیعت حلّ وعقد، دوم ولی عہد کرنا دوسرے کو، تیسرے تسلط وقہر واستیلا۔

قَالَ شَارِحُ الْمَقَاصِدِ :وَتَنْعَقِدُ الْاِمَامَةُ بِطَرِيْقٍ :اَحَدُهَا :بَيْعَةُ اَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالرُّوَسَاءِ وَوُجُوْهِ النَّاسِ الَّذِيْنَ يَتَيَسَّرُ حُضُوْرُهُمْ مِنْ غَيْرِ اشْتِرَاطِ عَدَدٍ، وَلَا اتِّفَاقِ مَنْ فِيْ سَائِرِ الْبِلَادِ، بَلْ لَوْ تَعَلَّقَ الْحَلُّ وَالْعَقْدُ بِوَاحِدٍ مُطَاعٍ كَفَتْ بَيْعَتُهٗ.اَلثَّانِيْ :اِسْتِخْلَافُ الْاِمَامِ اَوْعَهْدُهٗ، وَجَعْلُهُ الْاَمْرَ شُوْرٰى بِمَنْزِلَةِ الِاسْتِخْلَافِ.ثُمَّ قَالَ :الثَّالِثُ :اَلْقَهْرُ وَالِاسْتِيْلَاءُ، فَاِذَا مَاتَ الْاِمَامُ وَتَصَدّٰى لِلْاِمَامَةِ مَنْ يَّسْتَجْمِعُ شَرَائِطَهَا مِنْ غَيْرِ بَيْعَةٍ وَاسْتِخْلَافٍ، وَقَهَرَ النَّاسَ بِشَوْكَتِهٖ انْعَقَدَتِ الْخِلَافَةُ لَهٗ، وَكَذَا اِذَا كَانَ فَاسِقًا اَوْ جَاهِلًا عَلَى الْاَظْهَرِ.ثُمَّ قَالَ :وَلَا يَنْعَزِلُ الْاِمَامُ بِالْفِسْقِ وَالْاِغْمَاءِ۔

خلاصہ یہ ہے کہ شروط خلافت تین ہیں:

اول: بیعت حلّ وعقد اور صاحب شرح مواقف لکھتے ہیں کہ

وَاِذَا ثَبَتَ حُصُوْلُ الْاِمَامِ بِالِاخْتِيَارِ وَالْبَيْعَةِ، فَاِنَّ ذٰلِكَ لَا يَفْتَقِرُ اِلَى الْاِجْمَاعِ، مِنْ جَمِيْعِ اَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ، اِذْ لَمْ يَقُمْ عَلَيْهِ اَيْ عَلٰى هٰذَا الْاِفْتِقَارِ دَلِيْلٌ مِّنَ الْعَقْلِ اَوِ السَّمْعِ،

بَلِ الْوَاحِدُ وَالْاِثْنَانِ مِنْ اَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ، كَافٍ فِيْ ثُبُوْتِ الْاِمَامَةِ وَوُجُوْبِ اتِّبَاعِ الْاِمَامِ عَلٰى اَهْلِ الْاِسْلَامِ، وَذٰلِكَ لِعِلْمِنَا اَنَّ الصَّحَابَةَ، مَعَ صَلَابَتِهِمْ فِي الدِّيْنِ، وَشِدَّةِ مُحَافَظَتِهِمْ عَلٰى اُمُوْرِ الشَّرْعِ كَمَا هُوَ حَقُّهَا، اكْتَفَوْا بِعَقْدِ الْاِمَامَةِ بِذٰلِكَ الْمَذْكُوْرِ مِنَ الْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ، كَعَقْدِ عُمَرَ لِاَبِيْ بَكْرٍ، وَعَقْدِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ لِعُثْمَانَ، وَلَمْ يَشْتَرِطُوْا فِيْ عَقْدِهَا اجْتِمَاعَ مَنْ فِي الْمَدِيْنَةِ مِنْ اَهْلِ الْحَلِّ وَالْعَقْدِ، فَضْلًا عَنْ اجْتِمَاعِ الْاُمَّةِ مِنْ عُلَمَاءِ اَمْصَارِ الْاِسْلَامِ وَمُجْتَهِدِيْ جَمِيْعِ اَقْطَارِهَا۔ هٰذَا، كَمَا مَضٰى، وَلَمْ يُنْكِرْ عَلَيْهِ اَحَدٌ، وَعَلَيْهِ اَيْ وَعَلَى الِاكْتِفَاءِ بِالْوَاحِدِ وَالِاثْنَيْنِ فِيْ عَقْدِ الْاِمَامَةِ انْطَوَتِ الْاَعْصَارُ بَعْدَهُمْ اِلٰى وَقْتِنَا هٰذَا۔

پس دیکھیے کہ اہل سنت کے نزدیک اجماع شروط خلافت سے تھا لیکن جب کہ ثبوت نہ ہوسکا تو بیعت ایک شخص کی بمنزلہ اجماع تمامی امت خیر الانام تصور فرما کر خلافت خلیفۃ اول وثالث بہ بیعت واحد صحیح تصور فرمائی مگر اجماع چندین ہزار مہاجر وانصار وتابعین اصحاب رسول مختار کو در بارہ حیدر کرار مقابل باجتہاد معاویہ وعائشہ وطلحہ وزبیر کے بے وقار اور اجماع صحابہ وتابعین نامدار کو در بارہ قتل قتیل الدار بے اعتبار وناجائز شمار کیا۔

اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ. فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِي الْاَبْصَارِ.

شرط دوم: یہ کہ وصی وجانشین کرے ایک خلیفۃ دوسرے کو یا شوری پر چھوڑ دے جیسا کہ شرح مواقف وشرح مقاصد میں تصریح ہے اور غالباً یہ اس واسطے ہے کہ خلیفۃ اول نے خلیفۃ دوم کے واسطے وصیت فرمائی اور معاویہ نے یزید کو ولی عہد وجانشین کیا اور بذریعہ شوری کے خلافت عثمان قائم ہوئی مگر محض بیعت ایک شخص یعنی بیعت عبدالرحمن سے بیعت خلافت منعقد ہوگئی۔

شرط سوم: تسلط ہے پس جو شخص مسلط ہو جاوے اور تخت سلطنت پر متمکن ہو جاوے خلعت بادشاہی اور تاج جہاں پناہی سے فائز ہو وہ خلیفۃ برحق وصی رسول مطلق ہے اگرچہ فاجر وفاسق یا جاہل مطلق ہو، اہل سنت کے نزدیک بے شک امام زمان ہادی دین وایمان پیشوائے دو جہان خلیفۃ پروردگار عالمیان وصی رسول دو جہان ہے۔

علامہ نسفی نے عقائد میں لکھا ہے کہ

وَلَا يَنْعَزِلُ الْاِمَامُ بِالْفِسْقِ وَالْفُجُوْرِ۔

اور ملا سعد الدین تفتازانی نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ

امامان وقت سے فسق وفجور تمام عالم میں ظاہر ومنتشر ہوا لیکن سابقین نے ان کی بیعت سے عدول، ان کی اطاعت سے نکول نہیں کیا، اور اسی کتاب میں ہے کہ اہل حل وعقد نے اتفاق کیا خلافت خلفائے عباسیہ پر، اور اسی کتاب میں ہے کہ اگر بقہر وغلبہ تسلط ہو جاوے تو امام برحق ہے اگرچہ فاسق وجاہل ہو۔

خواجہ محمد پارسا نے فصل الخطاب میں لکھا ہے کہ

ہمارے نزدیک سلطان جابر مانند سلطان عادل کے واجب الانقیاد ولایق اعتقاد ہے، نماز میں اس کے اقتدا، اس کے ارشاد سے اہتدا روا ہے، خروج وعدول اس پر ناروا وناسزا ہے۔

اور نیز فصل الخطاب میں ہے:

مَنْ دَعَاهُ السُّلْطَانُ فَلَمْ يُجِبْهُ فَهُوَ مُبْتَدِعٌ.

اور یہ بھی لکھا ہے:

مَنْ اَنْكَرَ اِمَامَةَ السُّلْطَانِ فَهُوَ زِنْدِيْقٌ.

اور شرح وقایہ میں ہے کہ امام پر شراب خواری کے حد وتعزیر جاری کرنا جائز نہیں ہے۔ اب ہرگاہ شروط اوصاف امام و خلفائے اہل سنت سامعہ نواز ارباب حق طراز ہو چکے تو اب شرائط امامت اہل تشیع لائق سماعت ارباب عاقل ودیانت ہیں

اول: یہ کہ عصمت ہو، یعنی اول عمر سے آخر عمر تک گناہان کبیرہ وصغیرہ سے پاک وبرکنار ہو، کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اَمَّا الَّذِيْنَ فَسَقُوْا فَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ﴾

اور پھر فرمایا ہے:

﴿وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِيْنَ﴾

اور ہرگاہ بموجب فرمان پروردگار، فساق وفجار واشرار گنہگار، خاطیان بدکار وبدکردار، مستوجب خلود فی النار، مستحق دارالبوار ہیں تو پیشوایان طریقت، ہادیان شریعت، شفیعان قیامت کیوں کر ہوسکتے ہیں؟

دوم: اعلم امت حضرت خیر الامم ہوتا کہ اسرار معارف جناب احدیت کا عارف، آثار واحکام شریعت جناب رسالت سے واقف، محتاج تعلیم عباد وملتجی ہدایت وارشاد اہل بلاد نہ ہو۔

اہل سنت کے نزدیک یہ بھی کچھ ضرور نہیں بلکہ جاہل بھی واجب الاطاعت ہے:

قَالَ شَارِحُ الْمَقَاصِدِ: وَكَذَا اِنْ كَانَ جَاهِلًا اَوْ فَاسِقًا.

سوم: شرط امامت یہ ہے کہ منصوص من اللہ والرسول ہو، تاکہ اس کی اطاعت بفرمودہ خدا مثل اطاعت خدا ورسولؐ واجب ہو۔ اہل سنت کہتے ہیں کہ نص خدا ورسولؐ ضرور نہیں ہے البتہ ایک خلیفہ کے دوسرے کے واسطے وصیت واجب التعمیل ہے، یا خود اپنی تجویز کافی ہے۔

چہارم: افضل اہل زمان ہو شجاعت میں، عبادت میں، قناعت میں، حلم میں، علم میں، فضل میں، کرم میں، جمیع فضائل کریمہ، فواضل عظیمہ، اوصاف جلیلہ، محامد نبیلہ، اخلاق نبویہ، اوصاف مصطفویہ میں تاکہ نائب مناب سید المرسلین، وصی خاتم النبیین، خلیفہ حضرت رب العالمین، حجت اللہ علی الخلق اجمعین سمجھا جاوے۔

اہل سنت فرماتے ہیں کہ کچھ ضروری نہیں۔ اب ان شروط سے واضح ہو گیا کہ جو شرائط اہل سنت نے اپنے اماموں میں پائے ان کو داخل شروط کیا اور جو شرائط اہل تشیع نے آیات قرآنیہ احادیث نبویہ ادلہ عقلیہ سے مستنبط فرمائے اور اپنے اماموں میں پائے ان کو داخل شروط امامت کیا۔ پس اب جھگڑا کچھ باقی نہیں رہا، اہل سنت اپنے اماموں کے ساتھ محشور ہوں گے، ہم اپنے اماموں کے ساتھ محشور ہوں گے۔ پس ہر گاہ یہ امر ذہن نشیں، ارباب حق ویقین، طالبان دین مبین ہو چکا کہ ہر شخص پر واجب ہے کہ اپنے امام زمان کو پہچانے تا کہ اسی کے ساتھ پیشگاہ رب العزت میں حاضر کیا جاوے تو یقین ہو گیا کہ جس شخص کو جس امام سے محبت ہے یا بیعت ہے یا عقیدت ہے اسی کے ساتھ محشور ہوگا، تو اب یہ جاننا چاہیے کہ خلفائے جناب رسول مقبولؐ کس قدر ہیں اور کون کون ہیں۔

صحیح بخاری میں جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا کہ

يَكُوْنُ بَعْدِى اثْنَا عَشَرَ اَمِيْرًا.

اور ابن عتبہ سے روایت ہے کہ

لَا يَزَالُ اَمْرُ النَّاسِ مَاضِيًا مَا وَلِيَهُمُ اثْنَا عَشَرَ رَجُلًا، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ.

اور صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ سے روایت ہے کہ

اِنَّ هٰذَا الْاَمْرَ لَا يَنْقَضِىْ حَتّٰى يَمْضِىَ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ.

اور سماک بن حرب سے روایت کی ہے:

لَا يَزَالُ اَمْرُ الْاِسْلَامِ عَزِيْزًا مَنِيْعًا حَتّٰى يَمْضِىَ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ.

اور سعد بن وقاص سے روایت ہے:

لَا يَزَالُ الدِّيْنُ قَائِمًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ، وَعَلَيْهِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ.

اور جمع بین الصحاح میں ہے:

لَا يَزَالُ الْاِسْلَامُ عَزِيْزًا اِلٰى اَنْ يَّمْضِىَ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ۔

اور صحیح ابی داؤد میں ہے:

لَا يَزَالُ الدِّيْنُ ظَاهِرًا حَتّٰى تَقُوْمَ السَّاعَةُ، وَيَكُوْنُ عَلَيْهِمُ اثْنَا عَشَرَ خَلِيْفَةً، كُلُّهُمْ مِنْ قُرَيْشٍ.

ابن حجر نے صواعق محرقہ میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ سے پوچھا کہ کتنے خلیفہ ہوں گے

اس امت کے؟ حضرتؑ نے فرمایا کہ

اِثْنَا عَشَرَ بِعَدَدِ نُقَبَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔

پھر نقل کیا ہے:

فَقَالَ الْقَاضِیْ عِیَاضٌ: لَعَلَّ الْمُرَادَ بِالِاثْنَیْ عَشَرَ فِیْ هٰذِهِ الْاَحَادِیْثِ اَنَّهُمْ تَکُوْنُوْنَ فِیْ مُدَّةِ عِزَّةِ الْخِلَافَةِ وَقُوَّةِ الْاِسْلَامِ وَاسْتِقَامَةِ اُمُوْرِهٖ وَالِاجْتِمَاعِ عَلٰی مَنْ یَّقُوْمُ بِالْخِلَافَةِ.

اب لایق لحاظ ہے کہ خلفائے اثنا عشر حضرت خیر البشر کے کون ہیں؟ اہل سنت کے نزدیک بموجب تصریح ابن حجر عسقلانی کی کتاب فتح باری شرح صحیح بخاری میں ہے:

وَالَّذِیْ اجْتَمَعُوْا عَلَیْهِ الثَّلَاثَةُ، ثُمَّ عَلِیٌّ، اِلٰی اَنْ وَقَعَ اَمْرُ الْحَکَمَیْنِ فِیْ صِفِّیْنَ، فَسُمِّیَ مُعَاوِیَةُ یَوْمَئِذٍ بِالْخِلَافَةِ، ثُمَّ اجْتَمَعُوْا عَلَیْهِ عِنْدَ صُلْحِ الْحَسَنِ، ثُمَّ عَلٰی وَلَدِهٖ یَزِیْدَ، وَلَمْ یَنْتَظِمْ لِلْحُسَیْنِ اَمْرٌ، بَلْ قُتِلَ قَبْلَ ذٰلِكَ، ثُمَّ لَمَّا مَاتَ یَزِیْدُ اخْتَلَفُوْا اِلٰی اَنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی عَبْدِ الْمَلِكِ بَعْدَ قَتْلِ ابْنِ الزُّبَیْرِ، ثُمَّ عَلٰی اَوْلَادِهِ الْاَرْبَعَةِ: الْوَلِیْدِ، وَسُلَیْمَانَ، فَیَزِیْدَ، فَهِشَامٍ، وَتَخَلَّلَ بَیْنَ سُلَیْمَانَ وَیَزِیْدَ عُمَرُ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِیْزِ.

ہرگاہ نامہائے شریف خلفائے اہل سنت وجماعت آویزہ گوش ارباب بصیرت ہو چکے تو اب نامہائے متبرکہ امامان ائمہ طاہرین مقتدایان معصومین اہل تشیع بیان کیے جاتے ہیں جو کواکب درراری سپہر امامت، انجم افلاک عصمت، شموس آفاق ہدایت و ارشاد، اقمار مطالع صدق وسداد، گوشوارہ ہائے تاج علم وعرفان، طرہ ہائے دستار دین وایمان، ہادیان شرح مبین، والیان دین متین، درراری خزینہ نسل ابراہیمی، جواہر زواہر گنجینہ بطن ہاشمی، ازہار حدیقہ مصطفوی، انوار حدقہ نبوی، شفیعان روز جزا، نہالانِ گلستان زہد و اتقا ہیں اور ان کے اسمائے متبرکہ کتب اہل سنت میں بھی مذکور اور ثری سے ثریا تک مشہور اور عرش الٰہی پر مسطور ہیں۔

چنانچہ اخطب خوارزمی نے روایت طولانی نقل کی ہے کہ

روز معراج حق تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ سے فرمایا کہ نظر کی میں نے زمین پر پس اہل زمین سے تجھ کو پسند فرمایا اور تمہارا نام اپنے نام سے مشتق کیا، پس جہاں میرا ذکر ہے وہاں تمہارا بھی ذکر ہوگا، ہمارا نام محمود ہے تمہارا نام محمد ہے، بعد اس کے میں نے دوسری مرتبہ نظر کی تو علی کو پسند کیا اور اپنے نام سے اس کے نام کو مشتق کیا، میرا نام اعلی ہے ان کا نام علی ہے، اے محمد ہم نے پیدا کیا تجھ کو اور علی اور فاطمہ وحسن وحسین اور ائمہ کو اس کی اولاد سے اپنے نور سے، اور تمہاری محبت پر اہل آسمان وزمین کو مکلف کیا، پس جس نے قبول کیا وہ میرے نزدیک مومن ہے۔ جس نے انکار کیا وہ میرے نزدیک کافر ہے۔ اے محمد اگر کوئی بندہ میرا عبادت کرے تادم مرگ اور کثرت عبادت سے پوست واستخوان ایک ہو جاوے اور تم سب کی ولایت سے انکار کرے تو ہرگز نہ بخشوں گا جب تک تمہاری ولایت کا اقرار کرے۔ اے محمد تمہارا جی چاہتا ہے کہ ان کو دیکھو؟

حضرتؐ نے عرض کی کہ ہاں اے پروردگار، میرے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ جانب راست عرش الٰہی کی نظر کرو۔

فَالْتَفَتُّ فَإِذَا بِعَلِيٍّ وَفَاطِمَةَ وَالْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَعَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ وَمُحَمَّدِ ابْنِ عَلِيٍّ وَجَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ وَمُوسَى بْنِ جَعْفَرٍ وَعَلِيِّ بْنِ مُوسٰى وَمُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ وَعَلِيِّ بْنِ مُحَمَّدٍ وَالْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ وَالْمَهْدِيِّ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِنْ نُوْرٍ قِيَامًا يُصَلُّوْنَ، وَهُوَ فِيْ وَسَطِهِمْ، يَعْنِي الْمَهْدِيَّ، كَأَنَّهُ كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ.

یعنی جب حضرتؐ نے نظر فرمائی تو دیکھا کہ علی ابن ابی طالب علیہ السلام، فاطمہ زہرا، حسن مجتبیٰؑ، حسین شہیدؑ کربلا، زین العابدینؑ، محمد باقرؑ، جعفر صادقؑ، موسیٰ کاظمؑ، علی رضاؑ، محمد تقیؑ، علی نقیؑ، حسن عسکریؑ، مہدی ہادی دریائے نور میں کھڑے ہوئے نماز پڑھتے ہیں اور مہدی ان کے درمیان میں مانند کوکب درخشان نجم تابان کے معلوم ہوتے ہیں۔

فَقَالَ :يَا مُحَمَّدُ، هٰؤُلَاءِ الْحُجَجُ، وَهُوَ الثَّائِرُ مِنْ عِتْرَتِكَ، وَعِزَّتِيْ وَجَلَالِيْ، إِنَّهُ الْحُجَّةُ الْوَاجِبَةُ لِأَوْلِيَائِيْ، وَالْمُنْتَقِمُ مِنْ أَعْدَائِيْ.

اے محمدؐ یہ سب حجت ہائے دین مبین تمامی روئے زمین پر اور مہدی ہادی حجت واجبہ ہے واسطے دوستان خدا کے اور منتقم قوی ہے واسطے دشمنان خدا کے۔

اور صاحب کشاف نے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا:

فَاطِمَةُ مُهْجَةُ قَلْبِيْ، وَابْنَاهَا ثَمَرَةُ فُؤَادِيْ، وَبَعْلُهَا نُوْرُ بَصَرِيْ، وَالْأَئِمَّةُ مِنْ وَلَدِهَا أُمَنَاءُ رَبِّيْ، وَحَبْلٌ مَّمْدُوْدٌ بَيْنَهُ وَبَيْنَ خَلْقِهِ، فَمَنِ اعْتَصَمَ بِهِمْ نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهُمْ هَوٰى.

یعنی فاطمہ زہرا پارۂ دل ولخت جگر ہے اور دونوں فرزند اس کے میوہ دل وراحت جان ہمارے ہیں اور شوہر اس کا نور نظر ضیائے بصر ہمارا ہے اور ائمہ ابرار اس کی اولاد اطہار سے امینان پروردگار ہیں اور وسیلہ ان کا درمیان خلائق آفریدگار کے رسن ممدو استوار ہے جو شخص ان سے توسل واعتصام اختیار کرے گا وہ نجات و رستگاری اور تقرب جناب باری سے سرفراز اور نعمائے پروردگار سے ممتاز ہوگا اور جو شخص ان سے تخلف و مخالفت اختیار کرے گا وہ گمراہ وناری ومستوجب عقاب قہاری مستحق عذاب جباری ہوگا۔

علامہ زمخشری نے کشاف میں تفسیر آیۂ

﴿قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى﴾

میں لکھا ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا ہے:

مَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ شَهِیْدًا، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مَغْفُوْرًا، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ تَائِبًا، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ مُؤْمِنًا مُسْتَکْمِلَ الْاِیْمَانِ، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ بَشَّرَهٗ مَلَكُ الْمَوْتِ بِالْجَنَّةِ، ثُمَّ مُنْكَرٌ وَنَكِيْرٌ، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ یُزَفُّ اِلَی الْجَنَّةِ کَمَا تُزَفُّ الْعَرُوْسُ اِلٰی بَیْتِ زَوْجِهَا، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فُتِحَ لَهٗ فِیْ قَبْرِهٖ بَابَانِ اِلَی الْجَنَّةِ، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ جَعَلَ اللّٰهُ قَبْرَهٗ مَزَارَ مَلَائِكَةِ الرَّحْمَةِ، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ عَلَی السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ مَاتَ کَافِرًا، اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی بُغْضِ اٰلِ مُحَمَّدٍ لَمْ یَشُمَّ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ.

یعنی جوشخص مرجاوے محبت آل محمدؐ پر تو اس کو ثواب شہید راہ خدا ملے گا، اور جوشخص مرجاوے محبت آل محمدؐ پر گناہان گذشتہ اس کے بخش دیے جاویں گے، اور جوشخص مرے گا محبت آل محمدؐ پر مثل توبہ کنندگان کے بی گناہ ہوجاوے گا، جوشخص مرے گا محبت آل محمدؐ پر وہ مومن کامل الایمان ہوگا، جوشخص مرے گا محبت آل محمدؐ پر اس کو ملک الموت ومنکر ونگیر بشارت دیں گے بہشت عنبر سرشت کی، جوشخص مرے گا محبت آل محمدؐ پر اس کو جانب بہشت آراستہ کر کے لے جاویں گے جس طرح سے عروس کو جانب نوشاد پیراستہ کر کے لے جاتے ہیں، جوشخص مرے گا محبت آل محمدؐ پر اس کو قبر میں دو دروازہ بہشت عنبر سرشت کشادہ کریں گے، جوشخص مرے گا محبت آل محمدؐ پر اس کی قبر زیارت گاہ ملائکہ رحمت ہوگی ،جوشخص مرے گا محبت آل محمدؐ پر وہی پیرو سنت و جماعت حقہ ہے نہ پیروان زید وعمر وبکر، اور جوشخص مرے گا بغض آل محمدؐ پر وہ کافر ہے اور کفار میں محشور ہوگا، اور جوشخص مرے گا بغض آل محمدؐ پر وہ نہ سونگے گا بوہائے بہشت۔

حالانکہ ایک حدیث میں ہے کہ بوئے بہشت پانچ سو برس کی راہ سے محسوس ہوگی۔

اور اخطب خوارزمی نے عبداللہ بن عمر سے روایت کی ہے کہ جناب رسالت مآبؐ نے فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا قَبِلَ اللّٰهُ عَنْهُ صَلَاتَهٗ وَصِیَامَهٗ وَقِیَامَهٗ، وَاسْتَجَابَ دُعَاءَهٗ. اَلَا وَمَنْ اَحَبَّ عَلِیًّا اَعْطَاهُ اللّٰهُ بِکُلِّ عِرْقٍ فِیْ بَدَنِهٖ بِمَدِیْنَةٍ فِی الْجَنَّةِ. اَلَا وَمَنْ اَحَبَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ اَمِنَ مِنَ الْحِسَابِ وَالْمِیْزَانِ وَالصِّرَاطِ. اَلَا وَمَنْ مَاتَ عَلٰی حُبِّ اٰلِ مُحَمَّدٍ فَاَنَا کَفِیْلُهٗ بِالْجَنَّةِ مَعَ الْاَنْبِیَاءِ. اَلَا وَمَنْ اَبْغَضَ اٰلَ مُحَمَّدٍ جَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ مَکْتُوْبًا بَیْنَ عَیْنَیْهِ: اٰیِسٌ مِّن رَّحْمَةِ اللّٰهِ.

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص علیؑ سے محبت کرے گا اس کی نماز و روزہ اور قیام و قعود رکوع و سجود قبول ہوگا اور جو شخص دوستدار علیؑ ہوگا اس کو مقابل ہر رگ بدن کے ایک شہر بہشت عنبر سرشت میں ملے گا اور جو شخص دوستدار آل محمدؐ ہوگا اس کو شدائد موقف حساب و میزان اعمال و پل صراط سے امان ملے گی اور جو شخص دوستدار آل محمدؐ ہوگا اور محبت آل محمدؐ پر مرے گا ہم ضامن ہیں کہ وہ بہشت عنبر سرشت میں انبیائے مرسلین کے ساتھ رہے گا اور جو شخص دشمن آل محمدؐ ہوگا وہ بروز قیامت اسی طرح محشور ہوگا کہ اس کی پیشانی پر تحریر ہوگا کہ یہ رحمت الٰہی مغفرت نامتناہی سے محروم و مایوس ہے۔

هٰذَا وَلَنَخْتِمُ الْكَلَامَ بِحَمْدِ اللهِ الْمَلِكِ الْمِنْعَامِ، وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ الْبَرَرَةِ الْكِرَامِ، وَاَرْجُوْ مِنَ اللهِ الْغُفْرَانَ وَالرَّحْمَةَ وَالرِّضْوَانَ، وَاَنْ يَّحْشُرَنَا وَجَمِيْعَ الْمُؤْمِنِيْنَ مَعَ النَّبِيِّ الْاَمِيْنِ وَاَوْلَادِهِ الطَّاهِرِيْنَ الْاَئِمَّةِ الْمَعْصُوْمِيْنَ، وَجَعَلَنَا مِنْ مَوَالِيْهِمُ الْمُخْلِصِيْنَ، اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَشْهَدُكَ وَمَلَائِكَتَكَ وَاَنْبِيَاءَكَ وَرُسُلَكَ اَنَّهُمْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَصَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَاٰلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ۔

وَكَانَ ذٰلِكَ يَوْمَ الثَّانِيْ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَجَبِ الْمُرَجَّبِ سَنَةَ سَبْعٍ بَعْدَ اَلْفٍ وَثَلَاثِ مِائَةٍ مِنَ الْهِجْرَةِ النَّبَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا اَلْفُ اَلْفُ تَحِيَّةٍ.

تمت

(یہ کتاب درج ذیل مطبع سے مذکورہ تاریخ میں شایع ہوئی۔)

بتاریخ بیست وسوم ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۲ ہجری مطابق ہشتم جولائی ۱۹۰۴

بمقام لکھنؤ، محلہ فراش خانہ وزیر گنج مطبوعہ مطبع اثنا عشری

سید عابد علی عفی عنہ

یادداشت


مرکز افکار اسلامی